

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

محقق دوران، محدث زمان، سیف حقیقت، حضرت مولانا علامہ

محمد زاهد بن الحسن الکوثریؒ

کی مشہور کتاب **تانیب الخطیب** کا اردو ترجمہ

سراج الامت، فقیہ الملت، امام اعظم

رحمہ اللہ تعالیٰ
ابو حنیفہ کا عادلانہ دفاع

مترجم

حافظ عبد القدوس خاں قاری

ناشر

عمر اکادمی

نزد گھنٹہ گھر، گوجرانوالہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَلَدَكُمْ فَاسِقٌ بِنِيَّاتِكُمْ أَن تَصْبُوا قَوْمًا بِيَهَالِيَةٍ فَصَبُّوا عَلَيْهِمْ مَا هَلُمْتُمْ نَارُ مِن
(سورة العنكبوت)

محرمی دورن احمد زمان بیعت خفیت حضرت مولانا محمد زاہد بن احسن کوثری المرعی المتوفی

۱۳۷۱ھ کی مشرک کتاب تائیب الخطیب علی ماساقہ فی ترجمہ ابی حنیفہ من الاکاذیب من الاکاذیب

کا اردو ترجمہ

سراج الامت، فقیہ الملت، امام عظم

ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا عادلانہ دفاع

محدث اذکر احمد بن علی بن ثابت المعروف بخلیب بغدادی شافعی المتوفی ۲۴۱ھ نے اپنی مدینہ فقیہ
اور تاریخی خدمات کے باوجود تعصب کے سیلابی پیلے میں بہہ کر تاریخ بغداد میں متروک اور ساقط الاعطاب
راویوں کی روایات پر مدد رکھ کر جو سن گھڑت افسانے امام اعظم اور ان کے اصحاب کے متعلق
پیش کیے ہیں۔ اور بے ہاشم کے اعتراضات اور مطامع ذکر کیے ہیں ان کا جلیب علامہ کوثری
نے اپنی کتاب تائیب الخطیب علی ماساقہ فی ترجمہ ابی حنیفہ من الاکاذیب میں دیا ہے۔

علامہ کوثری کی اس کتاب کا اردو ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے۔ تاکہ موجودہ دور کے
مخالفین ابی حنیفہ اسی تاریخ بغداد سے اعتراضات لے کر جو فساد برپا کرنے کی کوشش
کرتے ہیں اس کا سد باب علماء کرام، طلباء، عظام اور دیگر علوم ان س باطن طریق کر سکیں۔
وَاللَّهُ يَكْفُلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ

حافظ عبد القدوس خان قارن

جلہ حقوق بحق عمر اکادمی نزد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ محفوظ ہیں

اصل کتاب کا نام _____ تائیب الخطیب علی ماساقہ فی ترجمہ ابی حنیفہ من الاکاذیب

تألیف _____ محقق دوران حضرت مولانا محمد زاہد بن الحسن انکوشی

اردو ترجمہ کا نام _____ سراج الامت فقیہ الملت امام اعظم ابو حنیفہ کا عادلانہ دفاع

مترجم _____ حافظ محمد عبدالقدوس خاں قادیان

طبع اول _____ صفر ۱۴۲۰ھ / مئی ۱۹۹۹ء

تعداد _____ ایک ہزار

مطبع _____ فائز بکس پرنٹرز لاہور

قیمت _____ ایک سو چالیس روپے

سے لے کپتے

مکتبہ صفدریہ نزد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ ○ مینہ کتاب گھر اردو بازار گوجرانوالہ ○ مکتبہ علمانیہ اردو بازار

مکتبہ علمیہ جامعہ نبویہ سائٹ کراچی ۱۶ ○ مکتبہ تاسمیر اردو بازار لاہور ○ مکتبہ تیسرے شیخ بازار لاہور

مکتبہ حنائینی بی ہسپتال دودھ خان ○ مکتبہ صدیقیہ حضرو ○ مکتبہ ادیبہ طمان ○ مکتبہ مجیدیہ طمان

اسلامی کتب خانہ ازاد گامی ایبٹ آباد ○ مکتبہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ منگھڑ سوات ○ الجمعۃ الکیڈمی پشاور

مکتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

انتساب

راقم اشتم نے علامہ کوثری کی کتاب تائیب الخلیب کا اردو ترجمہ کیا ہے اور اس کا نام
سراج الامت، فقیہ الملت، امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کا عادلانہ دفاع رکھا ہے تو احقر اس کی نسبت
اپنے تمام اساتذہ کرام کی طرف کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے جنہوں نے حتی الامکان کوششوں
اور تمام تر توجہات کے ساتھ احقر کو اپنے بجا علیہ سے سیراب کرنا چاہا، مگر احقر اپنی کمزور صلاحیتوں کے
باعث ان سے صرف چند بونہی حاصل کر سکا۔ احقر کو علوم دینیہ سے جو کچھ مابہت ہے تو وہ
محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اساتذہ کرام کی محنت کا نتیجہ ہے، دعا ہے کہ میرے اساتذہ کرام
میں سے جو اسس دارقانی سے کوچ فرما گئے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ اپنی جوار رحمت میں بلند
درجات نصیب فرمائے اور جو زندہ ہیں ان کا سایہ محبت و عافیت کے ساتھ تادیر ملامت رکھے
امین یا اللہ العالمین

احقر عبد القدوس

فہرست مضامین

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۸۴	اعترافِ غیر کہ امام ابوحنیفہؒ نے صحابہؓ [۲	انتساب
	میں سے صرف حضرت انسؓ کو دیکھا؟	۱۵	پیش لفظ، از پیر طریقت حضرت نقیض شاہ صاحب
	خطیب کی طرف سے وہ روایت غلط ہے صحیح [۲۰	کلمات تبرک، از حضرت مولانا محمد غفران خان
۸۴	ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے حضرت عطاءؓ کو نہیں دیکھا	۳۳	مقدمہ
۸۵	امام شافعی کا امام ابوحنیفہؒ کی قبر پر ماضی دینا	۵۰	تألیف خطیب کے ترجمہ کی ابتداء
۸۶	اعترافِ غیر کہ ابوحنیفہؒ اور ان کے والد نے اہل بیتؑ سے	۵۰	اگر کرام آپس میں ایک خاندان کی طرح تھے
۸۸	اعترافِ غیر کہ ابوحنیفہؒ کا ہم سنگ تھانوں کی جہاد کے زمانہ	۶۳	بعض فرقیہ محدثین کا ذکر
۹۰	اعترافِ غیر کہ امام ابوحنیفہؒ نبلی تھے	۶۵	ماہوں کا طوائف سے امتحان لینا
۹۲	اعترافِ غیر کہ جن لوگوں نے امام ابوحنیفہؒ کا کلام [۶۵	قرآن کریم کے بارہ میں نزاع
	۶۱ بتائی ہے اس قول کا کوئی حوالہ نہیں ہے	۶۶	حدیث کے معانی میں تفسیر ضروری ہے
۹۸	اعترافِ غیر کہ امام ابوحنیفہؒ ظم غویں کمزور تھے	۶۶	فریقین میں ضد بازی کی وجہ
۱۱۱	اعترافِ غیر کہ امام ابوحنیفہؒ نے ترغاب کی قرأت کر لی تھی	۶۸	اگر کرام کا امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب اپنے کلمات ذکر کرنا
۱۱۲	اعترافِ غیر کہ اس طرح امتی والی روایت موضوع ہے	۷۱	تصعب کی ابتداء
۱۱۵	اعترافِ غیر کہ امام ابوحنیفہؒ کے بارہ میں [۷۲	خطیب بغدادی کا کردار
	المتقدمین کا نظریہ سراج امتی کے خلاف [۷۲	خطیب بغداد کے حالات پر مختصر کلام
۱۱۰	اعترافِ غیر کہ انہی نے شیعہ صوفیوں کو امام ابوحنیفہؒ کی ترویج کی ہے	۷۹	خطیب کی بعض کتابوں کا رد
۱۱۲	اعترافِ غیر کہ امام ابوحنیفہؒ نے کہا کہ ہم یہاں بھی صوفی [۸۰	خطیب کی وفات
	ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی اور کیسے اس قول کو پسند کرنا	۸۰	اس کی تاریخ کے بارہ میں من گھڑت خواہیں
۱۲۵	اعترافِ غیر کہ امام ابوحنیفہؒ نے کہا کہ جو آدمی کعبہ کو	۸۱	تفصیلی جواب کے پہلے ایک ضروری بات
		۸۲	تنبیہ

۱۲۹	اعتراف نمبر ۱۹ کہ ابو حنیفہؒ نے کہا کہ اپنے باپ کو قتل کئے اس کی کسوٹی میں شراب پینے والا مومن بہت	حق ماننا ہے مگر یہ نہیں جانتا کہ وہ کمال ہے اور محمدؐ کی
۱۳۱	اعتراف نمبر ۲۰ کہ امام ابو حنیفہؒ نے سید بن جریج کو مرحہ اور طلق بن حنیفہ کو قدری کلابے	مومن ہے کہ امام حنیفہؒ نے کہا کہ ایسا قول کفر و کلام ہے
۱۳۲	اعتراف نمبر ۲۱ ابو حنیفہؒ نے کہا کہ ابو حنیفہؒ مرحہ کے ساتھ	اعتراف نمبر ۲۱ کہ طلاق کی جھوٹی گواہی دینے والا ایک
۱۳۵	اعتراف نمبر ۲۲ کہ ابو حنیفہؒ لوگوں کو مرحہ پنے کی مکتوبہ تھے	کوئی ماضی سے میاں پر ہی کے زریاں تفریق دلو کہ
۱۳۶	اعتراف نمبر ۲۳ کہ امام ابو یوسفؒ نے کہا کہ ابو حنیفہؒ مرحہ اور حمیرہ میں سے تھے	اس کو دیکھ نکاح کر لیتے تو امام ابو حنیفہؒ نے کہا کہ یہ نکاح جائز ہے اور ماضی حقیقت حال مسلم کرنے کے بعد ان میں تفریق نہیں ڈال سکتا۔
۱۳۸	اعتراف نمبر ۲۴ کہ امام ابو یوسفؒ نے کہا کہ امام ابو حنیفہؒ کی وفات اس حال میں ہوئی کہ وہ جہیز فرقے سے تعلق رکھتے تھے	اعتراف نمبر ۲۴ کہ ایک آدمی کہہ کر جانتا ہے مگر یہ نہیں جانتا کہ وہ کمال ہے تو ابو حنیفہؒ نے کہا کہ وہ مومن ہے
۱۳۹	اعتراف نمبر ۲۵ کہ ابو حنیفہؒ نے کہا کہ ہم جہیز مکتوبہ کی عورت ہماری عورتوں کو ادب سکھاتی تھی	اور ایک آدمی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول مانتا ہے مگر یہ نہیں جانتا کہ وہ کمال ہے اس لیے اس نے تو امام ابو حنیفہؒ نے کہا کہ وہ مومن ہے اور سخاوت نے کہا کہ اس
۱۵۳	اعتراف نمبر ۲۶ کہ ہم کی لڑکی جب خراسان سے کوہ آبی تو ابو حنیفہؒ اس کے ادب کی مبارک پڑے ہوئے تھے	میں شک کرتا ہے تو وہ کافر بہت۔
۱۵۵	ابو حنیفہؒ ہم بن مکتوبہ کو کافر کہتے تھے خلیفہ کا اقرار	اعتراف نمبر ۲۷ کہ امام ابو حنیفہؒ نے جہیز کی عورت کی زندگی کو مومن کہا اور سعید نے کہا کہ یہ کلام ہے
۱۵۶	خلیفہ کا اقرار کہ ابو حنیفہؒ مختار کے خلاف تھے	اعتراف نمبر ۲۸ کہ ابو حنیفہؒ نے کہا کہ ابو حنیفہؒ
۱۵۸	تاریخ بغداد کے نسخوں میں فرق	قرآن کریم کی روایت کا انکار کرتے ہیں
۱۵۸	اعتراف نمبر ۲۹ کہ قرآن کریم کی سب سے پہلی مخلوق ابو حنیفہؒ نے کہا	اعتراف نمبر ۲۹ کہ ابو حنیفہؒ نے کہا کہ حضرت ابو یوسفؒ اور ابیہیں کا ایمان برابر ہے (نور بالہ)
۱۵۹	اعتراف نمبر ۳۰ کہ قاضی سلمہ بن عمرو نے نہری کہا کہ اللہ تعالیٰ ابو حنیفہؒ پر رحم نہ کرے	اعتراف نمبر ۳۰ کہ ابو حنیفہؒ نے ایک نسی کے ایمان کو جبریل علیہ السلام کے ایمان کی طرح قرار دیا
۱۶۱	اعتراف نمبر ۳۱ کہ امام ابو یوسفؒ نے کہا کہ امام ابو حنیفہؒ خلق قرآن کا نظریہ رکھتے تھے	

۱۷۵	اعتراف نمبر ۲۱ دس تہ آدمیوں کا کہنا کہ ابو حنیفہ قرآن کریم کو مخلوق ماننے کا نظریہ رکھتے تھے	۱۷۹	اعتراف نمبر ۳۴ کہ رافع بن عمر بن عثمان نے ابو حنیفہ سے توبہ طلب کی
۱۷۶	اعتراف نمبر ۳۵ کہ کوفہ کے والی علی بن موسیٰ العباسی نے ابو حنیفہ سے خلق قرآن کے نظریہ سے توبہ طلب کی	۱۸۱	اعتراف نمبر ۳۵ کہ شریک نے کہا کہ ابو حنیفہ سے کھڑے توبہ طلب کی گئی تھی
۱۷۷	اعتراف نمبر ۳۶ ابو حنیفہ نے کہا کہ میں نے ابن ابی لیلیٰ کے سامنے تقیہ کیا	۱۸۲	اعتراف نمبر ۳۷ کہ حسیان ثوری نے کہا کہ ابو حنیفہ سے دوسرے توبہ طلب کی گئی
۱۷۸	اعتراف نمبر ۳۷ کہ عابد بن ابی سلیمان نے ابو حنیفہ سے نظریہ کبریات کا اعلان کیا اور ان سے توبہ طلب کی	۱۸۳	اعتراف نمبر ۳۸ کہ ابن ابی لیلیٰ نے کہا کہ جو ایمان ہی میں اور زیادتی کا نظریہ نہیں رکھتا وہ کذاب ہے
۱۷۹	اعتراف نمبر ۳۸ کہ ابو حنیفہ نے کہا کہ ابن ابی لیلیٰ میرے ساتھ ایسا سلوک جائز سمجھتے جو میں کسی باور کے لیے بھی جائز نہیں سمجھتا	۱۸۴	اعتراف نمبر ۳۹ کہ امام احمد بن حنبل اور ان کے اصحاب امام ابو حنیفہ کو گمراہ قرار دینے پر متفق تھے۔
۱۸۰	اعتراف نمبر ۳۹ کہ عابد بن ابی سلیمان نے امام ابو حنیفہ کو مشرک کہا اور ان کے مذہب کے بیزاری ظاہر کی	۱۸۵	اعتراف نمبر ۴۰ کہ امام ابو حنیفہ حکم وقت کے خلاف بغاوت کا نظریہ رکھتے تھے
۱۸۱	اعتراف نمبر ۴۰ کہ عابد بن ابی سلیمان نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ تم ابو حنیفہ کے نہ سلام کا جواب دو اور نہ اس کے لیے مجلس میں جگہ بناؤ	۱۹۱	اعتراف نمبر ۴۱ کہ امام ابو حنیفہ نے کہا کہ ابو حنیفہ مرتد تھے اور ہم صرف ان سے سبق پڑھتے تھے ان کے مقلد نہ تھے
۱۸۲	اعتراف نمبر ۴۱ کہ شریک نے کہا کہ ابو حنیفہ سے توبہ طلب کرنے کا معاملہ اتنا مشہور ہے کہ کنواری لڑکیاں اپنے پردوں میں بھی جانتی ہیں	۱۹۵	اعتراف نمبر ۴۲ کہ امام ابو حنیفہ نے کہا کہ ابو حنیفہ مرتد تھے اور ہم صرف ان سے سبق پڑھتے تھے ان کے مقلد نہ تھے
۱۸۳	اعتراف نمبر ۴۲ کہ خالد القسری نے ابو حنیفہ سے توبہ طلب کی	۱۹۸	اعتراف نمبر ۴۳ کہ امام ابو حنیفہ نے کہا کہ ابو حنیفہ مرتد تھے اور ہم صرف ان سے سبق پڑھتے تھے ان کے مقلد نہ تھے

<p>۲۱۸</p>	<p>اعتراض نمبر ۵۵ کہ امام ابوحنیفہؒ نے کیا کہ میرے سلسلے میں سے کون سے جو قلعین میں پیشاب کسے اور وہ یہ کہ کہ قلعین والی روایت کا رد کر ہے تھے</p>	<p>۲۰۲</p>	<p>اعتراض نمبر ۵۹ کہ امام ابوحنیفہؒ نے کیا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیز انہ پالیے یا میں ان کہ پالیے تو وہ میری اکثر باتوں کو اختیار کر لیتے نیز امام ابوحنیفہؒ کے سامنے حدیث پیش کی جاتی تو وہ اس کی مخالفت کرتے</p>
<p>۲۲۰</p>	<p>رفع یدین سے تعلق پر بھی گیا کہ نہ لگے اگر اڑنا چاہتا ہے تو کر لے</p>	<p>۲۰۳</p>	<p>اس بارہ میں اصل روایت</p>
<p>۲۲۱</p>	<p>اعتراض نمبر ۵۶ کہ امام ابوحنیفہؒ نے یہ سرف کے بارہ میں منسلک بتایا تو ان سے کیا گیا کہ حضور علیہ السلام کے صحابہ تو اس کے خلاف تھے تو انہوں نے منسلک پوچھنے والے سے کیا کہ جا اس پر عمل کر۔ اگر اس میں گناہ ہوا تو مجھ پر ڈال دینا۔</p>	<p>۲۰۵</p>	<p>اعتراض نمبر ۵۷ کہ امام ابوحنیفہؒ کے سامنے حدیث پیش کی گئی تو انہوں نے کہا کہ اس کو چھوڑ اور پھر کہہ سندن پیش کی گئی تو کہا کہ اس کو خنزیر کی دم کیسا کھنکرت ہے</p>
<p>۲۲۲</p>	<p>اعتراض نمبر ۵۸ کہ امام ابوحنیفہؒ نے کئی احادیث کی مخالفت کی اور کہا کہ وہ تو صرف اچھے کلام سے</p>	<p>۲۰۶</p>	<p>اعتراض نمبر ۵۹ کہ امام ابوحنیفہؒ نے کہا کہ میں نے اس کو نہیں لیا اور ابوالاسحاق نے کہا کہ میں نے حدیث پیش کی تو انہوں نے کہا کہ یہ حدیث خلاف ہے</p>
<p>۲۲۳</p>	<p>اعتراض نمبر ۵۹ کہ امام ابوحنیفہؒ نے دو روایت کی مخالفت کی</p>	<p>۲۰۹</p>	<p>اعتراض نمبر ۶۰ کہ امام ابوحنیفہؒ کے سامنے ابوالیمان باغیہ والی روایت بیان کی گئی تو کہا کہ یہ رعب ہے اور یہودی کا سر کٹنے والی بیان کی گئی تو کہا کہ یہ بدعت ہے</p>
<p>۲۲۴</p>	<p>اعتراض نمبر ۶۰ کہ امام ابوحنیفہؒ نے آثار اور سنت کی طرف متوجہ ہوتے ہجراتی نے کی وجہ سے ان کو رد کر دیتے</p>	<p>۲۱۲</p>	<p>اعتراض نمبر ۶۱ کہ امام ابوحنیفہؒ نے حدیث کو سب اور ولاد کے بارے میں حضرت عمرؓ کے فیصلہ والی روایت کو قولی شیعہ طائفہ کہا</p>
<p>۲۲۵</p>	<p>اعتراض نمبر ۶۱ کہ امام ابوحنیفہؒ نے لافطہ فی ثمر ولاکثروال حدیث کے خلاف فتویٰ دیا۔</p>	<p>۲۱۶</p>	<p>اعتراض نمبر ۶۲ کہ سفیان بن عیینہؒ نے کہا کہ ابوحنیفہؒ سے بڑھ کر ائمہ کے سامنے یہ باکی</p>
<p>۲۲۹</p>	<p>اعتراض نمبر ۶۳ کہ حدیث میں ازاد زبانی نے وائے محرم کو شکار اور نعل نہ پانے والے کو موزہ پہننے کی اجازت ہے مگر امام ابوحنیفہؒ کہتے ہیں کہ اگر اس نے</p>	<p>۲۱۷</p>	<p>اعتراض نمبر ۶۳ کہ سفیان بن عیینہؒ نے کہا کہ ابوحنیفہؒ سے بڑھ کر ائمہ کے سامنے یہ باکی</p>

۲۹۱	اعتراض نمبر ۸۸ کہ محمد بن حاتم نے خواب میں سنا کہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روچا کہ کیا میں ابو حنیفہ کے لئے	۲۷۷	اعتراض نمبر ۸۷ کہ سوار بن عبد اللہ نے کہا کیا ابو حنیفہ کی کلام کو دیکھ لیا کہ قرآن نے کہا کہ میں اپنے کوئی
۲۹۲	کے مطابق عمل کروں تو اپنے قین خود فرما یا نہیں پھر روچا کہ سرش پر عمل کروں تو قین خود فرما یا نہیں	۲۷۸	کلام کیوں دیکھوں جس کو کہنے دین میں نہیں ہو گا اعتراض نمبر ۸۹ کہ امام ہاک نے کہا کہ عراق کی لاطیفی یا عری میں سے ابو حنیفہ ہے
۲۹۳	اعتراض نمبر ۹۰ کہ عبد اللہ بن ابی الدرداء نے کہا کہ ابو حنیفہ نے کتاب الحیل میں مولیٰ کو حرام اور حرک کو حلال قرار دیا	۲۷۹	اعتراض نمبر ۹۱ کہ امام ہاک نے کہا کہ اگر ابو حنیفہ اس کو حلی کے متون کو کہنے کا کہے تو وہ دلیل سے
۲۹۴	اعتراض نمبر ۹۲ کہ حص بن غیاث نے کہا کہ ابو حنیفہ نے ایک ہی دن میں ایک ہی مسئلہ میں پانچ	۲۸۰	اس کو ثابت کر دیا کہ امام ابو حنیفہ نے کہا کہ امام ہاک کی ہر ایک حدیث کی وہ غلط بات پر دلیل سے
۲۹۵	اعتراض نمبر ۹۳ کہ عبد اللہ بن ابی الدرداء نے کہا کہ میں نے ابو حنیفہ سے جو چیز بھی روایت کی ہر چیز کو چھوڑ دیا	۲۸۱	اعتراض نمبر ۹۴ کہ امام ہاک نے کہا کہ ابو حنیفہ کا والدین سے اور جو کا والدین ہر کسی کا نہیں ہوتا
۳۰۰	اعتراض نمبر ۹۵ کہ محمد بن عبد الصاحب نے کہا کہ ابو حنیفہ کی مجلس اخوار ہے مگر ہوتی تھی اور سیاق میں	۲۸۲	اعتراض نمبر ۹۶ کہ ابو حنیفہ نے کہا کہ ابو حنیفہ ایک مسلمان تھے پھر کچھ عرصہ بعد اس کے جرح کر دیئے
۳۰۱	اعتراض نمبر ۹۷ کہ قیس بن یزید نے کہا کہ ابو حنیفہ گوری ہوئی باتوں میں اجمل الناس تھے اور	۲۸۳	اعتراض نمبر ۹۸ کہ امام ابو حنیفہ نے خود امام ابو یوسف کو منع کیا کہ میری ہر بات کو نہ کھلا کر نہ کھچ کر نہ
۳۰۲	اعتراض نمبر ۹۹ کہ ابن ابی الدرداء نے کہا کہ دنیا کے اندریزی خواہش ہے کہ وہ سے ابو حنیفہ کی	۲۸۴	دفعہ اپنی پہلی رائے سے رجوع کر لیا ہوں اعتراض نمبر ۱۰۰ کہ امام ابو حنیفہ نے کہا کہ میں
۳۰۳	اعتراض نمبر ۱۰۱ کہ ابن ابی الدرداء نے کہا کہ دنیا کے اندریزی خواہش ہے کہ وہ سے ابو حنیفہ کی	۲۸۵	تم سے جو بیان کرتا ہوں اس کا اکثر غلط ہوتا ہے اعتراض نمبر ۱۰۲ کہ میں نے کہا کہ میں ابو حنیفہ سے بتایا
	قرارت نکال دی جائے	۲۸۶	کہ ایک عرصہ تک سے ملایا گیا اور اس میں کسی نہ

۳۲۱	<p>جس کو شیطان الطاق کہا جاتا تھا اُس نے ابو حنیفہؒ کو گفتگو میں لاجواب کر دیا تھا۔</p>	۳۰۴	<p>اعتراض نمبر ۹۵ کہ ابو حاتم نے کہا کہ ابو حنیفہؒ کی فقہ سے تو برتر کرنی چاہیے</p>
۳۲۲	<p>اعتراض نمبر ۹۶ کہ سفیان ثوریؒ نے کہا کہ ابو حنیفہؒ گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے</p>	۳۰۵	<p>اعتراض نمبر ۹۷ کہ حماد نے کہا کہ ابو حنیفہؒ کا علم تو میری ڈاڑھی کے خنساپ سے بھی زیادہ حدوت ہے</p>
۳۲۳	<p>اعتراض نمبر ۹۸ کہ امام شافعیؒ نے کہا کہ میں نے ابو حنیفہؒ کے اصحاب کی کتابوں میں ایک کتاب دیکھی جس کے ایک سو تیس اوراق تھے تو ان میں سے اسی اوراق کتب سنت کے خلاف تھے</p>	۳۰۹	<p>اعتراض نمبر ۹۹ کہ حماد بن ابی حنیفہؒ کو ابو حنیفہؒ کے تھے</p>
۳۲۵	<p>اعتراض نمبر ۱۰۰ کہ امام احمد بن حنبلؒ نے کہا کہ مسلمانوں کے خلاف عمرو بن عبیدہؒ کی نسبت ابو حنیفہؒ نے زیادہ سختی کی ہے کیونکہ اس کے اصحاب تھے</p>	۳۱۱	<p>اعتراض نمبر ۱۰۱ کہ حمید بن لوگوں کے سنانے ابو حنیفہؒ کو ابو حنیفہؒ کے تھے</p>
۳۲۱	<p>اعتراض نمبر ۱۰۸ کہ امام احمد بن حنبلؒ نے کہا کہ مسلمانوں کے خلاف عمرو بن عبیدہؒ کی نسبت ابو حنیفہؒ نے زیادہ سختی کی ہے کیونکہ اس کے اصحاب تھے</p>	۳۱۳	<p>اعتراض نمبر ۱۰۹ کہ حمید بن لوگوں کے سنانے ابو حنیفہؒ کو ابو حنیفہؒ کے تھے</p>
۳۲۲	<p>اعتراض نمبر ۱۰۹ کہ امام احمد بن حنبلؒ نے کہا کہ مسلمانوں کے خلاف عمرو بن عبیدہؒ کی نسبت ابو حنیفہؒ نے زیادہ سختی کی ہے کیونکہ اس کے اصحاب تھے</p>	۳۱۵	<p>اعتراض نمبر ۱۱۰ کہ حمید بن لوگوں کے سنانے ابو حنیفہؒ کو ابو حنیفہؒ کے تھے</p>
۳۲۳	<p>اعتراض نمبر ۱۱۱ کہ امام احمد بن حنبلؒ نے کہا کہ مسلمانوں کے خلاف عمرو بن عبیدہؒ کی نسبت ابو حنیفہؒ نے زیادہ سختی کی ہے کیونکہ اس کے اصحاب تھے</p>	۳۱۷	<p>اعتراض نمبر ۱۱۲ کہ امام احمد بن حنبلؒ نے کہا کہ مسلمانوں کے خلاف عمرو بن عبیدہؒ کی نسبت ابو حنیفہؒ نے زیادہ سختی کی ہے کیونکہ اس کے اصحاب تھے</p>
۳۲۴	<p>اعتراض نمبر ۱۱۳ کہ امام احمد بن حنبلؒ نے کہا کہ مسلمانوں کے خلاف عمرو بن عبیدہؒ کی نسبت ابو حنیفہؒ نے زیادہ سختی کی ہے کیونکہ اس کے اصحاب تھے</p>	۳۱۹	<p>اعتراض نمبر ۱۱۴ کہ امام احمد بن حنبلؒ نے کہا کہ مسلمانوں کے خلاف عمرو بن عبیدہؒ کی نسبت ابو حنیفہؒ نے زیادہ سختی کی ہے کیونکہ اس کے اصحاب تھے</p>
۳۲۵	<p>اعتراض نمبر ۱۱۵ کہ امام احمد بن حنبلؒ نے کہا کہ مسلمانوں کے خلاف عمرو بن عبیدہؒ کی نسبت ابو حنیفہؒ نے زیادہ سختی کی ہے کیونکہ اس کے اصحاب تھے</p>	۳۲۰	<p>اعتراض نمبر ۱۱۶ کہ امام احمد بن حنبلؒ نے کہا کہ مسلمانوں کے خلاف عمرو بن عبیدہؒ کی نسبت ابو حنیفہؒ نے زیادہ سختی کی ہے کیونکہ اس کے اصحاب تھے</p>
۳۲۶	<p>اعتراض نمبر ۱۱۷ کہ امام احمد بن حنبلؒ نے کہا کہ مسلمانوں کے خلاف عمرو بن عبیدہؒ کی نسبت ابو حنیفہؒ نے زیادہ سختی کی ہے کیونکہ اس کے اصحاب تھے</p>	۳۲۱	<p>اعتراض نمبر ۱۱۸ کہ امام احمد بن حنبلؒ نے کہا کہ مسلمانوں کے خلاف عمرو بن عبیدہؒ کی نسبت ابو حنیفہؒ نے زیادہ سختی کی ہے کیونکہ اس کے اصحاب تھے</p>
۳۲۷	<p>اعتراض نمبر ۱۱۹ کہ امام احمد بن حنبلؒ نے کہا کہ مسلمانوں کے خلاف عمرو بن عبیدہؒ کی نسبت ابو حنیفہؒ نے زیادہ سختی کی ہے کیونکہ اس کے اصحاب تھے</p>	۳۲۲	<p>اعتراض نمبر ۱۲۰ کہ امام احمد بن حنبلؒ نے کہا کہ مسلمانوں کے خلاف عمرو بن عبیدہؒ کی نسبت ابو حنیفہؒ نے زیادہ سختی کی ہے کیونکہ اس کے اصحاب تھے</p>

۳۲۷	۳۲۸
معلوم ہوتا ہے۔ اعتراض نمبر ۱۲ کہ عبداللہ بن المبارک سے کہا گیا کہ قرآن مجید سے روایت کرتا ہے اسی وجہ سے	کرتے تو میں اس کے فیصلہ کو رد کر دوں گا اعتراض نمبر ۱۳ کہ خالد بن زید سے کہا کہ ابوحنیفہ نے زمانہ خود کو طلال کا اور غن کے رائیگاں قرار دیا۔
۳۲۸	۳۲۹
لوگ ایک کافر کو امام بنانے بیٹھے ہیں تو اس نے کہا کہ میں ابوحنیفہ کی روایت سے تو بڑبڑتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا ہوں	۳۳۰
۳۲۹	۳۳۱
اعتراض نمبر ۱۴ کہ ایک آدمی نے کہا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ علیہ السلام سے زیادہ مہم تھے (غور)	۳۳۲
۳۳۰	۳۳۳
اعتراض نمبر ۱۵ کہ ابن المبارک نے امام ابوحنیفہ کے پیچھے نماز پڑھنے کے بعد کہا کہ میرے دل میں اس نماز کے بارے میں کچھ کچھ اور کہا کہ میں ابوحنیفہ سے مکھی ہوئی چار سو حدیثیں عراق و پس جا کر مشاؤون کا	۳۳۴
۳۳۱	۳۳۵
اعتراض نمبر ۱۶ کہ ابن المبارک نے کہا کہ زہری کی ایک حدیث جیز بن دیک ابوحنیفہ کے کلام زیادہ دیکھ اعتراض نمبر ۱۷ کہ ابن المبارک نے کہا کہ ابوحنیفہ حدیث میں قدم تھے اور ابوحنیفہ نے کہا کہ حدیث میں لائق تھے	۳۳۶
۳۳۲	۳۳۷
۳۳۳	۳۳۸
۳۳۴	۳۳۹
۳۳۵	۳۴۰
۳۳۶	۳۴۱
۳۳۷	۳۴۲
۳۳۸	۳۴۳
۳۳۹	۳۴۴
۳۴۰	۳۴۵
۳۴۱	۳۴۶
۳۴۲	۳۴۷
۳۴۳	۳۴۸
۳۴۴	۳۴۹
۳۴۵	۳۵۰
۳۴۶	۳۵۱
۳۴۷	۳۵۲
۳۴۸	۳۵۳
۳۴۹	۳۵۴
۳۵۰	۳۵۵
۳۵۱	۳۵۶
۳۵۲	۳۵۷
۳۵۳	۳۵۸
۳۵۴	۳۵۹
۳۵۵	۳۶۰
۳۵۶	۳۶۱
۳۵۷	۳۶۲
۳۵۸	۳۶۳
۳۵۹	۳۶۴
۳۶۰	۳۶۵
۳۶۱	۳۶۶
۳۶۲	۳۶۷
۳۶۳	۳۶۸
۳۶۴	۳۶۹
۳۶۵	۳۷۰
۳۶۶	۳۷۱
۳۶۷	۳۷۲
۳۶۸	۳۷۳
۳۶۹	۳۷۴
۳۷۰	۳۷۵
۳۷۱	۳۷۶
۳۷۲	۳۷۷
۳۷۳	۳۷۸
۳۷۴	۳۷۹
۳۷۵	۳۸۰
۳۷۶	۳۸۱
۳۷۷	۳۸۲
۳۷۸	۳۸۳
۳۷۹	۳۸۴
۳۸۰	۳۸۵
۳۸۱	۳۸۶
۳۸۲	۳۸۷
۳۸۳	۳۸۸
۳۸۴	۳۸۹
۳۸۵	۳۹۰
۳۸۶	۳۹۱
۳۸۷	۳۹۲
۳۸۸	۳۹۳
۳۸۹	۳۹۴
۳۹۰	۳۹۵
۳۹۱	۳۹۶
۳۹۲	۳۹۷
۳۹۳	۳۹۸
۳۹۴	۳۹۹
۳۹۵	۴۰۰
۳۹۶	۴۰۱
۳۹۷	۴۰۲
۳۹۸	۴۰۳
۳۹۹	۴۰۴
۴۰۰	۴۰۵
۴۰۱	۴۰۶
۴۰۲	۴۰۷
۴۰۳	۴۰۸
۴۰۴	۴۰۹
۴۰۵	۴۱۰
۴۰۶	۴۱۱
۴۰۷	۴۱۲
۴۰۸	۴۱۳
۴۰۹	۴۱۴
۴۱۰	۴۱۵
۴۱۱	۴۱۶
۴۱۲	۴۱۷
۴۱۳	۴۱۸
۴۱۴	۴۱۹
۴۱۵	۴۲۰
۴۱۶	۴۲۱
۴۱۷	۴۲۲
۴۱۸	۴۲۳
۴۱۹	۴۲۴
۴۲۰	۴۲۵
۴۲۱	۴۲۶
۴۲۲	۴۲۷
۴۲۳	۴۲۸
۴۲۴	۴۲۹
۴۲۵	۴۳۰
۴۲۶	۴۳۱
۴۲۷	۴۳۲
۴۲۸	۴۳۳
۴۲۹	۴۳۴
۴۳۰	۴۳۵
۴۳۱	۴۳۶
۴۳۲	۴۳۷
۴۳۳	۴۳۸
۴۳۴	۴۳۹
۴۳۵	۴۴۰
۴۳۶	۴۴۱
۴۳۷	۴۴۲
۴۳۸	۴۴۳
۴۳۹	۴۴۴
۴۴۰	۴۴۵
۴۴۱	۴۴۶
۴۴۲	۴۴۷
۴۴۳	۴۴۸
۴۴۴	۴۴۹
۴۴۵	۴۵۰
۴۴۶	۴۵۱
۴۴۷	۴۵۲
۴۴۸	۴۵۳
۴۴۹	۴۵۴
۴۵۰	۴۵۵
۴۵۱	۴۵۶
۴۵۲	۴۵۷
۴۵۳	۴۵۸
۴۵۴	۴۵۹
۴۵۵	۴۶۰
۴۵۶	۴۶۱
۴۵۷	۴۶۲
۴۵۸	۴۶۳
۴۵۹	۴۶۴
۴۶۰	۴۶۵
۴۶۱	۴۶۶
۴۶۲	۴۶۷
۴۶۳	۴۶۸
۴۶۴	۴۶۹
۴۶۵	۴۷۰
۴۶۶	۴۷۱
۴۶۷	۴۷۲
۴۶۸	۴۷۳
۴۶۹	۴۷۴
۴۷۰	۴۷۵
۴۷۱	۴۷۶
۴۷۲	۴۷۷
۴۷۳	۴۷۸
۴۷۴	۴۷۹
۴۷۵	۴۸۰
۴۷۶	۴۸۱
۴۷۷	۴۸۲
۴۷۸	۴۸۳
۴۷۹	۴۸۴
۴۸۰	۴۸۵
۴۸۱	۴۸۶
۴۸۲	۴۸۷
۴۸۳	۴۸۸
۴۸۴	۴۸۹
۴۸۵	۴۹۰
۴۸۶	۴۹۱
۴۸۷	۴۹۲
۴۸۸	۴۹۳
۴۸۹	۴۹۴
۴۹۰	۴۹۵
۴۹۱	۴۹۶
۴۹۲	۴۹۷
۴۹۳	

۳۶۸	اعتراف نمبر ۱۳۲ کہ قبیہ بن مصطفیٰ نے ایک آدمی	المنع قبیلہ کا ایک آدمی ابو حنیفہ کے پاس جلتا	ہے تو انہوں نے کہا کہ اگر یہ آدمی المنع قبیلہ
۳۶۹	کو نام ابو حنیفہ کی مجلس میں جانے سے منع کیا۔	کی فتح حاصل کرے تو اس کے لیے بہتر ہو	اعتراف نمبر ۱۳۱ کہ سفیان بن عیینہ نے کہا کہ
۳۷۰	اعتراف نمبر ۱۳۳ کہ امام شعبہ نے کہا کہ مٹی	میں نے ابو حنیفہ سے کچھ یاد نہیں کیا۔	اعتراف نمبر ۱۳۰ کہ عبد اللہ بن نمیر نے کہا کہ
۳۷۱	بھر مٹی ابو حنیفہ سے بہتر ہے۔	میں نے لوگوں کو پایا کہ وہ ابو حنیفہ سے	حدیث نہیں سکتے تھے تو فقہ کیسے کہتے ہو گئے؟
۳۷۲	اعتراف نمبر ۱۳۴ کہ سفیان بن عیینہ نے کہا	اعتراف نمبر ۱۲۸ کہ جراح بن ارطاة نے کہا کہ	ابو حنیفہ کون ہے اور کون اس سے علم حاصل
۳۷۳	کہ مرزہ کے بابے میں عجم کی حدیث کوئی ثقہ	کر تا ہے اور ابو حنیفہ کیا چیز ہے؟	اعتراف نمبر ۱۲۹ کہ یحییٰ بن سعید نے کہا کہ ابو حنیفہ
۳۷۴	تو روایت نہیں کرتا ابو حنیفہ اس کو روایت کرتے تھے	صاحب حدیث نہ تھے اور ابن مسعود نے کہا کہ	ابو حنیفہ حدیث میں کیا چیز تھی کہ تو اس کے بارے میں پوچھا
۳۷۵	اعتراف نمبر ۱۳۵ کہ سفیان ثوری نے کہا کہ	امام ابو حنیفہ بڑے ضابطہ حدیث میں سے تھے	اعتراف نمبر ۱۳۰ کہ امام احمد بن حنبل نے کہا کہ امام
۳۷۶	ابو حنیفہ نہ ثقہ ہیں اور نہ مامون	مالک کی حدیث صحیح اور اسے کمزور ہے اور	ابو حنیفہ کی زبانی ہے اور نہ حدیث اور امام
۳۷۷	اعتراف نمبر ۱۳۶ کہ سفیان ثوری کے مائے	شافعی کی رائے بھی صحیح ہے اور حدیث بھی صحیح ہے	اعتراف نمبر ۱۳۱ کہ ابو یوسف بن ابی داؤد نے کہا
۳۷۸	ایک آدمی نے کہا کہ ابو حنیفہ نے اس طرح	کہ ابو حنیفہ کی کل مروی حدیث ایک سو پچاس ہیں	اور ان میں سے اس نے نصف میں غلطی کی ہے
۳۷۹	حدیث بیان نہیں کی جس طرح آپ نے بیان کی ہے		
۳۸۰	تو اس نے کہا کہ تو نے مجھے ایسے آدمی کے حوالے		
۳۸۱	کر دیا ہے جو قرض امانت کی پوزیشن میں نہیں ہے		
۳۸۲	اعتراف نمبر ۱۳۷ کہ عبد اللہ بن زراق نے کہا کہ میں ابو حنیفہ		
۳۸۳	سے روایت صرف اس لیے کرتا ہوں تاکہ میرے		
۳۸۴	صحاب زیادہ ہو جائیں اور وہ ان سے بیعتیں		
۳۸۵	تے پھر ان پر روایات بیان کر دے تے۔		
۳۸۶	اعتراف نمبر ۱۳۸ کہ امام احمد نے کہا کہ ضعیف		
۳۸۷	حدیث بہتر ہے ابو حنیفہ کی رائے سے		
۳۸۸	اعتراف نمبر ۱۳۹ کہ امام احمد نے کہا کہ ابو حنیفہ		
۳۸۹	ضعیف ہے اور اس کی رائے ضعیف ہے		

۲۸۸	<p>اعتراض نمبر ۱۴۲ کہ امام احمد بن حنبل نے کہا کہ ابو حنیفہ ضعیف ہے</p>	۲۷۶	<p>اعتراض نمبر ۱۴۲ کہ امام احمد بن حنبل نے کہا کہ ابو حنیفہ مجہول برکت تھے</p>
۲۸۸	<p>اعتراض نمبر ۱۴۸ کہ ابو حنیفہ کی وفات کی خبر سن کر سفیان ثوری نے کہا کہ اکثر کا حکم ہے کہ اس نے ہمیں اس مصیبت پہنچایا جس میں بہت سے لوگ مبتلا ہیں</p>	۲۷۸	<p>اعتراض نمبر ۱۴۲ کہ کرمی بن معین نے کہا کہ ابو حنیفہ مجہول برکت تھے وہ صدق تھے مگر ان کی حدیث میں نہیں ہے</p>
۲۸۹	<p>اعتراض نمبر ۱۴۹ کہ ابو حنیفہ کی وفات کی خبر سن کر سفیان ثوری نے براہیم بن طحان کی طرف آدمی بھیجا کہ اس کو جا کر خوشخبری دے کہ اس امت کا فتنہ باز مر گیا</p>	۲۷۹	<p>اعتراض نمبر ۱۴۲ کہ کرمی بن معین نے کہا کہ محمد بن اسحاق کذاب اندھ بھی تھے اور ابو حنیفہ بھی تھے کذاب نہ تھے</p>
۲۸۹	<p>اعتراض نمبر ۱۵۰ کہ بشر بن ابی الاضرہ النخعی نے خواب میں ایک جنازہ دیکھا جس پر سیاہ کپڑا تھا اور اس کے ارد گرد پارہی تھے تو اس نے پوچھا کہ یہ جنازہ کس کا ہے تو اس کو بتایا گیا کہ یہ جنازہ ابو حنیفہ کا ہے۔ وہ کتاب ہے کہ میں نے یہ خواب ابو یوسف کے سامنے بیان کی تو اس نے کہا کہ یہ کسی کے سامنے نہ بیان کرنا۔</p>	۲۸۱	<p>اعتراض نمبر ۱۴۲ کہ کرمی بن معین نے کہا کہ ابو حنیفہ حدیث میں ضعیف تھے</p>
۲۹۰	<p>بعض نیک لوگوں کا امام محمدؒ کو خواب میں دیکھنا خاتمہ</p>	۲۸۲	<p>اعتراض نمبر ۱۴۲ کہ کرمی بن معین نے کہا کہ ابو حنیفہ حدیث میں ضعیف تھے</p>
۲۹۱	<p>امام ابو یوسفؒ کے کچھ حالات</p>	۲۸۳	<p>اعتراض نمبر ۱۴۲ کہ کرمی بن معین نے کہا کہ ابو حنیفہ حدیث میں ضعیف تھے</p>
۲۹۲	<p>امام ابو یوسفؒ پر خلیفہ بغدادی کا پہلا</p>	۲۸۴	<p>اعتراض نمبر ۱۴۲ کہ کرمی بن معین نے کہا کہ ابو حنیفہ حدیث میں ضعیف تھے</p>
۲۹۳	<p>اعتراض کہ وہ تصنیف کرتے تھے</p>	۲۸۵	<p>اعتراض نمبر ۱۴۲ کہ کرمی بن معین نے کہا کہ ابو حنیفہ حدیث میں ضعیف تھے</p>
۲۹۴	<p></p>	۲۸۶	<p>اعتراض نمبر ۱۴۲ کہ کرمی بن معین نے کہا کہ ابو حنیفہ حدیث میں ضعیف تھے</p>

۴۹	<p>۳۹۸ امام محمد اور امام شافعی کے درمیان امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے بارہ میں بحث کی روایت</p>	<p>خطیب بغدادی خود تصنیف میں مشہور ہے دوسرا اعتراض کہ امام ابو یوسف نے ایک</p>
۴۱۲	<p>۴۰۰ امام محمد اور امام شافعی کے درمیان رشید کی مجلس میں بحث کی روایت</p>	<p>آدی کو منسلک بتایا کہ عرفہ کی مسجد میں وقوف کرنا کا وقوف ہو جاتا ہے۔ حالانکہ عرفہ کی مسجد تو عربہ</p>
۴۲۰	<p>اسماعیل بن عیاش سے کہا گیا کہ کبھی یہ صلح نے سفر میں محمد بن الحسن کو ساتھی بنایا ہے</p>	<p>میں ہے اور اس میں وقوف درست نہیں تیسرا اعتراض کہ امام ابو یوسف نے رشید کو حیدر کہا</p>
۴۲۰	<p>۴۰۳ قرآن نے کہا کہ اگر وہ غنیمت پر ساتھی بنالیا تو اس سے بہتر ہوتا۔</p>	<p>چوتھا اعتراض کہ ایک شاعر نے امام ابو یوسف کی وفات پر مرثیہ پڑھا کہ اس کی خدمت کی</p>
۴۲۰	<p>امام احسن بن زیاد اللؤلؤی امام احسن پر خطیب بغدادی کا طعن</p>	<p>پانچواں اعتراض کہ ابن المہدی کے امام ابو یوسف کی وفات پر بد بخت یعقوب اور مکین یعقوب کہا</p>
۴۲۳	<p>۴۰۵ کہ وہ امام سے پہلے سر اٹھاتے اور سجدے جاتے تھے</p>	<p>چھٹا اعتراض کہ امام اقلی نے کہا کہ ابو یوسف امام ابو یوسف کے بارہ میں</p>
۴۲۳	<p>۴۰۶ دوسرا طعن کہ ان کو ایک آدمی نے جہالت میں ایک لڑکے کو سجدہ کی حالت میں بوسے</p>	<p>امام محمد بن الحسن الشیبانی امام محمد پر خطیب بغداد کا اعتراض کہ مناظرہ</p>
۴۲۳	<p>۴۰۸ یلتے ہوئے دیکھا۔ تنبیہ</p>	<p>میں ان کی رگیں غصہ کی وجہ سے پھول جاتی تھیں</p>

پیش لفظ

از پیر طریقت حضرت مولانا سید نفیس الحسینی شاہ صاحب دام مجدہم

اہل انصاف کی نذر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله وحده والصلوة والسلام على من لا نبي بعده

پیش نظر کتاب مصر کے شرع آفاق عالم حضرت مولانا محمد زاہد الکوثری رحمۃ اللہ علیہ کی بلند پایہ تصنیف تانیب الخطیب علی ما ساقہ فی ترجمۃ ابی حنیفۃ من الاکاذیب کا اردو ترجمہ ہے۔ ترجمہ ہمارے مکرم و محترم مولانا حافظ عبد القدوس خان قارن صاحب ہیں۔ جناب قارن، امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر کے فرزند ہیں۔ ترجمہ انہوں نے بڑی قابلیت سے کیا ہے۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب میں یوں تو کثیر تعداد میں کتابیں لکھی گئی ہیں لیکن پیش نظر کتاب میں معترضین کے اعتراضات کو سامنے رکھ کر مسکت جوابات دیے گئے ہیں۔ جناب قارن صاحب نے اس کتاب کا ترجمہ کر کے گرامر و خد مت انجام دی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ علوم نبوی کے سب سے بڑے شارح ہیں ان کی علمی تحقیقات پر عمل کرنے والوں کی تعداد بھی ہر دور میں تمام اہل مسالک سے زیادہ رہی ہے۔ یہاں تک کہ شافعی و مالکی و حنبلی حضرات نے بھی انہیں ”امام اعظم“ تسلیم کیا ہے۔ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ امت محمدیہ کے برگزیدہ اولیاء اللہ میں سے تھے۔ دنیا بھر کے اکابر اولیاء بھی ان کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ ہمارے ملک کے اکابر اہل حدیث و غیر مقلد بھی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے معترف تھے اور ان کی لہانت کو روانہ سمجھتے تھے۔ اس سلسلے میں صرف دو تین مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

محمد ابراہیم سیالکوٹی کی تحریر ملاحظہ ہو

فیض ربانی : ہر چند کہ میں سخت گنہگار ہوں لیکن یہ ایمان رکھتا ہوں اور اپنے صالح اساتذہ جناب مولانا ابو عبد اللہ عبید اللہ قلام حسن صاحب مرحوم سیالکوٹی اور جناب مولانا حافظ عبد المنان صاحب مرحوم محدث وزیر آبادی کی محبت و تلقین سے یہ بات یقین کے رتبے تک پہنچی ہے کہ بزرگان دین خصوصاً حضرات ائمہ متبوعین سے حسن عقیدت نزول برکات کا ذریعہ ہے۔ اس لیے بعض اوقات خدا تعالیٰ اپنے فضل عمیم سے کوئی فیض اس ذرہ بے مقدار پر نازل کر دیتا ہے۔ اس مقام پر اس کی صورت یوں ہے کہ جب میں نے اس مسئلہ کے لیے کتب متعلقہ للماری سے نکالیں اور حضرت امام صاحبؒ کے متعلق تحقیقات شروع کی تو مختلف کتب کی ورق گردانی سے میرے دل پر کچھ غبار آگیا جس کا اثر یہونی طور پر یہ ہوا کہ دن دوپہر کے وقت جب سورج پوری طرح روشن تھا یکایک میرے سامنے گھپ اندھیرا چھا گیا۔ گویا ظَلُمْتُ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ کا کلام ہو گیا۔ خدا تعالیٰ نے میرے دل میں والا کہ یہ حضرت امام صاحبؒ سے بدظنی کا نتیجہ ہے، اس سے استغفار کرو۔ میں نے کلمات استغفار پڑھنے شروع کیے وہ اندھیرے کانور ہو گئے نور ان کی بجائے ایسا نور چمکا کہ اسی نے دھپر کی روشنی کو مات کر دیا۔ اس وقت سے میری حضرت امام صاحبؒ سے حسن عقیدت اور زیادہ بڑھ گئی اور میں ان مفصلوں سے جن کو حضرت امام صاحبؒ سے حسن عقیدت نہیں ہے، کہا کرتا ہوں کہ میری اور تمہاری مثل اس آیت کی مثل ہے کہ حَقَّ قَوْلِي مَعْرُونِ مَطْلَبِ قَدَحِهِ أَخْضَرْتُمْ لَكُمْ سَخَابًا كَرِيمًا فرماتا ہے اَفَتَمَارُونَ عَلٰى مَا تَزَيَّرُوْنَ ”تم نے جو کچھ علم بہداری میں دیکھ لیا“ اس میں مجھ سے جھگڑا کرتا ہے سو ہے “

بِذَا وَاللّٰهُ وَلِيَ الْاَسْدَايَةِ

خاتمہ الکلام :- تب میں اس مضمون کو ان کلمات پر ختم کرتا ہوں اور اپنے ناظرین سے امید رکھتا ہوں کہ وہ بزرگان دین سے خصوصاً "ائمہ مقبوضین" سے حسن ظن رکھیں اور گستاخی اور شونہی اور بے ادبی سے پرہیز کریں کیونکہ اس کا نتیجہ ہر دو جہان میں موجب خسران و نقصان ہے۔ نسل اللہ الکریم حسن الظن والنادب مع الصالحین ونعوذ

بِاللّٰهِ الْعَظِيمِ مِنْ سُوءِ الظَّنِّ بِهِمْ وَالْوَقِيعَةِ فِيهِمْ فَانْه عِرْقُ الرَّفْضِ ۝ وَالْخُرُوجِ
وَعَلَامَةُ الْمَارْقَبِينَ وَلِنَعْمَ مَا قَبِيلُ

از خدا خواریم تو کی لوپ سبے لوپ محروم شد از لطف رب
خاک پایے علماء حقدین و متافرین حافظ محمد ابراہیم میرسیالکوٹی
(تاریخ اہل حدیث ص ۵۱، ۵۲ - ناشر، مکتبہ الرحمن السلفیہ سرگودھا)

۱۔ مولانا محمد اللہ صاحب مرحوم امرتسری نے مجھ سے بیان کیا کہ جن لیام میں میں کچھور میں مولانا احمد حسن صاحب کچھوری سے علم منطق کی تحصیل کرتا تھا، اختلاف مذاق و مشرب کے سبب احتف سے میری گفتگو رہتی تھی۔ ان لوگوں نے مجھ پر یہ الزام تھوپا کہ تم اہل حدیث لوگ ائمہ دین کے حق میں بے لوثی کرتے ہو۔ میں نے اس کے متعلق حضرت میاں صاحب مرحوم دہلوی یعنی شیخ الکل حضرت سید نذیر حسین صاحب مرحوم سے دریافت کیا تو آپ نے جواب میں کہا کہ ہم ایسے شخص کو جو ائمہ دین کے حق میں بے لوثی کرے، چھوٹا راضی جانتے ہیں۔ علاوہ بریں میاں صاحب مرحوم معیار الحق میں حضرت امام صاحب کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں۔ امامنا وسیدنا ابو حنیفۃ النعمان افاض اللہ علیہ شایب العفو والغفران (ص ۲) نیز فرماتے ہیں، ان کا مجتہد ہونا اور قیاس سنت اور متقی اور پرہیزگار ہونا کافی ہے ان کے فضائل میں۔ اور
اِیہ کریمہ اِنْ اَکْثَرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰی کُمْ نَعْتٌ یَّخْلِیْ مَرَاتِبَہِمْ لَیْسَ بِہِ (ص ۵)

مولانا داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ ائمہ کرام کا بے حد احترام کرتے تھے

حضرت مولانا محمد داؤد غزنویؒ اپنے والد ماجد حضرت مولانا عبد الجبار غزنویؒ کی ولایت کا ایک واقعہ سنایا کرتے تھے۔ ان کے فرزند ارجمند مولانا سید ابوبکر غزنویؒ نے اپنی تالیف ”مولانا داؤد غزنویؒ“ میں اس واقعہ کو مفتی محمد حسنؒ کی روایت سے نقل کیا ہے۔ وہ واقعہ یوں تھا کہ امرتسر میں ایک محلہ نیلیاں تھا جس میں لال حدیث حضرت کی اکثریت تھی۔ اس محلہ کی مسجد اسی نسبت سے مسجد نیلیاں کہلاتی تھی۔ وہاں عبد العلی نامی ایک مولوی لاسمت و خطابت کے فرائض انجام دیتے تھے۔ وہ مدرسہ غزنویہ میں مولانا عبد الجبار غزنویؒ سے پڑھا کرتے تھے۔ ایک بار مولوی عبد العلی نے کہا کہ ابو حنیفہؒ سے تو میں اچھا اور بڑا ہوں کیونکہ انہیں صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں اور مجھے ان سے کہیں زیادہ یاد ہیں۔

اس بات کی اطلاع مولانا عبد الجبار غزنویؒ کو پہنچی، وہ بزرگوں کا نہایت ادب و احترام کیا کرتے تھے۔ انہوں نے یہ بات سنی تو ان کا چہرہ مبارک غصے سے سرخ ہو گیا۔ انہوں نے حکم دیا کہ اس تلاق (عبد العلی) کو مدرسے سے نکل دو۔ وہ طالب علم مدرسے سے نکلا گیا تو مولانا عبد الجبار غزنویؒ نے فرمایا

”مجھے ایسا لگتا ہے کہ یہ شخص عنقریب مرتد ہو جائے گا“

مفتی محمد حسنؒ رلوی ہیں کہ ایک ہفتہ نہ گزرا تھا کہ وہ شخص مرزا کی ہو گیا اور لوگوں نے اسے ذلیل کر کے مسجد سے نکل دیا۔

اس واقعہ کے بعد کسی نے امام صاحب مولانا عبد الجبارؒ سے سوال کیا

”حضرت! آپ کو یہ کیسے علم ہو گیا کہ وہ عنقریب کافر ہو جائے گا؟“

فرمانے لگے کہ جس وقت مجھے اس کی گستاخی کی اطلاع ملی، اسی وقت بخاری شریف کی

یہ حدیث میرے سامنے آگئی کہ

مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتَهُ بِالْحَرْبِ (حدیث قدسی)

”جس شخص نے میرے کسی دوست سے دشمنی کی تو میں اس کے خلاف اعلان جنگ

کرتا ہوں“

میری نظر میں امام ابو حنیفہؒ ولی اللہ تھے۔ جب اللہ کی طرف سے اعلان جنگ ہو گیا تو

جنگ میں ہر فریق دوسرے کی اعلیٰ چیز چھینتا ہے۔ اللہ کی نظر میں ایمان سے اعلیٰ کوئی چیز نہیں

تھی اس لیے اس شخص کے پاس ایمان کیسے رہ سکتا تھا؟
 (حضرت مولانا داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ تالیف سید ابوبکر غزنوی ص ۱۹۱ - اشاعت اول دسمبر ۱۹۷۳ء
 ناشر: مکتبہ غزنویہ - شیش محل روڈ - لاہور)

مولانا محمد اسحاق بھی اپنے مضمون میں رقمطراز ہیں۔
 ائمہ کرام کا ان کے دل میں انتہائی احترام تھا۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی
 بے حد عزت سے لیتے۔ ایک دن میں ان کی خدمت میں حاضر تھا کہ جماعت اہل حدیث کی
 تنظیم سے متعلق گفتگو شروع ہوئی۔ بڑے دردناک لہجے میں فرمایا

”مولوی اسحاق! جماعت اہل حدیث کو حضرت امام ابو حنیفہ کی روحانی بد
 دعا لے کر بیٹھ گئی ہے۔ ہر شخص ابو حنیفہ ابو حنیفہ کہہ رہا ہے۔ کوئی بہت ہی
 عزت کرتا ہے تو امام ابو حنیفہ کہہ دیتا ہے۔ پھر ان کے بارے میں ان کی
 تحقیق یہ ہے کہ وہ تین حدیثیں جانتے تھے یا زیادہ سے زیادہ گیارہ۔ اگر کوئی
 بہت بڑا احسان کرے تو وہ انہیں سترہ حدیثوں کے عالم گردانتا ہے۔ جو لوگ
 اتنے جلیل القدر امام کے بارے میں یہ نقطہ نظر رکھتے ہوں، ان میں اتلا
 ویکجی کیونکر پیدا ہو سکتی ہے۔ يَا غُرْبَةُ الْعِلْمِ إِنَّمَا أَشْكُوا بَثْنِي وَحُزْنَِي إِلَى
 اللَّهِ“

(حضرت مولانا داؤد غزنوی ص ۲۳۳ - تالیف سید ابوبکر غزنوی)
 اہل انصاف سے توقع ہے کہ وہ ان تحریرات سے سبق حاصل کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم
 سب کو اپنی مرضیات پر چلائے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے سرفراز فرمائے۔

احقر نقیس الحسینی

کریم پارک، لاہور

۸ رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ

کلمات تبرک

از شیخ الحدیث والنفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صدر دام محمد ہم

سراج الامت امام اعظم ابو حنیفہؒ کے حالات زندگی پر

مختصر مقالہ

والد محترم حضرت مولانا محمد سرفراز خان صدر دام محمد ہم نے یہ مقالہ جامعہ حنیفہ تعلیم الاسلام جہلم کے سالانہ جلسہ میں پڑھا۔ یہ مقالہ کئی رسائل میں شائع ہو چکا ہے۔ اس کی اقدیت اور موضوع سے مناسبت کی وجہ سے کلمات تبرک کے طور پر اس کو شامل کیا جا رہا ہے۔ قارئین

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى۔ اما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم، بسم الله الرحمن الرحيم، 'وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ'۔
 ”اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جس نے میری طرف رجوع کیا تم اس کی پیروی کرو۔“
 اتباع اور تقلید کا ایک ہی مفہوم ہے۔ الکلام المفید میں اس پر ہم نے ہاوالہ بحث کر دی ہے۔ ہم اور ہمارے اکابر یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ جو مسائل منصوص نہیں یعنی قرآن کریم، حدیث شریف اور حضرات خلفاء الراشدین اور دیگر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ان مسائل میں کوئی حکم وارد نہیں ہوا ہم ایسے مسائل میں اتباع اور تقلید کے قائل ہیں اور حضرت امام ابو حنیفہؒ کی تقلید کو باقی حضرات ائمہ کرام کی تقلید پر ترجیح دیتے ہیں۔ لیکن ہم آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی کی طرح حضرت امام ابو حنیفہؒ اور کسی بھی دوسرے امام کو معصوم نہیں سمجھتے، مجتہد سمجھتے ہیں اور مجتہد کے بارے میں اصول فقہ کا ضابطہ یہ ہے کہ المجتہد بخطئی و مصیب اور ہم اسی ضابطہ کے قائل ہیں۔ مجھے یہ عنوان ملا ہے کہ حضرت امام اعظمؒ کے حالات پر کچھ عرض کروں۔ خلاف علوت اور

خلاف معمول اس دفعہ میں مقالہ کی صورت میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں جو میں نے اپنی کتابوں مقام ابو حنیفہ، الکلام المفید اور شوق حدیث وغیرہ سے مرتب کیا ہے اور مقصد یہ ہے کہ یہ مختصر مقالہ طبع ہو کر آپ کے پاس پہنچ جائے تاکہ اختصار کے ساتھ باحوالہ حالات آپ کے پیش نظر رہیں اور حضرات علماء اور طلباء کو حوالے تلاش کرنے کی تکلیف پیش نہ آئے۔

حضرت امام اعظمؒ کے مختصر حالات زندگی

آپ کا نام نعمان بن ثابت بن زوطا تھا۔ آپ کے ولوالہ کلل میں سے تھے۔ اس وقت کلل اور ایران ایک ہی ہوتا تھا۔ آپ کے والد مسلمان ہوئے اور حضرت علیؓ کے پاس یمن میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے حضرت ثابتؒ اور ان کی لولہ کے لیے برکت کی دعا کی۔ امام ابو حنیفہؒ ۸۰ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے۔ (ابو حنیفہؒ کا مطلب ہے ملت حنیفہ والا یعنی اس کو زندہ کرنے والا اور اس کی نشر و اشاعت کرنے والا جیسا کہ مفتاح السلوٰۃ ج ۲ ص ۶۳ وغیرہ میں ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ حنیفہ کوئی لڑکی تھی اور آپ اس کے باپ تھے جیسے بعض جہل یہ کہتے اور سمجھتے ہیں) اور بغداد میں ۱۵۰ھ میں ۱۰۰ عمر ستر سال وفات پائی اور الحیرزان کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔ بغداد میں ان کی قبر معروف و مشہور ہے۔ (اکمل ص ۶۳۳) امام ابو حنیفہؒ نے حضرت حماد بن ابی سلیمان، عطاء بن ابی رباح، ابو اسحاق السبئی، محمد بن المنکدر، یوسف بن عروہ اور ساک بن حرب وغیرہم سے علم حاصل کیا اور ان کے تلامذہ میں امام عبد اللہ بن المبارک، وکیع بن الجراح، یزید بن ہارون، قاضی ابو یوسفؒ اور محمد بن الحسن الشیبلی وغیرہم معروف و مشہور ہیں۔ (ایضاً)

امام صاحبؒ تابعی تھے

امام محمد بن اسحاق بن ندیم (الموتی ۳۸۵ھ) فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ تابعین میں سے تھے۔ متعدد حضرات صحابہ کرامؓ سے ان کی ملاقات ہوئی اور پرہیزگاروں اور زہدوں میں سے تھے۔ (الفہرست ص ۲۹۸)

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ نے حضرت صحابہ کرامؓ کا دور پایا ہے اور حضرت انسؓ بن مالک وغیرہ کو دیکھا ہے اور بعض محدثین فرماتے ہیں کہ سلت صحابہ کرامؓ سے روایت بھی کی ہے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۱۰۷)

امام ابن عبد البر المالکی (المعنی ۳۳۳ھ) فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ نے حضرت انسؓ بن مالک کو دیکھا اور حضرت عبد اللہ بن الحارث بن جزء کو دیکھا اور ان سے سماعت حدیث کی ہے۔ (جامع بیان العلم ج ۱ ص ۲۵)

علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ ۸۰ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے جب کہ عبد الملک بن مروان خلیفہ تھا اور حضرات صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت اس وقت زندہ تھی اور وہ بنفسہ تعالیٰ تابعین میں سے ہیں کیونکہ یہ باثبوت صحیح طور پر ثابت ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے حضرت انسؓ کو دیکھا ہے۔ (مناقب الامام ابی حنیفہؒ و صاحبہ ص ۷)

اور حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ علامہ ابن سعدؒ نے صحیح سند سے نقل کیا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے حضرت انسؓ کو دیکھا ہے..... اس لحاظ سے امام ابو حنیفہؒ تابعین کے طبقہ میں سے ہیں اور دیگر ان کے ہم عصر ائمہ کو یہ وصف حاصل نہیں۔ (بحوالہ مقدمہ تحفۃ الاحوذی ص ۸۳)

الغرض امام صاحبؒ کے تابعی ہونے کا انکار یا تو وہ شخص کرے گا جو بالکل جاہل ہو اور یا وہ کرے گا جو متعصب اور معاند ہو۔ اللہ تعالیٰ عتد سے بچائے۔ آمین۔

صحیحین کی حدیث کا اولین مصداق

بخاری ج ۲ ص ۷۷ میں روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت سلمان الفارسیؓ پر ہاتھ مبارک رکھ کر فرمایا کہ:

لو كان الايمان عند الثريا لنالها رجال اور جل من هؤلاء

”اگر ایمان ثریا کے پاس بھی ہو تو کچھ مرد یا ایک مرد ان میں سے اس کو پائے گا۔“

اور مسلم ج ۲ ص ۳۳ کی روایت میں ہے:

لو كان الدين عند الثريا لذهب به رجل من فارس او قال من ابناء فارس

حنیٰ یتناولہ

”اگر دین ثریا کے پاس بھی ہو تو ایران یا ابناء ایران میں سے ایک شخص اس کو حاصل کر لے گا۔“

اور مسند احمد ج ۲ ص ۴۲۲ اور موارد النعمان ص ۷۷ کی روایت میں ہے لو كان

العلم بالثريا لتناول ناس من ابناء فارس

حضرات محدثین کرامؒ کے نزدیک ایمان، اسلام اور دین ایک ہی چیز ہے۔ ان الدین والايمان والاسلام واحد کذا فی هامش (بخاری ج ۱ ص ۱۱)

اس حدیث سے صراحتاً معلوم ہوا کہ اگر ایمان دین اور علم شریعہ تک بھی بلند ہو جائے تو لائل قارس میں سے ایک شخص یا کئی اشخاص اس کو وہاں سے بھی حاصل کر کے دم لیں گے۔

امام سیوطی شافعیؒ فرماتے ہیں کہ:

اقول بشر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالامام ابی حنیفہ فی الحدیث الذی اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ۔ الخ (تبیبض الصیفہ ص ۳)

”میں کہتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ نے اس حدیث میں جس کی تخریج امام ابو نعیمؒ نے حلیۃ الاولیاء میں کی ہے (اور صحیحین میں بھی موجود ہے) امام ابو حنیفہؒ کی بشارت دی ہے۔“

اور امام ابن حجر المکی شافعیؒ فرماتے ہیں کہ:

ان الامام ابی حنیفہ هو المراد من هذا الحدیث ظاہر لا شک فیہ۔ (الخیرات الحسن ص ۳)

”اس حدیث سے امام ابو حنیفہؒ کا مراد ہونا بالکل ظاہر ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے۔“

اور شاہ ولی اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں امام ابو حنیفہؒ درین حکم داخل است لہ (کلمات طبیبت ص ۱۸) اور نیز فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ ما وراء النہر، خراسان اور لائل قارس کے آئمہ سب اس میں داخل ہیں۔ (ازالہ الخفاء ج ۱ ص ۲۷۱)

اور مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں کہ:

صواب آیت کہ ہم امام ابو حنیفہؒ دریں داخل است و ہم جملہ محدثین فرس بشارۃ النصی (اتحاف النبلاء ص ۲۲۳)

علامہ محمد معین سندھی ہر مقلد اور شیعہ ہونے کے لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں امام ابو حنیفہؒ کی بڑی فضیلت اور منقبت ہے (محلہ درامات البلیب ص ۲۸۹) چونکہ امام ابو حنیفہؒ زمانہ کے لحاظ سے اقدم ہیں اس لیے وہ اس حدیث کا اولین مصداق ہیں اور بعد کو آنے والے مثلاً امام بخاریؒ بھی اس میں شامل ہیں اور اسی طرح دیگر حضرات محدثین کرامؒ و فقہاء عظامؒ بھی جن سے دین پھیلا ہے۔

فقہ میں ان کا مقام

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ الناس فی الفقہ عبال علی ابی حنیفہؒ (تذکرہ الحفاظ ج ۱ ص ۲۴۰) یعنی سب لوگ فقہ میں ابو حنیفہؒ کے خوشہ چین ہیں۔

حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام مالکؒ سے دریافت کیا کہ کیا آپ نے ابو حنیفہؒ کو دیکھا ہے؟ فرمایا ہاں دیکھا ہے، وہ ایسے محض تھے کہ اگر اس ستون کو (جو ان کے سامنے تھا) دلائل کے لحاظ سے سونا ثابت کرنا چاہیں تو کامیاب ہوں گے۔ (اکمل ص ۳۵)

اور صاحب مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ، عالم، عامل، متورع، زہد، عابد اور علوم شرعیہ میں امام تھے اگرچہ میں نے مشکوٰۃ شریف میں کوئی روایت ان کی سند سے ذکر نہیں کی لیکن پھر بھی میں نے ان کا تذکرہ کیا ہے محض ان کے ذکر سے برکت حاصل کرنے کے لیے کیونکہ ان کا مرتبہ بہت بلند اور ان کا علم بڑا وسیع تھا۔ (اکمل ص ۳۵)

ہمت و استقامت

بنو امیہ کے آخری بادشاہ مروان بن محمد الحمارؒ (المعروف ۱۳۲ھ) کے عہد حکومت میں عراق کے جابر اور خود سرگورنر یزید بن عمرو بن حبیبہ نے سیاسی طور پر اپنے اقتدار کو مستحکم کرنے کے لیے امام صاحبؒ کو عہدہ قضاء پیش کیا مگر امام صاحبؒ نے انکار کر دیا تو اس نے ایک سو دس کوڑوں کی سزا دی۔ روزانہ دس کوڑے مارے جاتے تھے۔ (تاریخ بغداد ج ۳ ص ۳۲۶) امام ابو حنیفہؒ کو کئی دن جیل میں بند کیا اور مطالبہ کیا کہ قاضی القضاۃ بن جائیں مگر آپ نہ مانے۔ (مناقب صدر لائٹہ المکیؒ ج ۲ ص ۱۷۳) اور یہ کہا کہ تمام بلاد اسلامیہ میں قاضی آپ کے حکم سے مقرر ہوں گے۔ (ایضاً ج ۲ ص ۱۷۲) اور یہ پیش کش بھی کی کہ بیت المال کا نظام بھی آپ کے سپرد ہوگا اور آپ ہی کی مرستہ بیت المال سے مل لکے گا۔ (معجم ج ۲ ص ۱۷۷) اور امام صاحبؒ کو اختیار دیا گیا کہ یا تو آپ یہ عہدہ قبول کر لیں اور یا آپ کی کمر اور پیٹ پر کوڑے برسیں گے۔

فاختار عذابہم علی عذاب الاخرۃ (مناقب موفق ج ۲ ص ۱۷۷) آپ نے ان کی سزا کو آخرت کی سزا پر ترجیح دی۔

امام ابو حنیفہؒ کی والدہ ماجدہ نے بھی حالات کی سنگینی کے پیش نظر ہر مجبوری یہ عہدہ

قبول کرنے کا مشورہ دیا مگر انہوں نے فرمایا اہل جان جس بات کو میں جانتا ہوں آپ نہیں جانتیں۔ (صفوة الصفوة للابن الجوزی ج ۲ ص ۶۳) اور صاف لفظوں میں فرمایا 'ابن حبیہ کی دنیوی سزا مجھ پر آخرت کے ہتھوڑوں اور گرزوں کی مار سے بہت آسان ہے۔ بخدا میں یہ عمدہ ہرگز قبول نہیں کروں گا۔ اگرچہ وہ مجھے قتل ہی کر ڈالے۔ (مناقب موفق ج ۲ ص ۲۲) مناقب کردری ج ۲ ص ۳۶) اس کے بعد قاضی ابن ابی لیلیٰ ابن شبرمہ اور داؤد بن ابی ہند وغیرہ کا ایک وفد امام ابوحنیفہؒ سے ملا اور سب نے حکومت کے عزائم اور اربوں سے ان کو آگاہ کیا اور حالات کی انتہائی نزاکت سے باخبر کیا اور سب نے یک زبان ہو کر غلطانہ اور نامحمانہ انداز میں کہا کہ ہم آپ کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر کہتے ہیں کہ اپنی جان کو خطرہ میں نہ ڈالیں۔ ہم سب آپ کے بھائی اور ہم خیال ہیں اور سب اس عمدہ کو پسند نہیں کرتے مگر کیا کریں مجبور ہیں۔ امام موصوفؒ نے فرمایا کہ ابن حبیہ اگر مجھے واسطہ کی مسجد کے دروازے گھنٹے کا حکم دے تو بھی میں اس پر آمادہ نہیں ہوں۔ (مناقب موفق ص ۲۲ ج ۲) مناقب کردری ج ۲ ص ۲۷ والخیرات الحسان ص ۵۸) کتنی بڑی جرات اور ہمت ہے کہ ظالم سے کلی طور پر پینکٹ کر کے اس کے ساتھ کسی مرحلہ میں شریک ہونا گوارا نہ کیا۔ ہر قسم کے طغیان و تعدی اور ظلم و جور کے بے پناہ طوفانوں کے مقابلہ میں ڈٹ کر خودداری بلند ہمتی اور استقلال کا ثبوت دیتے ہوئے گویا یہ فرما رہے ہیں کہ ۔

جفا کی تیغ سے گردن وفا شعاروں کی
کٹی ہے برسر میدان مگر جگی تو نہیں

اور سزا بھی کس طرح دی جاتی تھی اندرون جیل نہیں اور نہ ہی کسی حقیقی مقام میں بلکہ تصریح موجود ہے کہ ہر روز ان کو باہر نکالا جاتا اور منہوی کر لئی جاتی۔ جب لوگ جمع ہو جاتے تو ان کے سامنے ان کو روزانہ دس کوڑے سزا دی جاتی۔ پھر ان کو گھمایا جاتا اسی طرح بارہ دن سزا دی جاتی رہی اور ایک سو بیس کوڑے پورے کیے گئے اور بازاروں میں ان کو پھریا جاتا رہا۔ (مناقب موفق ج ۲ ص ۱۷۵) اور وجہ یہ بیان کی کہ میں کیسے اس عمدہ کو قبول کر لوں جب کہ وہ کسی کی گردن مارنے کا حکم دے گا اور میں اس پر ہر تصدیق ثبت کر دوں گا؟ بخدا میں ہرگز اس عمدہ کو قبول نہیں کروں گا۔ (مناقب موفق جلد ۲ ص ۲۳) جب اموی دور ختم ہوا اور عباسی دور شروع ہوا تو پہلے خلیفہ عباسی سفاح (المعتز ص ۳۶) کے بعد ابو

جعفر منصور (المعونی ۱۵۸ھ) کا دور شروع ہوا (جس کے زمانہ میں اسلامی حکومت کی آخری سرحد کاشغر تک چینی علاقہ تھا یعنی تقریباً "ہون لاکھ مربع میل پر اس کی حکومت تھی اور یہ سب رقبہ زیر اسلام تھا۔ بقول علامہ اقبال"

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تہناک کاشغر

تو اس کو بھی اپنی حکومت و سلطنت کے استحکام اور عوام و خواص کو اپنی طرف مائل کرنے کے لیے امام ابو حنیفہؒ کی علمی اور عملی شہرت اور قبولیت کو اپنے لیے آلہ کار بنانے کی ضرورت پیش آئی اس نے بھی امام صاحبؒ کو عہدہ قضاء پیش کرنا ضروری سمجھا۔ چنانچہ علامہ خطیبؒ بغدادیؒ لکھتے ہیں کہ:

ابو جعفر نے امام ابو حنیفہؒ کو عہدہ قضاء قبول کرنے کی دعوت دی مگر وہ نہ مانے تو اس نے ان کو قید کر دیا۔ (تاریخ بغداد ج ۳ ص ۳۲۸) اور یہ قضاء بھی معمولی نہ تھی بلکہ قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) کا عہدہ پیش کیا کہ تمام بلاو اسلامیہ کے قاضی ان کے ماتحت ہوں گے مگر وہ صاف انکار کر گئے۔ (الخیرات الحسان ص ۶۱)

کاش کہ ابو جعفر منصور جو خلفاء عباسیہ میں بڑا عالم اور علم دوست یاد کیا جاتا ہے۔ امام مظلوم کو قید کرنے پر ہی اکتفاء کر لیتا تو پھر بھی ایک حد ہوتی لیکن اس کی آتش غضب اس پر کب ٹھنڈی ہو سکتی تھی۔ چنانچہ اس نے امام موصوف کے لیے کوڑوں کی سزا تجویز کی۔ ملا علی القاریؒ لکھتے ہیں کہ:

منصور نے جب امام موصوفؒ پر عہدہ قضاء پیش کیا تو انہوں نے انکار کر دیا اور اس نے تیس کوڑے سزا ان کو دی یہاں تک کہ خون ان کے بدن سے نکل کر ان کی ایزیدوں تک بہتا رہا۔ (مناقب صدر الائمہ ج ۱ ص ۲۱۵) ستر سال کے بے گناہ بوڑھے پر یہ ظلم و ستم ہوتا رہا مگر کوئی ظالم ٹس سے مس نہ ہوا گو امام صاحبؒ دل ہی دل میں یہ کہتے رہے۔

جو ہو بے درد اس کو درد کا احساس ہو کیونکر
شکر کی بلا جانے ستم سے ہم پہ کیا گزری

حضرت امام احمد بن محمد بن حنبلؒ (المعونی ۲۴۱ھ) کو جب حکومت وقت نے معتزلہ کی ریشہ دوانیوں سے مسئلہ خلق قرآن کے سلسلہ میں قید کیا اور کوڑوں سے ان کے مظلوم بدن

کو لو اہمان کیا گیا تو وہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کی ہمت، عزیمت، استقلال و پامردی کو ایک مثالی نمونہ قرار دیتے ہوئے ان کے حق میں دعا کیا کرتے تھے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ:

امام احمدؒ جب اپنی سزا کو یاد کرتے تو رو دیتے اور امام ابو حنیفہؒ کی سزا کو یاد کر کے ان کے لیے رحمت کی دعا کرتے کیونکہ ان کو بھی سزا سے سابقہ پڑا تھا۔ (بخاری ج ۳ ص ۳۲۷ ابن خلکان ج ۲ ص ۲۴۳ مناقب موفق ج ۲ ص ۲۹۹ والخیرات الحسان ص ۵۹)

حضرت امام ابو حنیفہؒ جب ظالم حکومت کے ساتھ تعاون کرنے پر کسی طرح آمادہ نہ ہوئے تو جیل خانہ میں ان کو زہر پلوا دیا گیا اور ان کی وفات ہو گئی۔ (تاریخ بغداد ج ۳ ص ۳۳۰) جیل خانہ میں جو رویہ اور طرز عمل امام صاحبؒ کے ساتھ روا رکھا گیا وہ بجائے خود قتل صد حیرت ہے۔ لکھا ہے کہ:

ان پر کھانے پینے اور قید میں انتہائی تنگی کی گئی۔ (مناقب موفق ج ۲ ص ۱۷۳) اور جب ان کو زہر دیا گیا تو اس حالت میں بھی ان کو پیٹا گیا تا کہ جلدی جلدی زہر کی سرایت بدن میں ہو جائے۔ علامہ کردریؒ لکھتے ہیں:

پھر منصور نے یہ حکم دیا کہ ان کو مصلوب کر کے ان کو پیٹا بھی جائے تا کہ زہر بسرعت ان کے اعضاء میں سرایت کر جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ (مناقب کردری ج ۲ ص ۲۵)

عام مورخین تو زہر خوردنی کے واقعہ کو امام صاحبؒ کی لاعلمی پر محمول کرتے ہیں لیکن اجماعی خاصی جماعت اس رائے سے اختلاف بھی کرتی ہے۔ لکھا ہے:

ایک جماعت یوں روایت کرتی ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے سامنے جب زہر آلود پیالہ پیش کیا گیا تا کہ وہ اس کو نوش کر لیں تو انہوں نے انکار کر دیا اور فرمایا کہ اس کے اندر جو کچھ ڈالا گیا ہے مجھے اس کا علم ہے۔ اور میں اس کو پی کر خود کشی نہیں کر سکتا۔ چنانچہ ان کو زمین پر لٹا کر زہر دستی زہر پلوا دیا گیا اور اس سے ان کی وفات ہو گئی۔ (الخیرات الحسان ص ۶۱)

اور امام صدر الاممؒ لکھتے ہیں کہ جب ان کے سامنے زہر آلود پیالہ پیش کیا گیا اور بار بار ان کو نوش کرنے کے لیے کہا گیا تو امام موصوفؒ نے فرمایا میں نہیں پیتا مجھے علم ہے جو کچھ اس میں ہے۔ میں خود کشی کا ارتکاب نہیں کر سکتا۔ مگر ان کو لٹا کر ان کے منہ میں بزور پیالہ اندر دیا گیا۔ (مناقب موفق ج ۲ ص ۱۷۳)

غرضیکہ مظلومانہ طور پر جیل خانہ کے اندر ہی ۵۰ سالہ میں سجدہ کی حالت میں ان کی

وقت ہوئی اور جیل خانہ کے عملہ نے بیرونی دنیا کو یہ پور کرانے کی ناکام کوشش کی کہ امام موصوفؒ کی وقت طبعی ہے مگر بصیرت والے یہ دیکھ رہے تھے اور کانوں والے یہ سن رہے تھے کہ امام موصوفؒ کے بدن مبارک کا ایک ایک رو گکٹا بزبان حل ان ظالموں کو پکار پکار کر یہ کہہ رہا تھا کہ ۔

خون ناحق بھی چھپانے سے کہیں چھپتا ہے
کیوں وہ بیٹھے ہیں میری نقشب پے دامن ڈالے

پہلی مرتبہ کم و بیش پچاس ہزار کے مجمع نے ان کی نماز جنازہ پڑھی۔ آنے والوں کا تانا بندھا ہوا تھا۔ چھ مرتبہ نماز جنازہ پڑھی گئی اور دفن کرنے کے بعد بھی میں دن تک لوگوں نے ان کی نماز جنازہ پڑھی۔ (مفتح السلطۃ ج ۲ ص ۸۰ و سیرت نعمانؒ ص ۴۲ شبلی)

عبادت، زہد اور تقویٰ

کتب تاریخ ورجل میں قواتر سے امام صاحبؒ کی عبادت، قراءت قرآن کریم، حج و عمرہ وغیرہ کے واقعات معقول ہیں جس کا انکار نرا تعصب ہے۔ امام صاحبؒ نے اپنی زندگی میں بچپن حج کیے ہیں۔ (مفتح السلطۃ ج ۲ ص ۷۸ و ذیل الجواہر ج ۲ ص ۴۹۵) اور صرف ایک رمضان میں ایک سو بیس عمرے کیے ہیں۔ گویا روزانہ چار عمرے۔ (ذیل الجواہر ج ۲ ص ۴۹۵) اور آپ ساری رات جاگتے اور ایک ہی رکعت میں سارا قرآن کریم ختم کر دیتے تھے اور رات کو خوف کی وجہ سے گریہ و زاری کا یہ عالم تھا کہ ان کے پڑوسی ان پر ترس کرتے تھے۔ (تاریخ بغداد ج ۳ ص ۳۵۴) اور چالیس سال عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی ہے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۱۰ ص ۷۱۰ و مفتح السلطۃ ج ۲ ص ۷۸) بعض تنگ نظروں نے اس بات کو بعید اور غیر معقول کہا ہے مگر یہ ان کی کم علمی اور تنگ ظرفی ہے۔ مشہور محدث یزید بن ہارونؒ نے جو الحافظ القندہ اور شیخ الاسلام تھے چالیس سال سے زیادہ عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۹۴ و بغدادی ج ۴ ص ۳۳۷)

اور امام سلیمان بن طرحان صبح کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھتے تھے۔ (طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۱۸) اور چالیس سال تک ان کا یہی معمول رہا (دول الاسلام ج ۱ ص ۷۳) علامہ ذہبیؒ امام ابو حنیفہؒ ہر ماہ ساٹھ مرتبہ اور رمضان میں باٹھ مرتبہ قرآن کریم ختم کرتے تھے۔ (مفتح السلطۃ ج ۲ ص ۷۸) اور سات ہزار مرتبہ قرآن کریم ختم کیا ہے۔ (مفتح

السلوة ج ۲ ص ۷۸ دذیل الجواہر ج ۲ ص ۴۹۳

رات میں قرآن کریم ختم کرنا حیرت اور انکار کی بات نہیں ہے

حضرت عثمانؓ و ترکی ایک رکعت میں قرآن کریم ختم کر دیتے تھے۔ (ترمذی ج ۲ ص ۸۸۔ قیام اللیل ص ۶۱ طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۵۳ دذیل الجواہر ج ۲ ص ۴۹۳)

حضرت تیم داریؓ رات میں قرآن کریم ختم کر دیتے تھے۔ (طحاوی ج ۱ ص ۲۰۵۔ تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۵۱۱ دذیل الجواہر ج ۲ ص ۴۹۳)

اور حضرت عبد اللہ بن الزبیرؓ رات میں قرآن کریم ختم کر لیتے تھے۔ (طحاوی ج ۱ ص ۲۰۵ و قیام اللیل ص ۶۳)

حضرت تابعینؓ میں سعید بن جبیرؓ رات میں قرآن کریم ختم کر لیتے تھے۔ (ترمذی ج ۲ ص ۸۸۔ طحاوی ج ۱ ص ۲۰۵۔ تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۷۲ دذیل الجواہر ج ۲ ص ۴۹۳)

لام وکیع بن الجراحؓ رات میں قرآن کریم ختم کر لیتے تھے۔ (تاریخ بغداد ج ۱ ص ۴۷۰)

حضرت لام شافعیؓ رمضان میں ساٹھ مرتبہ قرآن کریم ختم کر لیتے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۳۲۹)

لام الجرح والتعديل یحییٰ بن سعید القطان دن رات میں قرآن کریم ختم کر لیتے تھے۔ (تاریخ بغداد ج ۱ ص ۱۴۱ و تہذیب الاسماء واللفظ ج ۲ ص ۱۵۳ للام نووی)

حضرت لام بخاریؓ روزانہ قرآن کریم ختم کر لیتے تھے۔ (طبقات الشافعیہ الکبریٰ ج ۲ ص ۹ و الحمد فی ذکر الصالح اللہ ص ۶۲)

لام ابوبکر بن عیاشؓ نے اپنے گھر کے ایک گوشے میں اٹھارہ ہزار مرتبہ قرآن کریم ختم کیا تھا۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۲۳۵)

اور لام نوویؓ لکھتے ہیں کہ:

انہوں نے اپنے گھر میں چوبیس ہزار مرتبہ قرآن کریم ختم کیا تھا۔ (شرح مسلم ج ۱ ص ۱۰)

دیانت

لام وکیع بن الجراحؓ فرماتے ہیں کہ میں لام ابو حنیفہؓ کے پاس موجود تھا۔ ایک

عورت ریشتی کپڑا لے کر آئی کہ اس کو فروخت کر دیں۔ فرمایا، کتنے میں؟ وہ کہنے لگی سو میں۔ لام صاحب نے فرمایا کہ اس کی قیمت سو سے زیادہ ہے۔ اس نے مزید سو روپیہ بتلایا۔ فرمایا اس کی قیمت اس سے بھی زیادہ ہے۔ چنانچہ اس کی صحیح قیمت پانچ سو پڑی اور وہ اتنے ہی میں بکا (مناقب موفق ج ۱ ص ۱۲۲) مسز بن عبد الملک کا بیان ہے کہ ایک شخص کپڑا لایا اور لام صاحب پر فروخت کرنا چاہا۔ آپ نے پوچھا اس کی کتنی قیمت ہے۔ وہ بولا ایک ہزار۔ فرمایا اس کی قیمت اس سے بدرجہا زیادہ ہے۔ حتیٰ کہ آٹھ ہزار پر معاملہ طے ہوا۔ (ایضاً ج ۱ ص ۲۱۹)

ایک دفعہ لام صاحب کے ایک شاگرد نے ان کی غیر حاضری میں مینہ طیبہ کے ایک ہاشمہ پر چار سو روپے کا گرم کپڑا غلطی سے ایک ہزار روپے میں فروخت کر دیا۔ جب لام صاحب کو اس کی خبر ہوئی تو شاگرد کو سخت تنبیہ کی اور دوکان کے سلسلہ سے الگ کر دیا اور اس خریدار کا حلیہ پوچھ کر اس کے پیچھے ہو لیے جب اس سے جا ملے تو کئی اصرار و تکرار کے بعد چھ سو درہم لے لے والیں کر دیے اور پھر واپس کوفہ لوٹ آئے۔ (مناقب موفق ج ۱ ص ۱۹۸)

ایک دفعہ ان کے غلام نے ان کے مل میں تجارت کی اور تیس ہزار نفع کمایا۔ مگر اس میں لام صاحب کے خیال میں خرابی تھی۔ وہ تیس ہزار روپے انہوں نے سب کے سب فقراء پر تقسیم کر دیے۔ (ایضاً ص ۲۰۳)

لام عبد اللہ بن المبارک فرماتے ہیں کہ لوٹ مار کی کچھ بکریاں ایک دفعہ کوفہ آئیں اور کوفہ والوں کی بکریوں سے ان کا اختلاط ہو گیا۔ لام صاحب نے دریافت فرمایا کہ بکری زیادہ سے زیادہ کتنا عرصہ زندہ رہتی ہے۔ لوگوں نے کہا سات سال۔ چنانچہ لام صاحب نے سات سال تک بکری کا گوشت ترک کر دیا۔ (مناقب موفق ج ۱ ص ۲۰۵)

لام ابن حجر مکی فرماتے ہیں کہ صرف ایک ہی بکری ان سے بکریوں میں مل گئی تھی اور یہ واقعہ نقل کرنے کے بعد آخر میں لکھتے ہیں کہ لام موصوف نے محض درع کی بناء پر ایسا کیا کیونکہ احتمال تھا کہ وہی حرام بکری اس مدت تک رہ جاتی اور اس کا گوشت کھانے کی وجہ سے دل میں تاریکی پیدا ہو جاتی۔ (الخیرات الحسن ص ۷)

المانت

لام سفیان بن دکین فرماتے ہیں کہ لام ابو حنیفہ بہت بڑے لمانت دار تھے۔ (مناقب

موفق ج ۱ ص ۲۲۰) ایک دفعہ تیل کے تاجر نے ایک لاکھ ستر ہزار روپیہ امام صاحب کے پاس لانت رکھا تھا۔ (ایضاً ج ۱ ص ۲۲۲) جب آپ کی شہادت ہوئی تو لکھا ہے کہ ان کے گھر لوگوں کی پانچ کروڑ کی لانتیں تھیں۔ (ایضاً ج ۱ ص ۲۲۰)

حافظ محمد بن ابراہیم الوزیرؒ (المعنی ۸۴۰ھ) جو غیر مقلد تھے لکھتے ہیں کہ: امام ابو حنیفہؒ کی فضیلت، عدالت، تقویٰ اور لانت و اتز کے ساتھ ثابت ہے۔ (الروض الباسم ج ۱ ص ۱۵۸)

مقبولیت

علامہ امیر کلیب ارسلانؒ (المعنی ۳۶۶ھ) فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کی اکثریت حضرت امام ابو حنیفہؒ کی پیرو اور مقلد ہے یعنی سارے ترک اور بلقان کے مسلمان روس اور افغانستان کے مسلمان، چین کے مسلمان، ہندوستان اور عرب کے اکثر مسلمان شام اور عراق کے اکثر مسلمان فقہ میں حنفی مسلک رکھتے ہیں۔ (حاشیہ حسن السامی ص ۶۹)

علامہ محمد طاہر الحنفیؒ لکھتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک امام ابو حنیفہؒ کی مقبولیت کا کوئی راز اور بھید نہ ہوتا تو امت کا ایک نصف حصہ کبھی ان کی تقلید پر مجتمع نہ ہوتا (مکملہ مجمع البحار ج ۳ ص ۵۴۷)

نواب صدیق حسن خان صاحبؒ لکھتے ہیں کہ: امام اعظم ابو حنیفہؒ کوئی دے چنانکہ در علم دین منصب لانت دار و پھنسل در زہد و عبادت امام ساکن است (نقصار جہود الاحرار من تذکار جنود الابرار ص ۹۳)

نواب صاحبؒ بھی امام اعظمؒ کے نام سے تذکرہ کرتے ہیں اور علامہ ذہبیؒ بتقدیر فن رجل ذکر کرتے ہیں۔ ابو حنیفہؒ الامام الاعظم فقیہ العراق۔ الخ۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۵۸) مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلویؒ غیر مقلدین حضرات کے شیخ الکل فرماتے ہیں کیونکہ آپ کا مجتہد قبیح سنت متقی اور پرہیزگار ہونا ہی آپ کی فضیلت کے لیے کافی ہے۔ الخ۔ (المیلت بعد الملت ص ۵۴۳)

مولانا محمد حنیف صاحب ندویؒ لکھتے ہیں کہ: امام ابو حنیفہؒ علیہ السلام جنہیں فہم و فکر کا خارقہ کہنا چاہیے ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ (الاعتصام ص ۲ کالم ۱۔ ۹ فروری ۱۹۶۶ء)

الحاصل حضرت امام ابو حنیفہ کے علمی اور عملی فضائل اور کلمات اسی قدر روشن ہیں کہ فقہی طور پر ان سے اختلاف کرنے والے بھی ان کی تعریف اور توصیف کرنے پر مجبور ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً

اللہ تعالیٰ ہمیں حق اور اہل حق کے ساتھ رہنے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد
وعلی آلہ وصحبہ و متبعہم اجمعین

احقر الناس ابو الزہد محمد سرفراز خان صفدر
خطیب جامع مسجد کھنڈ مدرس مدرسہ نضرۃ العلوم گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد

تانیب الخطیب کے ترجمہ کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟

(۱) راقم الحروف ایک دفعہ مکتبہ سید احمد شہید لاہور میں بیٹھا تھا کہ مکتبہ کے مالک محترم اشفاق احمد نے چند کتابیں بطور ہدیہ عنایت فرمائیں (جزاء اللہ خیر) ان میں ایک کتاب علامہ کوثریؒ کی الاشفاق علی احکام الملاق بھی تھی۔ اس وقت وہاں ایک سفید ریش بزرگ تشریف فرما تھے۔ انہوں نے میرے ہاتھ سے وہ کتابیں لے کر دیکھنا شروع کر دیں اور جب ان کے ہاتھ علامہ کوثریؒ کی کتاب لگی تو فرمانے لگے کہ اگر کوثریؒ صاحب کی کتاب تانیب الخطیب کا ترجمہ ہو جائے تو بہت ہی اچھا ہو۔ وہ سفید ریش بزرگ کون تھے۔ میں صرف اتنا ہی جان سکا کہ وہ سرائیکی زبان بولنے والے اور عرصہ دراز سے کسی مدرسہ میں تدریسی خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ چونکہ میں وہاں سے اپنی مصروفیت کی وجہ سے جلدی ہی اٹھ آیا اس لیے اس سفید ریش بزرگ کے بارہ میں اس سے زیادہ نہ جان سکا۔

(۲) مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب دام مجدہم ماہوار پروگرام میں مکی مسجد ڈیوڑھا پچانک گوجرانوالہ تشریف لایا کرتے تو علماء، طلبہ اور عوام الناس ان سے مستفید ہوتے تھے۔ کبھی کبھار راقم الحروف بھی حاضر ہوتا تو ایک دفعہ ایک ساتھی نے رقعہ دے کر حضرت مولانا سے چند باتیں دریافت کیں۔ ان میں ایک بات یہ بھی تھی کہ ہمارے علاقہ کا ایک مولوی کہتا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ تو علم نحو میں کمزور تھے۔ ان کو تم نے خواہ مخواہ امام بنا لیا ہوا ہے تو حضرت مولانا صاحب دام مجدہم نے ترتیب وار سوالات کے جوابات دینے کے بعد فرمایا کہ اس مولوی نے یہ باتیں خطیب بغدادیؒ کی تاریخ بغداد سے لی ہیں اور ان باتوں کا مفصل جواب علامہ کوثریؒ نے اپنی کتاب تانیب الخطیب میں دے دیا ہے اور پھر مولانا صاحب نے درد بھرے لہجہ میں فرمایا کاش کوئی آدمی اس کا ترجمہ کر کے یہاں کے لوگوں پر احسان کرے اور ان پر اپیگندہ کرنے والوں کا راستہ روک دے۔ اس وقت باقی سامعین کی

طرح راقم الحروف نے بھی صرف بات سن لی اور اس کے لیے دل میں کسی قسم کی کوئی خواہش پیدا نہ ہوئی۔

(۳) دور حاضر کے مخالفین ابی حنیفہ کے مقابلہ میں بہترین نوجوان مناظر مولانا محمد اسماعیل محمدی صاحب نے کئی بار اس کا تذکرہ کیا کہ عرب ریاستوں بالخصوص سعودی عرب سے تعلیم حاصل کر کے آنے والے حضرات اپنے ساتھ وہاں سے جو کتابیں لاتے ہیں ان میں خصوصیت سے تاریخ بغداد لاتے ہیں اور پھر اس میں سے امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کے خلاف اعتراض لے کر پریشان کرتے ہیں۔ اس کا کوئی انتظام ہونا چاہیے تو میں ان سے کہہ دیتا کہ اس کا انتظام علامہ کوثریؒ نے تانیب الخطیب میں کر دیا ہوا ہے تو وہ اصرار کرتے کہ اس کا ترجمہ کر دیا جائے تاکہ نئے نئے فارغ ہونے والے حضرات اور عام تعلیم یافتہ حضرات بھی اس سے استفادہ کر سکیں تو میں ان سے کہتا کہ آخر آپ بھی عالم ہیں۔ یہ خدمت آپ ہی سرانجام دے دیں تو وہ خاموش ہو جاتے۔

(۴) کچھ عرصہ قبل اہل حدیث مکتب فکر کے ایک نامور قلم کار نے سو فیصد بہتان تراشی پر مشتمل ایک مضمون علامہ کوثریؒ کے متعلق لکھا اور ایسی چیزیں علامہ کی طرف منسوب کیں جن کے ساتھ علامہ کا دور کا واسطہ بھی نہیں ہے تو راقم الحروف نے اس مضمون نگار کا تعاقب کیا اور حقیقت کو آشکار کیا۔ راقم الحروف کا جوابی مضمون ماہنامہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں شائع ہوا۔ اس دوران راقم الحروف نے علامہ کوثریؒ کی کتاب تانیب الخطیب اور مقالات الکوثریؒ کا بلاستیجاب مطالعہ کیا۔ اور تاریخ بغداد کے اس حصہ کا بھی مطالعہ کیا جس کا جواب علامہ کوثریؒ نے دیا ہے اور پھر اس کے ساتھ تانیب الخطیب کے جواب میں علامہ عبد الرحمن الیمانی مرحوم نے جو کتاب التکیل کے نام سے لکھی ہے اس کی جلد اول کا بلاستیجاب اور جلد ثانی کا سرسری مطالعہ کیا۔ اس مطالعہ سے نہ صرف علامہ کوثریؒ کی علمی حیثیت اور قدر و منزلت دل میں بیٹھی بلکہ ان کی کتابوں سے بہت سے ذہنی اشکالات رفع ہوئے اور معلومات میں اضافہ ہوا۔ میں جوں جوں تانیب الخطیب کا مطالعہ کرتا جاتا تو مکتبہ سید احمد شہید لاہور میں ملنے والے سفید ریش بزرگ اور مناظر اسلام مولانا محمد امین صفدر صاحب و امجد ہم کے درد بھرے لہجہ میں تانیب الخطیب کے ترجمہ کی خواہش میرے دماغ میں ترجمہ کا احساس اجاگر کرنے لگی تو دل نے فیصلہ کیا کہ اس کا ترجمہ ضرور ہونا چاہیے۔ میں نے اپنی مصروفیات اور معمولات کے باعث وقت نہ نکال سکنے کی وجہ سے اس

کام کے لیے مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے ایک ذی استعداد فاضل مولوی احسان الحق ایٹ آبادی کو اس پر آمادہ کیا۔ اور انہوں نے آمادگی ظاہر کردی مگر پھر کچھ عرصہ بعد ملاقات ہوئی تو انہوں نے اپنی مصروفیات کی وجہ سے معذرت کر دی۔ تو بندہ نے خود مناسب وقت پر یہ کام سرانجام دینے کا دل میں عہد کر لیا۔ اور پھر ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے ناظم مشتاق علی صاحب کا شدید تقاضا تھا کہ تانیب الخطیب کا ترجمہ میں خود کروں اور وضاحت طلب باتوں کی وضاحت بھی کروں تا کہ عوام الناس بھی اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔

(۵) ہمارے ہاں مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں شعبہ درس نظامی کے تعلیمی سال کا آغاز شوال المکرم کے وسط میں ہوتا ہے۔ اور اس سے پہلے اساتذہ کرام کی میٹنگ ہوتی ہے جس میں اساتذہ کرام کے ذمہ اسباق تقسیم کیے جاتے ہیں۔ تدریسی سلسلہ شروع ہو جانے کے ساتھ مطالعہ کے اوقات کی ایک ترتیب قائم ہو جاتی ہے۔ اور اس ضمن میں کچھ غیر فصلی کتب کے مطالعہ اور کچھ لکھنے کا موقع بھی مل جاتا ہے تو تعلیمی سال کے آغاز کے ساتھ ہی تانیب الخطیب کے ترجمہ کا عزم کر لیا۔ موسم بھی مناسب تھا تو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ۲۸ شوال المکرم کو تانیب الخطیب کا اردو ترجمہ شروع کیا اور اپنی تمام تر تدریسی و دیگر مصروفیات اور معمولات اور بعض فوجیہ گروہوں کے باعث اسفار کے باوجود بفضلہ تعالیٰ سات دن کم تین ماہ کے عرصہ میں ۲۱ محرم الحرام کو اس کام سے فارغ ہو گیا مگر اس کی اشاعت میں بعض عوارض پیش آنے کی وجہ سے تاخیر ہو گئی۔ اور اس دوران مجھے مشہور غیر مقلد عالم مولانا محمد ابراہیم صاحب میریالکھٹی مرحوم کا واقعہ بار بار ذہن میں گردش کرنے لگا جو انہوں نے خود تحریر فرمایا ہے کہ میں نے ایک دفعہ امام ابو حنیفہ کے خلاف کچھ لکھنے کا ارادہ کیا تو دل پر غبار آگیا۔ جس کا اثر بیرونی طور پر یہ ہوا کہ دن دوپہر کے وقت جب سورج پوری طرح روشن تھا، یکایک میرے سامنے گھپ اندھیرا چھا گیا۔ گویا ظَلُمْتُ بَعْضَهَا فَوْقَ بَعْضٍ کا نظارہ ہو گیا۔ معاً "خدا تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ یہ حضرت امام صاحب سے بدظنی کا نتیجہ ہے اس سے استغفار کرو۔ میں نے کلمت استغفار دہرانے شروع کیے وہ اندھیرے کا نور ہو گئے اور ان کی بجائے ایسا نور چمکا کہ اس نے دوپہر کی روشنی کو مات کر دیا۔ اس وقت سے میری حضرت امام صاحب سے حسن عقیدت اور زیادہ بڑھ گئی۔ (تاریخ اہل حدیث ص ۷۲ بحوالہ مقام لبی حنیفہ ص ۱۳۹) یہ واقعہ بار بار میرے ذہن میں آتا اور اپنی کیفیت پر خوشی ہوتی

اور اطمینان ملتا اس لیے کہ جس دن خیال ہو تا کہ آج کام نہیں ہو سکے گا اس دن بفضلہ تعالیٰ باقی دنوں کی بہ نسبت زیادہ کام ہو تا یہ تانیب الخطیب کا اردو ترجمہ پیش کرنے کے ظاہری اسباب تھے اور درحقیقت یہ کام بندہ حقیر کے ہاتھوں مقدر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسباب مہیا فرمائیے۔

کسی اور ہاتھ میں ڈور ہے کسی اور ہاتھ کا ہے ہنر
جو لگے ہے ظاہری آنکھ سے ہمیں چلیوں کا کمل سا

فلله الحمد والمنة - اللہ تعالیٰ سے دعا ہے اور قارئین کرام سے بھی درخواست ہے کہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح امام اعظم ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب کے علوم کو اطراف عالم میں پھیلایا اور امت مسلمہ کی تسکین اور عظمت کا ذریعہ بنایا اسی طرح اس کتب کو بھی شرف قبولیت سے نوازے اور شکوک و شبہات میں مبتلا لوگوں کی اصلاح کا ذریعہ بنائے اور جو لوگ خواہ مخواہ شکوک و شبہات میں لوگوں کو مبتلا کرنا چاہتے ہیں ان کو ہدایت نصیب فرمائیے اور ضدی لوگوں کا فساد روکنے کے لیے اس کتب کو بہترین ہتھیار بنائے۔ آمین یا اللہ العالمین

تانیب الخطیب کی اہمیت

جو حضرات تانیب الخطیب یا اس کے اردو ترجمہ کا مطالعہ کریں گے ان کے سامنے یقیناً اس کتاب کی اہمیت واضح ہو جائے گی۔ اور پھر جن حضرات نے راقم الحروف کو اس کا ترجمہ کرنے کا احساس دلایا ان کی خواہشات سے بھی اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ یا پھر مصداق - قدر جو ہر شاہ بداند یا بداند جوہری۔ اس کی اہمیت استاذ الحدیث حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کے دلائل اور خصوصی شاگرد انوار الباری شرح بخاری کے مولف حضرت مولانا احمد رضا صاحب بجنوری رحمہ اللہ سے پوچھیں جو اس کتاب کا تذکرہ ان الفاظ میں فرماتے ہیں۔ امام صاحب کے خلاف جس قدر مواہج ہو سکتا تھا خطیبؒ نے اپنی تاریخ میں اس کو یک جا جمع کیا ہے جس کو ہر جگہ کے غیر مقلدوں نے بڑی مسرت کے ساتھ شائع کیا۔ مگر علامہ کوثریؒ کے درجات خدا بلند کرے۔ تانیب الخطیب میں ہر واقعہ کی سند پر کلام کر کے اس کی قطعی کھولی ہے اور امام صاحبؒ اور اصحاب امام کے بارہ میں جس قدر جھوٹی حکایات گھڑی گئی تھیں اور شائع کی گئیں سب کا جھوٹ نمایاں کر کے امت مرحومہ پر

احسان عظیم کیا ہے۔ (مقدمہ انوار الباری ج ۱ ص ۶۱) اور پھر دوسری جگہ فرماتے ہیں۔
 خطیبؒ کے رد میں ملک معظم عیسیٰ بن لبی بکر ایوبیؒ نے السهم المصیب فی کبد الخطیب
 لکھی۔ اور سبط ابن الجوزیؒ نے الانتصار للامامة الامصار لکھی۔ اور ابو الموید الخوارزمیؒ نے
 مقدمہ جامع السانید میں خطیبؒ کا رد کیا۔ اور علامہ کوثریؒ نے تانیب الخطیب علی ما
 ساقہ فی ترجمۃ ابی حنیفۃ من الاکاذیب لکھی۔ یہ لا جواب کتاب قتل دید ہے جس
 میں ایک ایک چیز کا روایت و درایت سے جواب لکھا ہے۔ اور تحقیق و تدقیق کی پوری پوری
 دلاوی ہے اور الحمد للہ امت پر جو خطیب کے جواب کا قرض تھا اس کو انہوں نے پورا پورا
 ادا کر دیا ہے۔ فبزامم اللہ عن سائر الامم خیر الجزاء۔ (مقدمہ انوار الباری ج ۱ ص ۱۵۴) اور پھر
 ایک مقام پر حضرت بخزوریؒ فرماتے ہیں کہ علامہ موصوف کے بارے میں اتنا عرض کر دوں
 کہ خطیب کا رد بے مثل اور نہایت بے جھجک لکھا ہے۔ یہ دوسرے معاندین و متعصبین کے
 خلاف بھی محققانہ انداز میں اتنا لکھ گئے کہ مظلوم حنفیت کی طرف سے مدافعت کا بڑی حد
 تک حق لو اکر دیا۔ (مقدمہ انوار الباری ج ۲ ص ۱۹)

راقم الحروف نے تانیب الخطیب کا ترجمہ کرتے ہوئے خطیب بغدادیؒ کی عبارت
 سے جو اعتراض ہو سکتا تھا اس اعتراض کو واضح کیا اور جہاں مناسب سمجھا جواب کا خلاصہ ذکر
 کر دیا تا کہ اعتراض و جواب سمجھنے میں آسانی ہو۔ اور یہ عبارت بریکٹ میں ذکر کی ہے
 تا کہ معلوم کیا جاسکے کہ یہ عبارت اصل کتاب کی نہیں بلکہ اعتراض و جواب کا خلاصہ اپنے
 طور پر علیحدہ ذکر کیا گیا ہے۔

تانیب الخطیب کے رد میں علامہ عبد الرحمن الیمانی مرحوم کی التنکیل کی حیثیت

علامہ عبد الرحمن الیمانیؒ جو کہ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد دکن میں حدیث کی
 کتابوں کی تصحیح کی خدمت سرانجام دیتے رہے ہیں اور پھر مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور وہاں
 ۶ صفر ۱۳۸۶ھ بروز جمعرات وفات پائی۔ انہوں نے علامہ کوثریؒ کی کتاب تانیب الخطیب
 کا پہلے مختصر رد طلبۃ التنکیل بما فی تانیب الکوثریؒ من الاباطیل لکھا جس کا
 جواب خود علامہ کوثریؒ نے الترحیب بنقد التانیب کے نام سے دیا۔ اور پھر علامہ الیمانی
 مرحوم نے تفصیلی رد التنکیل کے نام سے دو جلدوں میں لکھا۔ کتاب کا مطالعہ کرنے سے

یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ علامہ الیملیٰ مرحوم کا یہ رد اہمیت کے حامل دلائل پر مشتمل نہیں بلکہ انہوں نے خیالی مفروضوں کا سہارا لے کر علامہ کوثریؒ کی کتاب پر محض تنقید کا شوق ہی پورا کیا ہے۔

علامہ الیملیٰ نے علامہ کوثریؒ پر ایک الزام یہ عائد کیا کہ وہ راویوں کے ناموں کی مشابہت کی وجہ سے جرح نقل کر دیتے ہیں حالانکہ وہ راوی اور ہوتا ہے جس پر جرح ہوتی ہے وہ اسی نام کا دوسرا راوی ہوتا ہے۔ اس ضمن میں انہوں نے سب سے پہلے ابان بن سنان کا ذکر کیا اور کہا کہ المیزان اور اللسان میں اس نام کے دو راوی ذکر کیے گئے ہیں مگر علامہ ذہبی نے ان دونوں کو ایک ظاہر کیا ہے۔ اور ابن حجر نے کہا کہ التنباتی نے کہا کہ یہ دو آدمی ہیں۔ اس راوی پر علامہ کوثریؒ نے جرح نقل کی کہ ابن حبان نے کہا کہ یہ ثقہ راویوں سے موضوع چیزیں نقل کرتا تھا اور وار قطنی نے اس کو متروک کہا۔ علامہ الیملیٰ اس کے جواب میں لکھتے ہیں، میں کہتا ہوں کہ یہ دو راوی ہیں۔ اگر خطیب کی سند میں ان دونوں کے علاوہ ہے تو ہم اس کو نہیں جانتے اور ان دونوں میں سے کوئی ہے تو وہ پہلا ہے کیونکہ حماد بن زید مصری محمد بن سلیم اور علی بن حرب موصلی کے طبقہ کا ہے۔ (التکلیل ج ۱ ص ۸۴) قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں کہ جب خود کو اطمینان ہی نہیں کہ راوی کونسا ہے تو پھر تنقید کیسی؟ حالانکہ خود علامہ الیملیٰ نے علامہ کوثریؒ کی معلومات اور بیدار مغزی کا اعتراف کیا ہے۔ (طلیحة التنکیل ص ۲۱) مگر یہاں تکوں کے سہارے ان کے بحر علمی میں غرقابی سے نہچنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

اور پھر دوسرے نمبر پر ابراہیم بن بشار الرمادی کا ذکر کیا کہ علامہ کوثریؒ نے اس پر امام یحییٰ بن معین اور امام احمد کی جرح نقل کی ہے کہ وہ ابن عیینہ سے نہ سنے ہوئے الفاظ بھی بیان کر دیتا تھا۔ اس پر علامہ الیملیٰ نے ابراہیم کی صفائی دی اور کہا کہ اصل بات یہ ہے کہ سفیان بن عیینہ سے اس نے پہلے روایت سنی ہوتی تھی اور بعد میں سفیان روایت بالمعنی کیا کرتے تھے اور یہ پہلی سنی ہوئی روایت کے مطابق روایت کرتا اور جن لوگوں نے سفیان سے بعد میں روایت سنی ہوتی تو وہ الفاظ میں فرق محسوس کرتے تو اس پر تنقید کرتے اور اس وجہ سے یحییٰ بن معین اور امام احمد نے اس کی نکیر کی۔ (التکلیل ص ۸۵) قارئین کرام غور فرمائیے کہ ابراہیم کو بچاتے ہوئے علامہ الیملیٰ مرحوم نے چوٹی کے تین محدثین کا خصوصاً اور ابراہیم سے سننے والے اور اس پر تنقید کرنے والے سب حضرات کا کیسے

ستیائیں کر دیا کہ روایت میں گزیر سفيان بن عيينه كرتے ہيں اور وہ لوگ تعقيد كا نشانہ ابراہيم كو ہلاتے ہيں۔ اور پھر يہ بھی كہ ابن معينؒ اور امام احمدؒ روایت بالمعنى كى وجہ سے اس پر تعقيد كرتے تھے حالانكہ روایت بالمعنى كو تو وہ جائز سمجھتے تھے۔ كيا وہ اتنا بھی فرق نہ كر سكتے تھے كہ يہ روایت بالمعنى كر رہا ہے؟ يہ ہے اليماني تحقيق۔

اور انہوں نے راويوں سے متعلق بحث ميں اسى قسم كا مظاہرہ آخر تك اسى طرح كيا

ہے۔

اور پھر علامہ كوثرىؒ نے لکھا كہ خطيب بغدادىؒ كى وفات كے بعد اس كى كتابيں ابو الفضل احمد بن الحسن بن خيرون كے پاس تھيں اور اس كے پاس كتابيں جل گئيں۔ پھر وہ جب بيان كرتا تو جن لوگوں نے خطيب سے تاريخ بغداد سنى تھى وہ اس ميں فرق محسوس كرتے اور ابن خيرون پر طعن كرتے۔ الخ۔ اس پر بحث كرتے ہوئے علامہ اليماني مرحوم لکھتے ہيں كہ حضرات نے يہ تو ذكر كيا ہے كہ ابن خيرون كے پاس كتابيں جل گئي تھيں مگر يہ صراحت نہيں كى كہ تاريخ بغداد بھی جل گئي تھى۔ (التنكيل ج ۱ ص ۱۰۶) عجيب بات ہے كہ جب استثناء نہيں كى گئي كہ تاريخ نہيں جلى تھى اور وہ تاريخ بغداد كے حوالے سے جو روایت بيان كرتا تھا اس پر لوگ طعن كرتے تھے تو اس سے يہى ظاہر ہوتا ہے كہ اس كے پاس موجود تمام كتب جل گئي تھيں۔ ورنہ استثناء ہوتى كہ باقى كتابيں تو جل گئي تھيں مگر تاريخ بغداد كا نسخہ نہيں جلا تھا۔ جب يہ استثناء ثابت نہيں ہے تو علامہ كوثرىؒ پر تعقيد كيسى؟ باقى رہى يہ بات كہ اور لوگوں كے پاس بھی نسخے تھے تو كيا كيس يہ وضاحت ہے كہ ابن خيرون ان نسخوں كے مطابق روایت كرتا تھا۔ جبكہ ظاہر يہى ہوتا ہے كہ وہ ديكر نسخوں كے مطابق روایت نہيں كرتا تھا۔ تب ہى تو لوگوں نے اس پر تعقيد شروع كر دى تھى۔ اور تاريخ بغداد كا موجودہ نسخہ ابن خيرون كى روایت ہی سے ہے تو علامہ كوثرىؒ كا كہنا بجا ہے كہ ہو سكتا ہے كہ يہ خطيب كا نسخہ نہ ہو بلكہ ابن خيرون كا خود اضافہ شدہ ہو۔ بات تو واضح ہے مگر اليماني مرحوم نے تعقيد كا شوق پورا كيا ہے۔ اسى طرح علامہ اليماني مرحوم نے علامہ كوثرىؒ پر الزام لگاتے ہوئے كہا كہ انہوں نے حضرت انس بن مالكؓ پر بھی طعن كيا ہے۔ اور كہا ہے كہ امام ابو حنيفہؒ كى رائے يہ ہے كہ بے شك صحابہ سارے كے سارے عادل ہيں مگر قلت ضبط جيسے عارضہ سے معصوم نہيں ہيں۔ خواہ وہ اہى ہونے كى وجہ سے ہوا يہاں بڑھاپے كى وجہ سے تو فقيه كى روایت غير فقيه كى روایت پر اور غير بوڑھے كى روایت بوڑھے كى روایت پر تعارض كے

وقت رائج ہوگی۔ اس پر علامہ الیملیٰ فرماتے ہیں کہ اس عبارت کا مقصد یہ ہے کہ حضرت انسؓ بوڑھے تھے اور ان کے ضبط میں خلل تھا۔ اسی لیے یہودی کا سر کوٹنے دلی روایت نہیں لی جائے گی اور میں نے کوثریؒ سے پہلے اس نظریہ دلا کوئی نہیں پایا۔ (طلیعة التنکیل ص ۶۶) بڑی حیرانگی کی بات ہے کہ یہاں تو علامہ الیملیٰ اتنا نہیں برداشت کر سکے کہ صحابی کو بوڑھا ہونے کی وجہ سے اس کے ضبط میں قلت کا قول کیا جائے حالانکہ ان خود اپنا حل یہ ہے کہ جب امام شافعیؒ کے بارہ میں کہا گیا کہ تفسیر میں ان سے غلطی ہوئی ہے تو امام شافعیؒ کی صفائی دیتے ہوئے فرماتے ہیں فغایۃ الامر ان یقال هو خطاء فی التفسیر وذاک لا یضرنا هنا لان جماعۃ من الصحابة قد اخطاوا فی بعض التفسیر ولم بعد ذالک قادحا فی فصاحتهم (التنکیل ص ۴۰۴) تو زیادہ سے زیادہ یہ ہو گا کہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ انہوں نے تفسیر میں غلطی کی ہے اور یہ بات ہمیں کوئی نقصان نہیں دیتی۔ اس لیے کہ صحابہ کی ایک جماعت نے بعض بعض جگہ تفسیر میں غلطی کی ہے۔ اور اس کو کسی نے ان کی فصاحت میں عیب شمار نہیں کیا۔ اب قارئین کرام خود اندازہ لگالیں کہ تعارض کی صورت میں ترجیح کے لیے بڑھاپے میں قلت ضبط کے امکان کے پیش نظر دوسری روایت کو ترجیح دینے کا جرم زیادہ ہے یا صحابہ کی جماعت کی طرف تفسیر میں غلطی کی واضح نسبت کرنا زیادہ جرم ہے۔ شاید اسی جیسے موقع پر کہا جاتا ہے کہ چھٹی طعن دیتی ہے کوزے کو کہ تجھ میں دو سوراخ ہیں مگر اپنی حالت پر نظر نہیں۔

ہم نے صرف نمونہ کے طور پر چند مثالیں بیان کر دی ہیں تا کہ پڑھنے والوں کو معلوم ہو جائے کہ ہم نے جو یہ کہا ہے کہ علامہ الیملیٰ نے صرف تنقید کا شوق پورا کیا ہے تو ہم نے یہ بے جا نہیں کہا بلکہ حقیقت پر مبنی تبصرہ کیا ہے۔ دل تو چاہتا ہے کہ علامہ الیملیٰ نے التنکیل اور طلیعة میں جو ریت کے گھردندے بنائے ہیں ان کو ہوا کے جھونکے دیتے جائیں مگر طوالت کا خوف دامن گیر ہے۔ اگر کسی وقت مناسب ہوا بالخصوص اگر کسی نے التنکیل کا سہارا لے کر کچھ لکھا تو اس پر تفصیلی بحث کا حق ہم محفوظ رکھتے ہیں۔ انشاء اللہ العزیز پھر تفصیل سے بات ہوگی۔

امام ابو حنیفہؒ اور ان کے علوم کا چرچا اطراف عالم میں

علامہ ابن القیمؒ نے اعلام الموقعین میں جلیل القدر تاجی حضرت مسروقؒ کا قول نقل

کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کو گہری نظر سے دیکھا تو سب کے علم کا سر چشمہ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت زیدؓ، حضرت ابوالدرداءؓ اور حضرت ابیہؓ کو پایا اور اس کے بعد زیادہ گہری نظر سے دیکھا تو ان چھ حضرات کے علوم کا خزانہ حضرت علیؓ اور حضرت ابن مسعودؓ کو پایا۔ لہٰذا کوفہ میں حضرت علیؓ اور حضرت ابن مسعودؓ کے علم کا دور دورہ تھا اسی لیے امام ابو حنیفہؒ کی فقہ کا مدار زیادہ تر حضرت ابن مسعودؓ کی فقہ پر ہے۔ اور امام صاحب ٹھوس دلائل پر مدار رکھ کر فتویٰ دیا کرتے تھے۔ چنانچہ علامہ کدوریؒ نے مناقب میں امام ابن جریجؒ کا قول نقل کیا ہے کہ ما افسی الامام الامن اصل محکم کہ امام صاحب کا ہر فتویٰ ایک اصل محکم پر مبنی ہے یعنی قرآن و حدیث پر۔ لہٰذا اور الشیخ محمد بن محمد الواسطی الزبیدیؒ المتوفی ۳۰۵ھ نے عقود الجواهر المنیفة فی ادلة مذاہب الامام ابی حنیفہؒ میں امام اعظمؒ کے مذہب کی موافقت احادیث صحیحہ سے دکھائی ہے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے محبت رکھتا ہے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بلا کر فرماتا ہے کہ میں فلاں سے محبت رکھتا ہوں تو یہ سن کر حضرت جبرئیل علیہ السلام بھی اس سے محبت رکھتے ہیں۔ پھر وہ آسمان میں متولی کرتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ فلاں آدمی سے محبت رکھتا ہے تو آسمان والے اس سے محبت رکھتے ہیں۔ پھر اس کی مقبولیت زمین والوں کے دلوں میں بھی ڈال دی جاتی ہے۔ (مشکوٰۃ ۳۲۵ - مسلم ج ۲ ص ۳۳۱) اسی حدیث کی روشنی میں دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے امام ابو حنیفہؒ کو کس قدر مقبولیت سے نوازا اور یہ یقیناً اس کی محبت کی علامت ہے۔ اور تابعیوں کے مبارک دور سے لے کر آج تک اطراف عالم میں امام ابو حنیفہؒ اور ان کے علوم کو جو پذیرائی حاصل ہوئی وہ کسی اور کو نہیں ہوئی۔ چنانچہ مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خان مرحوم نے کتاب مسالک الممالک کے حوالہ سے لکھا ہے کہ عباسی خلیفہ واثق باللہ نے سد سکندری کا حال معلوم کرنے کے لیے ۲۲۸ھ میں ایک ٹیم بھیجی جو سد یا جوج ماجوج تک پہنچی۔ پھر آگے لکھتے ہیں کہ اگرچہ اس کے قریب بستیاں کم تھیں مگر صحراء اور متفرق مکانات بہت سے تھے۔ سد مذکور کے محافظ جو اس جگہ تھے وہ سب مسلمان تھے اور ان کا مذہب حنفی تھا۔ زبان عربی و فارسی بولتے تھے۔ (ریاض المرتاض و غیاض الاریاض ص ۳۲۱ بحوالہ مقدمہ انوار الباری ج ۱ ص ۱۵۲) اور امام ابو حنیفہؒ کے دور سے لے کر آج تک امت کی اکثریت ان

کو اپنا امام تسلیم کرتی چلی آ رہی ہے۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

امام ابو حنیفہؒ کے مخالفین کا کردار

جہاں عبد اللہ بن المبارکؒ، وکیع بن الجراحؒ، یحییٰ بن زکریاؒ، یحییٰ بن سعید القطانؒ، امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ اور امام زفرؒ جیسے علم کے سمندر فقہت کے پہاڑ، ورع و تقویٰ کے آسمان اور امت مسلمہ پر ہدایت کی شعاعیں پھینکنے والے چمکتے سورج امام ابو حنیفہؒ سے تعلیم حاصل کر کے ان کے علوم کو اطراف عالم پھیلا کر امت مسلمہ پر عظیم احسان کرتے رہے، وہاں امام ابو حنیفہؒ کے مخالفین کا کردار بھی تاریخ میں کوئی ڈھکا چھپا نہیں ہے۔ کچھ تو حسد کا شکار تھے اور کچھ حاسدین کے پراپیگنڈے سے متاثر ہو کر لاعلمی کی وجہ سے مخالفت پر کمر بستہ رہے اور بعض نے علمی انداز میں مخالفت کی جس کا انہیں حق حاصل تھا۔

حاسدین کا طرز عمل

امام ابو حنیفہؒ کے زمانہ میں ہی کچھ معاندین نے امام اعظم کی کتابیں ضائع کرنے کے لیے دریا برد کرنے کی سکیم بنائی تو اس علاقہ کے قاضی کو پتہ چل گیا اور پھر بلاخر معاملہ مامون تک پہنچا تو اس نے ان کو بھی بلایا اور ان کے مخالف فریق کو بھی بلا کر ان سے بحث و مباحثہ کروایا اور چونکہ مامون خود فقہ حنفی کا بہت بڑا عالم تھا اس لیے خود احتلاف کی طرف سے جواب دیتا رہا اور حنفی مسائل پر احادیث سنا تا رہا۔ جب مخالف لاجواب ہو گئے تو ان سے کہا کہ اگر ہم ابو حنیفہ کے اقوال کو کتاب و سنت کے مخالف پاتے تو ان کو معمول بھانہ بناتے۔ اگر تمہارے ساتھ نصر بن شہیل نہ ہوتے تو میں تمہیں ایسی سزا دیتا کہ یاد رکھتے۔ آئندہ ایسی حرکت نہ کرنا (یہ واقعہ مناقب موفق میں مذکور ہے)

اور علامہ ابن حجر المکیؒ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ امام اوزاعیؒ نے عبد اللہ بن المبارکؒ سے کہا کہ یہ کوفہ میں کون مبتدع پیدا ہو گیا ہے اور ان کا اشارہ امام ابو حنیفہؒ کی طرف تھا تو عبد اللہ بن المبارکؒ نے ان کو کوئی جواب نہ دیا۔ پھر دوران گفتگو ان سے بعض مشکل مسائل پوچھے اور جب وہ ان کے جوابات نہ دے سکے تو خود ان کے جوابات دیے تو امام اوزاعیؒ نے ان سے پوچھا کہ یہ جوابات تم نے کس سے سیکھے ہیں تو عبد اللہ بن المبارکؒ نے کہا کہ مجھے عراق میں ایک شیخ ملا تھا اس سے سیکھے ہیں تو امام اوزاعیؒ کہنے لگے کہ وہ تو بہت قلیل قدر شخصیت معلوم ہوتی ہے تم جاؤ اور اس سے زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرو۔ یہ سن

کر عبد اللہ بن المبارک کہنے لگے کہ وہ شیخ تو امام ابو حنیفہ ہی ہیں۔ پھر ایک دفعہ امام اوزاعیؒ اور امام ابو حنیفہؒ مکہ مکرمہ میں جمع ہوئے اور آپس میں مسائل کا مذاکرہ کیا جب جدا ہوئے تو امام اوزاعیؒ نے عبد اللہ بن المبارکؒ سے کہا کہ مجھے تو اس شخص کے کثرت علم اور وفور عقل پر غبطہ ہوا ہے اور میں خدا تعالیٰ سے معافی مانگتا ہوں کہ ان کے بارہ میں جو کچھ کہا میں غلطی پر تھا۔ (الخیرات الحسان ص ۳۰)

اس سے اندازہ کریں کہ پروپیگنڈہ کس قدر شدید تھا کہ امام اوزاعیؒ جیسی شخصیت اس پروپیگنڈہ کا شکار ہو گئی۔ حاسدین نے امام ابو حنیفہؒ کے علمی مقام کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ حالانکہ اس پر کسی قسم کی کوئی دلیل دینے کی ضرورت بھی نہیں اس لیے کہ جب امت کی اکثریت نے ان کو اپنا امام تسلیم کر لیا اور ان کو مجتہد مانا تو مجتہد کے لیے تو ان تمام چیزوں کا علم ضروری ہے جو اجتہاد کی شرائط میں سے ہیں۔ اور پھر اس کا اندازہ اس سے کر لیں کہ محدثین کرامؒ نے امام احمدؒ کو آٹھویں طبقہ میں شمار کیا ہے۔ اور ان کو ساڑھے دس لاکھ حدیثیں پہنچیں اور امام بخاریؒ کو نویں طبقہ میں شمار کیا گیا ہے اور ان کو اپنے ایک ہزار اسی اساتذہ سے چھ لاکھ حدیثیں پہنچی تھیں اور امام ابو حنیفہؒ کو پانچویں طبقہ میں شمار کیا گیا ہے۔ اور ان کے اساتذہ کی تعداد چار ہزار بتائی گئی ہے۔ اگر امام بخاریؒ کے امام احمدؒ سے ایک طبقہ نیچے گر جانے کی وجہ سے ساڑھے چار لاکھ احادیث کا فرق پڑتا ہے تو اسی سے اندازہ کر لیں کہ جو پانچویں طبقہ میں ہے اس کے پاس احادیث کا ذخیرہ کتنا ہو گا۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ حضرت عمرؓ وغیرہ کی طرح کثرت سے احادیث بیان نہ کرتے تھے۔ امام ابو حنیفہؒ کے مخالفین میں سے بعض کا کردار انتہائی شرمناک ہے کہ انہوں نے کتابوں میں ہیرا پھیری سے بھی گریز نہ کیا اور جہاں بس چلا اپنا یہ کردار ادا کیا۔ مثلاً علامہ ذہبیؒ نے میزان الاعتدال کے مقدمہ میں خود لکھا ہے کہ میں ائمہ متبوعین ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ وغیرہ کا ذکر نہیں کروں گا۔ مگر میزان میں امام صاحبؒ کے بارہ میں تضعیف نقل کی گئی جو یقیناً بعد والے کسی آدمی کا کارنامہ ہے اور اس پر یہ بھی کافی دلیل ہے کہ امام ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ اور تہذیب التہذیب میں امام صاحبؒ کی صرف تعریف ہی کی ہے جرح کا ایک لفظ بھی نہیں کہا تو میزان میں کیسے جرح کے الفاظ ذکر کر دیے۔ اور مخالفین کا یہ کردار بھی حیران کن ہے کہ من گھڑت واقعات بتائے اور پھر ان کی اشاعت کی۔ چنانچہ امام ذہبیؒ ازدی سے نقل کرتے ہیں کہ نعیم بن حمالہ تقویت سنت کے لیے حدیثیں وضع کیا کرتے تھے اور امام ابو حنیفہؒ کے معائب میں جھوٹی حکایتیں گھڑا

کرتے تھے جو سب کی سب جھوٹ ہوتی تھیں۔ (میزان الاعتدال ص ۲۳۹ ج ۳)

امام ابو حنیفہؒ کی مخالفت کرنے والی بعض اہم شخصیات

ائمہ فقہاء کرامؒ تو اپنے اپنے اجتہاد کے مطابق اپنے فروعی مسائل میں دلائل قائم کرتے رہے اور مخالف کے دلائل کا جواب دیتے رہے۔ یہ انداز علمی اور دین کی تقویت کا ذریعہ ہے۔ مگر بعض حضرات نے عظیم المرتبت ہونے کے باوجود ایسا انداز اختیار کیا کہ عقل حیران رہ جاتی ہے کہ کیا واقعی ان شخصیات نے ایسا کیا ہے؟ اور اگر کیا ہے تو کیوں کیا ہے؟

ان شخصیات میں امام بخاریؒ اور خطیب بغدادیؒ، ابو نعیم اصبہلیؒ اور ابن ابی شیبہؒ وغیرہ قلیل ذکر ہیں۔ حافظ ابو بکر بن ابی شیبہؒ المتوفی ۲۳۵ھ نے ایک سو پچیس مسائل کا ذکر کیا کہ ان میں امام ابو حنیفہؒ نے حدیث کی مخالفت کی ہے مگر ان کا کتنا درست نہیں۔ ان کے جواب میں کئی حضرات نے کتابیں لکھیں۔ علامہ کوثریؒ نے بھی ”الکتب الطریفہ فی التحدیث عن ردود ابن ابی شیبہ“ کے نام سے کتاب لکھی ہے۔ اور اردو زبان میں راقم الحروف کے بھتیجے فاضل نوجوان عزیزم مولوی محمد عمار خان ناصر سلمہ، فاضل مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ و دفاق المدارس العربیہ پاکستان نے بہترین انداز میں امام اعظم ابو حنیفہؒ اور عمل بالحدیث کے نام سے کتاب لکھی جس میں ان تمام مسائل کے بارہ میں ثابت کیا ہے کہ ان میں سے کسی مسئلہ میں بھی امام ابو حنیفہؒ نے حدیث کی مخالفت نہیں کی جن مسائل کا ذکر حافظ ابو بکر بن ابی شیبہؒ نے کیا ہے۔ اور یہ کتاب ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ نے شائع کی ہے۔

امام صاحبؒ سے اختلاف کرنے والی بزرگ شخصیات کے بارہ میں نظریہ

ان شخصیات کے متعلق صرف بزرگن دین کی عبارات ہی نقل کر کے اس کے مطابق ہی نظریہ اپنانے کی عوام و خواص سے درخواست کرتے ہیں۔ چنانچہ حافظ ابوالخیر شمس الدین محمد بن عبد الرحمن السخاویؒ الشافعی المتوفی ۹۰۲ھ فرماتے ہیں کہ جو کچھ ابو الشیخ بن حبانؒ نے اپنی کتاب السنہ میں بعض مقتدا ائمہ کے بارہ میں نقل کیا ہے یا حافظ ابو احمد بن عدیؒ نے اپنی کمال میں یا حافظ ابو بکر خطیبؒ نے تاریخ بغداد میں یا ان سے پہلے ابن ابی شیبہؒ نے اپنے مصنف میں اور امام بخاریؒ و نسائیؒ نے لکھا ہے اور ایسی چیزیں لکھی ہیں کہ ان کی شان علم و اتقان سے بعید ہیں۔ ان امور میں ان کی ابتلاء و پیروی سے اجتناب و احتراز کرنا ضروری ہے۔

(الاعلان بالفتح ص ۶۵)

حافظ جمال الدین ابن الجوزی الحنبلیؒ المتوفی ۵۹۷ھ کے نواسے شیخ ابو الخضر شمس الدین یوسف بن فرغی المعروف بسط ابن الجوزی المتوفی ۶۵۳ھ لکھتے ہیں کہ خطیبؒ پر تو کوئی تعجب نہیں کیونکہ انہوں نے علماء کی ایک جماعت پر طعن کیا ہے۔ زیادہ تعجب تو اتنا جان (ابن الجوزیؒ) پر ہے کہ انہوں نے خطیبؒ کا طریق کار کیوں اختیار کیا (مرآة الزمان بحوالہ مقدمہ انوار الباری ج ۱ ص ۱۸)

علامہ ابن الجوزی نے المنتظم میں لکھا ہے کہ محدث اسماعیل بن ابی الفضل اصمہانی فرمایا کرتے تھے کہ تین حفاظ حدیث مجھ کو ان کے شدت تعصب اور قلت انصاف کی وجہ سے ناپسند ہیں۔ ایک حاکم ابو عبد اللہ اور دوسرے ابو نعیم اصمہانیؒ اور تیسرے ابو بکر خطیبؒ۔ ((المنتظم ج ۸ ص ۲۶۹))

اور شیخ شمس الدین محمد بن یوسف صالحیؒ الشافعی المتوفی ۹۳۲ھ نے اپنی کتاب عقود الجمان میں لکھا ہے کہ تم خطیبؒ کی ان باتوں سے جو انہوں نے امام ابو حنیفہؒ کی شان رفع کے خلاف نقل کر دی ہیں دھوکہ میں نہ پڑ جانا کیونکہ خطیبؒ نے اگرچہ ملاحین امام اعظمؒ کے اقوال بھی نقل کیے ہیں مگر اس کے بعد وہ امور نقل کیے جس نے ان کی کتاب کا مرتبہ بھی گرا دیا اور اس کو بڑا عیب لگ گیا جس کی وجہ سے ہر چھوٹا بڑا ان کو ہدف ملامت بنانے پر مجبور ہوا۔ (عقود الجمان ص ۳۱) نیز فرماتے ہیں کہ کوئی یہ خیال نہ کرے کہ جن لوگوں نے امام ابو حنیفہؒ کے بارہ میں کلام کیا ہے ان کا کلام غیبت کے زمرہ میں نہیں آتا۔ بلکہ ان کا یہ کلام غیبت ہی ہے اس لیے کہ جس امام کے علم و عبودیت و زہد و تقویٰ و صدق اور ائمہ کے سردار ہونے کا حل واضح ہو چکا ہو اس کے بارہ میں ایسی کلام حسد کا نتیجہ ہی ہے اور بعض لوگوں نے تو ایسی فحش چیزیں ان کی طرف منسوب کر دی ہیں جن کا ارتکاب ادنیٰ دین والا بھی نہیں کرتا۔ حالانکہ وہ ان چیزوں سے بالکل بری ہیں اور ان لوگوں نے یہ چیزیں ذکر کر کے صرف ان کی شہرت کو نقصان پہنچانے کا ہی ارادہ کیا ہے۔ (عقود الجمان ص ۲۵)

نیز فرماتے ہیں کہ خطیبؒ نے امام ابو حنیفہؒ کے مطاعن میں جو روایات نقل کی ہیں ان میں سے اکثر روایات کی سندوں میں حکم فیہ یا مجہول راوی ہیں۔ اور کسی مومن کے لیے جائز نہیں کہ ان جیسی روایات کا سہارا لے کر مسلمانوں کے ائمہ میں سے کسی کی عزت کو داغدار کرے۔ (عقود الجمان ص ۴۰۵)

اور علامہ شیخ عبد الوہاب الشرنبلالی الشافعی المتوفی ۹۷۳ھ فرماتے ہیں کہ امام اعظم ابو حنیفہ کی کثرت علم و ورع و عبادت و وقت مدارک و استنباط پر سلف و خلف نے اجماع کیا ہے اور وہ کتاب و سنت کے خلاف رائے سے بری الذمہ تھے اور جس نے ان کی طرف ایسی نسبت کی ہے تو اس کی بات کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ (المیزان الکبریٰ ص ۶۲ ج ۱)
نیز فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ پر جرح کرنے والے متعصب ہیں۔ (المیزان الکبریٰ ج ۱ ص ۶۵)

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے مقدمہ فتح الباری میں لکھا کہ اسی لیے جارحین کی جرح امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں مقبول نہیں جنہوں نے امام صاحبؒ کو کثرت قیاس قلت عربیت یا قلت روایت حدیث وغیرہ سے مطعون کیا ہے کیونکہ یہ سب جروح ایسی ہیں کہ ان سے کسی راوی کو مجروح نہیں کیا جاسکتا۔ (بحوالہ مقدمہ انوار الباری ج ۱ ص ۱۳۰)

امام بخاریؒ نے احناف کے خلاف رویہ سخت رکھا مگر احناف کے بغیر گزارہ ان کا بھی نہ ہوا اس کا اندازہ اسی بات سے کر لیں کہ انہوں نے اپنی صحیح میں جو تئیس ثلاثیات (وہ روایات جن میں امام بخاریؒ اور حضور علیہ السلام کے درمیان صرف تین راویوں کا واسطہ ہے) بیان کی ہیں اور صحاح ستہ کی کتابوں میں ثلاثیات بڑے اعزاز کا باعث ہیں۔ ان تئیس ثلاثیات میں سے تقریباً بیس حنفی راویوں سے ہیں۔ امام بخاریؒ عظیم المرتبت ہونے اور امیر المؤمنین فی الحدیث ہونے کے باوجود اپنی صحیح کے علاوہ باقی کتابوں میں کئی مسائل میں خطاء سے نہ بچ سکے اسی لیے لوہام البخاری پر مستقل کتابیں لکھی گئیں اور امام ابو حاتمؒ نے خطاء البخاری فی تاریخہ کے نام سے کتاب لکھی اور امام بخاریؒ کو اپنے دور میں بعض مسائل کی وجہ سے چوٹی کے محدثین کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ یہاں تک کہ ائمہ محدثین امام ذہلیؒ امام ابو زرہؒ اور امام ابو حاتمؒ نے یہاں تک کہہ دیا کہ امام بخاریؒ سے روایت ہی نہ لی جائے۔ جب اس صورت حل میں یہ تمام کچھ ہونے کے باوجود امام بخاریؒ کی شان میں کوئی فرق نہ آیا حالانکہ ان کے ساتھ اختلاف کی بنیاد موجود تھی تو اگر امام ابو حنیفہؒ کے ساتھ بعض اہم شخصیات نے بے بنیاد اختلاف کیا ہے تو یقیناً اس کی وجہ سے امام ابو حنیفہؒ کی شان میں بھی کوئی فرق نہیں آتا۔ امام بخاریؒ نے احناف کے بارے میں اپنے سخت رویہ ہی کی وجہ سے فرمایا کہ امام ابو یوسفؒ متروک ہیں۔ تو اس کے بارے میں مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق خان مرحوم نے لکھا کہ قاضی ابو یوسف کوفہ کے امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد فقیہ عالم اور حافظ

حدیث تھے۔ پھر آگے لکھتے ہیں کہ امام احمدؒ، یحییٰ بن معینؒ اور علی بن المدینیؒ تینوں امام ابو یوسف کے ثقہ ہونے پر متفق تھے تو جس کو ایسے اکلہ محدثین ثقہ کہیں اس کو متروک الحدیث کہنا کیسے درست ہو۔ (الترجۃ المکمل بحوالہ مقدمہ انوار الباری ج ۲ ص ۲۳)

غیر مقلدین کے عمدۃ المحدثین مولانا نذیر حسین دہلویؒ کا سبق آموز بیان

حضرت مولانا نذیر حسین صاحب دہلویؒ رفع الالہا عن بعض الناس ص ۳۱ و ۳۲ میں لکھتے ہیں کہ رسالہ بعض الناس کے مولف نے تنبیہ کا عنوان قائم کر کے مسند خوارزمی سے جو خطیب بغدادی کی تشفیج نقل کر کے پانچ جواب لکھے ہیں، ہمارے نزدیک اس کی ضرورت نہ تھی کیونکہ ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ خطیبؒ نے امام صاحبؒ کے مطابق و معاتب کا ذکر تنقیص کے ارادہ یا حسد سے نہیں کیا بلکہ یوں ہی مورخین کی عام عادت کے موافق وہ تمام باتیں جمع کر دی ہیں جو امام صاحبؒ کے بارہ میں کہی گئی ہیں۔ پھر آگے لکھتے ہیں کہ امام شافعیؒ نے بھی قیاس و اصول سے بہت کام لیا ہے بلکہ جیسا کہ خود احتاف نے دعویٰ کیا ہے ممکن ہے مجموعی حیثیت سے ان کے قیاسات کی تعداد امام صاحبؒ سے بڑھ کر بھی ہو مگر اصل اعتراض ان قیاسات پر ہے جو بمقابلہ اخبار ہوتے ہیں اور ان میں امام صاحبؒ کا پلہ ہی بھاری ہوتا ہے۔ (یہ مولانا مرحوم کا محض دہم ہے درنہ حقیقت اس کے بالکل خلاف ہے۔ قارن) درنہ ہم بھی امام صاحبؒ کے فضائل سے منکر نہیں ہیں اور نہ ہی ہم امام شافعیؒ کو امام ابو حنیفہؒ پر ترجیح دیتے ہیں اور ایسا ہو بھی نہیں سکتا کیونکہ خود امام شافعیؒ نے اپنے اقرار سے سب لوگوں کو فقہ میں امام صاحبؒ کا عیال قرار دیا ہے۔ پھر آگے لکھتے ہیں، پھر آپ کے فضائل کا شہرہ مشارق و مغارب میں ہو چکا ہے اور آپ کے فضل و کمال کے سورج تمام اطراف و جوانب ارض کو روشن کر چکے ہیں حتیٰ کہ ان کا بیان صحراء و دیانوں کے مسافروں اور گھروں کی پردہ نشین عورتوں کی زبان زد ہو چکا۔ تمام آفاق کے لوگوں نے ان کو نقل کیا اور اہل شام و عراق نے ان کا اقرار و اعتراف کیا۔ غرض وہ امام جلیل نبیل عالم فقیہ نبیہ سب سے بڑے فقیہ تھے کہ ان سے خلق کثیر نے نفقہ حاصل کیا۔ پھر آگے لکھتے ہیں لیکن ان کی بعض لغزشوں کی وجہ سے ان کی شان میں گستاخی و سوء ادب کا معاملہ بھی جائز نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ مجتہد تھے اور مجتہد سے خطا و صواب لغزش و ثبات دونوں ہی ہوتے ہیں۔ پھر آگے لکھتے ہیں اور امام بخاریؒ کی وجہ سے کوئی امام صاحبؒ کو برا بھلا کہنے کا جواز نہ نکالے

کیونکہ ان دونوں کی مثل ایسی ہے کہ دو شیر آپس میں لڑتے ہوں تو کیا لومڑیوں بھیڑیوں کو ان کے درمیان پڑنے کا موقع ہے یا جیسے دو مضبوط پہلوان آپس میں طاقت آزمائی کر رہے ہوں تو کیا عورتوں اور بچوں کے لیے ان کے درمیان مداخلت کرنے کا کوئی وجہ جواز ہو سکتی ہے؟ ظاہر ہے کہ وہ اگر ایسی غلطی کریں گے تو خود ہی ہلاک و تباہ ہوں گے۔ (رفع الالتباس عن بعض الناس بحوالہ مقدمہ انوار الباری ج ۲ ص ۲۲۵)

ہم تمام مسلمانوں کو عموماً "اور امام ابو حنیفہ" کی مخالفت پر کمر بستہ غیر مقلدین کو خصوصاً دعوت فکر دیتے ہیں کہ عہدہ المحدثین کی عبارت پر غور کریں۔ جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ خطیب بغدادیؒ نے امام صاحبؒ کے بارہ میں جو نقل کیا ہے اس کی حیثیت محض تاریخی ہے۔ اور یہ کہ قیاس کی وجہ سے طعن و تشنیع درست نہیں اور امام ابو حنیفہؒ پر امام شافعیؒ کو ترجیح نہیں دیتے۔ اور امام صاحبؒ سب سے بڑے فقیہ تھے۔ اور ان کی شان میں گستاخی درست نہیں۔ اور اس چیز کو بہانہ بنا کر کہ امام بخاریؒ نے امام صاحبؒ کی مخالفت کی ہے امام صاحبؒ کو برا بھلا کہنا جائز نہیں ہے۔ اور پھر جو ایسا کرے گا وہ اپنا ہی نقصان کرے گا اور خود کو ہی ہلاک و برباد کرے گا۔ ہر مسلمان اپنے آپ کو نقصان سے بچائے کہ اکابر ائمہ کی گستاخی و بے ادبی سے باز رہے۔ ہم نے امام صاحبؒ کی صفائی میں سبط ابن الجوزی کے علاوہ باقی کسی حنفی عالم کی عبارت پیش نہیں کی بلکہ تمام عبارات شافعی، حنبلی اور غیر مقلد علماء و اکابر کی ہیں تاکہ کوئی آدمی امام صاحبؒ کے ساتھ محض حسن ظنی کا طعنہ دے کر معاملہ کو نظر انداز ہی نہ کر دے۔ ان حضرات نے فروعات میں امام ابو حنیفہؒ سے متفق نہ ہونے کے باوجود ان کی جانب غلط منسوب کی گئی باتوں کی تردید فرمائی ہے اور علم کا حق ادا کیا ہے۔

جزاہم اللہ خیرافی الدارین

خطیب بغدادیؒ غیر مقلدین حضرات کی نظر میں

علامہ کوثریؒ نے خطیب بغدادیؒ کی تردید میں کتاب لکھی ہے اور جو اعتراضات موجودہ دور کے غیر مقلدین تاریخ بغداد سے لے کر امام ابو حنیفہؒ کی شخصیت کو مجروح کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں اور اعتراضات کرتے وقت خطیب بغدادیؒ کو عوام کے سامنے اس طرح پیش کرتے ہیں گویا کہ ان حضرات کے نزدیک خطیب بغدادیؒ کی بات حرف آخر ہے مگر حقیقت میں ان حضرات کے نزدیک خطیب بغدادیؒ کی جو حیثیت اور مقام ہے

اس کا اندازہ مندرجہ ذیل عبارت سے لگائیں۔ غیر مقلد عالم مولانا ابو الاشبل شافع صاحب کراچی کا ایک مضمون ”ایک غلطی کا ازالہ“ کے عنوان سے غیر مقلدین کے معروف رسالہ ہفت روزہ الاعتصام لاہور میں شائع ہوا۔ وہ امام بخاریؒ کی صفائی دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے امام بخاریؒ کے خلاف لکھا ہے۔ چنانچہ اپنے اس مضمون میں لکھتے ہیں ”چنانچہ ابلیس لعین کی رسالت سے مختلف انواہیں ان کی حیات اور ان کی وفات کے بعد پھیلائی گئیں اگرچہ پھیلانے والے رسوا و ذلیل ہو کر اس وار قلمی سے آنجھلی ہوئے۔ اور اس امام علی مقام کا کچھ نہ بگاڑ سکے البتہ ان انواہوں سے بعض شخصیتیں بھی متاثر ہوئیں اور ان میں غور و فکر کر کے محاکہ کرنے کے بجائے امام علی مقام کے لوہام سے تعبیر کر کے ان انواہوں کو جمع کر کے مستقل تصنیف کی شکل میں امت مسلمہ کے سامنے پیش کر دیا“ اور پھر آگے چل کر لکھتے ہیں ”چنانچہ اس سلسلہ میں سب سے اہم تصنیف خطیب بغدادیؒ کی ہے۔ انہوں نے الموضح لاویام الجمع والتفریق کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔ اس کی پہلی جلد کے کچھ صفحات کو امام بخاریؒ کے لوہام گننے میں سیاہ کیا ہے۔“ (ہفت روزہ الاعتصام، ۱۵ ربیع الاول ۱۴۱۹ھ تا ۲۰ جولائی ۱۹۹۸ء)

امامی غیر مقلدین حضرات سے صرف اتنی گزارش ہے کہ جب امام بخاریؒ کے خلاف لکھنے کو لوزاق سیاہ کرنے سے تعبیر کیا جاتا ہے حلائکہ امام بخاریؒ امیر المؤمنین فی الحدیث ہونے کے بلوجود ائمہ اربعہؒ میں سے کسی کے مرتبہ اور پایہ کے نہیں ہیں تو امام اعظم ابو حنیفہؒ کے خلاف لکھنے کی وجہ سے خطیب بغدادیؒ کو اگر اسی انداز میں پیش کر دیا جائے تو اس میں کیا حرج کی بات ہے؟ بلکہ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ غیر مقلدین حضرات کو امام اعظمؒ پر خطیب بغدادیؒ کے اعتراضات بیان کرتے وقت عوام کے سامنے خطیب بغدادیؒ کی اسی حیثیت کو ظاہر کرنا چاہئے تا کہ انصاف کے تقاضے پورے ہو جائیں اور عوام الناس کسی غلط فہمی کا شکار نہ رہیں۔

علامہ محمد زاہد بن الحسن الکوثریؒ کا مختصر تذکرہ

یہاں برصغیر کے عوام الناس تو علامہ کوثریؒ کی شخصیت سے متعارف نہیں۔ بلکہ دینی تعلیمی حلقوں کا بہت سا طبقہ بھی ان کی خدمات سے آگاہ نہیں۔ اس لیے کہ وہ زیادہ عرصہ مصر میں رہے اور ان کی کتابیں عربی میں ہیں۔ مصری کتابوں کا یہاں دستیاب ہونا ہی دشوار تھا

اور پھر کتابیں عربی میں ہونے کی وجہ سے یہاں کے لوگ ان کی قدر و قیمت سے ناواقف رہے۔ مگر مطالعہ کے شوقین اور مسائل میں تحقیقی ذوق رکھنے والے علماء اور ارباب علم علامہ کوثریؒ کی خدمات کو عظیم سرمایہ اور امت مسلمہ پر بہت بڑا احسان سمجھتے ہیں۔ علامہ کے اپنے ہم مسلک تو ان کو نہ پہچان سکے البتہ مخالفین ان کو خوب جانتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ خاص پروگرام اور سکیم کے تحت بے بنیاد باتیں ان کی طرف منسوب کر کے ان کی شخصیت کو مجروح کرنے کی سازشوں میں مصروف ہیں اس لیے مناسب خیال کیا کہ ان کے بارہ میں چند ضروری معلومات فراہم کر دی جائیں اور عام آدمیوں سے نہیں بلکہ علم کے پہاڑوں اور آسمانوں نے ان کو جن الفاظ سے خراج عقیدت پیش کیا ان کے تعارف کے لیے اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

راس الحدیث حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے طبقات ابن سعد میں مشہور تابعی حضرت مسروقؒ کا ایک جملہ پڑھا تھا کہ میں نے حضرت محمد ﷺ کے صحابہ کے ساتھ مجلس کی تو ان کو علمی چشموں کی طرح پایا بعض چشموں سے تھوڑے اور بعض سے بہت زیادہ لوگ سیراب ہوتے اور بعض ایسے تھے کہ اگر روئے زمین کے سارے لوگ بھی اس پر اللہ آئیں تو وہ ایک ہی چشمہ ان کے لیے کافی ہو تو میں نے حضرت عبد اللہ بن سعود کو اسی میں سے پایا۔ حضرت بنوریؒ فرماتے ہیں کہ اپنے دور میں میں نے اس جملہ کا مصداق علامہ کوثریؒ کو پایا جن کی وفات ۱۷۳۵ھ میں ہوئی جن کو وسعت علمی کے ساتھ ساتھ وقت نظر اور حیران کن یادداشت اور بے مثل حافظہ اور اعلیٰ اخلاق عاجزی، قناعت، ورع و تقویٰ اور مصائب پر صبر عطا کیا گیا تھا۔ وہ علم میں بھی مضبوط اور جسمانی طور پر بھی مضبوط جسم اور کشادہ پیشانی والے تھے اور وَزَادَهُ بَسْطَةُ فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ کا عملی نمونہ تھے۔ اور وہ عقائد میں سخت چٹان اور ماتریدیہ کے انتہائی طرفدار اور حنفیت پر پیش کیے جانے والے ہر طعن کا دفع کرنے والے اور اپنے مخالفین کے خلاف چمکتی ہوئی ایسی تلوار تھے جس میں دندانے نہ پڑ سکیں (ماخوذ از مقدمہ مقالات الکثری)

(۲) صحیح بخاری کے شارح حضرت مولانا احمد رضا صاحب بجنوریؒ، علامہ کوثریؒ کا تعارف اس طرح کرواتے ہیں۔ مشہور و معروف و محقق و مدقق جامع العلوم والفنون تھے۔ ترکی خلافت کے زمانہ میں آپ وکیل المشیخ الاسلامیہ مجدد تخصص تفسیر و حدیث میں استاذ علوم قرآنیہ، قسم شرعی جامعہ عثمانیہ استنبول میں استاذ فقہ و تاریخ فقہ اور دارالافتاء الاسلامیہ

استنبول میں استاذ لوب و عربیت رہے تھے۔ مصطفیٰ کمال پاشا کے لادینی فتنہ کے دور میں استنبول چھوڑ کر مصر آئے اور آخر وقت تک وہیں رہے۔ مطالعہ کتب اور وسعت معلومات میں بے نظیر تھے۔ استنبول کے چالیس نو اور و مخطوطات کے کتب خانوں کو پہلے ہی کھنگال چکے تھے۔ پھر دمشق و قاہرہ کے نو اور مخطوطات عالم کو بھی سینہ میں محفوظ کر لیا۔ حافظہ و استحضار حیرت انگیز تھا۔ نہایت مستغنی مزاج تھے۔ شیخ جامعہ ازہر مصطفیٰ عبد الرزاق نے سعی کی تھی کہ جامع ازہر میں درس حدیث کی قدیم روایات کو زندہ کریں اور شیخ کوثریؒ کو اس خدمت کے لیے آمادہ کرنا چاہا مگر آپ نے منظور نہ فرمایا۔ رَحِمَهُ اللہُ رَحْمَةً وَاسِعَةً وَ مَتَّعَنَا بِعُلُومِهِ (مقدمہ انوار الباری ج ۲ ص ۳۷۳)

اور دوسرے مقام پر علامہ عینیؒ کی عمدۃ القاری کی علمی حیثیت اور فتح الباری سے اس کے نقل کے بعد فرماتے ہیں ”یہ تمام تفصیل جو اوپر نقل ہوئی“ محقق و محدث علامہ کوثریؒ قدس سرہ کے طفیل میں پیش کر رہا ہوں“ (مقدمہ انوار الباری ج ۲ ص ۱۵۸)

(۳) جامعہ قاہرہ مصر کے استاذ الشریعہ الشیخ محمد ابو زہرہ فرماتے ہیں ’ہر عالم کی وفات پر اس کی جگہ سالہا سال تک خالی رہتی ہے مگر جس قدر خلا علامہ کوثریؒ کی وفات کے بعد پیدا ہوا ہے اتنا خلا کسی اور کی وفات کے بعد میرے علم میں نہیں ہوا۔ بے شک الامام الکوثریؒ بہت بڑے امام تھے اور جدید نظریات کے حامل نہیں بلکہ سختی سے سلف صالحین کی اتباع کرنے والے تھے اور وہ اس پابندی میں رہتے ہوئے جدت کے قائل تھے بے شک وہ حق گو عالم تھے اور میرا ان سے تعلق ان کی ملاقات سے پہلے ہی ان کی کتابوں اور حواشی کا مطالعہ کرنے سے ہو گیا تھا جن سے علم کی روشنی پھوٹی ہے اور ان کے لکھے ہوئے حواشی کو ایک نظر دیکھنے والا ہی جان لیتا ہے کہ ان کا علم کتنا راسخ اور ان کی معلومات کا دائرہ کس قدر وسیع تھا اور پڑھنے والوں کو احساس تک نہیں ہوتا کہ ان کتابوں کا لکھنے والا غیر عربی ہے بلکہ یہی احساس ہوتا ہے کہ اس نے عرب میں ہی نشو و نما پائی ہے اور عربی ماحول کے علاوہ کسی اور ماحول کا سایہ تک اس پر نہیں پڑا۔ حالانکہ وہ اصل میں ترکی تھے۔ علامہ کوثریؒ کی زندگی مجاہدانہ اور تکالیف پر مبر کرنے والی تھی۔ موصوف اپنی علمیت کی وجہ سے ترکی میں شیوہ الاسلام کے وکیل کے عہدہ پر فائز ہوئے اور پھر اپنے آپ پر باطل کا لیبل لگوانے سے پہلے ہی معزول ہو گئے۔ اور جب ان کے علاقہ میں اللہ پھیلنا شروع ہوا تو سخت کبیدہ خاطر ہوئے اور اس علاقہ میں دین پر باقی رہنا ایسا دشوار ہو گیا جیسے انگارے ہاتھ میں پکڑنا تو ایسے حالات

میں ان کے لیے تین ہی راستے تھے کہ ان میں سے کسی کو اختیار کر لیں۔ یا تو گرفتاری دے کر اپنے علم کو قید خانہ میں ہی بجا دیتے اور لوگوں کو اس سے محروم رکھتے یا پھر چالپوسی اور مداخلت سے کام لے کر حکومتی کارندوں کے ساتھ وابستہ رہتے مگر یہ دونوں صورتیں ایک عالم کو زیب نہیں دیتیں اور تیسری صورت یہ تھی کہ اپنا علاقہ چھوڑ کر ہجرت کر جائیں اور اسی کو علامہ کوثریؒ نے اختیار کیا۔ پہلے مصر پھر شام پھر قاہرہ پھر دمشق اور پھر مستقل طور پر قاہرہ میں ہی ڈیرہ ڈال دیا۔ اور وہ جہاں بھی رہے علم کے پیاسے ان سے اپنی علمی پیاس بجھاتے رہے۔ میں ایک دفعہ ان کی ملاقات کے لیے گیا تو علمی گفتگو ہوئی تو جب میں والہاں آیا تو یہ کہنے پر مجبور تھا کہ اس شخص کے جسم میں بہت عظیم روح مقید ہے۔ بلاخر وہ اپنے رب کا شکر ادا کرتے ہوئے اور مصائب پر صبر کرتے ہوئے اس مقام کی طرف کوچ کر گئے جہاں نیک صدیق لوگ جاتے ہیں۔ فرضی اللہ عنہ وارضاه۔

(۴) قاصد کے عظیم واعظ الشیخ محمد اسماعیل عبد رب النبی فرماتے ہیں کہ علامہ کوثریؒ نے مصر کے محلہ العباسیہ میں ۱۹ ذوالقعدہ ۱۲۳۷ھ بروز اتوار وقت پائی اور بہت بڑے محقق علم میں راسخ اور کئی علمی کتابوں کے مولف تھے۔ لمحوں اور گمراہ فرقوں کے خلاف جنگی تلواریں تھے۔ ان کو ہر علم میں فوقیت حاصل تھی۔ بالخصوص فن الجرح والتعديل اور احوال الرجال کی معرفت اور علماء کے عیالات اور فرق اسلامیہ کی تاریخ میں ان کو بلند مقام حاصل تھا۔ وہ انتہائی کریم الطبع اور تواضع والے تھے اور الحب فی اللہ والبغض فی اللہ کا عملی نمونہ تھے اور جب بھی ان سے انتہائی مشکل مسئلہ پوچھا جاتا تو وہ اس کی تمام گہریں کھول کر اس کو واضح فرما دیتے تھے۔ اور وہ خوبصورت جسم کے مالک اور میل جول میں انتہائی اچھے اور حق بہت ظاہر کرنے میں بہت بہادر تھے اور حق کے راستہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ میں جب بھی ان کی رہائش گاہ پر ملاقات کے لیے گیا تو وہاں ان سے استفادہ کرنے والوں کا جم غفیر پایا۔ جہاں لوگ ان سے استفادہ کرنے والے تھے وہاں بعض لوگ ان سے حسد کرنے والے بھی تھے۔ اور انہوں نے ان کو حنفیت میں متعصب شمار کر رکھا تھا حالانکہ یہ خالص جموٹ ہے۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ اگر کسی وقت کسی نے حنفیت کے خلاف باجائز طور پر حملہ کیا تو وہ اس پر ذرا بھی رحم نہ کھاتے تھے اور انہوں نے ملت اور ائمہ اور حق و علم کے دفاع کو ہی اپنی زندگی کا مشن بنایا ہوا تھا۔

(۵) مصر کے معروف عالم احمد خیری صاحب فرماتے ہیں کہ علامہ کوثریؒ ۲۷ یا ۲۸ شوال

۱۳۶۶ھ بروز منگل فجر کی لڑان کے وقت بستی الحاج حسن آفندی میں پیدا ہوئے۔ (اور یہ بستی علامہ کوثریؒ کے والد کے نام پر مشہور تھی اور ترکی کے علاقہ آستانہ کے قریب تھی) اور ابتدائی علوم دوزجہ کے شیوخ سے حاصل کیے پھر آستانہ چلے گئے اور پھر ۱۳۲۵ھ کو سند فراغت حاصل کرنے کے بعد تدریس میں مشغول ہو گئے اور پھر ایک پاکباز خاتون سے شادی کی جو ہر حال میں ان کی غم خوار اور معلون رہی۔ اور اس سے ایک بچہ اور تین بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ بچہ اور ایک بیٹی تو ان کے ہجرت کرنے سے پہلے آستانہ میں ہی فوت ہو گئے اور دو بیٹیاں مصر میں فوت ہوئیں ان میں سے ایک ۲۰ شوال ۱۳۵۳ھ کو ٹائی فائیڈ میں مبتلا ہو کر اور دوسری ۷ رجب ۱۳۶۷ھ میں شوگر کے مرض کی وجہ سے انتہائی کمزوری کی وجہ سے فوت ہوئی۔ علامہ کوثریؒ اپنی آخری عمر میں شوگر اور بلڈ پریشر کے عارضہ میں مبتلا ہوئے مگر اس کے باوجود تالیف اور تلافی سے ملاقات وغیرہ معمولات میں فرق نہ آنے دیا۔ اور آخری عمر میں نظر کمزور ہونے کی وجہ سے آنکھ کا آپریشن کروایا اور پھر پیشاب بند ہو جانے کی وجہ سے ہسپتال میں داخل ہوئے۔ اور میں نے جب ان سے آخری ملاقات کی اور ان کے ہاں ۲۷ رمضان کا روزہ انظار کیا تو اس موقع پر میں نے ان پر انتہائی ضعف کے آثار دیکھے مگر ان کے حواس ٹھیک تھے اور یادداشت بہت تیز تھی۔ اور انہوں نے مجھے آستانہ کے مکتبہ طوبیقبو کے بارہ میں بعض فائدہ کی باتیں لکھوائیں حالانکہ ان کو وہ مکتبہ چھوڑے ہوئے تیس سال سے زائد کا عرصہ ہو چکا تھا۔ اور پھر شوال میں دوبارہ پیشاب بند ہوا تو ہسپتال میں داخل ہوئے اور پھر اپنی مہاش گاہ میں منتقل ہوئے۔ اور وفات سے ایک دن پہلے ہفتہ کے دن بخار کا حملہ ہوا تو ڈاکٹر نے معائنہ کرنے کے بعد بتلایا کہ ان کو انفلوئنزا ہے اور دوائی تجویز کی اور اتوار کی رات کو بخار تیز ہو گیا اور کمزوری حد سے بڑھ گئی اور اتوار کے دن الشیخ عبد اللہ جو کہ علامہ کی تیمارداری پر مامور تھے انہوں نے محسوس کیا کہ کچھ دوست احباب کو بلا لیا جائے اور وہ احباب کو اطلاع دینے کی غرض سے گئے اور اس دوران علامہ کے پاس ان کی بیوی تھی جس کو انہوں نے تلقین کی تھی کہ روح نکلنے کے وقت سورۃ الفاتحہ پڑھتی رہے۔ اور اس وفا شعار بیوی نے اسی طرح کیا اور بالآخر علامہ نے اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دی اور سوموار کے دن ظہر کی نماز سے پہلے الجامع الازھر میں ان کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور نماز جنازہ الشیخ عبد الجلیل عیسیٰ نے پڑھائی جو کہ جامع ازھر میں کلیہ اللغة العربیہ کے شیخ تھے۔ اور پھر علامہ کو الرضوان روڈ پر الشیخ ابراہیم سلیم کے باغیچے میں امام شافعیؒ کے ساتھ دفن کیا گیا۔

اور احمد خیری صاحب نے علامہ کوثریؒ کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کی علمی خدمات میں ان کی تالیفات اور مختلف کتابوں پر حواشی اور مقدمے جو انہوں نے لکھے ان کی تعداد ایک سو سولہ بتائی ہے۔ اور ان کے اساتذہ میں سے بعض مشہور حضرات اور ان کے مشہور تلامذہ کا ذکر کیا ہے اور پھر ایک فصل میں علامہ کوثریؒ کی سند لام ابو حنیفہؒ کے واسطے سے حضور ﷺ تک بیان کی ہے۔

اور احمد خیری صاحب نے مختلف قصیدوں میں علامہ کوثریؒ کو خراج عقیدت پیش کیا جن میں سے بعض اشعار پیش کیے جا رہے ہیں۔

ونیشأت فیہا عالما ومعلما وحیبت مثل الشمس بین الانہر
اور تو نے اس علاقہ میں علم سیکھتے سکھاتے نشو و نما پائی اور تو نے اس طرح زندگی گزاری
جیسے سورج طلوع اور غروب کے وقت کے درمیان ہوتا ہے۔

ونشرت علما طول عمرک داعیا کل الانام الی الصراط الانور
اور تو نے ساری عمر علم پھیلایا اس حل میں کہ تمام لوگوں کو سب سے روشن راستہ کی طرف
دعوت دیتا رہا۔

رغمت انوف الحاسدین بعلمہ وبحسن سیرتہ و صلیق المخبر
تو نے اپنے علم، حسن سیرت اور سچی خبروں کے ساتھ حسد کرنے والوں کے ناک خاک آلود
کر دیے۔

فی فقہہ کالبزدوی محمد او مثل عبد اللہ او کالکردری
تو فقہ میں لام محمد بزوی کی طرح یا عبد اللہ (ابو البرکات السفی) یا (محمد بن عبد الستار)
الکردری کی طرح تھا۔

احییت علم ابی حنیفہ فی الوری وجلوت ما اخفاء منہ الممتری
تو نے لوگوں میں ابو حنیفہؒ کے علم کو زندہ کیا۔ اور جس کو شک ڈالنے والوں نے چھپا دیا تھا تو
نے اس کو روشن کیا۔

القیمت خصمان الامام حجارۃ فی شدۃ ونفاۃ کالجوہر
تو نے لام (ابو حنیفہؒ) کے دشمنوں کا ایسی کلام سے منہ بند کیا جو سختی میں پتھر کی طرح اور
نفاست میں جوہر کی طرح تھی۔

یا معشر الاحناف مات فقیہکم من کان یلغ عنکم من یفتری

اے خفیو! تمہارا فقیہ اس دنیا سے چلا گیا جو تمہاری طرف سے بہتان تراشی کرنے والوں کے بہتان کا دفاع کرتا تھا۔

کیف الاحاطة بالفضائل والحجبا والعلم والاخلاص دون تعثر
تو نے کیسے احاطہ کر رکھا تھا فضائل اور عقلمندی اور علم اور ایسے اخلاص کا جس میں ذرا بھی لغزش نہ تھی۔

(ان تمام بزرگوں کے بیانات مقالات الکوثریؒ کے مقدمہ سے ماخوذ ہیں)

علامہ کوثریؒ کا طرز تحریر

علامہ کوثریؒ کی ٹھوس دلائل پر مشتمل تحریر کا صحیح اندازہ تو ان کی کتابوں کا مطالعہ کرنے والا ہی کر سکتا ہے۔ انہوں نے اپنے مخاطب سے بہت محتاط لہجہ اختیار کیا۔ البتہ نائب الخطیب میں بعض جگہ لہجہ کچھ سخت بھی ہے اس لیے کہ خلاف واقعہ لکھنے والے حضرات کا اپنی شان کے برخلاف انتہائی گھٹیا درجہ کی کلام پر اترنے کی حالت پر بخدین کا لہجہ نقد کے وقت سخت ہو ہی جاتا ہے جیسا کہ مستدرک میں امام حاکمؒ پر نقد کرتے ہوئے کئی مقام میں امام ذہبیؒ کہتے ہیں کہ کیا مولف کو شرم نہیں آئی کہ اس نے ایسی بات کہہ دی ہے۔ اسی طرح علامہ ابن الجوزیؒ نے خطیب بغدادی کی ایک بات پر نقد کرتے ہوئے کہا کہ کیا خطیب کو یہ کہتے ہوئے شرم نہیں آئی۔ اگر اسی قسم کا لہجہ علامہ کوثریؒ نے اختیار کیا ہے تو ان کو معذور سمجھا جائے اس لیے کہ خطیب بغدادیؒ نے امام صاحب سے متعلق جو باتیں کہی ہیں وہ من گھڑت بھی ہیں اور خطیب بغدادیؒ نے اپنی شان سے انتہائی نیچے گر کر ان کو لکھا ہے۔ مگر اس کے باوجود جگہ جگہ علامہ کوثریؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے درگزر فرمائے اور جن کے بارہ میں انہوں نے باتیں کہی ہیں ان کے دل میں ڈال دے کہ ان کو معاف کر دیں۔ اسی سے اندازہ کر لیں کہ اپنے سخت ترین مخالفین کے بارہ میں بھی علامہ کوثریؒ اپنے دل میں کس قدر خیر خواہی کا جذبہ رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

یا الہ العالمین۔

اظہار تشکر

میں پیر طریقت حضرت مولانا سید نفیس الحسنی شاہ صاحب دام مجدہم کا تمہ دل سے شکر گزار ہوں کہ انہوں نے میری درخواست پر پیش لفظ کے طور پر قیمتی کلمات تحریر

فرمائے۔ اور میں ان تمام حضرات کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے مجھے تانیب الخطیب کے اردو ترجمہ کی طرف توجہ دلائی اور اپنے بھتیجیوں عزیزم مولوی محمد عمار خان ناصر اور حافظ ناصر الدین خان عامر سلمہما الرحمن جنہوں نے بڑی محنت سے کتب کی کمپوزنگ کی اور محترم جناب مولوی عبد الرحیم صاحب مدرس مدرسہ نصرة العلوم گوجرانوالہ اور مولوی حافظ عبد الواحد متعلم مدرسہ نصرة العلوم اور جناب ماسٹر محمد اشرف صاحب کا جنہوں نے پروف ریڈنگ میں احقر سے تعاون فرمایا اور مدرسہ نصرة العلوم گوجرانوالہ کے مفتی محمد اقبال صاحب اور دار العلوم تبلیغی مرکز کے مولوی ریاض احمد صاحب جنہوں نے وقتی طور پر کتب کی اشاعت کے لیے تعاون فرمایا، میں ان تمام حضرات کا تمہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اور تمام قارئین کرام سے درخواست ہے کہ وہ راقم الحروف کے والدین و جمیع اساتذہ کرام کے لیے خصوصی دعا فرمائیں کہ جو فوت ہو چکے ہیں ان کے درجات اللہ تعالیٰ بلند فرمائے اور جو زندہ ہیں ان کا سایہ صحت و عافیت کے ساتھ تا دیر سلامت باکرامت فرمائے۔ اور راقم الحروف کی اس محنت کو شرف قبولیت سے نوازے اور دینی خدمت کی زیادہ سے زیادہ ہمت اور جذبہ نصیب فرمائے۔ آمین یا اللہ العالمین۔

احقر حافظ عبد القدوس خان قارن

رب يسر ولا تعسر وتمم بالخیر ویک نستعین یا فلاح

بسم الله الرحمن الرحيم

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ مخلوق کے سردار حضرت محمد ﷺ پر اور آپ کی آل اور سب صحابہ پر خصوصی رحمتیں نازل فرمائے۔
 لما بعد! پس بیشک ائمہ متبوعین رضی اللہ عنہم ایک خاندان کی طرح تھے۔ اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی شریعت کی خدمت میں ایک دوسرے کے مددگار تھے۔ ایک دوسرے کی علمی حیثیت سے فائدہ اٹھاتے تھے یہاں تک کہ فقہ اسلامی کا پھل ان کے ہاتھوں مکمل طور پر پک گیا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اس چیز کی چھان بین کی طرف پوری توجہ کرتے تھے جو سنت میں وارد ہے اور یہ سلسلہ فضیلت والے زمانے کے بعد اس وقت تک جاری رہا جب تک بے جا مداخلت کرنے والے لوگ پیدا نہیں ہوئے تھے (اور فقہ اسلامی کے ان کے ہاتھوں پکے کی) ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ کتاب اللہ اور سنت رسولؐ کے عظیم الشان معانی اور دور رس مقاصد کے سمجھنے میں بڑی سختی سے آگے بڑھتے رہے اور یہ سلسلہ لغت میں ایسے طریقے ایجاد ہونے سے پہلے تک جاری رہا جن طریقوں نے اس لغت کو ایسے معانی سے انتہائی دور کر دیا جو غزل وحی کے زمانہ میں ایک دوسرے سے گفتگو کے دوران سمجھے جاتے تھے اور اللہ تعالیٰ کا ان ائمہ پر بہت بڑا فضل تھا کہ ان کو اس عظیم کام کے لیے منتخب کیا اس مرتبہ کے مطابق جتنی اللہ تعالیٰ نے ان کو انتہائی ذہانت، حافظہ کی قوت، معانی کی تہہ تک پہنچنے کی خوبی عطا فرمائی اور غور و فکر کے بعد پوشیدہ حقائق کو روشن کرنا اور مسائل سمجھنے اور سمجھانے میں انتہائی فریفتہ ہونا اور تیز طبیعت ہونا (دل میں بہت جلدی معلومات جمع کر لینا) اور عمدہ انداز میں بہت دوسرے تک پہنچانا اور شیریں بیان اور وسیع ملکیت اور کامل صحت والا ہونا اور گھیر لینے والی عافیت نصیب ہونے کی خوبیوں سے نوازا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اخلاص میں عظمت کے ساتھ ان ائمہ کو نبی کریم ﷺ کے مبارک زمانے کے قریب زمانے والا ہونا بھی نصیب فرمایا اور وہ رلوی جو ان ائمہ اور صحابہ کرامؓ کے درمیان روایت کرنے والے ہیں، ان کی تعداد اکثر روایات میں صرف دو ہے۔ ایک ان کا استاذ اور دوسرا استاذ الاستاذ (اور پھر آگے صحابی رلوی ہے) اس صورت حل میں ان کے لیے ان دو راویوں کے حالات کو اور جو ان کے طبقہ کے ہیں، ان کے حالات کو ایسے انداز سے پہنچانا انتہائی آسان تھا کہ شک کی کوئی گنجائش باقی نہ رہتی۔

بہر حال وہ لوگ جن کا زمانہ ان ائمہ کے زمانے سے متاخر ہے اور ان میں سے کسی نے ان راولیوں کے بارے میں کلام کیا ہے، بالخصوص بڑے بڑے فتنوں کے رونما ہونے اور تعصب کے عام ہو جانے کے بعد تو ایسے آدمی پر آسان نہیں ہے کہ اس کا کلام ان کے بارے میں کما حقہ ان کے احوال اور اقوال جاننے کے بعد ہو۔ پس ان رجال کے بارے میں جو ان ائمہ کے اور صحابہ کرام کے درمیان تھے، ائمہ کے نظرو نگار کی جانب دل زیادہ میلان رکھتا ہے کیونکہ ان کو ان کے ساتھ بہت اتصال اور کتابوں سے ان کے احوال کو پڑھنا پڑھانا حاصل تھا۔ بخلاف اس کے کہ جس کا زمانہ متاخر ہو اور وہ ان کے بارے میں جرح کرے۔ کیونکہ اس کا کلام ملاوٹ سے خالی نہیں ہو سکتا۔

اور ان ائمہ کے ذی شان اصحاب تھے جنہوں نے ان کے علوم کو بہترین انداز میں بعد والے لوگوں تک پہنچایا اور اسی طرح ان کے اصحاب کے اصحاب بھی تھے اور یہ سلسلہ ان کے زمانہ سے لے کر آج تک چلا آ رہا ہے اور بیشک اللہ تعالیٰ نے ان ائمہ میں سے ہر ایک کے مقام کے مناسب درجہ بدرجہ امت کے دلوں میں اسی زمانہ سے قدر بٹھادی ہے جب سے ان کے علوم کے سورج چمکے اور ان کی ذہانتوں کے پھل پکے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جو نعمتیں تیار کر رکھی ہیں، ان کو وہی جاننے والا ہے۔

امام ابن عبد البرؒ نے اپنی کتاب جامع بیان العلم ج ۲ ص ۱۳۳ میں فرمایا ہے اور بیشک لوگوں نے ان کے فضائل کو جمع کیا ہے اور ان کی سیرتوں اور حالات پر مشتمل کتابیں لکھی ہیں۔ پس جس شخص نے صحابہ کرامؓ اور تابعین کے فضائل کے بعد امام مالکؒ امام شافعیؒ اور امام ابو حنیفہؒ کے فضائل پڑھے اور ان کی حفاظت کی اور ان کی معزز سیرتوں اور ان کی راہنمائی پر واقفیت حاصل کی تو اس کے لیے ترقی کی جانب نشوونما پانے والا عمل ہو گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان سب کی محبت کے ساتھ نفع عطا فرمائے۔ امام ثوریؒ نے فرمایا کہ نیک لوگوں کا ذکر کرتے وقت رحمت نازل ہوتی ہے اور جس شخص نے ان حالات کو محفوظ نہ کیا بلکہ حسد یا لغزش اور غصہ یا نفسانی خواہشات کی بنا پر وہ صرف ان چیزوں کو یاد رکھتا ہے جو ان کی ایک دوسرے کے بارے میں سبقت لسانی کی وجہ سے باتیں ظاہر ہوئیں اور ان کے فضائل کی پرواہ نہیں کرتا تو ایسا آدمی نیکی کی توفیق سے محروم رہتا ہے۔ اور غیبت میں داخل ہو جاتا ہے اور سیدھے راستے سے ہٹ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو ان لوگوں میں سے بنائے جو بات کو سنتے ہیں اور پھر اس کی احسن انداز میں پیروی کرتے ہیں۔ اور بیشک رسول اللہ

ﷺ نے فرمایا کہ پہلی امتوں کی بیماریاں حسد اور بغض تمہارے اندر سرایت کر جائیں گی۔ اور ہمارا یہ کہنا کہ ائمہ کرام اللہ تعالیٰ کی شریعت کی خدمت میں ایک خاندان کی طرح تھے، اس کی دلیل یہ ہے کہ بیشک دار الحجۃ (مدینہ منورہ) کے عالم امام مالک بن انس رحمہ اللہ فقیہ ملت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی کتابوں کا مطالعہ کرتے تھے اور علم کا ان سے حکما کر کے تھے یہاں تک کہ انہوں نے اپنے پاس امام ابو حنیفہؒ کی وساطت سے حاصل ہونے والے مسائل کی تعداد ساٹھ ہزار تک جمع کر رکھی تھی جیسا کہ آپ اس بات کی سچائی کی گواہی اس میں پاسکتے ہیں جو کہ ابو العباس بن ابی العوام السعدی نے سند کے ساتھ اس کتاب میں تحریر کیا ہے جو اس نے اپنے دادا کی کتاب فضائل ابی حنیفہ واصحابہ میں اضافہ کیا ہے اور اس میں بھی آپ اس بات کی سچائی کی گواہی پاسکتے ہیں جو ابو عبد اللہ الحسین بن علی الصیمری نے اپنی کتاب اخبار ابی حنیفہ واصحابہ میں بیان کیا ہے اور اس میں جس کو الموفق الخوارزمی نے اپنی کتاب مناقب ابی حنیفہ میں اور مسعود بن شیبہ ا نے کتاب التعلیم میں اور ان کے علاوہ دیگر ثقہ اہل علم حضرات نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ اور میں (علامہ کوثریؒ) نے اس کو بڑی تفصیل کے ساتھ اقوام المسالک میں بیان کیا ہے جو کہ احقاق الحق کے ساتھ شائع کی گئی ہے اور اسی طرح امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ کے بیان کردہ مسائل کا مطالعہ کیا کرتے تھے جیسا کہ ابن ابی حاتمؒ کی الجرح والتعديل ۲ کے مقدمہ میں ہے۔

۱۔ اور جو مسعود بن شیبہؒ نے اپنی کتاب التعلیم میں کہا ہے، اس کا خلاصہ امام غلویؒ نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے جہاں انہوں نے ہمارے اصحاب کی روایات الدرروردی سے جمع کی ہیں۔ اس نے کہا کہ میں نے امام مالکؒ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میرے پاس امام ابو حنیفہؒ کی فقہ کے ساٹھ ہزار مسائل ہیں اور اس مسعود بن شیبہؒ کو ابن حجرؒ نے مجمل کہا ہے حالانکہ وہ حافظ عبد القدوس القرطبیؒ اور ابن دقلق المورخؒ اور النقی المقریزیؒ اور علامہ بدر الدین البیہقیؒ اور الفس بن طولونؒ الحافظ وغیرہم کے ہاں معروف ہے اور علامہ ابن حجرؒ کی اس کاروائی کو اس ذمہ میں شمار کرتے ہیں کہ وہ اپنی ضرورت کی خاطر معروف کو مجمل قرار دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں خواہشات نفسانیہ کی ابتلا سے بچائے۔

۲۔ یہ کتب آستانہ کے کتبہ مرلوما میں محفوظ ہے اور دار الکتب المصریہ میں بھی اس کا ایک نسخہ موجود ہے مگر اس کی ابتدا کے کچھ صفحات نہیں جس کی وجہ سے اس کی ابتدا ناقص ہے۔

اور عظمت والے امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ نے امام مالک سے حدیث اور امام محمد بن الحسن الشیبانی رحمہ اللہ سے فقہ کی تعلیم حاصل کی اور ان سے اتنا علم حاصل کیا کہ ان کتابوں کو طاقتور بختی لوٹ بھی بمشکل اٹھا سکتا جیسا کہ بہت سے ثقہ لوگوں نے اپنی اپنی سندوں کے ساتھ ان سے روایت کی ہے اور اس کا ذکر کرنے والوں میں علامہ ذہبیؒ بھی ہیں جنہوں نے امام محمد بن الحسنؒ کے ترجمہ میں اس کا ذکر کیا ہے۔

اور امام احمد بن محمد بن حنبل رحمہ اللہ نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے مسائل اور احادیث کا اتنا ذخیرہ لکھا کہ ان سے تین بڑے بڑے تھیلے بھر جائیں اور وہ دقیق اور مشکل مسائل کے جوابات امام محمد بن حسنؒ کی کتابوں سے چنتے تھے اور انہوں نے فقہ میں امام شافعیؒ کو لازم پکڑا جیسا کہ خطیبؒ وغیرہ نے سند کے ساتھ اس کو نقل کیا ہے۔ اور جس کے علم میں یہ ساری مذکورہ باتیں آجائیں تو وہ شرم محسوس کرے گا کہ ان میں سے کسی کے مذہب کی پیروی کرتے ہوئے ایسا طریق اختیار کرے جو دوسروں کے ساتھ تصادم اور لڑائی کا ذریعہ بنے۔ ہاں غیر مجتہد کو یہ حق تو ہے کہ اپنے سامنے ظاہر ہونے والے اسباب کی وجہ سے ان میں سے کسی ایک کا انتخاب کرے اور پھر مسائل اجتہادیہ میں اس کی پیروی کرے لیکن یہ اسباب جو اس کے لیے ظاہر ہوئے ہیں، وہ اس پر دلالت نہیں کرتے کہ جس کو اس نے اختیار کیا ہے، وہ نفس الامر میں بھی دوسروں پر فضیلت رکھتا ہے۔

مثلاً جس آدمی نے امام ابو حنیفہؒ کا انتخاب اس وجہ سے کیا کہ بیشک وہ تابعی ہیں (اور دیگر ائمہ میں سے کوئی اور تابعی نہیں ہے) اور وہ صاف ستھرے چشموں سے صاف ستھری خبروں کو حاصل کرنے کے زیادہ لائق ہیں اور نبی کریم ﷺ کے مبارک زمانہ کے قریب ہیں تو اس آدمی کے لیے جائز ہے کہ اس کو اپنے اختیار کا سبب بنائے لیکن اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ اس سے غافل رہے کہ بیشک یہ فضیلت مطلقاً علم میں رجحان کو مستلزم نہیں ہے اس لیے کہ تابعین میں سے کتنے ہی ایسے پائے جاتے ہیں جو اپنا زمانہ مقدم ہونے کے باوجود گنہگار ہیں (اور ان کی بہ نسبت ان کے بعد والے آدمیوں کو علم زیادہ حاصل ہوا)

اور جس شخص نے امام مالکؒ کو پسند کیا اس وجہ سے کہ وہ ایسی جگہ میں پیدا ہوئے ہیں جہاں وحی اترا کرتی تھی (مدینہ منورہ) تو اس شخص کو یہ حق حاصل ہے مگر اس کو اس بات سے غفلت برتنا درست نہیں ہے کہ باقی شہروں کے علماء بھی مجاز کے علوم میں ان کے

ساتھ شریک ہیں یا تو بکثرت حج کرنے کی وجہ سے (کہ بار بار حج کے لیے آتے رہے اور حجاز کے علوم حاصل کرتے رہے) یا حرمین کے آس پاس رہنے کی وجہ سے بلکہ وحی کے اتنے کی جگہ میں رہنے والے بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کو وہ فضیلت حاصل نہ ہو سکی (جو فضیلت دوسرے شہروں کے لوگوں نے حاصل کر لی) بلکہ کئی بلند ہمت لوگ بھی درجہ میں امام مالک کے برابر نہیں ہو سکے بلکہ وہ ان کو اس کے ساتھ مدینہ منورہ میں اقامت کی شرکت حاصل تھی۔ پھر یہ بات بھی ہے کہ صحابہ کے مختلف شہروں میں متفرق ہو جانے کے بعد اور فقہاء سے کا زمانہ گزر جانے کے بعد وہاں (مدینہ منورہ) ٹھہرنے کو حضور علیہ السلام اور حضرات صحابہ کرام اور ان فقہاء کرام کے زمانہ میں ٹھہرنے پر قیاس نہیں کیا جاسکتا (اس لیے کہ ان دونوں زمانوں میں علمی لحاظ سے کافی فرق ہے)

اور جس شخص نے امام شافعیؒ کی پیروی کی یہ نظریہ رکھتے ہوئے کہ بیشک وہ قریشی ہیں تو اس شخص کو یہ حق حاصل ہے لیکن یہ امتیازی حیثیت علم میں زیادہ ہونے کو واجب نہیں کرتی۔ صحیح مسلم میں روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کو اس کے عمل نے پیچھے کر دیا اس کو اس کا نسب سبقت نہیں دے سکتا۔ علاوہ اس کے یہ بات بھی ہے کہ اگر فضیلت کا معاملہ نسب کی وجہ سے ہوتا تو ان علماء کو جو بالاتفاق قریشی ہیں، ان کو ان علماء پر فضیلت ہوتی جن کے قریشی ہونے میں اختلاف ہے (حالانکہ اس نظریہ کا حامل کوئی نہیں ہے)

اور جس شخص نے امام احمد بن حنبلؒ کی پیروی اس وجہ سے کی کہ وہ کثرت سے احادیث بیان کرنے والے ہیں تو اس کو یہ حق حاصل ہے لیکن صرف احادیث کو کثرت سے بیان کرنا جبکہ وہ (صحیح و ضعیف کی بنا پر) اور معانی کی تہ تک پہنچنے پر مشتمل نہ ہوں تو یہ کثرت سے احادیث بیان کرنا کوئی زیادہ نفع کا باعث نہیں ہے۔ اور مقلد اور دوسروں کو چھوڑ کر اپنے امام کی صحبت کے لیے جس سبب کو اختیار کرتا ہے تو اس کے لیے کوئی رکاوٹ نہیں ہے لیکن بعض لوگوں میں سے کسی ایک کو اپنے خیال کے مطابق ترجیح دینا اس کو مستلزم نہیں ہے کہ اس کو دوسروں پر نفس الامر اور حقیقت میں بھی ترجیح حاصل ہے (کیونکہ یہ صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ کس کو فضیلت حاصل ہے) بلکہ ان کے درمیان فضیلت ثابت کرنے میں غور و فکر کرنا بھی حکمت سے دور ہے اور اگر ہم امام ابو حنیفہؒ کو فضیلت دینے میں وہ طریق اختیار کریں جو المدارک والے قاضی عیاضؒ نے اپنے امام کو

فضیلت دینے میں یا مغیث الحق کے مصنف نے امام شافعیؒ کو فضیلت دینے میں یا ابن الجوزیؒ نے اپنی کتب مناقب الامام احمدؒ میں اپنے امام کی فضیلت میں اختیار کیا ہے تو کلام کو دوڑانے کا میدان اس میں بہت وسیع تھا (کہ ہم ان سے بھی زیادہ حیثیت سے امام ابو حنیفہؒ کی فضیلت کو بیان کر سکتے تھے) لیکن حکمت سے دور ہونے والوں کے ساتھ شامل ہو کر ہم حکمت سے دوری اختیار نہیں کرتے اور نہ ہی ان ائمہ کرامؒ کے درمیان فضیلت ثابت کرنے والوں کے ساتھ شامل ہو کر یہ کام کرتے ہیں بلکہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ وہ سارے کے سارے اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر تھے اور ہم لوگوں کو ان کی حالت پر چھوڑتے ہیں کہ وہ ان کی جائے پیدائش یا ان کے علوم کے اعتبار سے اپنی چاہت اور ذوق اور میلان کے مطابق ان میں سے جس کی چاہیں اتباع کریں (اس لیے کہ لوگوں کی چاہتیں اور ذوق اور طبعی میلان مختلف ہیں) اور ہم خیال کرتے ہیں کہ جس نے ان میں سے کسی کی پیروی کی تو وہ مطلقاً بری الذمہ ہو گیا خواہ اس نے اپنے امام کو درست پایا یا غلطی کا مرتکب پایا۔ اور استنباط کیے ہوئے مسئلے میں صحیح صورت کو پالینے کی حالت میں اس کے امام کے لیے دو اجر ہوں گے اور غلطی کی صورت میں ایک اجر ہوگا اور دونوں حالتوں میں پیروی کرنے والا بلا اتفاق بری الذمہ ہوگا۔

اور جب غیر مجتہد آدمی کے لیے مسائل میں عمل کی طرف محتاج ہونے کی وجہ سے ان میں سے کسی کی اتباع ضروری ہے تو وہ ان میں سے کسی کو ایسے سبب کی وجہ سے منتخب کرے گا جو اس کے لیے ظاہر ہوگا پھر وہ اس کی اتباع کرے گا۔ اور بہر حال اگر کوئی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس کا امام ہی حقیقت میں تمام مسائل میں ٹھیک رائے والا ہے تو یہ بے سمجھے بات کرنے والا ہے۔ اور عمل کی صحت کے لیے غلبہ ظن ہی کافی ہے اور ظن سے یقین پیدا کر لینا (علماء کی شان نہیں بلکہ) عوام کی حالت ہے۔ اور جس کے بارے میں ہم یہ اقرار کرتے ہیں کہ بیشک وہ مجتہد ہے تو ہم اعتراف کرتے ہیں کہ یقیناً وہ اپنی وسعت کے مطابق کوشش کرنے کے بعد غلطی کرنے اور درست بات کو پالینے دونوں حالتوں میں اجر دیا جائے گا تو مجتہدین میں سے کسی ایک کے بارے میں یہ کہنا کہ بیشک وہ مطلقاً معصوم (بہر مسئلہ میں درست بات کو پانے والا) ہے تو یہ بے تکی بات ہے جس سے منصف مزاج لال علم بری الذمہ ہیں اس لیے کہ یہ نظریہ تو اس امام کو معصوم ہونے کے مقام تک پہنچاتا ہے حالانکہ یقینی بات ہے کہ معصوم ہونا صرف انبیاء کرام علیہم السلام کی ذوات مقدسہ کے لیے

ہے (روافض کا اپنے اماموں کے بارے میں نظریہ لیل السنۃ والجماعت سے مختلف ہے۔ وہ اپنے اماموں کو معصوم مانتے ہیں) اور امت کی جماعتیں ان ائمہ کی تعظیم بجالانے کی حالت میں گزرتی رہیں وہ مسائل کو لینے اور مسائل میں دلائل کے رد میں ان ہی ائمہ پر اعتماد کر کے بے نیاز ہونے والے تھے اور ہر گروہ کی دلیلوں کے درمیان موازنہ کرنے والے تھے (کہ کس کی دلیل وزنی ہے) جیسا کہ علم کی لمانت اس کا تقاضا کرتی ہے اور یہ سلسلہ اسی طرح چلا رہا یہاں تک کہ مامون عباسی کے دور میں غلق قرآن کا فتنہ رونما ہوا۔

بعض غیر فقیہ محدثین کا ذکر

اور حدیث کے راویوں میں کچھ ایسے بھی تھے جو غور و فکر میں پختہ نہیں تھے اور نہ ہی وہ اولہ سے احکام استنباط کرنے میں مہارت رکھتے تھے پس جب ان میں سے کسی سے کسی ایسے فقہی مسئلہ کے بارے میں پوچھا جاتا جس سے چھوٹے چھوٹے فقیہ بھی متوقف نہ ہوتے تھے تو وہ اس کا ایسا جواب دیتے جو ان کے لیے ہمیشہ ہمیش کے لیے عیب اور عار بن جاتا (یعنی معمولی فقہی مسائل سے بھی وہ متوقف تھے)

پس ان میں سے ایک ایسا محدث بھی تھا جو استنباء کرنے کے بعد نیا وضو کیے بغیر وتر پڑھتا اور اپنے اس عمل پر حضور علیہ السلام کے اس فرمان کو دلیل کے طور پر پیش کرتا مَنِ اسْتَجَمَرَ فَلْيُؤَنِّزْ (اس نے اس کا معنی یہ سمجھ لیا کہ جو استنباء کرے تو وہ اس کے بعد وتر پڑھے حالانکہ) اس سے مراد استنباء کے وقت پتھروں کی تعدد و طاق رکھنا ہے، استنباء کرنے کے بعد بغیر وضو صلوٰۃ وتر لوانا کرنا نہیں ہے۔ اور ان میں سے ایک صاحب نے چالیس سال تک یہ نظریہ اپنائے رکھا کہ نماز جمعہ سے پہلے حلق (سر منڈوانا) درست نہیں ہے اور اس نے اس حدیث سے یہ مفہوم سمجھا نَهَى عَنِ الْحَلْقِ قَبْلَ الصَّلَاةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ (اس نے اس حدیث کا یہ معنی سمجھا کہ حضور علیہ السلام نے جمعہ کے دن نماز سے پہلے سر منڈوانے سے منع فرمایا ہے حالانکہ) یہ حلق لام کے فتح کے ساتھ ہے تو اس سے مراد حلق بنا کر بیٹھنے سے منع کرنا ہے جو کہ جماعت کی تنگی کا باعث بنتے ہیں (کہ جمعہ کے دن خطیب کے سامنے حلق بنا کر مت بیٹھو اس لیے کہ پھر جماعت کی صف بندی میں دقت پیش آتی ہے) اور اس کا سر منڈوانے کے ساتھ ذرا بھی تعلق نہیں ہے۔ اور ان میں سے ایک نے اس حدیث نہیں ان یسقی الرجل ماء زرع غیرہ (کہ آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا اس بات سے کہ آدمی

اپنے پانی سے غیر کی کھیتی کو سیراب کرے اور مراد اس سے یہ ہے کہ جس عورت کے پیٹ میں حمل ہو تو جس سے اس عورت کو حمل ٹھہرا ہے، اس کے علاوہ دوسرا آدمی اس سے وطی مت کرے خواہ اس نے اس عورت سے نکاح کیا ہو یا اپنی ملکیت میں لایا ہو) سے یہ مفہوم سمجھا کہ پڑوسیوں کے بغاوت کو اپنے پانی سے کوئی سیراب نہ کرے حالانکہ اس سے مراد یہ ہے کہ قید کر کے لائی گئی حاملہ ہائمیوں سے کوئی وطی نہ کرے۔ (جب تک کہ استبراء رحم نہ ہو جائے)

اور ان میں سے ایک بڑے آدمی سے حدیث بیان کرنے کی مجلس میں پوچھا گیا کہ کنویں میں مرغی گر جائے تو کیا کرنا چاہئے؟ تو اس نے سوال کرنے والے سے کہا کہ تو نے اس کنویں کو دھتپ کر کیوں نہ رکھا تا کہ اس میں کوئی چیز نہ گرتی۔ پھر اس محدث کبیر کی جانب سے اس کی مجلس میں موجود ایک فقیہ نے جواب دیا تا کہ اس محدث کے احکام سے جمالت پر پردہ ڈالا جاسکے۔

اور ان میں سے ایک محدث سے علم میراث کا مسئلہ پوچھا گیا تو اس نے فتویٰ میں لکھا کہ اللہ کے فرائض کے مطابق تقسیم کیا جائے (حالانکہ یہ عبارت بھی درست نہیں اور نہ ہی اس مسئلہ کا جواب تھا) اور ان میں سے کسی محدث سے سوال کیا گیا کہ ایک آدمی قسم اٹھاتا ہے کہ اپنی ازار (تمہ بند) صدقہ کروں گا تو وہ کیا کرے تو اس محدث نے اس سائل سے پوچھا کہ تو نے وہ ازار کتنے کی خریدی تھی تو اس نے کہا بائیس درہم کی تو اس محدث نے کہا کہ جا بائیس روزے رکھ تو جب وہ آدمی چلا گیا تو وہ محدث اپنے جواب کی تکویلیں کرنے لگے اور کہنے لگے کہ ہم سے غلطی ہو گئی ہم نے ظہار کے کفارہ کا اس کو حکم دے دیا ہے (حالانکہ بائیس روزے ظہار کا کفارہ بھی نہیں بنتے)

اور ان ہی جیسے ایک اور محدث سے مسئلہ پوچھا گیا کہ کنویں میں چوہا گر جائے تو کیا کیا جائے تو وہ کہنے لگے البز حبار (حالانکہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی آدمی نے اپنی مملوکہ زمین میں کنواں کھودا ہے اور کوئی آدمی اس کنویں میں گر کر مر جائے تو کنواں کھودنے والے پر کچھ ٹوان نہ ہوگا) اور ان شیوخ سے کلام میں بہت سی ایسی لغزشیں اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے بارے میں صلور ہوتی رہیں جن کا بیک وقت عقل اور شرع دونوں رد کرتی ہیں۔

مامون کا علماء سے امتحان لینا

پس ایک دفعہ مامونؒ نے محدثین اور راویوں کا ایک ایسے مسئلہ میں امتحان لیا جس کو وہ واضح مسائل میں سے سمجھتا تھا تا کہ وہ حدیث نقل کرنے میں ان کے مقام کو پہچان سکے کہ وہ جو روایت کرتے ہیں، اس کے بارہ میں ان کا اعتقاد کیا ہے۔ پس اس نے ان سے قرآن کے مسئلہ میں امتحان لینا شروع کیا۔ وہ ان کو قرآن کے مخلوق ہونے کا قول کرنے کی دعوت دیتا تھا اور اس کے لیے ان پر دباؤ ڈالتا تھا۔ وہ اس مسئلہ کو امتحان کا ذریعہ بنانے میں قائل مذمت تھا۔ اس بارہ میں اس کا ارادہ پسندیدہ نہیں تھا (یعنی اس کا ان علماء کا امتحان لینا اور امتحان کے لیے خلق قرآن کے مسئلہ کو لینا اس کا اچھا اقدام نہیں تھا) اور یہ فتنہ مامونؒ کے زمانہ سے المومنین العباسیؒ کے زمانہ تک چلتا رہا۔ اور اس طویل مدت میں راویوں کو مختلف قسم کی سختیاں اٹھانی پڑیں۔ پس ان میں سے بعض نے معنی کو سمجھے بغیر مغلوب ہو کر اس کی بات کو مان لیا اور بعض نے اس چیز میں گفتگو کرنے سے بچنا چاہا جس میں سلف گفتگو کرنے میں مشغول نہ ہوئے۔

قرآن کریم کے بارہ میں نزاع

اور لوگوں کا جھگڑا ظاہر کے لحاظ سے اس میں تھا جو لوگوں کے ہاتھ میں تھا (یعنی قرآن کریم کا وہ معنی جس کو کلام نفسی کہا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اس میں جھگڑا نہ تھا بلکہ جس کو لوگ پڑھتے پڑھاتے تھے اور کلام لفظی جس کو کہا جاتا ہے اس میں لوگوں کا جھگڑا تھا کہ یہ قدیم ہے یا حادث ہے) اور اس کے قدیم ہونے کا دعویٰ نریٰ ضد ہے۔ بہر حال وہ کلام (کلام نفسی) جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ قائم ہے اور وہ اس کی صفات میں سے ایک صفت ہے تو اس کی دیگر صفات ذاتیہ ثبوتیہ کی طرح اس کے قدیم ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ اور بے شمار دفعہ امام احمدؒ نے صراحت فرمائی کہ بیشک قرآن اللہ تعالیٰ کے علم میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ کا علم قدیم ہے۔ اور انہوں نے وضاحت فرمائی کہ بیشک قرآن اپنے وجود کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے علم میں قدیم ہے لیکن راویوں کی ایک بہت بڑی جماعت محل نزاع کو سمجھنے سے قاصر رہی اور معانی پر گہری نظر رکھنے والوں اور محض الفاظ نقل کرنے والوں کے درمیان نسل در نسل اس کی وجہ سے دوری رہی کیونکہ نقل کرنے والے حضرات نصوص میں پائے جانے والے دوسرے معانی کو پیش نظر رکھے بغیر ان ہی کلمات کے ظاہر

سے دلیل پکڑنے والے تھے جو وہ روایت کرتے تھے اور جب انہوں نے دیکھا کہ دوسرے لوگوں کا بیان کردہ مفہوم ہمارے مفہوم کے مطابق نہیں تو ان (محلّی میں نظر کرنے والوں) کی جانب سنت کو رد کرنے کی نسبت کرنے لگے۔

حدیث کے محلّی میں نفقہ ضروری ہے

اور حدیث کے محلّی میں سمجھ اور نفقہ کا اہتمام کیے بغیر کثرت سے احادیث بیان کرنے والوں ہی کے بارہ میں لام شعبہؒ فرماتے ہیں کہ جب میں کسی ایسے آدمی کو دیکھتا جو اہل حدیث (محلّی اور مفہوم کی پروا کیے بغیر حدیث پڑھانے والا) ہوتا تو اس کے آنے کی وجہ سے خوش ہوتا مگر آج میں اس حالت کو پہنچ گیا ہوں کہ ان میں سے کسی کو دیکھنے سے بڑھ کر کوئی اور چیز مجھے بری نہیں لگتی (یعنی سب سے زیادہ ناگوار ان میں سے کسی کو دیکھنا گزرتا ہے) اور حضرت سفیان بن عیینہؒ ایسے لوگوں کے بارہ میں فرماتے تھے کہ تم آنکھ کی جلن ہو۔ اگر تمہیں اور ہمیں حضرت عمر بن الخطابؓ پالیتے تو ضرور سخت پٹائی کر کے سزا دیتے۔

اور امام ثوریؒ فرماتے تھے حدیث کا طلب کرنا موت کی تیاریوں میں سے نہیں ہے۔ اور اسی طرح فرماتے تھے کہ اگر یہ حدیث خیر ہوتی تو خیر کے ناقص ہونے کی طرح یہ بھی ناقص ہوتی۔ اور لیثؒ کے شیخ عمرو ابن الحارثؒ کہتے تھے کہ میں نے کوئی علم ایسا نہیں دیکھا جو بہت زیادہ بزرگی والا ہو اور اس علم والے کم عقل ہوں سوائے اہل حدیث کے (کہ حدیث کا علم تو بزرگی والا ہے مگر محلّی اور مفہوم اور نفقہ کا لحاظ کیے بغیر اس سے وابستہ کم عقل ہی ہیں) ان کے علاوہ اور بھی اس قسم کے اقوال ہیں جو ابن عبد البرؒ کی جامع بیان العلم اور راہرمزیؒ کی المحدث الفاصل میں اور ان کے علاوہ دوسرے حضرات نے بیان کیے ہیں۔

فریقین میں ضد بازی کی وجوہ

اور ان چیزوں میں سے جو فریقین (فقہ علماء اور غیر فقہ محدثین) میں ضد بازی میں اضافہ کا باعث بنیں، ایک چیز ان قاضیوں کے اپنے امتحان کے وقت مسئلہ قرآن کے بارہ میں جو اہل تھے اور ان قاضیوں کی اکثریت فقہ میں تو امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب کو ترجیح دیتی تھی مگر وہ احتمالی مسائل (مسئلہ قرآن وغیرہ) میں معتزلہ کی جانب میلان رکھتے تھے۔ اور جب متوکل کے زمانہ میں آزمائشی دور ختم ہوا اور کام اپنی فطری گزرگاہ کی طرف لوٹنا شروع

ہوا اور مامون نے جس مقصد کے لیے کام شروع کیا تھا، اس کو فریقین میں تقصیب پڑھانے اور حد اعتدال سے ہٹانے کے سوا کچھ فائدہ نہ ہوا اور متوکلؑ کے زمانہ میں معاملہ اس کے الٹ ہو گیا اور وہ اس کے خلاف نظریہ پر مجبور کرتا تھا جس پر پہلے مجبور کیا جاتا رہا اور لٹل روایت پر مسائل کے بارے میں کم فکری غالب تھی اور وہ نظریاتی تصادم میں اپنا دفاع کرتے جب کبھی وہ دلیل میں بے بس ہو جاتے اور ان کو دلیل یا شبہ دلیل اپنے نظریہ پر نہ ملتی تو وہ ان قاضیوں پر تنقید کی تلوار سونت لیتے جنہوں نے ان کو امتحان میں ڈالا تھا اور اس کا ان کو حق تھا مگر وہ ان قاضیوں کے فقہی مامون پر بھی ناحق تنقید کرتے جن کا اس سے کوئی تعلق نہ تھا نہ اس معاملہ میں ان کی لوثیاں تھیں اور نہ لوث (یعنی ان کا سرے سے کوئی تعلق ہی نہ تھا) یہاں تک کہ انہوں نے تنقید میں ان قاضیوں اور ان کے بری الذمہ مامون کو برابر کر دیا۔ اور امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب بڑی حل کھننے لگے

غیری جنی وانا المعذب فیکم

فکاننی سبابة المتمدن

”جرم کسی اور نے کیا اور تمہارے اندر سزا میں بھگت رہا ہوں۔ پس گویا کہ میں ہی سب سے زیادہ گلیاں دینے والا پیشیاں ہونے والا ہوں“

پس انہوں نے اس (امام ابو حنیفہؒ) اور اس کے اصحاب پر ایک ہی کمان سے تیر اندازی کی۔ من گھڑت سندوں کے ساتھ ایسے مختلف عیوب پر مشتمل کتابیں مدون کیں جن عیوب کا اقامہ ان کی طرف ان کے ظالمانہ غصب نے کیا پس انہوں نے آخرت میں اپنی گردنیں ابو حنیفہؒ اور آپ کے اصحاب کے ہاتھ میں دے دیں۔ وہ چاہیں گے تو ان سے چشم پوشی کریں گے اور اگر چاہیں گے تو ان سے بدلہ لیں گے جیسا کہ دنیا میں ان کی گردنیں ان کے دور کے قاضیوں کے ہاتھوں میں تھیں جس کا ان کو خود اعتراف ہے۔ اور ان حضرات سے یہی توقع ہے کہ وہ معاف ہی کر دیں گے اس لیے کہ زیادتی کرنے والے جاہلوں کے ساتھ امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب کا کشادہ دلی اور عمدہ اخلاق کا برتاؤ ہی معروف ہے۔ اور ان لوگوں نے طعن کرتے وقت ان کو غلطی پر خیال کر کے طعن کیا اور یہ خیال کرتے رہے کہ یہ لوگ خود راہ راست پر ہیں اور ان کے حالات کو جاننے والا بسا اوقات ان کو اس میں معذور ہی خیال کرتا ہے۔ اس اختلاف کی نوعیت اس سے مختلف ہے جو لٹل فقہ میں سے ان (احناف) کے ساتھ اختلاف کرنے والے ہیں اس لیے کہ بیشک احناف کا اور ان کا

اعتقاد ایک جیسا ہی ہے۔ اور فقہ کے مدارک (جہاں سے فقہی مسائل اخذ کیے جاتے ہیں) فریقین کے ہاں قریب قریب ہیں۔ اور جہاں نص وارد نہیں ہوتی، وہاں سب ہی قیاس سے دلیل پکڑتے ہیں۔ پس جب ان میں سے کوئی تنقید میں حد سے تجلوز کرتا تو دلیل کے ساتھ دلیل کھٹکتی رہی (یعنی پورا پورا جواب دیا جاتا) اور جن لوگوں نے اپنے مقاصد پھیلانے کے لیے عیوب کے گھرنے میں طویل کلام کیا تو ان کے لیے کوئی عذر نہیں ہے (یعنی ایسے لوگ یقیناً قاتل ملامت ہیں)

ائمہ کرامؒ کا امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب کا ذکر اچھے کلمات سے کرنا

اور فقہ کے اماموں اور ان کے اصحاب سے صحیح چیز جو ثابت ہے، وہ یہ ہے کہ انہوں نے امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب کے بارے میں اچھے کلمات ہی کہے ہیں۔ اور امام مالکؒ سے جب لیث بن سعد نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ آپ عراقی ہو گئے ہیں تو انہوں نے ان الفاظ سے جواب دیا کہ اے مصری میں ابو حنیفہؒ کے ساتھ عراقی ہو گیا ہوں۔ بیشک وہ فقیہ ہیں جیسا کہ یہ واقعہ قاضی عیاضؒ کی مدارک میں ہے۔ اور فقیہ اس کو کہتے ہیں جو کتب و سنت، اجماع و اختلاف کے مقلد اور قیاس کے طریقوں کے علم میں فوقیت رکھنے والا ہو۔ اور جس نے کسی کے حق میں یہ اعتراف کر لیا کہ بیشک وہ فقیہ ہے تو یہ اس کے حق میں ہر قسم کی خیر کا اعتراف ہے۔

اور امام مالکؒ سے بعض غیر فقیہ راویوں نے بعض ایسی چیزیں روایت کی ہیں جن سے امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں عیب ظاہر کرنا مقصود ہے تو اس کو نفسانی خواہشات کی خاطر بعض ایسے کمینے لوگوں نے تحریری شکل میں پیش کر دیا جو دوسروں کے عیوب تلاش کرنے والے ہیں۔ لیکن ان کی خوشی اس وقت جاتی رہی جب ان کو یہ معلوم ہوا کہ بیشک یہ سب امام مالکؒ پر جھوٹ باندھا گیا ہے۔ وہ روایات ایسی اسناد سے کی گئیں جن میں کم عقل اور بے برکت قسم کے راوی ہیں جن کے فہم اور فکر کا کنارہ بالکل تنگ ہے۔ پس انہوں نے اپنی کم فہمی کے ساتھ دینی کمزوری کو جمع کرنے میں یہ ثابت کرنا چاہا کہ لہل فہم و فکر کسی دوسرے کے بارے میں عیوب کو مبالغہ سمجھتے ہیں (اس لیے کہ عقلاً و شرعاً کسی کے عیوب کے پیچھے پڑنا درست نہیں تو من گھڑت عیوب کا بیان یقیناً کم عقلی اور کمزوری دینی کی دلیل ہے) ابو الولید البجلیؒ نے شرح الموطا ج ۷ ص ۳۰۰ میں کہا کہ عبد الملک بن حبیبؒ نے روایت کی

ہے کہ مجھے طرف نے بتلایا کہ بیشک اس نے امام مالکؒ سے الداء العضال کی تفسیر بھی جو اس حدیث کے الفاظ ہیں جو کعب الاحبارؒ سے ہے ان بالعراق الداء العضال کہ بیشک عراق میں عابز کر دینے والا مرض ہے تو امام مالکؒ نے جواب دیا کہ الداء العضال سے مراد ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بیشک یہ دو طرح سے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ ایک ارجاء کی وجہ سے اور دوسرا اس لحاظ سے کہ وہ رائے کی وجہ سے سنت کو رد کر دیتے ہیں۔

اور ابو جعفر الدلویؒ نے کہا کہ جو بات ابن حبیب نے ذکر کی ہے، اگر اس کا غلطی سے محفوظ ہو جانا ثابت ہو جائے اور یہ بات پایہ ثبوت تک پہنچ جائے تو یقیناً ایسی بات امام مالکؒ سے غصہ کے وقت میں ہوگی کہ اس پر ان کو ایسی چیز نے مجبور کر دیا ہوگا جو ان کے بارہ میں ان کے سامنے ذکر کی گئی ہو اور وہ بات ایسی ہوگی جس کو امام مالکؒ اچھا نہ سمجھتے ہوں گے تو اس کی وجہ سے سینہ تنگ ہو جانے کے بعد یہ الفاظ کہہ دیے ہوں گے اور عالم پر کبھی تنگ دلی کی حالت آجاتی ہے پھر وہ ایسی بات بھی کہہ دیتا ہے جس سے بعد میں استغفار کرتا ہے جبکہ اس کا غصہ دور ہو جاتا ہے۔ قاضی ابو الولیدؒ نے کہا کہ بیشک میرے نزدیک یہ روایت امام مالکؒ سے صحیح ہی نہیں اس لیے کہ امام مالکؒ عقل اور علم اور فضیلت اور دین داری میں اسی طرح تھے جیسا کہ ان کے بارے میں مشہور ہے اور یہ بھی مشہور ہے کہ وہ لوگوں کے بارہ میں بات کرنے سے خاموش ہی رہتے تھے سوائے ان باتوں کے جو ان کے ہاں صحیح اور ثابت ہوں تو ممکن ہی نہیں کہ وہ مسلمانوں میں سے کسی کے بارے میں ایسی بات کریں جو ثابت نہ ہو۔ اور امام ابو حنیفہؒ کے اصحاب میں سے حضرت عبداللہ بن المبارکؒ بھی ہیں اور امام مالکؒ سے ان کا اکرام اور ان کی فضیلت بیان کرنا مشہور ہے۔ اور بیشک یہ بھی معلوم ہو چکا کہ امام مالکؒ نے امام ابو حنیفہؒ کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ مسائل کو جاننے والے ہیں اور امام ابو حنیفہؒ نے ان سے احادیث لی ہیں اور امام محمد بن الحسنؒ نے ان سے الموطا پڑھا ہے۔ (تو اگر امام مالکؒ ان کو الداء العضال سمجھتے تو ان کے ساتھ ایسے تعلقات کیوں رکھتے؟)

اور بیشک امام ابو حنیفہؒ کا عبادت میں اور دنیا سے بے رغبتی میں انتہائی درجہ کو پہنچا ہوا ہونا مشہور ہے اور بیشک جب وہ آزمائش میں ڈالے گئے تو وہ ثابت قدم رہے۔ اور ان کو اس وجہ سے کوڑے مارے گئے کہ ان کو قاضی بننے کے لیے کہا گیا تو انہوں نے انکار کر دیا

اور اس جیسی حالت میں امام مالکؒ سے صرف ایسی کلام کی توقع کی جاسکتی ہے جو امام ابو حنیفہؒ کے فضل کے لائق ہو اور ہمیں معلوم نہیں ہو سکا کہ امام مالکؒ نے اہل الرائے میں سے کسی پر جرح کی ہو۔ انہوں نے تو صرف روایات نقل کرنے کے لحاظ سے احادیث بیان کرنے والے بعض راویوں پر ہی کلام کیا ہے (اس لیے کہ حدیث کے راویوں پر جرح و تعدیل فن حدیث کا حصہ ہے اور اس کے بغیر صحت اور ضعف کے لحاظ سے حدیث کا مرتبہ معلوم نہیں ہو سکتا اور قاعدہ کے مطابق راویوں پر جرح اور ان کے عیوب کو ظاہر کرنا نہ تو غیبت ہے اور نہ ہی یہ ضد اور تعصب کے زمرہ میں آتا ہے۔ یہ تو امام مالکؒ سے ثابت ہے اور اس کے علاوہ کسی کے بارے میں سخت کلامی کا تصور امام مالکؒ جیسی عظیم الشان شخصیت سے نہیں کیا جاسکتا)

اور البائیؒ کا مقام حدیث اور فقہ اور نظیر اور تاریخ میں ایک ایسی حقیقت ہے جس کا اس کے ہم مذہب لوگ ہی نہیں بلکہ دیگر اہل علم کی بہت بڑی جماعت بھی اقرار کرتی ہے اور ظاہر یہ ہوتا ہے کہ البائیؒ نے اس خبر پر صحیح نہ ہونے کا جو حکم لگایا ہے تو اس کی وجہ مطرف بن عبد اللہ البیہقیؒ اور عبد الملک بن حبیبؒ ہیں جن کا تذکرہ ان کتابوں میں کیا گیا ہے جن میں ضعیف راویوں کو بیان کیا گیا ہے۔ اور صحاح ستہ والوں میں سے جس نے مطرف سے روایت لی ہے تو اس نے صرف وہی روایت لی ہے جو الموطا میں مسند ہے اور اس کے ساتھ روایت کرنے میں راویوں کی ایک اور جماعت بھی شریک ہو (صرف اس کی روایت پر مدار رکھ کر صحاح ستہ میں کوئی روایت نہیں لی گئی)

اور بہر حال امام شافعیؒ کا قول ان کے اصحاب کی بہت بڑی جماعت کے واسطے سے تواتر سے ثابت ہے کہ الناس کلہم عیال فی الفقہ علی ابی حنیفہ فقہ میں سارے لوگ امام ابو حنیفہؒ کے محتاج ہیں۔ اور یہ اس وجہ سے فرمایا کہ انہوں نے امام ابو حنیفہؒ کے کئی اصحاب سے فقہ کا علم حاصل کیا اور امام لٹھویؒ نے فرمایا کہ میں نے اپنے ماموں امام مزنیؒ کو دیکھا کہ وہ ہمیشہ امام ابو حنیفہؒ کی کتابوں کا مطالعہ کیا کرتے تھے اور امام مزنیؒ سے پوچھا گیا کہ کیا امام شافعیؒ کے اصحاب امام ابو حنیفہؒ سے زیادہ فقیہ ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ اہل عراق تو ان کے سردار ہیں۔ اور امام ابو یوسفؒ کے بارہ میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ وہ ان سے زیادہ احادیث جاننے والے ہیں یا فرمایا کہ وہ ان (اصحاب شافعی) کی بہ نسبت حدیث کی زیادہ اتباع کرنے والے ہیں اور امام زقر بن ہذیل کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ وہ ان کی بہ نسبت

قیاس میں زیادہ گہری نظر رکھنے والے ہیں۔ اور امام محمدؒ کے متعلق فرمایا کہ وہ ان کی بہ نسبت دلائل سے فوری مسائل زیادہ نکالنے والے ہیں۔ تو امام مزنیؒ نے ان حضرات کے ایسے لوصاف بیان کیے جو خصوصیت سے ان میں پائے جاتے تھے۔

اور ابو العباس احمد بن سرج نے اس آدمی سے کہا جو امام ابو حنیفہؒ کی شان میں گستاخی کرتا تھا کہ کیا تو ایسے آدمی کی شان میں گستاخی کرتا ہے کہ ساری امت اس کے لیے علم کا تین چوتھائی حصہ تسلیم کرتی ہے اور وہ ان کے لیے باقی ایک چوتھائی بھی تسلیم نہیں کرتا جیسا کہ امام سرخسیؒ کی مبسوط اور الموفقؒ کی مناقب اور ان کے علاوہ دیگر کتابوں میں ہے۔ اور حافظ جمال الدین بن عبد الملویؒ کی کتاب تنویر الصحیفۃ فی مناقب ابی حنیفہؒ تو امام ابو حنیفہؒ کی شان میں حنابلہ کی نصوص سے مستغنی کر دیتی ہے (یعنی اس میں حنابلہ کی جانب سے اس قدر صراحت سے اقوال نقل کیے گئے ہیں کہ کسی اور کتاب سے نقل کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہتی) اور پہلے یہ بات گزر چکی ہے کہ بیشک ہم نے نصب الرایہ کے مقدمہ میں سلیمان بن عبد القویٰ الحنبلیؒ کا کلام ابو حنیفہ کے حق میں نقل کیا ہے۔

تعصب کی ابتدا

اسی طرح مالکیہ، شافعیہ، حنبلیہ اور حنفیہ کے مابین بھائی چارہ عرصہ دراز تک رہا اس لیے کہ یقیناً ان کے علم کا سرچشمہ ایک ہی تھا اور ان کی سوچ ایک تھی اور سب کا مقصد اخلاص تھا اور معاملہ ابو حامد الاسفراہینیؒ کے آخر زمانہ تک اسی صفائی پر چلتا رہا۔ ان میں سے کوئی بھی دوسرے سے بغض نہیں رکھتا تھا سوائے ان راولیوں کے جو خشویہ مبتدعہ تھے۔ پھر دیگر مذاہب کے لوگوں میں سے بعض نے حنفی قاضیوں کے ساتھ جھگڑنا شروع کر دیا اور اس پر ان کو دنیا کی حرص نے جوش دلایا جو ان کے دلوں میں پوشیدہ تھی۔ یہ کوئی خطا اور صواب کا نزاع نہیں تھا اور نہ ہی باطل کے مقابلہ میں حق کا دفاع کرنا تھا۔ (بلکہ صرف اپنے گردہ کو اجاگر کرنا تھا) پھر بعض ایسے لوگوں نے جنہوں نے اپنے خیال کے مطابق فقہ اور حدیث کو جمع کیا انہوں نے اپنے آپ پر ظلم کرتے ہوئے امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب کے خلاف کھلے جھوٹوں پر مشتمل کتابیں لکھیں اور اپنے نامہ اعمال کو سیاہ کیا اور انہوں نے دنیا کی خاطر فتنہ برپا کرنے کی کوشش کر کے دین کے بارے میں اپنی کی گئی خالص خدمات کو بگاڑ کر رکھ دیا۔ اور مورخ تقی الدین المقریزی الشافعیؒ نے الخطط ج ۳ ص ۴۵ میں کہا کہ بیشک خلیفہ قادر

باللہ ابو العباس احمدؒ کے زمانہ میں جب ابو حلد الاسفرائینیؒ حکمرانی پر براجمان ہوا تو اس کے
 ساتھ ابو العباس احمد بن محمد المبارزی الشافعیؒ کی خلافت پختہ ہوئی بہ نسبت ابو محمد بن الاکفلیؒ
 حنفیؒ کے جو کہ بغداد کا قاضی تھا تو الاکفلیؒ کی رضا کے بغیر ہی اس کو جواب دے دیا گیا (اور
 اس میں ابو حلد کا کافی دخل تھا۔ اس نے اوہریہ کاروائی کی اور اوہریہ کیا) اور ابو حلد نے
 سلطان محمود بن سبکتگینؒ اور اہل خراسان کو لکھ دیا کہ بیشک خلیفہ نے خفیوں سے قضاء کے
 عمدے چھین کر شافعیوں کو دے دیے ہیں تو یہ بات خراسان میں مشہور ہو گئی اور اہل بغداد
 دو حصوں میں تقسیم ہو گئے۔ اور اس کے بعد جب ابو العلاء صاعد بن محمد خراسان آئے جو
 کہ نیماپور کے قاضی اور احناف کے سردار تھے تو احناف اس کے پاس آئے تو ان کے اور
 ابو حلد کے ساتھیوں کے درمیان ایسا جھگڑا شروع ہو گیا کہ اس کا معاملہ سلطان تک جا پہنچا تو
 خلیفہ قادر نے معززین اور قاضیوں کو جمع کیا اور ان کے سامنے ایک ایسا خط پیش کیا جو اس
 بات پر مشتمل تھا کہ بیشک الاسفرائینیؒ نے امیر المومنین کے خلاف خفیہ سازش کی ہے۔ اس
 کو اس خط میں نصیحت اور شفقت اور امانت کے وہم میں ڈالا حالانکہ درحقیقت وہ خط قصت
 اور خیانت پر مبنی تھا (یعنی بظاہر اس کے ساتھ خیر خواہی کا مظاہرہ کیا اور اس آڑ میں اپنا
 مطلب نکل کر اس کو مصیبت میں ڈال دیا) پس جب اس کے سامنے اس کا معاملہ واضح ہو گیا
 اور اس کی بد عقیدگی کھل کر سامنے آگئی اور امیر المومنین کا اپنے اسلاف کے طریق سے
 عدول کرنا ظاہر ہوا یعنی خفیوں کو ترجیح دینا اور ان کی تقلید کرنا اور ان کو عامل بنانا تو اس نے
 المبارزیؒ کو برطرف کر دیا اور معاملہ اپنے اصل کی طرف لوٹ آیا اور اپنے پرانے طریق کار پر
 جاری ہو گیا۔ اور اس نے خفیوں کو اسی عنایت و کرامت اور حرمت اور اعزاز سے نوازا
 جس پر وہ پہلے تھے اور ان کو اس بات کی تلقین کی کہ وہ ابو حلد سے نہ ملا کریں اور نہ اس کا
 اعزاز کریں اور نہ اس کو سلام کا جواب دیں۔ اور اس نے ابو محمد الاکفلیؒ کو خلعت پہنائی اور
 ابو حلد کو دار خلافت سے نکل دیا اور اس پر ناراضگی کا اظہار کیا اور اس سے روگردانی کی۔
 لے

اور یہ عمل شافعیہ میں سے عراقی شیخ الطریقہ کا تھا اور بہرحال خراسانی شیخ الطریقہ
 القفال المروزیؒ تو اس کا چاند اس چیز پر رک گیا جو اس نے احناف کی نماز کے بارے میں
 اپنے فتویٰ میں لکھا ہے۔ اور مغیث الحق کے مؤلف نے ذکر کیا ہے کہ بیشک اس نے وہ نماز
 التفرید فی الفقہ الحنفی کے مولف سلطان محمود غزنویؒ کے سامنے پڑھی پس اگر یہ

بات ثابت ہو جائے تو یہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ بیشک ان شوافع میں سے خراسانی شیخ الطریقہ اور عراقی شیخ الطریقہ دونوں اپنے مذہب کی طرف دعوت دینے کا طریقہ ایجاد کرنے میں اور دیگر مذاہب پر بزرگ تسلط حاصل کرنے میں گھڑ دوڑ کے دو گھوڑوں کی طرح تھے (یعنی ہر ایک سبقت لے جانے کی کوشش میں تھا) اور صحیح بات یہ ہے کہ بیشک القفل نے اپنے فتویٰ میں تو اس نماز کا نقشہ کھینچا ہے لیکن سلطان کے سامنے وہ نماز نہیں پڑھی اور اگر اس نے ایسا کیا ہوتا تو اس عالم دین بادشاہ کی جانب سے اس کو سرعام کھڑا کرنا ضرور ثابت ہوتا (کہ وہ اس کو مجمع کئے درمیان کھڑا کر کے تنبیہ کرتا) اور اس بارہ میں جو خبریں یکے بعد دیگرے نقل کی جاتی ہیں کہ شہر والے ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف منتقل ہو گئے تھے تو یہ حدیث خرافہ ہے (حدیث خرافہ اس کو کہتے ہیں کہ بے عقلی کی ایسی بات جس پر خواہ مخواہ ہنسی آئے) اور من گھڑت پراپیگنڈہ ہے۔ اور ابو حامد الاسفرائینی کی طرف سے یہ حرکت پوشیدہ اشتعل انگیزی تھی۔ پس اس کے ہم مذہب محدث اور مورخ چیلنج بازی پر اتر آئے یہاں تک کہ وہ امام شافعیؒ کے مناقب میں جھوٹے سفرنامہ اور فقیہ ملت (امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں مختلف عیوب پر مشتمل کتابیں مدون کر کے اپنے مخالفین کے بارہ میں اپنے سینوں میں چھپے غصہ کو نکالنے کی حالت تک اتر آئے اور آدمی پر یہ بات گراں گزرتی ہے کہ وہ ابو نعیمؒ اور بیہقیؒ جیسی شخصیات کو اس صف میں پاتا ہے کہ ان دونوں نے ایسے سفرنامہ کو مدون کیا جس کا جھوٹا ہونا واضح ہے اور انہوں نے اس کو عبد اللہ بن محمد البلوی جیسے راوی سے نقل کیا ہے جس کا کذاب ہونا مشہور ہے۔ اور اس کی سند میں احمد بن موسیٰ التجار راوی ہے جس کے بارے میں امام ذہبیؒ نے فرمایا کہ وہ وحشی جانور ہے اور بعض دفعہ دلیل میں عبد الملک بن الجوبینیؒ اور امام غزالیؒ اور امام رازیؒ جیسے ان لوگوں کا ذکر کیا جاتا ہے جن کا روایات کی پرکھ میں کوئی مقام ہی نہیں (کہ انہوں نے اس واقعہ کو ذکر کیا ہے) جبکہ دراصل بات یہ ہے کہ یہ حضرات ابو نعیمؒ اور بیہقیؒ کی جانب سے اس واقعہ کو ذکر کرنے سے دھوکہ کھا گئے اور انہوں نے حنیفہ کے خلاف قسما قسم کی سختیوں کی بنیاد رکھی۔ (یہ لوگ جو نقد روایات میں پرکھ نہیں رکھتے، یہ تو معذور ہو سکتے ہیں) لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں اور لوگوں کے ہاں اس سفرنامہ کو مدون کرنے میں ان لوگوں کا کیا عذر ہو سکتا ہے جو کہ حفاظ ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ وہ باطل ہے اور حقیقت کا سلیہ بھی اس پر نہیں ہے۔

خطیب بغدادیؒ کا کردار

اور امام ابو حنیفہؒ کو برا بھلا کہنے میں خطیب بغدادیؒ کا بہت بڑا حصہ ہے جبکہ اس نے اپنی تاریخ میں امام ابو حنیفہؒ اور ان کے جلیل القدر اصحاب کے بارے میں ایسے عیوب کا ذکر جمع کر دیا ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے ان کے میدانوں کو بھی پاک رکھا ہے جیسا کہ ہم اس کی وضاحت اپنی اسی کتاب میں کر رہے ہیں جس کو ہم نے خاص کر خطیب بغدادیؒ کی تاریخ کے اس حصہ کے رد میں لکھا ہے جو حصہ اس نے امام ابو حنیفہؒ سے متعلق لکھا ہے۔

پس پہلے ہم خطیب بغدادیؒ کی امانت و دیانت اور اس کی استقامت کی حد بیان کریں گے تا کہ معلوم ہو سکے کہ آیا وہ ان لوگوں میں شامل ہے جن کا قول جرح و تعدیل میں قبول کیا جاتا ہے یا اس کا شمار ان لوگوں میں ہے جن کا انتہائی تعصب ظاہر ہوئے اور اپنی خواہش کے مطابق حدیث کو اپنی دلیل بنانے اور لوگوں کے بارے میں بے سرو پا کلام ظاہر ہونے کی وجہ سے جن کو رد کر دیا گیا ہے۔ اور بدترین طریقہ سے اپنی خواہش کے مطابق خبروں کو توڑ مروڑ کر پیش کرنا جن کی جانب منسوب ہو اور جن کی بات ترک کرنے اور جن کو برے عمل میں ابو نواس جیسے لوگوں کے زمرہ میں شمار کیا جاتا ہے۔ پھر وہ خاص کر اپنا تعصب پھیلانے میں امانت کے مقام سے گر گیا ہو۔ اس کے ہم مذہب لوگوں میں سے جن کو صلح کن ذکر کیا جاتا ہے ان کا اس کے قول و فعل میں ایسی خرابی کے داخل کرنے پر خاموشی اختیار کرنا انتہائی ناپسندیدہ ہے جبکہ علم میں امانت داری اس کے خلاف کا تقاضا کرتی ہے اور محض اس پر اعتماد کر کے ان روایات کی تشہیر کرنے والوں کا تشہیر کرنا بھی ناپسندیدہ ہے جن سے وہ خود ملوث ہیں۔

خطیب بغدادیؒ کے حالات پر مختصر کلام

ابوبکر احمد بن علی بن ثابت الخطیبؒ ۳۹۲ھ میں پیدا ہوئے اور ابو حامد الاسفہانیؒ کی جس فتنہ پروری کا ہم نے پہلے ذکر کیا ہے، اس سے ایک سال پہلے یہ پیدا ہوئے۔ یہ پیدائشی طور پر حبشی تھے پھر شافعی بن گئے اور فقہ کی تعلیم لینے کے لیے ابو الطیب الطبریؒ اور خلیفہ ابو حامد الاسفہانیؒ کے ہاں حاضر ہوئے اور ایک بہت بڑی جماعت سے حدیث لکھی اور اس نے بغداد کی تاریخ لکھی اور وہ اس کی کتابوں میں عمدہ کتاب ہے مگر اتنی بات ہے کہ اس نے اپنے مذہب کے مخالف بہت سے علمی پیشواؤں کے حالات بیان کرنے میں خواہشات نفسانیہ کی پیروی کرتے ہوئے اس کتاب کا حلیہ بگاڑ دیا ہے اور ان کے بعض عیوب کا ذکر کیا ہے

حالات کہ وہ بخوبی جانتے تھے جو ان کی اسناد میں مختلف قسم کی ملتیں اور طرح طرح کی خرابیاں پائی جاتی ہیں۔ بلکہ جن رلوپوں سے اس نے یہ روایات لی ہیں، ان میں سے شاذ و نادر ہی کوئی ہوگا جو اس کی زبان سے محفوظ رہا ہو یہاں تک کہ خاص کر امام ابو حنیفہؒ کے قدیم اصحاب کے بارہ میں اس کی زبان درازی عام ہو گئی اور اس کتاب میں اس نے امام ابو حنیفہؒ کے حالات میں جو کچھ ذکر کیا ہے، اس کا مطالعہ کرنے والا انتہائی تعجب کرتا ہے جس کی آگے تفصیل آ رہی ہے۔ اور حنبلیہ اور اس کے درمیان حالات ناخوشگوار تھے اور احتاف اس کی زبان درازی سے تجاہل عارفانہ سے کام لیتے اور اس سے یوں گزر جاتے جیسے باعزت آدمی لغو کلام سے گزر جاتا ہے اور جب بسامیؒ ۳۵۰ھ میں بغداد پر غالب آیا اور اس نے ابو یعلیٰ حنبلیؒ کو قاضی مقرر کیا تو خطیب بغدادیؒ صاحب بھاگ کر شام چلے گئے اور گیارہ سال کے بعد ہی عراق واپس لوٹ سکے۔

اور خطیب بغدادیؒ کا شمار ان لوگوں میں ہے جو بکثرت کتابیں تالیف کرنے والے ہیں اور ابن الجوزیؒ نے ابو الحسن بن الطیوسیؒ سے روایت کی ہے کہ بیشک خطیب بغدادیؒ کی تاریخ کے علاوہ باقی تمام کتب الصوریؒ (حافظ محمد بن عبد اللہ الساحلی جن کی وفات ۴۳۱ھ میں بغداد میں ہوئی) کی کتابوں سے لی گئی ہیں۔ ابن الجوزیؒ نے اپنی کتاب التحقیق میں کہا ہے کہ خطیب بغدادیؒ نے قنوت کے بارے میں تصنیف کی گئی کتاب میں ایسی احادیث بھی پیش کی ہیں جن میں اس کا تعصب ظاہر ہوتا ہے۔ پس ان میں سے ایک روایت اس نے اس سند سے درج کی ہے: عن دینار بن عبد اللہ خادم انس بن مالک (یعنی خطیب کے خیال کے مطابق یہ دینار حضرت انسؓ کے غلام تھے) عن انس - حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ وفات تک ہمیشہ صبح کی نماز میں قنوت پڑھا کرتے تھے۔ پھر ابن الجوزیؒ نے کہا کہ اس حدیث کے بارے میں جرح سے خاموشی اختیار کرنا اور اس کو دلیل میں پیش کرنا بہت بے شرمی اور دبی ہوئی عصبيت اور کمزور دینی کی علامت ہے اس لیے کہ وہ جانتا تھا کہ بیشک یہ روایت باطل ہے۔ ابن حبانؒ نے کہا کہ یہ دینار حضرت انسؓ سے ایسے موضوع اقوال نقل کرتا تھا جن کا کتابوں میں ذکر کرنا ہی جائز نہیں ہے مگر اس ارادہ سے کہ ان پر جرح کی جاسکے۔ پس خطیب پر بہت ہی تعجب ہے۔ کیا اس نے وہ صحیح حدیث نہیں سنی کہ (نبی کریم ﷺ نے فرمایا) جس نے میری جانب منسوب کر کے کوئی جھوٹی بات کی حالانکہ وہ جانتا بھی ہے کہ یہ جھوٹی بات ہے تو وہ کلین میں سے ہے۔

اور اس (طرز عمل) میں اس کی مثل اس آدمی جیسی ہے جو ایک رومی قسم کا موتی خرچ کرتا ہے اور اس کا عیب چھپاتا ہے پس بیشک لوگوں کی اکثریت تو صحیح اور کمزور کو نہیں پہچان سکتی اور یہ عیب صرف پرکھ رکھنے والے حضرات کے ہاں ہی ظاہر ہوتا ہے۔ پس جب کوئی محدث حدیث پیش کرتا ہے اور کوئی حافظ اس کو دلیل بناتا ہے تو لوگوں کے دلوں میں یہی بات آئے گی کہ یہ حدیث صحیح ہی ہے۔ اور جس آدمی نے قنوت کے مسئلہ میں 'بسم اللہ' کو جر سے پڑھنے کے مسئلے میں اور ہادل کے دن روزہ رکھنے کے مسئلہ میں اس کی تصنیف کی گئی کتابیں دیکھی ہیں اور اس کا ایسی احادیث سے دلیل پکڑنا جن کا بطلان واضح ہے تو وہ اس کے انتہائی تعصب اور کمزور دینی پر اطلاق پالے گا۔ الخ (یہاں تک ابن الجوزی کی عبارت مکمل ہوئی)

پھر ابن الجوزیؒ نے اس کی نقل کردہ کچھ اور احادیث ذکر کی ہیں جو ساری کی ساری حضرت انسؓ ہی سے ہیں کہ بیشک نبی کریم ﷺ وفات تک ہمیشہ صبح کی نماز میں قنوت پڑھتے تھے اور اس کی سندوں پر جرح کی ہے۔ اور اسی طرح ابن الجوزیؒ نے اپنی کتاب درء اللوم والضیم فی صوم یوم الغیم میں کہا کہ ابو زرہ طاہر بن محمد بن طاہر المقدسیؒ نے ہمیں خبر دی اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ میں نے اسماعیل بن ابی الفضل القومسیؒ سے سنا اور وہ حدیث کی معرفت رکھنے والوں میں سے تھے۔ وہ فرماتے تھے کہ حفاظ میں سے تین شخص ایسے ہیں کہ ان کے انتہائی تعصب اور ناانصافی کی وجہ سے میں ان سے محبت نہیں رکھتا۔ ایک ابو عبد اللہ الحاکمؒ اور دوسرے ابو نعیم الاصفہانیؒ اور تیسرے ابوبکر الخطیبؒ۔ اور اس کا ذکر ابن الجوزیؒ نے اپنی کتاب السہم المصیب میں بھی کیا ہے۔ پھر کہا اور بہر حال خطیبؒ تعصب اور بدنیتی میں دونوں سے بڑھا ہوا ہے اور اسی لیے اس کی کتابوں میں برکت نہیں ہے اور قریب نہیں کہ ان کی جانب التفات کیا جائے حالانکہ ان میں اچھی کتابیں بھی ہیں اور اگر ہم اس کی اغلاط اور جو اس نے تعصب کا مظاہرہ کیا ہے، اس کا تذکرہ شروع کر دیں تو کلام بہت طویل ہو جائے گا۔ پھر اس نے (ابن الجوزیؒ) کہا کہ بیشک خطیبؒ نے بسم اللہ کو جر سے پڑھنے کے بارے میں کتاب لکھی ہے تو اس میں ایسی احادیث بھی بیان کر دی ہیں جن کے بارے میں وہ خود بھی جانتا ہے کہ وہ احادیث صحیح نہیں ہیں جیسا کہ عبد اللہ بن زیاد بن سمعانؒ کی حدیث حالانکہ محدثین نے اس کی حدیث ترک کرنے پر اجماع کیا ہے۔ پس امام مالکؒ نے فرمایا کہ وہ کذاب تھا۔ اور جیسا کہ حفص بن سلیمان کی

حدیث جس کے بارے میں امام احمدؒ نے فرمایا کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ اور میں نے اس کی کتب پر جو حاشیہ لکھا ہے اس میں اس (خطیب) کی بیان کردہ تمام احادیث پر میں نے خاصی بحث کی ہے اور میں نے ان کی کمزوریاں بیان کر دی ہیں۔ پس یہاں میں ان کا اعادہ نہیں کرتا اور اسی قسم کی کاروائی اس نے کتب القنوت میں کی ہے اور جس آدمی کی عصیت اس حد تک پہنچ چکی ہو جس کا ہم نے ذکر کیا ہے یعنی حق کو چھپانا اور مخلوق پر بات کو خلط طع کرنا تو مناسب نہیں ہے کہ اس کی جرح اور تعدیل قبول کی جائے اس لیے کہ بیشک اس کے قول اور فعل سے کمزور دینی جھلکتی ہے اور بیشک میں نے اس کے خط سے چند اشعار نقل کیے ہیں جو اس نے کہے ہیں لٹخ (ابن الجوزیؒ کی عبارت مکمل ہوئی)

پھر ابن الجوزیؒ نے ان میں سے چند چیزیں ذکر کی ہیں جن کے ذکر کرنے سے ہم اعراض کرتے ہیں اور خطیبؒ کے رد میں جو کتب الملک المعظمؒ نے لکھی ہے اس میں وہ چیزیں منقول ہیں اور وہ ہندوستان اور مصر میں چھپ چکی ہے۔

اور اسی طرح ابن الجوزیؒ نے اپنی کتب المنتظم میں لکھا ہے کہ ابوبکر الخطیب امام احمد بن حنبلؒ کے مذہب پر تھا تو جب ہمارے اصحاب نے دیکھا کہ اس کا میلان بدعتی فرقہ کی جانب ہے تو اس پر طعن کیا اور اس کو تکلیف پہنچائی تو وہ امام شافعیؒ کے مسلک کی طرف منتقل ہو گیا اور ان کے خلاف اپنی تصانیف میں تعصب کا مظاہرہ کیا اور ان کی مذمت کے اشارات کیے اور جہاں تک اس کا بس چلا، صراحت سے بھی لکھا ہے۔ لٹخ (ابن الجوزیؒ کی عبارت یہاں مکمل ہوئی)

اور اسی طرح اس (ابن الجوزیؒ) نے اپنی اس کتاب میں لکھا ہے کہ خطیبؒ میں دو چیزیں پائی جاتی تھیں۔ ایک یہ کہ وہ جرح اور تعدیل میں عام (سطحی قسم کے) محدثین کی عادت کے مطابق بے باک تھا جو ایسی باتوں کو بھی جرح سمجھ لیتے ہیں جو جرح نہیں شمار ہوتیں اور یہ ان کی کم فہمی کی وجہ سے ہے۔ اور دوسری چیز یہ کہ خطیبؒ میں تعصب پایا جاتا ہے اور بیشک اس نے بسم اللہ کو جر سے پڑھنے کے مسئلہ پر جو کتاب لکھی ہے، اس میں ایسی احادیث ذکر کی ہیں جن کے بارے میں وہ جانتا ہے کہ وہ صحیح نہیں ہیں اور یہی انداز اس نے کتب القنوت میں بھی اختیار کیا ہے۔ اور ہلال والے دن روزہ رکھنے کے مسئلہ میں اس نے ایک ایسی حدیث ذکر کی ہے جس کو وہ جانتا ہے کہ بیشک وہ موضوع ہے پھر اس کو دلیل بھی بنایا ہے اور اس پر کوئی جرح بھی نقل نہیں کی۔ لٹخ (ابن الجوزیؒ کی عبارت مکمل ہوئی)

پھر اس کے متعلق چند اور چیزیں بھی ذکر کی ہیں پھر کہا کہ جو شخص اس کا مطالعہ کرے گا تو وہ اس کے انتہائی تعصب اور کمزور دینی پر اطلاع پالے گا۔ الخ (ابن الجوزیؒ کی عبارت مکمل ہوئی)

اور وہ (خطیبؒ) حافظہ کے اعتبار سے بھی کچھ نہ تھا پس جب اس سے کسی چیز کے بارے میں مسئلہ پوچھا جاتا تو بہت کم فوراً جواب دیتا بلکہ کئی کئی دن تک جواب میں تاخیر کر دیتا تھا اور اس کی کئی لفظی غلطیوں اور اوہام مشہور ہیں جن میں سے بعض کی طرف ہم کتاب کے آخر میں اشارہ کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ

اور معجم الادباء ج ۳ ص ۲۹ میں اس پر شراب کی چسکی لگانے کا اہتمام بھی ہے۔ اور سبط ابن الجوزیؒ نے اپنی کتاب مرآۃ الزمان میں کہا ہے کہ محمد بن طاہر المقدسیؒ نے کہا کہ جب بسامیؒ کے بغداد میں داخل ہونے کے وقت خطیب بغدادیؒ سے بھاگ کر دمشق آیا تو ایک خوبصورت نوجوان اس کا ساتھی بنا جو اس کے پاس آتا جاتا تھا تو لوگوں نے اس کے بارے میں چہ میگوئیاں شروع کر دیں اور اس کا بہت چڑھا ہوا یہاں تک کہ معاملہ شہر کے دلی تک پہنچا جو کہ مصریوں کی طرف سے شیعہ تھا تو اس نے پولیس والے کو حکم دیا کہ خطیب کو پکڑے اور اس کو قتل کر دے اور پولیس والا سنی تھا تو اس نے اس پر اچانک چھاپہ مارا تو لڑکے کو اس کے پاس دیکھا اور وہ دونوں تنہائی میں تھے تو اس نے خطیب سے کہا کہ بیشک دلی نے تیرے قتل کا حکم دیا ہے اور میں تجھ پر رحم کھاتا ہوں اور میرے پاس تیرے بارہ میں اور کوئی حیلہ نہیں ہے سوائے اس کے کہ میں جب تجھے لے کر نکلوں اور شریف بن ابی الحسن العلوی کے گھر کے پاس سے گزروں تو تم بھاگ کر اس میں داخل ہو جانا کیونکہ مجھے تیرے پیچھے اس کے گھر میں داخل ہونے کی ہمت نہ ہوگی۔ تو جب وہ خطیب کو لے کر نکلا اور شریف کے گھر کے پاس سے گزرا تو خطیبؒ چھلانگ لگا کر دہلیز کے اندر ہو گیا اور اس کی اطلاع دلی کو ہوئی تو اس نے شریفؒ کو پیغام بھیجا اور اس سے خطیبؒ کو طلب کیا تو شریفؒ نے کہا کہ تو میرا عقیدہ اس کے بارے میں اور اس جیسے لوگوں کے بارے میں خوب جانتا ہے اور وہ میرا ہم مذہب نہیں ہے (شریف شیعہ تھا اور خطیب سنی تھا) اور بیشک اس نے مجھ سے پناہ طلب کی ہے نیز اس کے قتل میں کوئی مصلحت بھی نہیں ہے کیونکہ عراق میں اس کا شہرہ اور ذکر ہے پس اگر تو اس کو قتل کرے گا تو وہ لوگ ہمارے کئی ساتھیوں کو قتل کر دیں گے اور وہ ہمارے اجتماع کی جگہوں کو برباد کر دیں گے۔ تو اس دلی نے اس کو

کہا کہ اس کو شر سے نکل دے۔ تو انہوں نے اس کو نکل دیا تو وہ صور کی جانب چلا گیا اور اس لڑکے کی محبت میں بہت بے چین ہوا تو اس بارہ میں اس نے اشعار کہے جن میں سے چند اشعار یہ بھی ہیں

بات الحبيب وكم له من ليلة
فيها اقام الى الصباح معانقي
ثم الصباح اتى ففرق بيننا
ولقلما يصفو السرور لعاشق

”دوست نے رات گزاری اور اس کی کتنی ہی راتیں ایسی تھیں کہ ان میں صبح تک اس کا میرے گلے سے لگا رہا باقی رہتا تھا پھر ایک صبح ایسی آئی کہ اس نے ہمارے درمیان جدائی ڈال دی اور عاشق کو خالص خوشی بہت کم نصیب ہوتی ہے۔“
اور اس طرح کے اس کے اور بھی بہت سے اشعار اس نے ذکر کیے ہیں اور کس قدر ظلم کی بات ہے کہ اس جیسا آدمی جرح و تعدیل کے علماء میں سے شمار کیا جاتا ہے اور اللہ کے دین کے بارہ میں اس کے قول پر اعتکاف کیا جاتا ہے۔

خطیب کی ”بعض کتابوں کا رد

اور بے شک ابن الجوزیؒ نے ان حنبلہ کی جانب سے اپنی کتاب السہم المصیب میں دقلع کیا ہے جن کے بارے میں خطیبؒ نے طعن کیا ہے اور اس کے اور حنبلہ کے درمیان بدترین حالات تھے۔ ان میں سے کچھ نمونہ کے طور پر سبط ابن الجوزیؒ کی کتاب مرآۃ الزمان میں آپ دیکھ سکتے ہیں۔ اور ابن طاہرؒ نے کہا کہ جمعہ کے دن جامع مسجد منصور میں خطیبؒ کے حلقہ میں حنبلہ کی ایک جماعت آئی تو انہوں نے ایک خوبصورت لڑکے کو ایک دینار دیا اور کہا کہ اس کے سامنے کچھ دیر کھڑا رہ اور اس کو یہ رقم دے دے تو لڑکے نے وہ رقم اس کو دے دیا تو اس میں وہ کچھ لکھا تھا جس کا ذکر سبط ابن الجوزیؒ نے کر دیا ہے اور یہاں اس کے ذکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ پھر کہا کہ وہ لوگ وہاں جمعہ کے دن پانی پلانے والے کو کچھ کھڑے کے کھڑے دیتے تو وہ اس کے سامنے دور کھڑا ہو جاتا اور ان اجزاء کو بھگو دیتا تو وہ اجزاء بہلو ہو جلتے (یہ بھی خطیب کو پریشان کرنے کی ان کی ایک سیم تھی) اور وہ رات کے وقت اس کے گھر کے دروازہ پر کچھ زلیپ کر آتے تھے۔ پس بعض دفعہ

اس کو فجر کی نماز کے وقت غسل کی حاجت ہوئی (اور وہ سستی کا مظاہرہ کرتا) تو اس سے نماز فوت ہو جاتی اور بیشک اس نے ائمہ میں سے بہت ساروں کے بارے میں طعن کیا ہے۔
پس اس نے امام مالکؒ کے بارے میں کہا کہ وہ حافظہ میں کمزور تھے اور حسن بھریؒ اور ابن سیرینؒ کے بارے میں کہا کہ وہ قدری تھے اور مالک بن دینار کو ضعیف کہا اور اس کی زبان سے شاذ و نادر ہی کوئی بچا ہو گا۔ سبط ابن الجوزیؒ نے اس کے بعد اور کچھ بھی ذکر کیا ہے۔ اور اس بحث میں بیک وقت خطیبؒ کے احوال اور حنبلہ کے احوال کے لحاظ سے کئی عبرتیں ہیں۔ اور یہی وہ شخص ہے جس نے فقیہ الملت امام اعظم ابو حنیفہؒ اور ان کے جلیل القدر اصحاب جیسی شخصیات کے خلاف زبان درازی کی۔ اور امام ابو حنیفہؒ کی طرف سے بادشاہوں کے عالم الملک المعظم عیسیٰ بن ابی بکر الایوبیؒ نے اپنی کتاب السهم المصیب فی کبد الخطیب میں دفاع کیا ہے۔ اور جو آدمی یہ خیال کرتا ہے کہ یہ کتاب سبط ابن الجوزیؒ کی تالیف ہے تو اس کا خیال باطل ہے۔ ہاں سبط ابن الجوزیؒ کی امام ابو حنیفہؒ کے دفاع میں دو جلدوں پر مشتمل کتاب الانتصار لامام ائمة الامصار ہے اور بیشک اس میں اس نے خطیبؒ کا سیر حاصل رد کیا ہے۔ اور اسی طرح جامع المسانید کے مقدمہ میں ابو الموید الخوارزمیؒ نے خطیب کا بہت عمدہ رد کیا ہے۔

خطیب کی وفات

اور خطیب بغدادیؒ کی بغداد واپسی ۳۶۱ھ میں ہوئی اور وہاں ہی ۳۶۳ھ میں اس نے وفات پائی۔ اللہ تعالیٰ اس سے درگزر کا معاملہ فرمائے اور جن لوگوں پر خطیبؒ نے بہتان تراشی کی ہے، اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں ڈال دے کہ وہ اس کے بارے میں چشم پوشی اور معاف کر دینے کا طریق اختیار کریں۔

خطیبؒ کی تاریخ کے بارے میں من گھڑت خوابیں

اور اس کی جمع کردہ تاریخ میں یقیناً جمہوری خبریں اور باطل احادیث بھی ہیں اور قباحت کی حد تک پہنچی ہوئی بے پروائی میں سے یہ بات ہے کہ بعض لوگوں نے ایسی خوابیں بھی تحریر کی ہیں جن کو اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ بیشک نبی کریم ﷺ اس مجلس میں تشریف فرما ہوتے تھے جس مجلس میں خطیب اپنی کتاب کو پڑھتا تھا اور یہ صرف اس کو پھیلانے کے لیے دھوکہ دہی کا طریقہ ہے جس کے اندر کھلی باطل چیزیں پائی جاتی ہیں اور ان خوابوں کے

مرکزی رلوی خطیب کی حالت اس لڑکے کے ساتھ واضح ہو چکی جس کے بارے میں غزلیں پڑھتا تھا نعوذ باللہ من الخذلان ہم رسوائی سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں۔
 اور تفصیلی جواب شروع کرنے سے پہلے امانت و دیانت میں خطیب کے حالات سے اتنی ہی واقفیت کافی ہے۔ اور خطیب کے ہیر پھیر کی یقینی خبر آگے آ رہی ہے۔
تفصیلی جواب شروع کرنے سے پہلے ایک ضروری بات

تاریخ بغداد کی طباعت کے نگران عملہ کے ایک سربراہ نے قلعہ مصر میں پھرے گھر پر مجھ سے ملاقات کی جبکہ کتاب کی تیرہویں جلد کی طباعت قریب تھی جس میں امام ابو حنیفہ کے حالات ہیں اور اس نے مجھ سے کہا کہ اگر مجھے پہلے معلوم ہو جاتا کہ خطیب امام اعظم کے خلاف جھوٹ باندھنے اور ظلم کی اس حد کو پہنچا ہوا ہے جو اب مجھے نظر آ رہا ہے تو میں خطیب کی تاریخ کی طباعت میں طبع کرانے والوں کے ساتھ شریک ہونے کی جرات نہ کرتا۔ لیکن اب میں ایسے راستے پر چل نکلا ہوں کہ واپسی مشکل ہے تو میں کیا کروں؟ تو میں نے اس کو کہا کہ خطیب کا رو جو الملک المعظم عیسیٰ بن ابی بکر اللایونی نے کیا ہے وہ وار الکتب المصریہ میں موجود ہے اور اس کا ایک اور نسخہ استنبول کے مکتبہ محمد اسعد میں ہے تو دونوں نسخوں کا قتل کر کے اس کو خطیب کی تاریخ کے اس حصہ کے حاشیہ میں شامل کروے جو امام ابو حنیفہ کے حالات پر مشتمل ہے۔ اس میں خطیب کا کافی رد ہے۔ پھر اس نے تاریخ بغداد کی طباعت کے دیگر شرکاء سے مشورہ کیا لیکن انہوں نے اس سے موافقت نہ کی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس رو کو اس کے ساتھ شائع کرنا کتاب کی فروخت کے لیے کافی نقصان دہ ہوگا۔ پھر وہ دوبارہ میرے پاس آیا تو میں نے اپنا نام ذکر کیے بغیر ایسا مختصر سا حاشیہ لکھ دیا جو موقف کو بچا لیتا اور اس موضوع پر کماحقہ تفصیل سے میں نے نہ لکھا کیونکہ اس کی طباعت پر نگران عملہ کے حضرات تجارتی مصلحت کی خاطر خطیب کے خلاف سخت لہجہ اختیار کرنے سے انکاری تھے۔ پھر جب کتاب طبع ہو چکی تو میں نے دیکھا کہ میرے لکھے ہوئے حاشیہ کو ہیرا کر دینے والے ہیر پھیر کے ساتھ طبع کیا گیا ہے۔ معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ ائمہ سنت کے دشمنوں میں سے ایک جاہل حشوی نے اپنے بدعتی ساتھیوں میں سے کسی کے اشارے پر یہ کھیل کھیلا ہے اور وہ اعزازی طور پر کام کرنے والے کی طرح مطبع میں پروف ریڈنگ کا کام کرتا تھا اور اس نے حاشیہ میں اپنی خواہش کے مطابق ایسا ہیر پھیر کیا کہ اس کی قدر و منزلت ہی ختم کر دی۔ اور اسی طرح تاریخ کی تیرہویں جلد منظر عام پر آ جانے اور بہت سے نسخے

تقسیم ہو جانے کے بعد مذکورہ جلد کے باقی ماندہ نسخوں پر مصری حکومت نے چھاپہ مارا اور باقی کتاب کی طباعت پر پابندی لگا دی یہاں تک کہ ان کو ازہر کے بزرگوں کی زیر نگرانی حواشی کے ساتھ مذکورہ جلد دوبارہ طبع کرنے کا پابند بنایا اور یہ الشیخ الاحمدی کے زمانہ میں ہوا۔ اور اس کے ساتھ ان کو پابند کیا کہ الملک المعظم کی کتاب جس کا پہلے تذکرہ ہو چکا ہے، اس کو کتاب کے ضمیمہ کے طور پر طبع کیا جائے۔ بلاخر کافی عرصہ کے بعد یہ کام مکمل ہوا۔

پس میں نے اس دوبارہ طبع شدہ جلد کا مطالعہ کیا جیسا کہ اس کے پہلے ایڈیشن کا مطالعہ کیا تھا تو میں نے محسوس کیا کہ ان حواشی سے مقصد حاصل نہیں ہوتا اگرچہ اس کے امور کے نگرانوں نے میرے ان حواشی کو درج کر دیا تھا جو میں نے کتاب کی طباعت کے نگران کے حوالے کیے تھے۔ پھر مجھے معلوم ہوا کہ بیشک وہ جلد جس پر پابندی لگا دی گئی تھی، اس کے اسی طرح کے نسخے عملی طور پر اطراف عالم میں پھیلانے جا رہے ہیں جو پابندی سے پہلے تھے اور وہ معمولی حواشی پر مشتمل تھے جو میری تعلیقات سے مختصر کیے گئے تھے۔ تو میں نے اپنے علم کے مطابق خطیب کا مکمل جواب لکھنا ضروری سمجھا ان حقوق میں سے بعض کو ادا کرنے کے لیے جو امام اعظمؒ کے ہم پر ہیں۔ اور اس بات کو آشکارا کرنا ضروری سمجھا کہ اس امت کے نصف طبقہ کے امام کے خلاف بلکہ اس امت کی دو تہائی اکثریت کے امام کے خلاف عرصہ دراز تک ناانصافی کرنا اس امت محمدیہ (علیٰ صاحبہا النجۃ والسلام) کی توہین ہے جس پر خاموشی جائز نہیں ہے۔ تو میں نے دونوں نسخوں کے صفحہ نمبر کا اشارہ کرتے ہوئے یہ رد لکھا ہے (یعنی پابندی لگایا ہوا نسخہ اور وہ نسخہ جس پر تعلیقات شامل کی گئی ہیں) تاکہ مطالعہ کرنے والے پر اصل کی طرف مراجعت آسان ہو جائے۔ اور اب مقصود میں شروع ہونے کا مرحلہ ہے اور توفیق دینا اور سیدھا راستہ دکھانا اللہ تعالیٰ ہی کی جانب سے ہے۔

تنبیہ: امام ابو حنیفہؒ وہ شخصیت ہیں جن کی فقہ میں امت محمدیہ (علیٰ صاحبہا النجۃ والتسلیمات) کا نصف طبقہ بلکہ دو تہائی اکثریت زمانوں کے لگا تار گزرنے کے باوجود پیروی کرتی ہے۔ پس احناف ہندوستان اور سندھ میں ساڑھے سات کروڑ سے کم نہیں ہیں۔ (یہ تعداد اس دور کی ہے جب علامہ کوثریؒ نے کتاب لکھی تھی اور ملکوں کی آبادی کم تھی۔ آبادی میں اضافہ کے ساتھ ساتھ احناف کی تعداد میں کہیں زیادہ اضافہ ہو چکا ہے) اور چین میں پانچ کروڑ اور روس کے شہروں اور القوقاس اور القزقان اور بخارا اور سائبیریا اور اس کے

اطراف میں بھی پانچ کروڑ اور رومان کے شہروں اور الصرب اور بوسنیا اور ہر سک اور البان اور بلغاریہ اور یونان اور قدیم سلطنت عثمانیہ کے تینوں براعظموں میں بھی پانچ کروڑ سے کم نہ ہوں گے۔ اور یہ تعداد ان کے علاوہ ہے جو افغانی شہروں اور بلاد حبشیہ اور مصر اور مغربی طرابلس اور تیونس اور جنوبی افریقہ وغیرہ مقامات میں آباد ہیں۔ اور امت کا باقی حصہ باقی ائمہ کا پیروکار ہے۔ اور امام ابو حنیفہؒ اپنی امامت و دیانت میں ضرب المثل ہیں اور ان کی ثقاہت اور امانت کا متواتر ہونا اور ان کی شب بیداری اور بے دار مغزی کی شہرت اور ان کے پیروکاروں کی اکثریت اور ان کی فقہ کا عام ہونا اور ان کے مذہب کا اطراف عالم و ممالک میں پھیلنا اور ان کی عقل کا کامل ہونا اور ان کے علم کا وسیع ہونا ایسا ضرب المثل ہے کہ اس میں ہر وہ شخص جو تیز چلنے والا اور زمین پر ریگنے والا ہے کوئی بھی الٹ بات سننے کے لیے آمادہ نہیں ہے اور بالخصوص ان چیزوں کو جاننے کے بعد جو ان کے مخالف اپنے گرد جمع کرنے والے ہیں یعنی کم فہمی اور کمزور دینی کی وجہ سے عیوب گھر کر بد باطنی میں اضافہ کرتا۔ پس تصور نہیں کیا جاسکتا کہ کوئی شخص اس چیز کو جو خطیب نے اپنی تاریخ میں اور اس جیسے لوگوں نے ان کے عیوب سے متعلق روایات کی ہیں ان کو ان روایات کے مقتل ٹھہرائے جو تواتر سے ان کے مناقب کے بارے میں روایت کی گئی ہیں۔ مگر جب من گھڑت خبر منظم طریقہ سے پھیلائی جائے تو وہ (عام لوگوں کی نظر میں) خبر متواتر کے قائم مقام ہو جاتی ہے۔ یا خیالات اور دسوس ان حقائق کو بھی ملایا میٹ کر دیتے ہیں جو حس سے معلوم کیے جاتے ہیں۔ اور خبر واحد صحیح بھی ہو تو خبر مشہور کے معارض نہیں ہو سکتی چہ جائیکہ وہ خبر متواتر کے معارض قرار دی جائے اور یہ کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ جو روایات اس نے امام ابو حنیفہؒ کے عیوب میں پیش کی ہیں ان کی اسناد میں طرح طرح کی کمزوریاں اور خرابیاں ہیں جن کی وضاحت ہم ان شاء اللہ تعالیٰ کریں گے اور ہم نے اس کتاب میں کوئی چیز لینے یا رد کرنے کے بارے میں تفصیل سے جو بحث کی ہے وہ تحقیق اور سوچ بچار کرنے والے کو ہر اس چیز کے قبول کرنے میں دعوت فکر دیتی ہے جو وہ کتب جرح میں پائے یہاں تک کہ وہ جرح کے مشابہات اور اس کے اسباب سے مضبوطی حاصل کر لے (یعنی کسی کی بات پر اعتماد کرنے یا رد کرنے میں ہم نے جو طریق اختیار کیا ہے وہ ائمہ جرح و تعدیل کے اصولوں کے مطابق ہے۔ محقق آدمی کتب جرح کی جانب مراجعت کر کے تسلی کر سکتا ہے) واللہ سبحانہ و

اعتراض ۱: (کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ نے صرف حضرت انسؓ کو دیکھا ہے، کسی اور صحابی کو نہیں دیکھا۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کی سن ولادت کو دیکھتے ہوئے دیگر صحابہ کرامؓ کو دیکھنا بھی ان سے ثابت ہوتا ہے) خطیبؒ نے ج ۳ ص ۳۲۳ میں کہا ہے کہ ابو حنیفہؒ نے حضرت انس بن مالکؓ کو دیکھا ہے اور عطاء بن ابی رباحؓ سے سماعت کی ہے۔

الجواب: خطیبؒ نے یہاں ابو حنیفہؒ کے حضرت انسؓ کو دیکھنے اور حضرت عطاءؒ سے ان کی سماعت کو تسلیم کیا ہے۔ پس ان کا حضرت انسؓ کو دیکھنے کا اقرار حمزہ سمیٰ کی روایت میں دار قطنی نے بھی کیا ہے جیسا کہ اس کو علامہ سیوطیؒ نے اپنی کتاب تبیيض الصحیفة فی مناقب ابی حنیفہ کی ابتدا میں نقل کیا ہے۔ اور ابن عبد البرؒ نے اپنی کتاب جامع بیان العلم ج ۱ ص ۲۵ میں اپنی سند کے ساتھ ایک خبر نقل کرنے کے بعد کہا کہ اس کو امام ابو حنیفہؒ نے رسول اللہ ﷺ کے صحابی حضرت عبد اللہ بن الحارث بن جزءؓ سے سنا ہے۔ اور واقدیؒ کے کتاب ابن سعدؒ نے ذکر کیا ہے کہ بے شک ابو حنیفہؒ نے حضرت انس بن مالکؓ اور حضرت محمد بن عبد اللہ بن الحارث بن جزءؓ کو دیکھا ہے تو اس سے پتہ چلا کہ حضرت ابن جزءؓ ان صحابہ میں سے ہیں جن کی وفات آخر میں ہوئی اور اس سے بدرجہ لوٹی یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے عبد اللہ بن ابی لوفیؓ کو دیکھا ہو اس لیے کہ وہ کوفہ میں ہی رہائش پذیر تھے اور وہاں ہی ان کی وفات ہوئی۔ اور ابو نعیم الاصفہانیؒ نے صحابہ کی جماعت میں سے جن کو امام ابو حنیفہؒ نے دیکھا ہے، ان میں حضرت انسؓ، حضرت عبد اللہ بن الحارثؓ اور حضرت ابن ابی لوفیؓ کا ذکر کیا ہے جیسا کہ سبط ابن الجوزیؒ نے عن ذاکر بن کامل عن ابی علی الحداد کی سند سے اپنی کتاب الانتصار والترجیح میں روایت کی ہے۔ یہ اس صورت میں ہے جبکہ یہ فرض کیا جائے کہ امام ابو حنیفہؒ کی ولادت ۸۰ھ میں ہے اور بہر حال جب یہ فرض کیا جائے کہ ان کی ولادت ۷۰ھ یا ۷۵ھ میں ہے جیسا کہ یہ دونوں روایتیں ابن ذوالدین اور ابن حبان سے ہیں تو اس صورت میں ان کے صحابہ کو دیکھنے کا دائرہ اور بھی وسیع ہو جاتا ہے۔ اور ابو القاسم بن ابی العوامؒ نے اپنی کتاب فضائل ابی حنیفہؒ و اصحابہؒ میں پہلی روایت کو لے کر ان کے زمانہ میں پائے جانے والے صحابہؓ کی لمبی تفصیل بیان کی ہے پس جو اصل کتاب دیکھنا چاہے، وہ دمشق کے ظاہریہ کتب خانہ میں اندراج ۶۳ کی طرف رجوع کر

سکتا ہے۔ اور یہاں خطیب کا امام ابو حنیفہؒ کے حضرت انسؓ کو دیکھنے کا اقرار اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ خطیبؒ کی جانب ج ۲ ص ۲۰۸ میں جو یہ بات منسوب کی گئی ہے، وہ کسی خطا کار ہاتھ نے تبدیلی کی ہے کہ اس نے حمزہ السمیٰ سے نقل کیا کہ بیشک اس نے کہا کہ اس نے دار قطنیؒ سے پوچھا کہ کیا ابو حنیفہؒ کا حضرت انسؓ سے سماع صحیح ہے یا نہیں تو اس نے کہا کہ نہ سماع صحیح ہے اور نہ ان کو دیکھنا صحیح ہے۔ اور لطاعت کی پروف ریڈنگ کرنے والے کی غلطیوں کتب میں بہت ہیں۔ اور یہ اصل کلام یوں تھا کہ اس نے دار قطنیؒ سے پوچھا کہ کیا ابو حنیفہؒ کا سماع حضرت انسؓ سے صحیح ہے تو اس نے کہا لا الا رؤیتہ نہیں مگر اس کا ان کو دیکھنا ثابت ہے تو خطا کار ہاتھ نے الا رؤیتہ کو ولا رؤیتہ سے بدل ڈالا اور اس پر دلیل امام سیوطیؒ کا قول ہے جو تبیض الصحیفۃ کی ابتداء میں ہے کہ حمزہ السمیٰ نے کہا کہ میں نے دار قطنیؒ سے سنا وہ کہتے تھے کہ ابو حنیفہؒ نے صحابہؓ میں سے کسی سے ملاقات نہیں کی مگر یہ بات ہے کہ بیشک اس نے حضرت انسؓ کو اپنی آنکھ سے دیکھا ہے مگر ان سے سماعت نہیں کی۔ لہٰذا (سیوطیؒ کی عبارت مکمل ہوئی) اور امام ابو حنیفہؒ کا حضرت انسؓ کے علاوہ کسی دوسرے صحابیؓ کو دیکھنے کی جو دار قطنیؒ نے نفی کی ہے اور حضرت انسؓ کو دیکھنے کا اثبات کرنے کے بعد ان سے سماعت کی جو نفی کی ہے تو یہ صرف دعویٰ ہے اور نفی پر شہادت ہے اور مقصد یہاں اس بات کی وضاحت ہے کہ بیشک امام دار قطنیؒ امام ابو حنیفہؒ کے حضرت انسؓ کو دیکھنے کا اعتراف کرنے والے ہیں۔ اور جن لوگوں نے اپنے فتوؤں میں ان کے حضرت انسؓ کو دیکھنے کا اقرار کیا ہے، ان میں ابن سعدؒ، دار قطنیؒ، ابو نعیمؒ الاصفہانیؒ، ابن عبد البرؒ، خطیب بغدادیؒ، ابن الجوزیؒ، السمعانیؒ، عبد الغنی المقدسیؒ، سبط ابن الجوزیؒ، فضل اللہ التورپشٹیؒ، امام نوویؒ، امام یافعیؒ، امام ذہبیؒ، الزین العرائیؒ، ولی الدین العرائیؒ، ابن الوزیرؒ، بدر الدین العینیؒ اور ابن حجرؒ شامل ہیں جن کو امام سیوطیؒ نے اپنی کتاب تبیض الصحیفۃ میں اور الشہاب القسطلانیؒ اور سیوطیؒ اور ابن حجرؒ کی دیگر ہم نے نقل کیا ہے تو امام ابو حنیفہؒ کے تاجی ہونے کا انکار کرنا محض سینہ زدوری اور ان نصوص سے ناواقفیت ہوگی۔ اور یہی بات کہ امام ابو حنیفہؒ کا حضرت عطاءؒ سے سماع ثابت ہے تو اس بارے میں تفصیل آگے آرہی ہے۔

امام شافعیؒ کا امام ابو حنیفہؒ کی قبر پر حاضری دینا

اور خطیبؒ نے ج ۱۳ ص ۳۲۳ میں کہا ہے کہ وہ یعنی امام ابو حنیفہؒ اہل کوفہ میں سے

ہیں۔ ان کو ابو جعفر منصور نے بغداد کی طرف منتقل کر دیا تھا۔ پھر انہوں نے وفات تک وہیں ہی اقامت رکھی اور مقبرہ خیزران کے مشرقی کنارہ میں ان کو دفن کیا گیا اور وہیں ان کی قبر ظاہر مشہور ہے۔

میں کہتا ہوں کہ مناسب یہ تھا کہ خطیب یہاں وہ واقعہ نقل کر دیتا جو اس نے ج ۱ ص ۳۳ میں ذکر کیا ہے یعنی امام شافعیؒ کا امام ابو حنیفہؒ کے وسیلہ سے برکت حاصل کرنا جہاں اس نے قاضی ابو عبد اللہ الحسین بن علی الصیمریؒ، عمر بن ابراہیم المقرئؒ، مکرم بن احمدؒ، عمر بن اسحاق بن ابراہیمؒ، علی بن میمونؒ کی سند سے نقل کیا ہے کہ علی بن میمونؒ نے کہا کہ میں نے امام شافعیؒ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ بیشک میں ابو حنیفہؒ کے وسیلہ سے برکت حاصل کرتا ہوں اور میں اس کی قبر پر روزانہ حاضری دیتا ہوں پس جب مجھے کوئی حاجت پیش آتی ہے تو میں دو رکعت نماز پڑھتا ہوں اور ان کی قبر پر حاضری دیتا ہوں اور اس قبر کے پاس اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت طلب کرتا ہوں تو مجھے زیادہ عرصہ نہیں لگتا یہاں تک کہ وہ حاجت پوری ہو جاتی ہے الخ (یہاں تک ج ۱ ص ۳۳ کا حوالہ مکمل ہوا) اور اس سند کے سارے راوی خطیب کے ہاں ثقہ ہیں اور ابو الطاء صالح بن احمد بن ابی بکر الرازیؒ نے اپنی کتاب الجمع بین الفتویٰ والتفتویٰ فی مهمات الدین والدنیا میں شافعی المسلك فقیہ شرف الدین الدمشقیؒ سے روایت کی ہے اور وہ بغداد کے مدرسہ نظامیہ میں مدرس تھے کہ انہوں نے امام شافعیؒ سے مروی اس روایت کا تجربہ کیا (یعنی انہوں نے بھی اسی جیسا عمل کیا) ایسی مصیبت میں جس نے ان کو پریشان کر دیا تھا تو بہت جلدی اس مصیبت سے چھٹکارا حاصل ہو گیا۔

اعتراض ۲: (کہ امام ابو حنیفہؒ اور ان کے والد نصرانی پیدا ہوئے تھے۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ زاجھوٹ ہے اس لیے کہ خود خطیبؒ نے صحیح سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے والد مسلمان پیدا ہوئے تھے اور ان کے واوا حضرت علیؑ کا جعزہ اٹھانے والوں میں سے تھے)

اور خطیب نے ج ۳ ص ۳۲۲ میں محمد بن احمد بن رزقؒ، محمد بن عباس بن ابی ذیل البرویؒ، احمد بن محمد بن یونس الحافظؒ، عثمان بن سعید الدارمیؒ، محبوب بن موسیٰؒ کی سند نقل کر کے کہا کہ محبوب بن موسیٰؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابن اسباطؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ابو حنیفہؒ اور ان کے والد نصرانی پیدا ہوئے تھے۔

الجواب : میں کہتا ہوں کہ امام ابو حنیفہؒ اپنی ولادت کے وقت دین میں اپنے باپ کے تابع تھے پس اگر یہ بات صحیح بھی ہو تو کسی مسلمان کو اس کی وجہ سے عار دلانا تو جاہلیت کے دور کی کاروائی ہے اور صحابہ و تابعین میں کتنے ہی ایسے ہیں جن کے باپ مشرک یا نصرانی یا یہودی یا مجوسی تھے اور ایک شخص کو اس سے بھی کم درجہ کی عار دلانے کی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے حضرت ابو ذرؓ سے فرمایا کہ بیشک تو ایسا آدمی ہے جس میں جاہلیت پائی جاتی ہے۔ اگر امام صاحب کے بارے میں یہ درست بھی ہوتا تو عار دلانا درست نہ تھا تو جب یہ بات صحیح ہی نہیں بلکہ کھلا جھوٹ ہے تو پھر عار دلانا کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟ اور اگر ہم کھلے تعصب اور خفیہ ہیر پھیر کے باوجود خطیبؒ کو ثقہ مان لیں تو اس روایت میں اس کے شیخ ابن رزق کو پاتے ہیں کہ اس کے پاس خطیبؒ کا آنا جانا اس کے اندھا اور بوڑھا ہو جانے کے بعد شروع ہوا اور اس جیسے آدمی سے جو افراط پایا جاتا ہے، وہ کسی سے مخفی نہیں ہے نیز اس کی سند میں جو عثمان بن سعیدؒ ہے، وہ بھی قاتل اعتراض ہے۔ مجسم ہے (اللہ تعالیٰ کے لیے جسمیت کا قاتل ہے) اور اس کی بے گناہ ائمہ کے ساتھ دشمنی کھلا معاملہ ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے لیے اٹھنا بیٹھنا اور حرکت کرنا اور اس کا بوجھل ہونا اور اس کے لیے استقرار مکنی (کہ ایک جگہ میں اس کا قرار ہے) اور اس کی حد بندی وغیرہ کھلے لفظوں میں ثابت کرتا ہے اور اس جیسا آدمی جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں جلیل ہے، وہ اس لائق ہی نہیں کہ اس کی روایت قبول کی جائے۔ اور اس کا شیخ محبوب بن موسیٰؒ جو ہے، وہ ابو صالح الفراءؒ ہے جو حکایات کو جمع کرنے والا ہے، جس کے بارے میں ابو داؤدؒ نے فرمایا کہ اگر یہ کتاب سے پیش نہ کرے تو اس کی حکایات قبول نہیں کی جاسکتیں اور اس کا شیخ یوسف بن اسباطؒ تو کم عقل صوفیاء میں سے تھا۔ اس کی کتابیں دفن کر دی گئی تھیں اور وہ اختلاط کا شکار تھا۔ اور معاملہ اس پر ٹھہرا کہ اس سے دلیل نہیں پکڑی جاسکتی۔ نیز یہ سند اس سند کے مقابلے میں کیا حیثیت رکھتی ہے جو خود خطیبؒ نے اس کے قریب نقل کی ہے جس میں ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے والد ثابت مسلمان پیدا ہوئے تھے چہ جائیکہ ایسی بات ابو حنیفہؒ کے بارے میں کہی جائے کہ وہ مسلمان پیدا نہیں ہوئے تھے تو اس جیسی روایت کو اس ثقہ اور ثابت رویوں کی روایت کے معارضہ میں لانا بے شرمی کی بات ہے جس کو خود خطیبؒ نے اور دوسرے حضرات نے لکھا ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے دادا نعمان بن قیس بن المرزبان بن زوطی بن ماہ، نموان کے دن حضرت علیؑ کا جنم اٹھانے والے تھے یعنی ان کے لشکر میں شریک ان کے علم بردار تھے۔ جیسا کہ اس کا

ذکر خطیبؒ کے ہم عصر الفقیہ المورخ ابو القاسم علی بن محمد السمنلیؒ نے اپنی کتاب روضۃ القضاۃ میں کیا ہے اور وہ مصر کے دار الکتب میں موجود ہے۔ اور امام ابو حنیفہؒ کے ولادہ کے زمانے میں امام صاحب کے والد کے لیے حضرت علیؒ کا دعا کرنا تو ان حقائق میں سے ہے جن کو خطیبؒ نے اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔ اس نے ص ۳۲۵ میں قاضی ابو عبد اللہ الحسن بن علی الصیمریؒ، عمر بن ابراہیم المقرئؒ، مکرم بن احمدؒ، احمد بن عبید اللہ بن شاذان المروزیؒ، قل حدثنی ابی عن جدی تک اپنی سند بیان کر کے روایت نقل کی کہ شاذان المروزیؒ نے کہا کہ میں نے اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہؒ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں اسماعیل بن حماد بن نعمان بن ثابت بن النعمان بن المرزبان فارس کے آزاد آباؤ اجداد کی نسل سے ہوں۔ اللہ کی قسم ہم پر کبھی غلامی کا دور نہیں آیا اور پھر آگے خبر بیان کی۔ اور یہاں میں نے صرف خبر کا ابتدائی حصہ ہی نقل کیا ہے تا کہ تمام مطبوعہ نسخوں میں سند کی جو غلطی ہے اس کی تصحیح ہو جائے۔ پس ابو حنیفہؒ اور ان کے والد دونوں مسلمان پیدا ہوئے تھے اور ان کا دادا بھی مسلمان تھا بلکہ ان کے آباؤ اجداد میں تو کوئی نصرانی ہے ہی نہیں اس لیے کہ بیشک وہ تو لوہر سے نیچے تک نسب میں فارسی نسل سے ہیں اور اس بات کو باقی لوگوں کی بہ نسبت خطیبؒ زیادہ جانتا ہے (مگر اس کے باوجود اس نے من گھڑت روایت ذکر کر دی ہے) ہم اللہ تعالیٰ سے سلامتی مانگتے ہیں۔

اعتراض ۳: (کہ امام ابو حنیفہؒ کا پہلے نام عتیک تھا انہوں نے خود بدل کر نعمان رکھا۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ قصہ بالکل من گھڑت ہے)

اور خطیبؒ نے ص ۳۲۵ میں ابو نعیم الحافظؒ، ابو احمد الغطریؒ، الساجیؒ، محمد بن معلویہ الزیادیؒ تک اپنی سند نقل کر کے آگے بیان کیا کہ محمد بن معلویہ الزیادیؒ نے کہا کہ میں نے ابو جعفرؒ سے سنا وہ کہتے تھے کہ ابو حنیفہؒ کا نام عتیک بن زوطرہ تھا پھر اس نے خود اپنا نام نعمان اور اپنے باپ کا نام ثابت رکھ لیا۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ تعجب کی بات ہے کہ خطیبؒ کے پاس جتنی طاقت اور حیلے بہانے ہیں ان تمام کے ذریعہ سے وہ ہر اس چیز میں عیب نکالنا چاہتا ہے جس کا تعلق نعمان کے ساتھ ہے یہاں تک کہ اس کے نام اور اس کے باپ کے نام کو بھی عیب لگانا شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ تعصب کو تباہ و برباد کرے کہ اس نے اس کو کس قدر بے شرم بنادیا ہے۔ بہر حال

اس سند کے راویوں میں سے ابو نعیم الاصفہانیؒ وہ شخص ہے جس نے امام شافعیؒ کی طرف جو سفرنامہ منسوب کیا جاتا ہے، اس کو حلیہ الاولیاء میں ایسی سند کے ساتھ درج کیا ہے جس میں احمد بن موسیٰ التجارؒ اور عبد اللہ بن محمد البلویؒ ہیں اور یہ دونوں راوی مشہور جھوٹے ہیں اور جس سفرنامہ کا ذکر کیا گیا ہے، اس کے جھوٹا ہونے پر پرکھ رکھنے والوں نے اتفاق کیا ہے اور اس میں ابو یوسفؒ اور محمد بن الحسنؒ کا سازش کرنا اور ان دونوں کا رشیدؒ کو امام شافعیؒ کے قتل پر برا بھلا کہنے کا ذکر ہے حالانکہ بیشک امام شافعیؒ کا عراق کی طرف منتقل ہونا امام ابو یوسفؒ کی وفات کے دو سال بعد ۱۸۳ھ میں ہوا اور امام شافعیؒ کے ساتھ محمد بن الحسنؒ کی شفقت اور ان کو فقیہ بنانے میں ان کا کوشش کرنا اور ان سے حد درجہ کی غم خواری کرنا ان چیزوں میں سے ہے جو حد تو اترا کو پہنچی ہوئی ہیں جیسا کہ آپ اس کی تفصیل بلوغ اللامانی میں دیکھ سکتے ہیں۔ بلکہ امام محمد بن الحسنؒ ہی کی شخصیت ہے جس نے امام شافعیؒ کو آزمائش سے چھڑایا تھا یہاں تک کہ ابن العلاء الجبلی نے ابن عبد البرؒ سے نقل کرنے کے بعد اپنی کتب شذرات الذهب میں لکھا ہے کہ امام محمد بن الحسنؒ نے امام شافعیؒ کو قتل سے کیسے چھڑایا۔ پس ہر شافعی برقیامت کے دن تک واجب ہے کہ وہ امام محمد بن الحسنؒ کا یہ احسان مانے اور ان کے لیے مغفرت کی دعا کرے لیکن ابو نعیم اس احسان کے بدلے برائی کو مباح سمجھتا ہے اور جھوٹے آدمی کی خبر کو ذکر کرتا ہے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ یہ سفرنامہ یقینی طور پر جھوٹ ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ اس کا نتیجہ کیا مرتب ہو سکتا ہے یعنی اس کا اس خبر کو ذکر کر کے اپنے ہم مذہب لوگوں کو دھوکا دینا ہے جس کا ابھی ذکر کیا گیا ہے اور ان کو فتنہ میں لانے کی ایسی کوشش کرنا ہے جیسے مقتول کے در ثاء کی قاتل سے خون کا بدلہ لینے کی کوشش ہوتی ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے حفاظت مانگتے ہیں۔

اور ابو نعیمؒ کی مشہور علوت ہے کہ وہ جھوٹی خبروں کو ان کے جھوٹ پر تنبیہ کیے بغیر سندوں سے نقل کر دیتا ہے اور اس کی یہ بھی علوت ہے کہ وہ ایسی روایت کو نقل کر دیتا ہے جس میں ایک طریق سے اس کو صرف اجازت ہوتی ہے اور دوسرے طریق سے سنا ہوتا ہے اور وہ دونوں میں حدیثنا کہہ دیتا ہے حالانکہ یہ کھلے طور پر جھوٹ کو سچ سے ملانے والی بات ہے اور اس کے بارے میں ابن مندہؒ کی جرح ایسی نہیں ہے کہ صرف امام ذہبیؒ کی خواہش کی وجہ سے اس سے چشم پوشی کی جائے۔ اور بہر حال اس کا راوی ابو احمد محمد بن احمد الغطریؒ تو یہ صاحب مناکیر ہے اور حضرات محدثین کرام نے اس کی اس حدیث کو منکر کہا ہے جو اس

نے بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابو جہل کا لوٹ ہدیہ دیا تھا اور ابو نعیم گمان کیا کرتا تھا کہ بیشک فلان اور فلان سے اس نے اس خبر کو حاصل کیا ہے مگر اس کے اصل کی تخریج نہیں کرتا تھا اور اسی طرح حضرات محدثین نے اس روایت کو بھی منکر کہا ہے جو اس نے مسند ابن راہویہ سے اس کے اصل کے بغیر نقل کی ہے اور یہ ابو العباس بن سرتج سے ایسی احادیث نقل کرنے میں متفرد ہے جن کو اس کے علاوہ کوئی اور روایت نہیں کرتا۔ اور ابن الصلاح نے اس کو اختلاط کا شکار ہو جانے والوں میں شمار کیا ہے مگر اس ساری صورت حل کے باوجود وہ (الخطیری) اور ابو نعیم اور خطیب ان کے مذہب والوں کے ہاں پسندیدہ بھی ہیں اور مقبول بھی۔

اور بہر حال اس کا راوی الساجی تو وہ ابو یحییٰ زکریا بن یحییٰ الساجی البصری ہے جو کتاب الاطل کا مولف ہے اور منعصبوں کا استاد ہے اور مجہول راویوں سے منکر روایات کرنے میں بہت متفرد واقع ہوا ہے اور آپ تاریخ بغداد میں مجہول راویوں سے منکر روایات کرنے میں اس کے انفراد کے کئی نمونے پائیں گے اور امام ذہبی کا اس کی طرف سے دقلع کرنا تجاہل عارفانہ ہے اور ابو الحسن بن القطان نے کہا کہ حدیث میں اگر یہ آجائے تو اس کے بارے میں اختلاف کیا گیا ہے۔ ایک جماعت نے اس کی توثیق کی ہے اور دوسروں نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ ابو بکر الرازی نے اس کی سند سے روایت نقل کرنے کے بعد کہا کہ اس میں الساجی متفرد ہے اور وہ مامون نہیں ہے اور اس آدمی کا تعصب میں انتہاء کو پہنچا ہوا ہونا معلوم کرنے کے لیے اس کی کتاب الاطل کا ابتدائی حصہ مطالعہ کر لینا ہی کافی ہے اور الزیادی ان لوگوں میں سے ہے جن سے صحیح ستہ والوں نے اپنی کتابوں میں روایت لینے سے اعراض کیا ہے اور ابن حبان کی علوت کسی کی توثیق کے بارے میں یہ ہے کہ اگر کسی کے بارے میں اس کو جرح نہ ملے تو اس کی بھی توثیق کر دیتا ہے پس اس (ابن حبان) کا اس کو کتاب الشیقات میں ذکر کرنا ذرا بھی فائدہ نہیں دے سکتا اور اس روایت کا ایک راوی ابو جعفر مجہول ہے۔ ان تمام ترکموریوں کے باوجود خطیب نے اس افسانے کو اپنی کتاب میں لکھنا جائز سمجھا اور امام ابو حنیفہ اور ان کے والد کے نام کے بارے میں جو ثابت شدہ روایات ہیں ان کی مخالفت کی بھی پرواہ نہ کی۔

اعراض ۴: (کہ امام ابو حنیفہ نبلی تھے۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ روایت من گھڑت ہے اور صحیح روایات کے خلاف ہے اس لیے کہ صحیح روایات میں ہے کہ امام ابو

حنیفہ فارسی النسل تھے جبکہ نبلی تو عراق کے اصل باشندے ہیں) اور خطیبؒ نے ص ۳۲۵ میں محمد بن احمد بن رزقؒ احمد بن جعفر بن محمد بن مسلم الحنفیؒ احمد بن علی اللہبارؒ عبد اللہ بن محمد الحنفی البصریؒ محمد بن ایوب الذریعؒ کی سند نقل کر کے کہا کہ محمد بن ایوب الذریعؒ نے کہا کہ میں نے یزید بن زریعؒ سے سنا وہ کہتے تھے کہ ابو حنیفہؒ نبلی تھے۔

الجواب : میں کہتا ہوں کہ یہ جمہور کی روایت کے خلاف ہے اور بیشک روایات ایک دوسرے کے ساتھ مل کر اس نظریہ کو مضبوط کرتی ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ فارسی النسب تھے۔ عراق کے اصل باشندوں آرمین میں سے نہ تھے۔ اور النبط نون کے فتح کیساتھ ہے اور اس کے بعد ہوا ہے اور عراق کے اصل باشندوں کو آرمیوں کہا جاتا ہے۔ اور کبھی نبلی عراقی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اگرچہ وہ ان میں سے منحدر الدم (کہ اوپر سے نیچے تک تمام کے تمام عراقی) نہ ہو جیسا کہ یہ بات سطلیؒ کی کتاب انساب سے سمجھی جاتی ہے اور جس شخص نے یہ جھوٹی خبر نقل کی تا کہ وہ ان کے نسب میں طعن کرے تو وہ ہمیشہ سے جاہلیت کے طور طریقہ پر ہے اور لوگ برابر ہیں ان کے درمیان درجہ اور فضیلت صرف تقویٰ کی وجہ سے ہے۔ اور اس روایت کے راوی ابن رزقؒ کا حل (دوسرے اعتراض میں) پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اور اللہبار ان راویوں میں سے تھا جن کو واصل بن احمد البغدادیؒ نای ایک تاجر و حنیفہ دیتا تھا۔ پھر وہ اصول و فروع میں اس کے مخالفین پر غلبہ کے لیے وہ کچھ لکھتے جو اس کو پسند ہوتے پس آثار کا قلم کرایہ کا ہے اور اہل حق کے ائمہ کی فیبت میں اس کی زبان تیز تھی۔ امام ابو حنیفہؒ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں اس کی انتہا درجہ کی عدالت اور تعصب پہچاننے کے لیے مطالعہ کرنے والوں کے لیے وہی حصہ کافی ہے جو ان روایات میں ہے جو خطیبؒ نے اس سے کی ہیں اور جرح و تعدیل والوں کے نزدیک متعصب مخالف کی روایت مردود ہوتی ہے تو اس روایت کا کیا حل ہوگا جس کو وہ مجہول بلکہ کذاب راویوں سے روایت کرے جیسا کہ آپ اس روایت کو دیکھ رہے ہیں۔ تو اس راوی کا سقوط پہچاننے میں قارئین کرام کسی چیز کی طرف محتاج نہیں ہیں۔ البتہ اس کی وہ روایات قاتل اعتبار ہوں گی جو امام صاحب کی لامت اور لانت کو ثابت کرتی ہیں (اس لیے کہ متعصب کی روایت حق میں مستبر اور مخالفت میں مردود ہے) فَكَفَى اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ (پس کفایت کی اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی لڑائی سے)

اور اس روایت کے راوی العنکی اور الذراع دونوں مجہول ہیں اور دلیج اعتقاد اور فقہ میں ابن خزیمہ کے مذہب پر تھا اور ابن خزیمہ کا اعتقاد کتاب التوحید سے ظاہر ہے جو کئی سال پہلے مصر میں طبع ہو چکی ہے اور اسی کے بارے میں تفسیر کبیر والے (امام رازیؒ) نے بیس کمثلہ شنی کی تفسیر کرتے ہوئے کہا کہ وہ کتاب الشک ہے۔ پس نہ وہ پسندیدہ ہے اور نہ قابل قدر۔

اعتراض ۵: (کہ جن لوگوں نے امام ابو حنیفہؒ کی ولادت ۱۵۰ھ بتائی ہے، اس قول کا کوئی متابع نہیں ہے۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اگرچہ جمہور کا قول یہی ہے کہ امام صاحبؒ کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی مگر کئی حضرات سے اس کے علاوہ اقوال بھی ہیں اور ان اقوال کو تسلیم کرنے کے قرائن موجود ہیں)

اور خطیبؒ نے ص ۳۳۰ میں القاضی ابو عبد اللہ الصیمریؒ، حسین بن ہارون الضببیؒ، ابو العباس بن سعیدؒ، عبد اللہ بن ابراہیم بن قتیبہؒ، الحسن بن الحلالؒ کی سند نقل کر کے بیان کیا کہ الحسن بن الحلالؒ نے کہا کہ میں نے مزاحم بن ذوالو بن حلبہؒ سے سنا، وہ اپنے باپ یا کسی اور کے متعلق ذکر کر رہے تھے کہ انہوں نے کہا کہ ابو حنیفہؒ ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۵۵ھ میں وفات پائی۔ خطیبؒ نے کہا کہ میں ایسا قول کرنے والے کا کوئی متابع نہیں جانتا۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ تاریخ بغداد کے تینوں ایک ہندی اور دو مصری مطبوعہ نسخوں میں داؤد بن علیہ درج ہے حالانکہ درست ذوالو بن حلبہؒ ہے۔ پہلے اسم (ذوالو) میں ذال کا فتح اور واؤ مشدود ہے اور دوسرے اسم (حلبہ) میں پہلے عین پر ضمہ اور اس کے بعد لام ساکن اور اس کے بعد باء ہے۔ پس اس روایت کے مطابق امام ابو حنیفہؒ کی پیدائش ۱۵۰ھ میں ہے۔ اور قدامہ کی ایک جماعت نے امام ابو حنیفہؒ کی بالمشافہ حضرات صحابہ کرامؓ کی جماعت سے احادیث کی روایت میں تحریرات لکھی ہیں۔ ان قدامہ میں ابو حامد محمد بن ہارون الخضریؒ، ابو الحسن علی بن احمد بن عیسیٰ النہفقیؒ، ابو معشر عبد الکریم الطبری المرقیؒ اور ابو بکر عبد الرحمن بن محمد بن احمد السرخسیؒ وغیرہم جیسی شخصیات ہیں۔ اور امام ابو حنیفہؒ کی ولادت کے بارے میں ان حضرات کا میلان اسی روایت کی طرف ہے ورنہ تو ان کے لیے جائز نہ ہوتا کہ ان احادیث میں سے بعض کو بالمشافہ ان صحابہ کرامؓ میں سے کسی سے مسوعات کے زمرہ میں بیان کرتے۔ پہلی تین قسم کی روایات المعجم المفہرس میں ابن جریرؒ کی مرویات میں سے ہیں۔

جیسا کہ وہ الفہرست للاوسط میں ابن طولون کی مرویات میں سے ہیں۔ اور آخری الاختصار والترجیح میں سبط ابن الجوزی کی مرویات میں سے ہیں۔

اور ابن حبان نے کتاب الضعفاء والمنروکین میں ذکر کیا ہے جو کہ مکتبہ الازہر میں موجود ہے کہ بیشک ابو حنیفہؒ کی پیدائش ۷۷۰ھ میں ہے اگرچہ اس کتاب کا مطالعہ کرنے والوں میں سے کسی نے حاشیہ میں نئی لکھائی کے ساتھ ۸۰ھ لکھ کر اس کو درست کیا ہے۔ اور مادة الخراز جو کہ ابن السمعی کی کتاب انساب سے متعلق ہے جو الزنکغراف میں شائع کی گئی ہے اس میں بھی ان کی ولادت ۷۷۰ھ ذکر کی گئی ہے اگرچہ کتاب میں کئی جگہ ان کی ولادت ۸۰ھ ذکر کی گئی ہے۔ پس ہو سکتا ہے کہ کتاب کی کئی جگہوں میں روایات مختلف نقل کی گئی ہوں اور ابن الاثیر کی کتاب اللباب میں صراحتاً "مادة الخراز سے ۸۰ھ کا حوالہ دیا گیا ہے اور مجھے معلوم نہیں کہ آیا یہ نسخہ صحیحہ اسی طرح ہے یا اس نے مشہور قول پر اعتماد کرتے ہوئے اس عدد کو درست کیا ہے اور خطیب کے ہم عصر ابو القاسم السننلی نے روضہ القضاۃ میں ذکر کیا ہے کہ ابو حنیفہؒ کی ولادت کے بارے میں دو قول ہیں۔ ایک میں ۷۷۰ھ ہے اور دوسرے میں ۸۰ھ ہے۔ اور عبد القادر القرشی الحافظ نے الجواہر المفیۃ میں امام ابو حنیفہؒ کی ولادت کے بارے میں تین روایات ذکر کی ہیں۔ ۷۶۱ھ اور ۷۶۳ھ اور ۸۰ھ۔ اور بدر الدین العینی نے اپنی تاریخ الکبیر میں ان کی ولادت کے بارے میں تین روایات نقل کی ہیں۔ ۷۶۱ھ اور ۷۷۰ھ اور ۸۰ھ اور پہلے زمانے کے لوگوں کی سن ولادت کے بارے میں شدید اختلافات پائے جاتے ہیں کیونکہ ان کا زمانہ اس دور سے پہلے کا ہے جس دور سے لوگوں کی تاریخ ولادت لکھی جاتی ہے اور یہی صورت صحابہ کی وفات کے بارے میں پائی جاتی ہے چہ جائیکہ ان کی ولادت کے معاملہ کو لیا جائے۔

اور ابن عبد البر کا قول اپنی کتاب الانشاء میں کہ امام ابو حنیفہؒ کی سن ولادت میں کوئی اختلاف نہیں۔ بیشک وہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۵ شوال کی رات کو وفات پائی۔ یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس نے ان روایات پر اطلاع نہیں پائی۔ اور یہ روایات اس کو معلوم نہ ہو سکتے کا عذر یہ ہے کہ یقینی بات ہے کہ اس نے مشرق کی طرف سفر ہی نہیں کیا تو اس کا سفر نہ کرنا مشرقی روایات کو معلوم کرنے میں رکاوٹ بن گیا اور اکثر حضرات اسی کے قائل ہیں کہ بیشک امام ابو حنیفہؒ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ اور اس کی وجہ ان روایات کو ترجیح دینا ہے جو ولادتوں کے بارے میں نئی ہیں (یعنی بعد کا سہل ثابت کرنے والی ہیں) اور وفات

کے بارے میں ان روایات کو لینا جو پرانی ہیں (یعنی جن سے وفات پہلے ثابت ہوتی ہے) اور یہ اتصال یا انقطاع کے کلی حکم میں زیادہ احتیاطی پہلو اختیار کرنے کی وجہ سے ہے۔ لیکن یہ اس صورت میں ہے جبکہ ایسی چیز نہ پائی جائے جو کہ ان روایات میں سے کسی ایک کی موید ہو اور یہاں کئی قرائن ایسے ہیں جو اس قول کو مجروح کر دیتے ہیں جو جمہور کا ہے۔

پہلا قرینہ ان میں سے یہ ہے کہ حافظ ابو عبد اللہ محمد بن مخلد العطار المتوفی ۳۳۱ھ نے اپنی کتاب ما رواہ الاکابر عن مالک (یعنی امام مالک) سے عمر میں بڑے ہونے کے باوجود جن حضرات نے امام مالک سے روایات لی ہیں ان رلوویوں کا ذکر میں حملو بن ابی حنیفہ کو بھی ان اکابر میں شمار کیا ہے۔ پھر حملو بن ابی حنیفہ عن مالک کی سند سے حدیث بیان کی ہے اور حملو کی وفات اگرچہ امام مالک کی وفات سے تین سال پہلے ہے لیکن ان کو اکابر میں شمار کرنا صرف اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ ان کی ولادت بھی امام مالک سے پہلے ہو تو ضروری ہے کہ امام ابو حنیفہ کی ولادت ۸۰ھ سے کم از کم دس سال پہلے ہو تا کہ ان کے بیٹے حملو کی ولادت امام مالک کی ولادت سے پہلے ثابت ہو سکے (امام مالک کی ولادت ۹۳ھ ہے تو ان کی ولادت کے وقت جمہور کے قول کے مطابق امام ابو حنیفہ کی عمر ۳۳ سال بنتی ہے۔ اور اگر امام ابو حنیفہ کے بیٹے حملو کی ولادت امام مالک سے پہلے کی ہے تو اس وقت امام ابو حنیفہ کی عمر اتنی نہیں ہو سکتی بلکہ اس سے زیادہ ہوگی تو ابو عبد اللہ محمد بن مخلد کا حملو کو امام مالک سے اکابر میں شمار کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ امام ابو حنیفہ کی ولادت ۸۰ھ سے پہلے کی ہے)

اور ابن مخلد کوئی معمولی شخصیت نہیں بلکہ بلند مرتبہ حافظ اور وار فطنتی کے شیوخ میں سے ہے تو یہ جو لکھا گیا ہے کہ امام ابو حنیفہ کی ولادت ۸۰ھ سے پہلے کی ہے تو یہ قول تحقیق سے ہٹا ہوا نہیں ہے۔ اور ابن مخلد کی یہ مذکورہ جزیء و مشق کے کتب خانہ ظاہریہ میں موجود ہے جس کا رجسٹر میں اندراج ۹۸ ہے۔ اور اس پر روایات اٹھانے والوں کے بہت سے نشانات اور نسبیات ہیں۔

دوسرا قرینہ ان میں سے یہ ہے کہ بیشک العقیل نے حملو بن ابی سلیمان کے ترجمہ میں روایت نقل کی ہے کہ ابراہیم بن یزید النخعی جب فوت ہوئے تو اہل کوفہ میں سے پانچ آدمی جمع ہوئے ان میں عمر بن قیس الماصر اور ابو حنیفہ بھی تھے تو انہوں نے چالیس ہزار درہم کے قریب جمع کر کے حملو بن ابی سلیمان کو دیے تا کہ وہ ان سے اپنی گزر لوقت کرے اور علم میں اعلیٰ مقام کے لیے وقف رہے۔ اور ابراہیم نخعی کی وفات ۹۵ھ میں

ہے اور اگر امام ابو حنیفہؒ کی ولادت ۸۰ھ ہو تو امام نخعیؒ کی وفات کے وقت ان کی عمر پندرہ سال بنتی ہے اور اتنی چھوٹی عمر کے آدمی سے نہیں تصور کیا جاسکتا کہ وہ امام نخعیؒ کے خلیفہ بننے والے کی طرف اتنی توجہ دے بلکہ ضروری ہے کہ اس جیسے معاملہ کے لیے امام نخعیؒ کے بڑے بڑے شاگرد ہی اٹھ کھڑے ہوں اور ان لوگوں کے ساتھ اس چیز میں امام ابو حنیفہؒ کا حصہ ڈالنے کو دیکھتے ہوئے ضروری ہے کہ ان کی عمر اس سے زیادہ ہو۔ (آگے علامہ کوثریؒ ایک اختلاف کا جواب دیتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی یوں کہے کہ پندرہ سال کی عمر میں امام شافعیؒ درجہ اجتہاد کو پہنچ گئے تھے تو امام ابو حنیفہؒ سے اتنی عمر میں امام نخعیؒ کے خلیفہ کے لیے یہ اہتمام کیوں نہیں ہو سکتا) اور جو کہا جاتا ہے کہ بیشک امام شافعیؒ اتنی (پندرہ سال) عمر میں اجتہاد کے درجہ کو پہنچ گئے تھے تو یہ مناقب کے باب سے ہے جس پر تسلیاں برتتے ہوئے خاموشی اختیار کی جاسکتی ہے ورنہ حقیقت کو دیکھا جائے تو اگر یہ بات صحیح ہوتی تو پھر امام شافعیؒ اس کے بعد طلب علم میں امام مالکؒ کو لازم نہ پکڑتے اور نہ ہی امام محمد بن الحسنؒ کو لازم پکڑتے جن سے انہوں نے چونتیس سال کی عمر کو پہنچنے کے بعد علم حاصل کیا (یعنی جب امام شافعیؒ اجتہاد کے درجہ کو پہنچ گئے تھے تو پھر کسی دوسرے سے علم حاصل کرنے کی کیا ضرورت تھی؟)

تیسرا قرینہ ان میں سے یہ ہے کہ بیشک روایات ایک دوسرے کے ساتھ مل کر اس بات کو مضبوط کرتی ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ فقہ کی جانب لوٹنے سے پہلے مناظر تھے اور علم کلام کے ساتھ مشغول تھے یہاں تک کہ وہ بیس کے قریب مرتبہ بصرہ میں آئے تا کہ قدریہ فرقہ وغیرہ کے لوگوں سے مناظرہ کریں پھر وہ اس سے علیحدہ ہو کر فقہ کی جانب مشغول ہو گئے اور جس آدمی کی عمر امام نخعیؒ کی وفات کے وقت اتنی (پندرہ سال) ہو جو ہم نے ذکر کی ہے تو اس کے لیے ممکن نہیں ہے کہ وہ فقہ کی جانب لوٹنے سے پہلے کافی عرصہ فن مناظرہ کے ساتھ مشغول رہا ہو تو ان اسباب کی وجہ سے ترجیح دی جاسکتی ہے کہ بیشک ان کی ولادت ۸۰ھ سے پہلے کی ہے اور شاید کہ رائج یہ بات ہو کہ ان کی ولادت ۷۵ھ ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

اعتراض ۶: (کہ امام ابو حنیفہؒ علم نحو میں کمزور تھے۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ خطیب شافعی المسک ہے جن کے نزدیک مرسل روایت حجت نہیں ہوتی اور اس روایت کا مرکزی راوی ابراہیم بن اسحاقؒ ہے جس کی ملاقات امام ابو حنیفہؒ سے نہیں ہے اور اس کے دیگر

راویوں پر بھی خود خطیبؒ کی جرح موجود ہے۔ نیز امام ابو حنیفہؒ کے علم نحو سے بلا توفیق ہونے کی جو مثل پیش کی گئی ہے، وہ تو امام ابو حنیفہؒ کے مذہب کے خلاف ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ قصہ من گھڑت ہے اور پھر یہ بات بھی ہے کہ ابو پر باء داخل ہونے کے باوجود اس کو الف کے ساتھ ابا پڑھنا امام کسائی اور الانفش جیسے ائمہ حریت سے ثابت ہے اس لیے امام ابو حنیفہؒ پر اس کی وجہ سے اعتراض زری جہالت ہے)

اور خطیبؒ نے ص ۳۳۲ میں العنقی، محمد بن عباسؒ، ابو ایوب سلیمان بن اسحاق الجلابؒ کی سند نقل کر کے بیان کیا کہ سلیمان بن اسحاقؒ نے کہا کہ میں نے ابراہیم الحارثیؒ سے سنا وہ کہتے تھے کہ ابو حنیفہؒ اپنے ابتدائی دور میں علم نحو حاصل کرتے تھے تو اس میں قیاس کرنا شروع کر دیا اور ان کا ارادہ یہ تھا کہ اس میں استلو بن جائیں تو وہ کہنے لگے قلب کی جمع قلوب ہے اور کلب کی جمع بھی قلوب ہے تو ان سے کہا گیا کہ کلب کی جمع کلاب ہے تو انہوں نے اس علم کو حاصل کرنا چھوڑ دیا اور فقہ میں مشغول ہو گئے اور ان کو نحو کا علم حاصل نہیں تھا تو ایک آدمی نے ان سے مکہ میں پوچھا کہ اگر کوئی آدمی دوسرے کو پتھر مار کر اس کا سر پھوڑ دے تو اس کی کیا سزا ہے؟ تو جواب میں کہا کہ یہ خطا ہے اس پر کوئی چیز لازم نہیں آتی۔ لو انہ حتی یرمیہ بابا قبیس لم یکن علیہ شنی اگر بیشک وہ اس پر ابو قیس بھی پھینکے تو اس پر کوئی چیز لازم نہیں ہے (خطیب کا اعتراض اس میں یہ ہے کہ بابی قبیس کی جگہ امام ابو حنیفہؒ نے بابا قبیس کہا جو اس کی دلیل ہے کہ وہ نحو میں کمزور تھے)

الجواب : میں کہتا ہوں کہ اس روایت کے مرکزی راوی ابراہیم بن اسحاقؒ کی وفات ۲۸۵ھ ہے تو اس کے اور امام ابو حنیفہؒ کے درمیان تو بیابان ہیں (یعنی ایسے راوی ہیں جن کا سراپاؤں معلوم نہیں) تو یہ خبر مقطوع ہے اور خبر مقطوع تو ان (خطیبؒ کے ہم مذہب شولخ حضرات) کے نزدیک مردود ہے (تو خطیبؒ کیسے اس کو پیش کر رہا ہے) پھر اس کی سند میں جو محمد بن العباسؒ ہے، وہ ابن حیویہ الحارثیؒ ہے اور خود ص ۳۲ میں خطیبؒ نے ازہریؒ سے اس کا یہ ترجمہ ذکر کیا ہے کہ اس میں تسلیح تھا بعض دفعہ کچھ پڑھنے کا ارادہ کرتا تو اس کلام کا اصل اس کے پڑھے ہوئے کلام کے قریب بھی نہ ہوتا تھا پھر وہ اس کو ابو الحسن بن الرزازؒ کی کتاب سے پڑھتا کیونکہ اس کو اس کتاب پر اعتماد تھا اگرچہ اس میں اس کو سماع نہیں تھا لیکن ایسا آدمی ثقہ کیسے ہو سکتا ہے جو اس حدیث کو بیان کرے جس میں اس کو سماع نہیں

ہے اور ہو سکتا ہے کہ کتاب میں کمی بیشی یا تبدیلی یا اس جیسی کوئی اور خرابی ہو گئی ہو اور اس جیسا ان (شوافع) کے نزدیک مردود التحديث ہے (کہ اس کی بات کو رد کر دیا جاتا ہے) علاوہ اس کے یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ ابو الحسن بن الرزاق جس کی کتاب پر وہ اعتماد کرتا تھا وہ علی بن احمد ہے جو ابن طیب الرزاق کی کنیت سے مشہور تھا اور یہ معمر آدمی تھا اور اس کی وفات خزاز سے بعد میں ہوئی۔ اور خود خطیب نے ج ۱ ص ۳۳۱ میں صراحت سے لکھا ہے کہ اس کا ایک بیٹا تھا جس نے اس کی اصل کتابوں میں نرم قسم کی سنی سنائی باتیں شامل کر دی تھیں تو کیا قیمت ہو سکتی ہے اس شخص کی بات کی جو اس پر اعتماد کرے اس کے اصول میں سے بیان کرتا ہے اور کتنے ہی اہل علم گزرے ہیں جن کا مسودہ اگر ایک رات بھی غائب ہو جاتا تو وہ اپنے مسودہ سے روایت کا انکار کر دیتے تھے چہ جائیکہ اس کے مسودہ کے علاوہ سے روایت کی جائے اور ان (شوافع) کا اپنے اصول و قواعد میں انتہائی حریص ہونا خود خطیب نے اپنی کتاب الکفایہ میں لکھا ہے (مگر یہاں کچھ پاسداری نہیں) اور قسائل کا درجہ قبول سے ساقط ہونا تو ان کے ہاں متفقہ بات ہے۔ اور یہ تو اس میں سند کے لحاظ سے بحث تھی۔ اور رہی بات متن کے لحاظ سے تو خبر میں انتہائی کمزوری ہے اور یہ خلاف ہے اس کے جو تواتر سے امام ابو حنیفہ سے ثابت ہے اس لیے کہ مشقل (جو جھل بھاری) چیز کے ساتھ قتل تو خیمہ کی لکڑیوں کے ساتھ قتل کی طرح ہے جیسا کہ حدیث میں ثابت ہے اور یہ صورت امام ابو حنیفہ کے نزدیک شبہ عمد ہے جس کی وجہ سے قاتل پر کفارہ اور اس کی عاقلہ (برادری یا ہم پیشہ لوگ) پر دیت مغلظہ واجب ہوتی ہے اور اسی طرح ایسے پتھر کے ساتھ قتل کرنا جو شیشہ کی طرح تیز کناروں والا نہ ہو۔ اور خطیب شیخ (زخمی کرنا) کے متعلق بحث کر رہا ہے اور اس کی نسبت امام ابو حنیفہ کی طرف کر رہا ہے کہ بیشک مشقل چیز کے ساتھ قتل ان کے نزدیک قتل خطا ہے حالانکہ تواتر سے ان کا جو مذہب ثابت ہے وہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک یہ خطا نہیں بلکہ خطا عمد ہے اور اسی کو شبہ عمد کہتے ہیں۔ (تواتر سے امام صاحب کا جو مذہب ثابت ہے اس سے یہ شبہ عمد بنتا ہے جبکہ خطیب کی روایت اس کو قتل خطا ثابت کرتی ہے تو یہ روایت متواتر روایت کے خلاف ہے) اور اسی طرح خطیب نے امام ابو حنیفہ کی جانب نسبت کی ہے کہ بیشک مشقل چیز کے ساتھ قتل کی صورت میں قاتل پر کوئی چیز لازم نہیں حالانکہ ان کے مذہب میں تو اس پر کفارہ اور اس کی عاقلہ پر دیت مغلظہ واجب ہوتی ہے۔ اور خطیب نے امام ابو حنیفہ کی طرف یہ نسبت بھی کی ہے کہ ان کا کلام

تیز کنارے والے اور غیر تیز کنارے والے میں فرق کیے بغیر مطلقاً پتھر کے بارہ میں ہے حالانکہ ان کے مذہب میں تو تیز کنارے والے پتھر کے ساتھ قتل اور جو تیز کنارے والا نہ ہو اس کے ساتھ قتل میں فرق ہے۔ پھر خطیب نے لکھا کہ سائل نے یہ سوال ان سے مکہ میں کیا تھا جبکہ دیگر روایات میں ہے کہ یہ سوال حجاز میں نہیں بلکہ عراق میں ہوا اور اسی طرح یہ سوال کرنے والا نہ تو مجہول آدمی تھا اور نہ ہی حجازی تھا بلکہ معروف تھا اور عراقی تھا اور وہ امام ابو عمرو بن العلاء البصریؒ تھے جیسا کہ خطیبؒ سے اس خبر سے متعلق پہلے کے حوالہ جات میں مذکور ہے۔ اور مشتمل چیز کے ساتھ قتل کرنے کے متعلق سوال تو فقہاء کے درمیان معروف ہے نہ کہ مطلقاً پتھر کے ساتھ قتل کرنے کے بارے میں۔ اور یہ سب چیزیں ایسی ہیں جو ابراہیم الحبلیؒ جیسے آدمی سے مخفی نہیں ہو سکتیں کیونکہ وہ فقہ اور حدیث میں امام تھا تو اس روایت کا بوجہ یقیناً اس سے نچلے کسی رلوی نے اٹھایا ہے اور لو انہ حتیٰ برمیہ کے الفاظ خطیب کی کتاب کے علاوہ کسی اور کتاب میں نے نہیں دیکھے اور وہ ان کو نقل کرنے میں مغرور ہے اور مجھے معلوم نہیں کہ یہ کس لغت کے الفاظ ہیں۔ عبرانی زبان کے ہیں یا سریانی زبان کے (کیونکہ عربی لحاظ سے یہ کلام درست نہیں ہے) اور جو الجاحظؒ کی کتاب البیان والتبیین اور ابن عبد ربہؒ کی کتاب العقد الفرید وغیرہ ادب کی کتابوں میں سوال اور جواب کے صیغہ سے مذکور ہے تو اس میں اس جیسا خلط طح نہیں ہے بلکہ امام ابو حنیفہؒ کی طرف جو یہ نسبت کی جاتی ہے کہ انہوں نے کہا لَا وَلَوْ رَمَاهُ بَابَا قَبَسِیس تو یہ الفاظ مطلقاً کسی کتاب میں وارد نہیں ہوئے کسی ایک ایسی سند کے ساتھ جس میں اس سند جیسی خرابیاں ہوں۔ اور ادب کی کتابیں ایسے طریقہ پر لکھی گئی ہیں جو گہری سوچ و بچار کا طریقہ نہیں ہے اور پہلی وہ کتاب جس میں ہم نے یہ واقعہ دیکھا وہ الجاحظ البصریؒ کی کتاب ہے اور شاید اس نے یہ واقعہ ابو عمرو بن العلاء البصریؒ کے کسی ساتھی سے سنا ہو اور اس کے الفاظ دوسروں کے الفاظ سے علیحدہ ہوں پھر اس کلمہ کی وجہ سے مخالفین بہت خوش ہوئے تا کہ وہ امام ابو حنیفہؒ کی لغت میں کمزوری پر دلیل بنا سکیں اور عربی شاعر کا قول شواہد عربیہ میں معروف ہے (یعنی کسی کلام کے مطابق عربی شاعر کا کلام ثابت ہو جائے تو اس کلام کا عربی میں صحیح ہونا ثابت ہوتا ہے تو یہاں بھی شاعر کا کلام ثابت ہے اس لیے اس کلام کو غلط قرار دینا کوئی دانشمندی نہیں ہے) ان ابابا و اباباہا - قد بلغنا فی المجد غایتناھا ”بے شک اس عورت کا باپ اور دلوا دونوں بزرگی میں انتہا درجہ کو پہنچے۔“ (اگر

اعتراض ہے کہ لام ابو حنیفہؒ نے باء جارہ داخل ہونے کے بلوجود ابا قیسؒ پر چاہا ہے تو اس شعر میں بھی و ابا اباہا میں پہلا ابا مضاف ہے اور آگے ابیہا ہونا چاہیے۔ مگر شاعر اباہا ہی کہہ رہا ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اب پر اگر جارہ داخل ہو تو اس کو الف کے ساتھ ابا پڑھا جاسکتا ہے) اور اب اگر یا متکلم کے علاوہ کسی اور اسم کی طرف مضاف ہو تو اضافت کے وقت اس کو تمام حالتوں (رفع، نصبی اور جری) میں الف کے ساتھ اس کا استعمال عرب کے کئی قبائل کی لغت میں پایا جاتا ہے جیسا کہ حنین بن زرارہ، قیس عیلان اور بنی الحارث بن کعب اور بنی لغت ہے لٹل کوفہ کی۔ اور لام ابو حنیفہؒ بھی کوئی ہیں۔ (تو اگر انہوں نے اپنی لغت کے مطابق کلام کیا ہے تو اعتراض کیا؟) بلکہ یہ لغت تو حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی بھی ہے کیونکہ انہوں نے فرمایا انت ابا جہل (حالانکہ مشہور قاعدہ کے مطابق ابو جہل ہونا چاہیے تھا) جیسا کہ ان کی یہ کلام صحیح بخاری میں ہے۔ اور لام کسائیؒ نے یہ لغت بنی الحارث اور زبید اور خشم اور ہمدان کی طرف منسوب کی ہے اور ابو الخطاب نے اس لغت کی نسبت بنو کنانہ کی طرف کی ہے اور ان میں سے بعض نے بنو العنبر اور بنو الحکم اور ربیعہ کے بعض خاندانوں کی طرف اس لغت کی نسبت کی ہے نیز کسائیؒ ابو زیدؒ ابو الخطابؒ اور ابو الحسن الاعمشؒ جیسے ائمہ عربیت سے یہ لغت منقول ہے تو اس کے بعد انکار کے حیلے بہانے کرنا یقیناً مردود ہے۔ اگر آپ اس بارہ میں تفصیل دیکھنا چاہتے ہیں تو لام بدر الدین العینیؒ کی الشواہد الکبریٰ کی طرف مراجعت کریں تو جو کلام عرب کے اتنے قبائل کی لغت کے موافق ہو تو اس کو صرف وہی کدوی غلطی شمار کرے گا جو علم نحو کی چند مختصر کتابوں کے علاوہ باقی کتابوں سے ثبوتاً ہو۔

پھر یہ بات بھی قابل وضاحت ہے کہ لام صاحبؒ کی کلام میں لبی قیس سے مراد وہ بلند پہاڑ نہیں جو مکہ میں ہے اس لیے کہ مسعود بن شیبہؒ نے اپنی کتاب التعليم میں روایت کی ہے کہ ابن ابی نعم نے فراء کے واسطے سے قاسم بن معنؒ کا قول نقل کیا ہے کہ ابا قیس اس لکڑی کا نام ہے جس پر گوشت لٹکایا جاتا ہے (یعنی قصاب جس پر عام طور پر گوشت لٹکاتے ہیں اس لکڑی کو ابا قیس کہتے ہیں) اور ابو سعید السیرانیؒ نے کہا ہے کہ ابو حنیفہؒ نے اپنی کلام میں ابا قیس سے یہی لکڑی مراد لی ہے۔ الخ (التعليم کا حوالہ مکمل ہوا)

تو ابو قیس خیمے اور چمت کے ستونوں والی لکڑی کے قبیل سے ہے۔ اور شاید کہ اس جیسی لکڑی کو ابو قیس نام دینے کی وجہ یہ ہو کہ وہ لکڑی کے ستونوں کی قسم سے ہے

جن کا حالت تو یہ ہونی چاہیے کہ ان کو آگ سینکنے کے لیے جلانا چاہیے اور اس واقعہ میں مکہ کا ذکر نہیں ہے اور پختہ بات ہے کہ اس کا اضافہ اس آدمی نے کیا ہے جو وہم پیدا کرنا چاہتا ہے کہ بے شک اس سے مراد ابو قیس پہاڑ ہے تا کہ مشعل چیز کے ساتھ قتل کے بارہ میں امام ابو حنیفہ پر بہت زیادہ عیب لگایا جاسکے۔ حالانکہ یہ بات تو بالکل ظاہر ہے کہ پہاڑ تو آلہ ضرب بن ہی نہیں سکتا اور امام ابو حنیفہ کی رائے مشعل چیز کے ساتھ قتل کے بارہ میں وہی ہے جو امام محمد نے کتاب الاثار میں قتل کی ہے کہ امام ابو حنیفہ نے حمزہ کے واسطے سے حضرت ابراہیم نخعی کا یہ قول ہمیں نقل کیا کہ قتل کی تین صورتیں ہیں۔ قتل خطاء اور قتل عمد اور قتل شبہ عمد۔ پس قتل خطاء یہ ہے کہ تو اسلحہ یا کسی اور (تیز دھار) چیز کے ساتھ کسی چیز کو مارنا چاہے اور وہ (یعنی جو مرا ہے اس کو مارنے کا ارادہ نہ تھا) تیسرے صاحب (یعنی کسی آدمی) کو لگ جائے اور وہ مرجائے تو اس میں دیت ہے جس میں پانچ قسم کے اونٹ ہوں گے۔ (بیس اونٹ ایسے جن کی عمریں چار اور پانچ سال کے درمیان ہوں اور بیس اونٹ تین اور چار سال کی درمیانی عمر والے اور بیس اونٹ دو اور تین سال کی درمیانی عمر والے اور بیس اونٹیاں دو اور تین سال کی درمیانی عمر والی اور بیس اونٹیاں ایک اور دو سال کی درمیانی عمر والی)

اور قتل عمد یہ ہے کہ جو مرا ہے اسی کو مارنا مقصود تھا۔ پھر اس کو اسلحہ کے ساتھ مارا تو اس میں قصاص ہے (یعنی اس کو بدلہ میں قتل کیا جائے گا) مگر یہ کہ مقتول کے ورثاء صلح کر لیں یا معاف کر دیں۔ اور قتل شبہ عمد یہ ہے کہ تو کسی کو اسلحہ کے علاوہ کسی اور چیز کے ساتھ مارنے کا ارادہ کرے تو اس میں قاتل کی عاقبت (برادری یا ہم پیشہ لوگ) پر دیت مغلظہ ہوگی جبکہ اس صورت میں وہ آدمی مرجائے جس کو ضرب لگی ہے۔

امام محمدؒ نے فرمایا کہ اسی نظریہ پر ہمارا عمل ہے۔ مگر ایک بات میں اختلاف ہے۔ وہ یہ کہ اگر ایسی چیز کے ساتھ مارا کہ وہ اسلحہ تو نہیں مگر اسلحہ کے قائم مقام یا اس سے سخت ہو سکتی ہے تو اس میں بھی قصاص ہوگا۔ اور امام ابو حنیفہؒ کا پہلا قول یہی تھا۔ اور ان کا آخری قول یہ ہے کہ صرف اسلحہ سے مارنے کی صورت میں قصاص ہے۔ الخ۔ (کتاب الاثار کا حوالہ مکمل ہوا) اور اس سے واضح ہو گیا کہ امام ابو حنیفہؒ نے بالآخر اس مسئلہ میں امام ابراہیم نخعیؒ کے قول کی اتباع کی ہے۔ اور اسلحہ کے ساتھ قتل جس میں عمد کا معنی کامل پایا جاتا ہے اس میں اور اسلحہ کے بغیر کسی اور چیز سے قتل کرنے میں فرق کیا ہے تا کہ ناحق کسی کو قتل

کرنے کے بارے میں جو تشدید وارد ہوئی اس سے بچ جائیں اور مشکل چیز کے ساتھ قتل کے حکم میں امام ابو حنیفہؒ کے دلائل ان کے مذہب پر لکھی گئی کتابوں میں اور ان کتابوں میں موجود ہیں جن میں مسائل کے بارہ میں پیش کی گئی احادیث کی تخریج کی گئی ہے۔ اور خصوصاً "نصب الرایہ ص ۳۳۰ ج ۴" اور ابوبکر الرازیؒ کی احکام القرآن ص ۲۲۸ ج ۲ میں تفصیل سے موجود ہیں۔ اور پھر اس مسئلہ میں امام ابو حنیفہؒ اکیلے نہیں ہیں بلکہ اس مسئلہ میں ان کے ساتھ ائمہ سلف میں سے ابراہیم النخعیؒ، امام شعبیؒ، حماد بن ابی سلیمانؒ، الحکم بن عتبہؒ، امام ثوریؒ، الحسن بن صالحؒ وغیرہم جیسے بہت سے حضرات ہیں جس کی تفصیل مصنف ابن ابی شیبہؒ وغیرہ میں مذکور ہے۔ اور بے شک نسائیؒ، ابو داؤدؒ، ابن ماجہؒ، ابن حبانؒ، مسند احمدؒ، مسند ابن راہویہؒ اور ابن ابی شیبہؒ وغیرہ میں اس مذہب کی تائید کرنے والی صحیح احادیث اور آثار موجود ہیں۔ اور بہر حال وہ روایت جس میں آتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے اس یہودی کا سر پتھر کے ساتھ پھل دیا تھا جس نے ایک لڑکی کا سر پتھر کے ساتھ پھلا تھا۔ تو امام ابو حنیفہؒ نے اس روایت کی کمزوریوں کو واضح کیا ہے جیسا کہ آگے اس کی تفصیل آ رہی ہے۔

پس اس مسئلہ میں امام ابو حنیفہؒ پر طعن و تشنیع کرنے کی وجہ سے ان ائمہ پر بھی طعن و تشنیع ہوگی جو اس مسئلہ میں ان کے ساتھ ہیں اور ان احادیث پر بھی طعن و تشنیع ہوگی جن کو انہوں نے دلیل بنایا ہے۔ اگرچہ اس بارہ میں حنفی مذہب میں فتویٰ تو لایمین (امام ابو یوسفؒ) اور امام محمدؒ کی رائے کے مطابق ہے کہ مشکل چیز کے ساتھ جان بوجھ قتل کرنے کی صورت میں قصاص واجب ہوتا ہے۔ اور مسائل اجتہادیہ میں (دلائل سے کسی پہلو کو رائج قرار دینا تو درست ہے مگر) طعن و تشنیع درست نہیں ہے۔

پس جو شخص اس واقعہ کے سیاق و سباق کے ساتھ خبر کا احاطہ کرے گا تو وہ یقیناً جان لے گا کہ اس مذکورہ خبر کا بالفرض ثبوت بھی ہو جائے تب بھی امام ابو حنیفہؒ پر طعن و تشنیع کرنا ان مخالفین کو فائدہ نہیں دیتا۔ نہ مشکل چیز کے ساتھ قتل کرنے کے بارہ میں ان کی رائے کے لحاظ سے اور نہ ان کو عربیت میں کمزور ثابت کرنے کی دلیل کے لحاظ سے جیسا کہ بہت سے مائیکہ اور شوافع نے کیا ہے۔ بلکہ عربیت میں ضعیف وہ ہے جس نے علوم عربیہ کی گود کے علاوہ کسی اور گود میں تربیت پائی اور عرب کے قبائل کے محاورات اور ان کے استعمال کے رجحان سے متعلق ائمہ کی لکھی ہوئی چیزوں سے ناواقف ہے۔ اور واضح عربی زبان کی وسعت پر اس کی معلومات حاوی نہیں ہیں تو ایسا آدمی جب طعن و تشنیع کرتا ہے تو انتہائی

سخت قسم کی طعن و تشنیع خود اسی کی طرف لوٹتی ہے اور اس قسم کی ایک اور عبارت ہے جو الاممعی سے نقل کی گئی ہے۔ بعض اوقات وہ بھی ان (مخالفین) میں سے بعض کے ہاں امام صاحب کی لغت میں کمزوری پر دلیل کے طور پر پیش کی جاتی ہے جو صاحب قاسوس مجد الدین الفیروز آبادی نے عقل کے بارہ میں کہی ہے جہاں اس نے کہل اور شعی کا قول لا تعقل العاقلۃ عمدا ولا عبداً "قتل عمد کی اور غلام کی دیت عاقلہ نہیں دیتی" اور یہ حدیث نہیں ہے جیسا کہ جوہری نے وہم کیا ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ کوئی آزاد آدمی غلام پر جنایت کرے (تو عاقلہ پر اس کی دیت نہ ہوگی) نہ یہ کہ غلام آزاد آدمی پر جنایت کرے (کہ کوئی غلام آزاد آدمی کو مار ڈالے تو غلام کی عاقلہ پر دیت نہیں ہے) جیسا کہ امام ابو حنیفہؒ نے وہم کیا ہے اس لیے کہ اگر معنی وہ ہوتا جو وہ (ابو حنیفہؒ) کرتے ہیں تو کلام اس طرح ہوتی لا تعقل العاقلۃ عن عبد حالانکہ کلام اس طرح نہیں ہے بلکہ کلام ہے ولا تعقل عبداً اممعی کہتے ہیں کہ میں نے اس بارہ میں ابو یوسفؒ سے رشیدؒ کی موجودگی میں پوچھا تو وہ عقلتہ اور عقلت عنہ کے درمیان ایسا فرق نہ کر سکے کہ میں اس کو سمجھ سکتا۔

پس مجد الدینؒ کا قول کما تروہم ابو حنیفہؒ یہ امام اعظمؒ کی شان میں بے ادبی ہے جیسا کہ البدر القرانیؒ نے القول المانوس میں کہا ہے۔ اور الاکملؒ نے العتلیہ میں کہا ہے کہ عقلتہ کا جملہ عقلت عنہ کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اور حدیث کا سیاق لا تعقل العاقلۃ عمدا اور اس کا سیاق ولا صلحا ولا اعترافا یہ دونوں اس پر دلالت کرتے ہیں اس لیے کہ بے شک اس کا معنی یہ ہے کہ عاقلہ اس کی طرف سے بھی دیت برداشت نہیں کرتی جس نے جان بوجھ کر قتل کیا۔ اور جس نے صلح کی اور جس نے قتل کا اعتراف کیا۔

لخ اور اس کی تائید وہ روایت کرتی ہے جو امام ابو یوسفؒ نے کتب الاثار میں نقل کی ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے حملو کے واسطے سے امام ابراہیمؒ سے نقل کیا کہ بے شک انہوں نے فرمایا لا تعقل العاقلۃ العبد اذا قتل خطأ "غلام کی عاقلہ دیت برداشت نہیں کرتی جبکہ اس نے خطا سے قتل کیا ہو" اور وہ روایت بھی تائید کرتی ہے جو امام محمد بن الحسنؒ نے الموطا میں اس سند کے ساتھ نقل کی ہے عن عبد الرحمن بن ابی الزناد عن ابیہ عن عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود عن ابن عباس قال لا تعقل العاقلۃ عمدا ولا صلحا ولا اعترافا ولا ما جنی المملوک (عاقلہ اس کی دیت نہیں برداشت کرتی جس نے جان بوجھ کر قتل کیا اور نہ اس کی جس نے صلح کر کے مل اپنے ذمہ لیا اور نہ ہی اس کی

جو قتل کا اعتراف کرتا ہے اور نہ اس کی جو مملوک نے جنایت کی) امام محمد نے فرمایا اور اسی کو ہم لیتے ہیں اور یہی قول ہے امام ابو حنیفہؒ اور ہمارے اکثر فقہاء کا لُح۔ اس میں ولا ما جنی المملوک نص ہے اس بات پر کہ ان کے قول ولا تعقل العاقلة عبدا سے مراد یہ ہے کہ عاقلہ اس غلام کی طرف سے دیت نہیں دیتی جس نے جنایت کی ہے اور یہ غلط بات منسوب کرنے والے کے لیے رسولی ہے۔

اور امام بیہقیؒ نے شعبیؒ کے طریق سے حضرت عمرؓ سے روایت کی ہے العمد والعبد وانصلح والا اعتراف لا تعقله العاقلة قتل عمد اور غلام کی جنایت اور صلح اور قتل کے اعتراف کی صورت میں عاقلہ دیت برداشت نہیں کرتی۔ اور پھر فرمایا کہ یہ روایت منقطع ہے اور محفوظ یہ ہے کہ یہ امام شعبیؒ کا قول ہے لُح۔ اور امام بیہقیؒ کے قول پر مدار رکھ کر ہی مجد الدینؒ نے اس کے حدیث ہونے کی نفی کی ہے اور غلطی کا مرتکب ہوا جیسا کہ وہ امام ابو حنیفہؒ کے متعلق غلطی کا مرتکب ہوا۔ اور یہ بات جو مجد الدینؒ نے الاصحیح سے ذکر کی ہے یہ مختار الصالح اور المصباح اور التہلیہ اور العباب اور التہذیب میں مذکور ہے لیکن ہم نے کسی کتاب میں نہیں دیکھا کہ اس کی سند اس تک (مجد الدین سے الاصحیح تک) نقل کی گئی ہو۔

اور امام ابو عبید القاسم بن سلامؒ نے اپنی کتاب غریب الحدیث کے آخر میں کہا جیسا کہ نصب الرایہ میں ہے کہ حضرات نے العبد کی تیویل میں اختلاف کیا ہے پس امام محمد بن الحسنؒ نے کہا جو کہ ابو عبیدؒ کے مشلح میں سے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ غلام کسی آزلو آدمی کو قتل کرے تو اس کی جنایت (جرم) کی وجہ سے غلام کے مالک کی عاقلہ پر کوئی چیز لازم نہیں ہوتی۔ اور پختہ بات ہے کہ یہ تلافی اس غلام کے رقبہ ہی سے کی جائے گی اور اس کے لیے امام محمد بن الحسنؒ نے دلیل پیش کرتے ہوئے کہا حدثنی عبد الرحمن بن ابی الزناد عن ابیہ عن عبید اللہ بن عبد اللہ عن ابن عباس قال لا تعقل العاقلة عمدا ولا صلحا ولا اعترافا ولا ما جنی المملوک کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ قتل عمد اور جو رقم صلح کی صورت میں قاتل ذمہ لے لے اور قتل کا اعتراف کرے اور جو جنایت مملوک کرتا ہے، ان میں عاقلہ دیت برداشت نہیں کرتی (بلکہ قاتل خود برداشت کرے گا) امام محمدؒ نے فرمایا اور یہی قول ہے امام ابو حنیفہؒ کہ اور ابن ابی لیلیٰؒ نے کہا کہ پختہ بات ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ غلام پر جنایت کی جائے یعنی اس کو کوئی آزلو آدمی قتل کر دے یا اس کو

زخمی کر دے تو جنایت کرنے والے کی عاقلہ پر کوئی چیز لازم نہیں آتی بلکہ اس غلام کی قیمت جنایت کرنے والے کے مال ہی سے ادا کرنا ہوگی۔ ابو عبیدؓ نے کہا کہ میں نے الاممعیؓ سے اس بارہ میں تکرار کیا تو اس نے کہا کہ میرے نزدیک بت وہ صحیح ہے جو ابن ابی لیلیٰؓ نے کہی ہے اور اسی پر کلام عرب شہد ہے اور اگر معنی وہ لیا جائے جو امام ابو حنیفہؒ نے لیا ہے تو عبارت اس طرح ہوتی لا تعقل العاقلۃ عن عبد حالانکہ اس طرح نہیں ہے بلکہ عبارت ہے ولا تعقل عبداً الخ۔

اور جو بت ابو عبیدؓ نے الاممعیؓ سے نقل کی ہے، اس میں صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس نے ابن ابی لیلیٰؓ کی رائے کی تائید کی ہے بخلاف اس کے جو صاحب قاموس اور اس کے ساتھیوں نے ذکر کی ہے پس بیشک اس میں تو جہالت کے ساتھ اجتہاد کے مقام پر جرات سے جا پڑنا لازم آتا ہے۔ (یعنی جہالت کا شکار آدمی جرات کرتے ہوئے اجتہاد کے مقام پر فائز شخصیت پر حملہ آور ہوتا ہے)

اور ہم نے جو وضاحت سے الآثار کے حوالہ سے لکھا ہے اس سے اسی مفہوم کا درست ہونا ظاہر ہوتا ہے جو امام ابو حنیفہؒ نے سمجھا ہے اور جو آدمی تدریس سے کام لیتا ہے اس کے لیے محمد بن الحسنؒ کی وہ دلیل بہت ہی مناسب ہے جو پہلے گزری ہے اور اس مفہوم اور کلام عرب میں جو عقل عنہ ودی عنہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے ان کے درمیان کوئی منافات نہیں ہے۔ بلکہ اس باب میں عقله مطلقاً عقل عنہ کے معنی میں ہے خواہ عن کو حذف کریں یا اس کو ذکر کریں اس لیے کہ بیشک اصل کلام یہ ہے عقل فلان قوانم الجمال لیدفعھا دية عن فلان کہ فلاں آدمی نے لونٹوں کے پاؤں باندھ دیے ہیں تا کہ وہ فلاں کی دیت میں دے دے۔ تو مفعول صریح سے بے نیاز ہوئے اور عن کو حذف کر کے اس کلام کو مدفع عنہ سے ملا دیا اور اس کو عقله پڑھنے لگے اور معنی یہ ہے کہ اس آدمی نے اس کی جانب سے دیت دی۔

اور یہ عربی زبان کے اسرار میں سے ہے جن کو سمجھنا ہر اس شخص کے لیے ضروری ہے جو لغت عربی میں ماہر ہے اور عربیت میں لوگوں کے مقام کا درجہ بتانے میں رائے رکھتا ہے اور جو آثار حضرت عمرؓ، حضرت ابن عباسؓ، ابراہیم نخعیؓ اور شعبیؓ کے روایت کیے گئے ہیں، ان تمام کا مقصد ایک ہی ہے اور وہ دینی ہے جو امام ابو حنیفہؒ نے سمجھا ہے۔ اور الاممعیؓ ایسا نہیں ہے کہ ابو یوسف کے سامنے اس طرح کی کم عقلی کا مظاہرہ کر

سکے بلکہ وہ تو ان کے ساتھ انتہائی لوب سے پیش آتا تھا۔ پس نو اور الامعی میں ہے کہ الامعی نے کہا کہ ہم آپس میں اپنی دلی آرزوؤں کا اظہار کر رہے تھے تو میں نے ابو یوسف سے پوچھا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے تجھے جس مقام تک پہنچا دیا ہے، کیا تو نے کبھی اس سے زائد کی تمنا بھی کی ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ ہاں میں چاہتا ہوں کہ جمل میں ابن ابی لیلیٰ جیسا اور زہد (پرہیز گاری) میں معمر بن کدام جیسا اور فقہ میں ابو حنیفہ جیسا ہو جاؤں۔ الامعی نے کہا کہ میں نے اس کا ذکر امیر المومنین یعنی الرشید کے سامنے کیا تو اس نے کہا کہ ابو یوسف نے جو آرزو کی ہے، وہ تو خلافت سے بھی بڑھ کر ہے۔

نور اگر ہم فرض کریں کہ بیشک الامعی ان لوگوں میں سے تھا جو امام صاحب کے ساتھیوں اور ساتھیوں کے ساتھیوں کے سامنے تو ایسی باتیں نہ کہتا تھا مگر دوسرے لوگوں سے کرتا تھا اور سامنے خوشی ظاہر کرتا اور پس پشت طعن و تشنیع کیا کرتا تھا اور ہم اس سے اس چیز کو بعید نہیں سمجھتے تو اس جیسے آدمی کی بات کا کوئی وزن نہیں رہتا۔ پس اگر آپ اس تفصیل کو کافی نہیں سمجھتے جو ضعفاء کے بارہ میں لکھی گئی کتابوں میں ابو زید الانصاری جیسے آدمی کا اس کے متعلق قول ہے تو آپ ابو القاسم علی بن حمزہ البصری کی کتب التنبیہات علی اغالیط الروایات کا مطالعہ ضرور کریں تا کہ آپ اس حلق سے بزور بات نکالنے والے کی غلطیوں پر نور لوگوں کا کلام نقل کرنے میں اس کی امانت واری پر مطلع ہو جائیں۔ نور جو الامعی سے روایت کی گئی ہے اس کے رو کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔ پس واضح ہو گیا کہ لغت میں ابو حنیفہ کو کمزور ثابت کرنے کے باب میں ابو قیس والے افسانہ کو اور فلم بفرق بین عقلنہ وعقلت عنہ حتیٰ فہمتہ ولیٰ بطلونی بات کو دلیل نہیں بنایا جاسکتا۔ نور ایسا ہو بھی کیسے سکتا ہے اس لیے کہ ائمہ (اربعہ) میں امام ابو حنیفہ ہی وہ ہیں جنہوں نے علوم عربیہ کے گوارہ میں نشو و نما پائی اور عربی گھرانے میں پرورش پائی اور اسرار عربیہ میں راسخ ہیں یہاں تک کہ بیشک ابو سعید السیرانی نور ابو علی الفارسی نور ابن جنی جیسے عربیت کے ستونوں نے باب الایمان میں پائے جانے والے ان کے الفاظ کی شرح میں کتابیں لکھی ہیں اور ان کے لغت عربیہ میں اطلاع کا دائرہ وسیع ہونے پر وہ انتہائی متعجب ہیں اور بیشک اللہ تعالیٰ نے لیل بصرہ اور لیل کوفہ کو عرب کے دیگر شہروں میں فصیح قبائل کی لغت نقل کرنے اور اس کو مدون کرنے اور اس کو علم اور فن بنانے میں امتیازی حیثیت عطا فرمائی ہے جیسا کہ امام سیوطی کی کتب اللزہرج ص ۳۸ میں ہے نور اس میں یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ غیر

عربی جماعتوں کے پڑوسی ہونے کی وجہ سے اور ان کا مصر، شام، یمن اور بحرین کے مختلف
 بھیموں اور حجاز اور طائف کے شہریوں کے ساتھ میل جول کی وجہ سے ان میں سے کس
 سے لغت لی جاسکتی ہے اور کس سے نہیں لی جاسکتی۔ اور اس کا کچھ حصہ فارابی کی کتاب
 الاغلاط سے نقل کیا گیا ہے اور اس مقام میں اس کی صراحت نقل کرنے کی گنجائش نہیں
 ہے۔

اور امام سیوطیؒ نے اپنی کتاب المزہرج ۲ ص ۲۵۹ میں یہ بھی کہا ہے کہ ابو الخلیف
 لغوی نے اپنی کتاب مراتب النحویین میں کہا ہے کہ عربیت کا علم صرف ان دو شہروں
 کوفہ اور بصرہ میں ہے۔ پس رہا مدینہ الرسول ﷺ تو ہمیں معلوم نہیں کہ اس میں عربیت کا
 کوئی امام ہو۔

اور الاصحعی نے کہا کہ میں مدینہ میں کافی عرصہ ٹھہرا رہا۔ میں نے وہاں ایک بھی قصیدہ
 صحیحہ نہیں دیکھا (جو اغلاط سے پاک ہو) یا تو مصحفہ تھا (کہ اس میں لفظی غلطیاں تھیں)
 یا مصنوعہ (بنیائی) تھا الخ۔

اور بدیہی بات ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے زمانہ میں کسی کے لیے یہ ممکن ہی نہ تھا کہ
 فقہ میں بڑے بڑے فقہاء کو اپنے پیچھے چلائے جب تک کہ اجتہاد کے تمام اطراف میں اس کا
 علم وسیع نہ ہو چہ جائیکہ وہ لغت عربیہ میں کمزور ہو اور علم بیان پہلی چیز ہے جس کی جانب
 ایک عالم دعوت وینے میں محتاج ہوتا ہے بلکہ ہر زمانہ میں معاملہ اسی طرح رہا ہے۔ پس کم
 عقلی اور کمزور دینی ہے کہ ابو حنیفہؒ کی عربیت میں کمزوری کی طرف نسبت کی جائے اور اس
 کے لیے صرف دو افسانوں کو دلیل میں پیش کیا جائے۔ اور بنو امیہ کے آخر زمانہ میں حجاز میں
 کافی عرصہ ٹھہرنے نے بھی ان کی لغت کو برباد نہیں کیا اگرچہ حرمین کے شیوخ میں بہت سے
 ایسے تھے جو بہت سی غلطیاں کرنے والے تھے ان لوگوں کی کثرت کی وجہ سے جو عجم سے
 آتے رہے (تو ان سے میل جول کی وجہ سے زبان صاف نہ رہی) اور یہ سلسلہ تابعین کے
 آخر زمانہ تک رہا اور وہاں ایسے ائمہ بھی نہ پائے جاتے تھے جو لغت میں غلطی کو درست
 کرنے کے لیے فارغ ہوتے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ پس آپ نافعؒ کو جو حضرت ابن عمرؓ
 کے آزلو کردہ غلام تھے اور ربیعہؒ اور ان کے اصحاب ہی کو لے لیں کہ کتابوں میں کس قدر
 ان کی اغلاط کی نشاندہی کی گئی ہے اور لغت میں امام شافعیؒ کی حالت ظاہر ہوتا ہے تو ابن فارس
 کے ان کے مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف منتقل ہونے کا سبب بنا تھا اور ابن دریدؒ اور

لازہریؒ کا ان کلمات معروفہ کو درست کرنے کی کوشش کرنا واضح ہے اور امام شافعیؒ کی لغت کے بارے میں امام الحرمین کا قول الیہاں میں واضح ہے۔

رہے امام احمدؒ تو آپ مسائل لبی داؤد اور اسحاق بن منصور الکونج اور عبد اللہ بن احمدؒ کو لے لیں تو آپ ایک صفحہ بھی قواعد کی صحت کے مطابق نہ پڑھ سکیں گے بلکہ لغت اور نحو میں غلطیوں کی کثرت آپ کا سر جھکا دے گی اور اگر فرض کر لیا جائے کہ امام ابو حنیفہؒ کی طرف جو روایات منسوب کی گئی ہیں، وہ ثابت ہیں اور یہ بھی فرض کر لیا جائے کہ وہ الفاظ غلط ہیں تو کیا ان سے زندگی بھر میں ان کے سوا کوئی نور غلطی شمار کی گئی ہے۔ اور باقی ائمہ سے چشم پوشی اور امام ابو حنیفہؒ سے جو روایت کی گئی ہے اس کی تشہیر کرنے میں بدترین تعصب کے سوا آخر کیا راز ہے؟ اور کون ہے جو کلام کرتے وقت ذرا بھی غلطی نہ کرے۔

اور ابو عمرو بن العلاء سے حکایت کی گئی ہے کہ بیشک وہ جب اپنے گھر والوں سے کلام کرتا تو اعراب کے لحاظ سے درست کلام نہ کرتا پھر جب وہ جامع مسجد پہنچتا تو اعراب کو غلط طوط کرتا پھر جب وہ البرید جو کہ بصرہ میں لوب کا بازار تھا وہاں پہنچتا تو اس پر ایک حرف کا مواخذہ نہ کیا جاتا اور جب اس بارہ میں اس سے پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ جب ہم ان سے ان کی طبیعتوں کے خلاف کلام کرتے ہیں تو ہم ان کے نفوس پر بوجھ ڈالتے ہیں (اس لیے لحاظ رکھ کر بات کرنا پڑتی ہے)

اور فراء کے بارے میں حکایت کی گئی ہے کہ بیشک وہ رشید کے پاس گیا اور کلام میں غلطی کی پھر اس نے کہا اے امیر المومنین بیشک دیہاتیوں کی طبیعت اعراب کا لحاظ رکھتا ہے اور شہریوں کی طبیعتیں غلطی کر جاتی ہیں۔ پس جب میں بہت سوچ بچار سے بات کروں تو غلطی نہیں کرتا اور جب طبیعت کی جانب لوٹتا ہوں تو غلطی کرتا ہوں تو رشید نے اس بات کو بہت پسند کیا۔

اور مبرو نے اپنی کتاب اللغۃ میں ذکر کیا ہے کہ محمد بن القاسم التمیمی نے الاممعی سے روایت کی ہے کہ الاممعی نے کہا کہ میں مدینہ میں حضرت مالک بن انس کے پاس گیا تو میں کبھی کسی سے اتنا خوفزدہ نہیں ہوا جتنا ان سے ہوا تو جب انہوں نے کلام کیا تو غلطی کرنے لگے پس کہا مطرنا البارحة مطرا ای مطرا تو اس کے بعد ان کا مقام میری نظر میں گر گیا۔ تو میں نے کہا اے ابو عبد اللہ! بیشک آپ علم کے اس مقام کو پہنچ گئے ہیں پس کاش کہ آپ اپنی زبان بھی درست کر لیں تو انہوں نے کہا پس کیسے ہوتا اگر تم نے ربیعہ کو دیکھا

ہو نہ ہم اس کو کہا کرتے تھے کہ آپ نے صبح کس حل میں کی تو وہ کہتے بِخَيْرًا بِخَيْرًا
اصمعی نے کہا کہ اس وقت انہوں نے اپنے لیے غلطی میں اس کو پیشوا اور عذر بنا لیا۔

اور احمد بن فارس نے اپنی کتاب الصحاحی ص ۳۱ میں کہا جبکہ وہ برا کہنے والا تھا اس کو
جو امام مالکؒ پر اپنی عام گفتگو میں غلطی کرنے کا عیب لگانے والا تھا کہ انہوں نے کہا مطرنا
البارحة مطرا ای مطرا ابن فارس نے کہا کہ لوگ ہمیشہ غلطی کر جاتے ہیں اور امام مالکؒ
بھی باہمی گفتگو میں غلطی کر جاتے تھے تا کہ ظاہر کریں کہ وہ بھی عوام کی غلطی پر ہیں تو جو آدمی
خواص سے انصاف کرتا ہے وہ اس کا عیب ان پر نہیں لگاتا اور پختہ بات ہے کہ عیب اس پر
ہے جو لغت کے لحاظ سے ایسی غلطی کرتا ہے کہ جس سے شریعت کا حکم ہی بدل جاتا ہو
واللہ المستعان الخ

کیا مخالفین میں کوئی ایک بھی رجل رشید نہیں جو اس طرح کا مستحسن عذر امام ابو حنیفہ
ؒ کی طرف سے پیش کر دے (جس طرح کا عذر ابن فارس نے امام مالکؒ کی طرف سے پیش کیا
ہے) بجائے اس کے کہ وہ سارے تعصب اور پروپیگنڈہ کے بگل میں پھونکنیں مارتے جاتے۔
اگر زندگی بھر میں ان سے ایک آدھ غلطی فرض کر بھی لی جائے تو باقی عمر کا کلام تو درست
ہے لیکن لوگ سرچشمہ ہیں (جو ان کے اندر ہوتا ہے) وہی باہر نکلتا ہے)

اور ابن فارس لغت کا مشہور امام ہے اور وہ ایسی شخصیت ہے جس کے بارے میں
المیدانی نے کہا کہ بیشک اس نے جب امام شافعیؒ کے غلط الفاظ کو درست کرنا شروع کیا تو اس
سے اس بارہ میں پوچھا گیا تو اس نے کہا ہذا اصلاح الفاسد یہ بریلو کی اصلاح ہے (یعنی
مشکل کام ہے) اور جب اس پر ان اغلاط کی بہتات ہو گئی تو وہ ان کے مذہب سے نفرت
کرنے لگا اور امام مالکؒ کے مذہب کی طرف منتقل ہو گیا تو اس کو کہا گیا کہ امام ابو حنیفہؒ کے
مذہب کی طرف کیوں منتقل نہیں ہوا تو اس نے کہا کہ اس بات کا خوف کھاتے ہوئے کہ
کہیں لوگ یہ نہ کہنا شروع کر دیں کہ یہ مل و دولت یا عمدہ کے لالچ میں ان کے مذہب کی
طرف منتقل ہوا ہے (اس لیے کہ اس وقت حنفی حکمرانوں کا دور دورہ تھا) جیسا کہ مسعود بن
شیبہ کی کتاب التعلیم میں ہے۔

اور امام شافعیؒ کے کلام میں سے جس پر گرفت کی گئی ہے، یہ بھی ہے جو انہوں نے
ان لا تعولوا کی تفسیر لا یکنتم عبالکم سے کی ہے (کہ تمہارے عیال زیادہ نہ ہو
جائیں) حالانکہ اس کا معنی الفقراء، الکسائی، الاغش، الرجالی، الرمانی اور ابو علی الفارسی وغیرہم

جیسے ائمہ جمہور کے نزدیک اَنْ لَا تَسْبُلُوْا ہے (یعنی اگر تمہیں ایک سے زیادہ عورتیں نکاح میں لانے کی صورت میں خوف ہو کہ تم انصاف نہیں کر سکو گے تو ایک ہی عورت پر اکتفا کرو یہ بات زیادہ قریب ہے کہ تم ایک کی طرف نہ جھک پڑو گے)

اور انہوں نے نَارٌ مُّوَصَّدَةٌ میں مَوْصَدَةٌ کی تفسیر حارۃ سے کی ہے حالانکہ اس کا معنی محبضۃ احاطہ کرنے والی ہے اور اس میں علماء کا اتفاق ہے۔

اور (وَمَا عَلَّمْنٰمَنِ الْجَوَارِحَ) مَكَلِّبَيْنَ کی تفسیر انہوں نے مَعْلَمِی الْکَلَاب سے کی ہے (سکھائے ہوئے کتے) حالانکہ اس کا معنی مَرْسَلِی الْکَلَاب (چھوڑے ہوئے کتے) ہے۔

اور حضرت عمرؓ کا قول ہے لَا شَفْعَةَ فِي الْبَرِّ وَلَا فِي الْفَحْلِ کہ کنویں اور فحل میں شفعہ نہیں ہے تو لام شافعیؒ نے فحل کا معنی ز لونث اور بیل کیا ہے حالانکہ یہاں الفحل سے مراد فحل النخل ہے (یعنی کھجوروں کے درخت کہ زمین کے بغیر صرف درختوں میں شفعہ نہیں ہے)

اور نصریہ کے بارے میں ان کا قول ہے کہ یہ ربط سے ہے (یعنی باندھنا) حالانکہ بیشک یہ جمع الماء فی الحوض سے ہے (یعنی حوض میں پانی جمع کرنا) یہاں تک کہ ابو عبید نے کہا کہ اگر مصرّاة اس کے مطابق ہوتا جو انہوں نے خیال کیا ہے تو یہ لفظ مصرّاة نہ ہوتا بلکہ مصرورة ہوتا۔

اور حضرت عمرؓ کا قول کَانَهُمُ الْيَهُودُ قَدْ خَرَجُوا مِنْ فِهْرِهِمْ (گویا کہ یہود بیشک نکلے اپنے عبادت خانوں سے) تو لام شافعیؒ نے فہر کا معنی کیا کہ ایسا گھر جو بڑے بڑے پتھروں سے تعمیر کیا گیا ہو حالانکہ اس کا معنی ان کی عبادت گاہ یا ان کے اجتماع گاہ اور ان کی درس گاہیں ہیں خواہ عمارت میں ہوں یا صحراء میں۔

اور وہ پانی کی صفت المالح کے ساتھ کرتے ہیں حالانکہ بیشک اس کے ساتھ اس کی وصف نہیں کی جاتی اور قرآن کریم میں ملح اجاج ہے۔ اور بہر حال المالح تو اس کے ساتھ مچھلی وغیرہ کی وصف کی جاتی ہے۔

اور ان کا یہ کلام بھی ہے ثَوْبٌ نَسَوَى لَفْظَةً عَامِيَةً اور ان کا یہ قول بھی ہے کہ الْعَفْرِيتُ عَيْنٌ كَافَتْكَ سَاحَتُهُ (ہالانکہ ایسا کسی نے نہیں کہا۔

اور ان کا کلام ہے کہ اَشْلَيْتُ الْكَلْبَ فِي اَشْلَيْتِ زَجْرَتِ کے معنی میں ہے

حالانکہ یہ معنی درست نہیں۔ درست یہ ہے کہ یہ اغربت کے معنی میں ہے جیسا کہ ثعلب وغیرہ نے کہا ہے۔ (اور زجر اور اغراء کے معنی میں فرق بالکل واضح ہے کہ زجر ڈانٹنے کو کہتے ہیں اور اغراء ابھارنے اور برا بھلا کرنے کے معنی میں ہے) اور ان کا قول مختصر الزنی میں ولست الاذن من الوجه فیفسلان ہے حالانکہ یہ فیفسلا ہونا چاہئے اور امام شافعیؒ کے اس کلام میں فیفسلان کے آخر میں نون ہے مگر کتاب کے طبع کرنے والے نے اپنے ہیر پھیر سے اس کو حذف کر دیا ہے اور اس طالع کی علم میں لمانت اسی طرح ہے جیسا کہ اس کی لمانت مرحوم مصطفیٰ ہاشم کے واقعہ میں ہے جو کہ علمی مجالس اور کچریوں بلکہ بہت چلنے والی خبروں میں بھی مشہور ہے۔

اور امام شافعیؒ کا قول کہ واؤ ترتیب کے لیے اور باء تبعیض کے ہے یہ ایسی بات ہے کہ ائمہ لسان میں سے اس کو کوئی بھی نہیں جانتا بلکہ واؤ مطلقاً جمع کے لیے اور باء الصاق کے لیے آتی ہے۔ اور ان (امام شافعیؒ) کی اس جیسی اور بھی مثالیں ہیں جن سے چشم پوشی کی جاتی ہے جیسا کہ زحشری نے اپنی تفسیر میں چشم پوشی سے کام لیا ہے اور الاقتالی جیسے حضرات نے اصول میں لکھی گئی اپنی کتابوں میں اس پر سختی کا برتاؤ کیا ہے بلکہ محمد بن یحییٰ نے جاحظ سے نقل کیا ہے کہ بیشک اس نے کہا کہ میں نے امام شافعیؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا وہ آواز دے رہے تھے بَا مُعَشَّرَ الْمَلَا حُونَ تو میں نے ان سے کہا تیرا گھر تباہ ہو تو نے کلام میں غلطی کی ہے تو وہ کہنے لگے کہ یہ اہل سیف الحجاز (حجاز کے ساحل والوں) کی زبان ہے تو میں نے کہا کہ اسناد میں غلطی کرنا تو پہلی غلطی سے بھی بڑی ہے جیسا کہ یہ واقعہ کتب التعلیم میں ہے۔

اور ہم لغت کے لحاظ سے امام اعظم کے مقام پر دیدہ دلیری سے حملہ آوروں کو روکنے کے لیے اسی پر اکتفا کرتے ہیں ان کو وہ چیزیں یاد دلا کر جو ان کے ائمہ کے بارے میں لوگوں نے تحریر کی ہیں۔ اور حق بات یہ ہے کہ ائمہ متبوعین عظمت میں اس حد سے بہت بلند ہیں کہ کوئی ان پر لغت میں ضعف کا عیب لگائے اس لیے کہ ان میں اجتہاد کی تمام شرائط پائی جاتی ہیں اور ان شرائط میں لغت کو اس طرح جاننا شرط ہے جس طرح جاننے کا حق ہے اور بیشک امت کسی اور کی نہیں بلکہ ان ہی کی اتباع پر متفق ہے۔ اور زمانہ در زمانہ امت محمدیہ کی پیشی کے ساتھ ان کے حصہ میں آتی رہی۔ اور اگر اس میں اللہ تعالیٰ کا کوئی مخفی راز نہ ہوتا تو اس طرح زمانہ در زمانہ امت ان کی پیروی نہ کرتی۔ ذلیل ہوں حیلے کرنے والے جو

بہت کم ہیں مگر بیشک بات سے بات نکلتی ہے (اس لیے یہ بحث طویل ہو گئی) لکھنے میں قلم جو حد اعتدال سے تجلوز کر گیا، اس میں اللہ تعالیٰ ہم سے بھی اور ان سے بھی چشم پوشی کا معاملہ فرمائے اور وہ ہمیں بھی اور ان کو بھی تمام احوال میں معاف فرمائے۔ اور ان چیزوں کے ذکر سے مقصد صرف حق کو اس کے نصاب کی طرف لوٹانا ہے اور الملک المعظم کی کتاب ج ۴ ص ۴۸ میں الجامع الکبیر وغیرہ کے حوالے سے بہت صراحت کے ساتھ اس بارہ میں تفصیلی بحث ہے جو امام صاحب کی لغت عربیہ میں براعت (فوقیت) اور اسرار عربیہ میں ان کی مہارت پر دلالت کرتی ہے اور یہ پرکھے ہوئے دلائل ہیں جن کا انکار صرف وہی کر سکتا ہے جو بیمار حس و لا ہو اور ذاتی کمینہ ہو۔

اعتراض ۷: (کہ امام ابو حنیفہؒ نے تَرْزَقَانِہ کی بجائے تَرْزَقَانِہ کی قراءۃ کو صحیح کہا ہے۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ قراءۃ جو امام صاحب کی طرف منسوب کی گئی ہے، وہ ان کے مذہب میں لکھی گئی کسی کتاب میں نہیں ہے اور اس قراءۃ کو منسوب کرنے والے راوی کمزور ہیں تو اس قراءۃ کی امام صاحب کی طرف نسبت کرنا ہی صحیح نہیں ہے۔ اگر یہ بات ثابت ہو بھی جائے تو پھر بھی اس قراءۃ کی وجہ سے کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا اس لیے کہ یہ قراءۃ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی قراءۃ ہے)

اور خطیبؒ نے ص ۳۳۲ میں برقلی، محمد بن العباس الحراز، عمر بن سعد، عبد اللہ بن محمد، ابو مالک بن ابی ہزیم البجلی، عبد اللہ بن الصلاح کی سند نقل کر کے بیان کیا کہ عبد اللہ بن صالح حضرت امام ابو یوسف سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ مجھے امام ابو حنیفہؒ نے کہا کہ لوگ سورۃ یوسف میں ایک جملہ پڑھتے ہیں تو اس میں غلطی کرتے ہیں تو میں نے کہا وہ کون سا جملہ ہے؟ تو انہوں نے کہا لَا يَأْتِيَكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقَانِہ تو میں نے کہا کہ اس کا اصل تلفظ کس طرح ہے تو انہوں نے کہا تَرْزَقَانِہ

الجواب: میں کہتا ہوں کہ عام قراءۃ میں تَرْزَقَانِہ ہاء کے کسرہ کے ساتھ ہے اور امام ابو حنیفہؒ نے جو قراءۃ بتائی، اس میں ہاء کے ضمہ کے ساتھ ہے اور اس روایت کی سند میں الحراز ہے اور اس کا حال پہلے بیان ہو چکا ہے اور اس میں جو عمر ابن سعد ہے، وہ القراطیسی ہے اور عبد اللہ بن محمد وہ ہے جو ابن ابی الدنیا کے نام سے مشہور ہے اور ابو مالک جو ہے، وہ محمد بن الصقر بن عبد الرحمن بن بنت مالک بن مغول ہے جو ابن مالک بن مغول کے ساتھ

مشہور ہے۔ پس الصقر اور عبد الرحمن دونوں کذاب مشہور ہیں اور عبد اللہ بن صلح یہ لیث کا کاتب تھا اور اختلاط کے عارضہ میں مبتلا تھا۔

اور امام ابو حنیفہؒ نے جو قراءۃ بتائی ہے، اس میں کوئی قائل اعتراض بات نہیں ہے اور پختہ بات ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کی قراءۃ وہی ہے جو عاصم کی روایت ہے جس کو ابی عبد الرحمن السلمی اور زر بن حیث نے روایت کیا ہے۔ پس نرزقانہ کی قراءۃ حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے اور دوسری نرزقانہ کی قراءۃ حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے اور اس میں کسی قسم کے اعتراض والی کوئی بات نہیں ہے۔ بلکہ جو قراءۃ خطیبؒ نے امام ابو حنیفہؒ کی طرف منسوب کی ہے، وہ قراءۃ ان سے (ان کے مذہب میں لکھی گئی) شاؤ کتابوں میں بھی نہیں اور نہ اس کتاب میں مذکور ہے جو ابو الفضل محمد بن جعفر الخزاز نے امام ابو حنیفہؒ سے منقول قراءۃ کے بارے میں لکھی ہے۔ اور اس قراءۃ کی طرف زحشری اور نسفی نے بھی کلام نہیں لگائے حالانکہ انہوں نے ہر اس روایت کی توجیہ کرنے کی اپنے آپ پر ذمہ داری لی جو امام ابو حنیفہؒ سے مروی ہیں۔ ان دونوں نے یہ خیال کیا کہ الخزاز نے امام ابو حنیفہؒ کی قراءۃ کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے، اس نے سچ کہا ہے حالانکہ بیشک ائمہ نے اس کو اس نسبت کرنے میں جھوٹا قرار دیا ہے جو اس نے قراءۃ کے بارے میں امام صاحب کی طرف نسبت کی ہے۔ پس اس قراءۃ کی توجیہ جو الملک المعظم نے کی ہے اس کی طرف جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

اعتراض ۸: (کہ سراج امتی والی روایت موضوع ہے۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلم شریف وغیرہ کی روایت لوکان الایمان عند الشریبا لتنا وله رجال من فارس میں بہت سے محدثین نے اس کا مصداق امام ابو حنیفہؒ کو قرار دیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے بارہ میں بشارت حدیث میں موجود ہے اور ہو سراج امتی والی روایت کو بہت سے راوی بیان کرتے ہیں۔ تو احادیث کے مجموعہ کو ملحوظ رکھ کر کہا جاسکتا ہے کہ اس روایت کا ان الفاظ کے ساتھ نہ سہی مگر اس کا اصل ہے (جیسے حضرت علیؓ کی شجاعت کے بارہ میں اگرچہ فرداً فرداً تمام روایات ضعیف بلکہ بعض موضوع ہیں مگر مجموعہ احادیث سے محدثین کرام حضرت علیؓ کی شجاعت کی اصل ضرور مانتے ہیں۔ تو اسی طرح اگر کہہ دیا جائے کہ اس روایت کی کوئی نہ کوئی اصل ہے تو اس میں اعتراض کی کوئی بات نہیں) اور خطیبؒ نے ص ۳۳۲ میں ایک سند نقل کی عن عمر بن الخطابؓ میں (علامہ

کوثری) کہتا ہوں کہ یہ درست نہیں ہے بلکہ صحیح سند اس طرح ہے عن ابراہیم عن اصحاب عمر بن الخطاب (اس لیے قارئین کرام کو خطیبؒ کی اس قسم کی کوتاہیوں کو پیش نظر رکھنا چاہیے) اور اس (خطیب) نے ص ۳۳۵ میں القاضی ابو العلاء محمد بن علی الواسطی، ابو عبد اللہ احمد بن احمد بن علی القصری، ابو زید الحسین بن الحسن بن علی بن عامر الکندی، ابو عبد اللہ محمد بن سعید البورقی المروزی، سلیمان بن جابر بن سلیمان بن یاسر بن جابر، بشر بن یحییٰ، الفضل بن موسیٰ السیثانی، محمد بن عمرو کی سند نقل کر کے بیان کیا کہ محمد بن عمرو حضرت ابو سلمہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ان فی امتی رجلا ”کہ بے شک میری امت میں ایک آدمی ہوگا“ اور القصری کی حدیث میں ہے یکون فی امتی رجل اسمه النعمان وکنینہ ابو حنیفہ کہ ”میری امت میں ایک آدمی ہوگا جس کا نام نعمان اور کنیت ابو حنیفہ ہوگی“ سراج امتی ہو سراج امتی ”وہ میری امت کا چراغ ہوگا وہ میری امت کا چراغ ہوگا“ مجھے ابو العلاء الواسطی نے کہا کہ مجھ سے یہ حدیث القاضی ابو عبد اللہ الصیمری نے لکھی۔ میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث موضوع ہے کیونکہ اس کے روایت کرنے میں البورقی منفرد ہے۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ بدرالدین العینیؒ نے اپنی تاریخ کبیر میں اس کی ساری سندیں بیان کی ہیں۔ اتنی کثرت سے اس کی اسناد ہونے کی وجہ سے اس پر وضع کا حکم لگانا مشکل ہے۔ اور اس نے اپنی تاریخ کبیر میں حدیث کی اسناد نقل کرنے کے بعد کہا ہے۔ پس یہ حدیث جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں، بے شک مختلف سندوں اور مختلف متون کے ساتھ روایت کی گئی ہے اور یہ روایت نبی کریم ﷺ سے متعدد راویوں نے کی ہے۔ پس یہ اس پر ولایت کرتا ہے کہ اس کا اصل ہے۔ اگرچہ بعض محدثین بلکہ ان کی اکثریت اس روایت کو منکر اور بعض اس کے موضوع ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور بسا اوقات یہ تعصب کا اثر بھی ہوتا ہے۔ اور اس حدیث کے راویوں کی اکثریت علماء حضرات کی ہے اور وہ امت کا بہترین طبقہ ہیں پس ان کی شان کے لائق نہیں کہ وہ نبی کریم ﷺ پر جھوٹ باندھیں۔ بلکہ وہ اس وعید کو جانتے ہیں جو ایسے شخص کے بارہ میں روایت کی گئی ہے جو نبی کریم ﷺ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھے۔

اور اسی طرح اس نے صراحت کے ساتھ اس کو اپنی اس کتاب میں امام ابو حنیفہؒ کے ترجمہ (حالات) میں بھی لکھا ہے جو اس نے لکھلوی کے راویوں کے بارہ میں لکھی ہے جس کا

نام مغالی الاخیار ہے اور ان سندوں میں سے ہر سند کئی کئی طریقوں پر ہے۔ متن میں بھی اور سند میں بھی۔

جن سب کو ہم نے اپنی تاریخ البدوی میں بیان کیا ہے اور محدثین اس حدیث کا انکار کرتے ہیں بلکہ ان کی اکثریت اس کے موضوع ہونے کا دعویٰ کرتی ہے۔ لیکن اس کے مختلف طرق اور متون اور رواۃ اس پر دلالت کرتے ہیں کہ اس کی کوئی نہ کوئی اصل ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ الخ۔ اور وہ عالم جو اپنی زندگی کا اکثر حصہ مظلوم رہا اور اسکی موت اس حال میں آتی ہے کہ وہ قید خانہ میں محبوس ہے اس کے بلوچو اس کا علم مشرق سے مغرب تک جہان کے تمام اطراف میں پھیلتا ہے اور امت محمدیہ (علی صاحبہا النجیۃ والنسلیمات) کا نصف بلکہ دو تہائی طبقہ زمانہ در زمانہ مسلسل فقہ میں اس کی اتباع کرتا ہے۔ بلوچو دیکھ ایسے فقیہ، محدث اور مورخ مخالفین لگاتار اس سے اختلاف کرتے رہے جو اس کے لیے دشمنوں کے مرتبہ کے تھے تو یہ بہت بڑی خبر ہے۔ بعید نہیں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارہ میں خبر دی ہو اس بنا پر کہ یہ فیہی خبروں میں سے ہے۔ اور اس کی نقاہت کی بلوشاہت ان چیزوں میں سے ہے جو آنکھوں کو خیر کر دیتی ہیں۔ اور علم میں ان کا مرتبہ پہچاننا ان چیزوں میں سے نہیں ہے کہ وہ ایسی حدیث کی طرف محتج ہو جس میں علماء اختلاف کرتے ہیں۔ اور پختہ بات ہے کہ میں نے یہ کلام صرف ان کے بارے میں لوگوں کے اقوال بتانے کے لیے کی ہیں اور امام سیوطیؒ نے اپنی کتاب تبییض الصحیفہ میں فرمایا کہ بے شک نبی کریم ﷺ نے امام ابو حنیفہؒ کے متعلق خوش خبری دی ہے اس حدیث میں جس کو ابو نعیم نے اپنی کتاب حلیہ میں نقل کیا ہے جو کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لو کان العلم معلقا بالشریا لئن اولہ رجال من ابناء فارس کہ ”اگر علم شریا ستارہ کے ساتھ بھی معلق ہو تو فارس کے باشندوں میں سے کچھ لوگ ضرور اس کو دہاں سے بھی حاصل کر لیں گے“ اور الشیرازی نے اپنی کتاب الالقب میں قیس بن سعد بن عبلہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر علم شریا ستارہ کے ساتھ بھی لٹکا ہوا ہو تو فارس کے باشندوں کی ایک جماعت ضرور اس کو دہاں سے بھی حاصل کر لے گی۔ اور حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث کا اصل صحیح بخاری اور مسلم میں ان الفاظ کے ساتھ ہے لو کان الایمان عند الشریا لئن اولہ رجال من فارس ”اگر ایمان شریا ستارہ کے پاس بھی ہو تو فارس کے باشندوں میں سے کچھ لوگ ضرور اس کو حاصل کر

لیں گے۔ اور مسلم حریف کے الفاظ اس طرح ہیں لوکان الایمان عند الثریا للذهب به رجل من ابناء فارس حتی لتناولہ کہ ”اگر ایمان ثریا ستارہ کے پاس ہو تو فارسی نسل کا ایک کھلی ضرور وہاں تک پہنچ جائے گا یہاں تک کہ اس کو حاصل کر لے گا۔ اور حضرت قس بن سعد کی روایت معجم الطبرانی الکبیر میں ان الفاظ کے ساتھ ہے لوکان الایمان معلقا بالثریا لاننا العرب لנاله رجال من فارس کہ ”اگر ایمان ثریا ستارہ کے ساتھ معلق ہو تو عرب اس کو حاصل نہ کر سکیں گے مگر فارسی نسل کے کچھ لوگ ضرور اس کو حاصل کر لیں گے۔“

اور معجم طبرانی میں ہی حضرت ابن مسعود سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوکان الدین معلقا بالثریا لتناولہ ناس من ابناء فارس کہ ”اگر دین ثریا ستارہ کے ساتھ بھی معلق ہو تو فارسی نسل کے کچھ لوگ ضرور اس کو حاصل کر لیں گے۔“ تو یہ اصل صحیح ہے جس پر بشارت اور فضیلت کے باب میں اجماع کیا جاسکتا ہے۔ امام سیوطی کی بات یہاں ختم ہوئی۔ مگر یہ بات ملحوظ رکھنی چاہیے کہ مسلم کے الفاظ لوکان الدین کے ہیں۔ (اور امام سیوطی نے لوکان الایمان کے الفاظ نقل کیے ہیں جو درست نہیں مگر اس کی توجیہ یہ کی جاسکتی ہے) کہ بے شک دین اور ایمان دونوں علم کی کوہان کی چوٹی ہیں۔ تو روایات متنی میں متحد ہیں اور جو کچھ صحیحین میں ہے وہ ماسوا سے بے پرواہ کر دیتا ہے۔ اور اس زمانہ میں جس آدمی نے حدیث کو کمزور کہا ہے تو اس نے اپنے ساتھ ظلم کیا اور وہ اہل علم کے راستہ سے ہٹا ہوا ہے اور اس نے بے عقلی کی بات کی ہے۔ اور اس نے مومنوں کے راستہ کے علاوہ کی پیروی کی اور پختہ بات ہے کہ اس حدیث کے مصداق میں اختلاف ہے کہ لتناولہ رجل من ابناء فارس میں رجل سے کون مراد ہے اور اسی طرح عالم المدینہ ولی حدیث میں اور عالم قریش ولی حدیث کی مراد میں اہل علم کے درمیان اختلاف مشہور ہے اور یہ اس کی تفصیل کا موقعہ نہیں ہے۔

اعتراف ۹: کہ امام ابو حنیفہؒ کے بارہ میں ائمہ محققین کا نظریہ سراج امتی کے خلاف ہے۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ عبارت تاریخ بغداد میں بعد میں اضافہ کی گئی ہے اور تاریخ بغداد میں خطیبؒ کی وفات کے بعد اضافہ کا اعتراف بہت سے محدثین نے کیا ہے)

اور خطیبؒ نے پہلے مصری طبع کے ص ۳۶۹ اور دوسری طبع کے ص ۳۷۰ میں کہا اور اسی طرح جب میں صفحات کے دو نمبر ذکر کروں تو یہی مراد ہوگا کہ یہ دو مختلف جلعوں کے

صفحات ہیں (خطیبؒ نے کہا) کہ حدیث نقل کرنے والے ائمہ حنفیہ اور جن لوگوں کا حدیث کے راویوں میں ذکر کیا گیا ہے ان کا نظریہ امام ابو حنیفہؒ کے بارہ میں اس کے خلاف ہے (اور قاعدہ ہے کہ جب راوی کا عمل اپنی مروی روایت کے خلاف ہو تو وہ روایت یا تو اس کے نزدیک ثابت نہیں ہوتی یا وہ روایت موقوف ہوتی ہے اور خطیبؒ صاحب بھی اس عبارت سے اسی جانب اشارہ کر رہے ہیں)

الجواب: مجھے اس میں شک ہے کہ یہ الفاظ خطیبؒ نے خود کہے ہوں بلکہ رائج بات یہ ہے کہ یہ اس اضافہ کا حصہ ہے جو خطیبؒ کی وفات کے بعد تاریخ میں کر دیا گیا تھا۔ اس لیے کہ میرا اس کے بارہ میں خیال یہ ہے کہ وہ خواہش کے جس مقام کو بھی پہنچ جائے اپنے لیے یہ پسند نہیں کرے گا کہ اس جیسے کھلے تناقض میں واقع ہو۔ حالانکہ اس نے اپنی اسی کتاب میں ان راویوں پر ضعیف یا جھوٹا ہونے کی کلام (جرح) کی ہے جن سے (امام صاحب پر) طعن والی روایات ہیں جیسا کہ اس کو الملک المعظم نے اپنی اس کتاب میں نقل کیا ہے جو اس نے خطیبؒ کے طرز میں لکھی ہے اور اسی طرح ہم نے بھی اس کا کلام نقل کیا ہے تو خطیبؒ اپنی بات بھولا نہیں ہوگا کہ ان ہی مطعون راویوں سے مروی روایات کو محفوظ روایات قرار دے دے۔ اور اگر فرض کر لیا جائے کہ اس نے ہی ایسا کیا ہے تو ہم ان راویوں کے حالات سے متعلق صرف اسی (خطیب) کو ہی حاکم مان لیتے ہیں جو راوی ائمہ حنفیہ کی زبان سے مطعون ثابت ہو چکے ہیں (تو قاعدہ کے مطابق تو روایت محفوظ نہیں ہو سکتی) ہاں اگر محفوظ سے مراد اس کی وہ ہے جو حدیث نقل کرنے والوں میں سے تعصب میں گھسی ہوئی جماعت کے ہاں محفوظ ہے تو پھر بات الگ ہے۔

اور بہر حال خطیبؒ کی تاریخ میں قلموں کا ہیر پھیر ایسا معاملہ ہے جو منہ توڑ دلائل سے ثابت ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے۔

اور بے شک الفاظ ابو الفضل محمد بن طاہر المقدسی نے احمد بن الحسن پر جرح کی ہے جو کہ ابن خیرون کے لقب سے مشہور ہے اور یہ خطیبؒ کی وفات کے وقت اس کا وصی تھا۔ اور خطیبؒ نے اپنی کتابیں اس کے سپرد کر دی تھیں تو وہ کتابیں اس وصی کے گھر میں جل گئی تھیں اور ان میں خطیبؒ کا لکھا ہوا تاریخ بغداد کا نسخہ بھی تھا۔ یہاں تک کہ لوگ ابن خیرون کے نسخہ سے خطیبؒ کی تاریخ سے روایت کرنے لگے نہ کہ اس نسخہ سے جو کہ خطیبؒ کا لکھا ہوا تھا اور انہوں نے اس میں وہ باتیں بھی پائیں جو اس سے زائد تھیں جن کو انہوں

نے خطیبؒ سے سنا تھا تو انہوں نے کہا کہ بے شک ابن خیرون ہی نے اس میں اضافہ کیا ہے۔ یہاں تک کہ ابو الفضل المقدسی نے ابن خیرون کا انتہائی برے الفاظ سے ذکر کیا۔ اگرچہ یہ بات امام ذہبیؒ کو اچھی نہیں لگی مگر انہوں نے خود میزان الاعتدال میں ابن الجوزی سے نقل کیا ہے کہ بے شک اس نے کہا کہ میں نے اپنے مشیخ سے سنا ہے، وہ کہتے تھے کہ بے شک خطیبؒ نے ابن خیرون کو وصیت کی تھی کہ اس کی تاریخ میں کچھ ایسے اور اق کا اضافہ کرے جن کو وہ اپنی زندگی میں ظاہر کرنا پسند نہیں کرتا تھا تو اس سے معلوم ہو گیا کہ اس تاریخ بغداد میں زیادتی ایسی کھلی حقیقت ہے جس میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے۔ لیکن وہاں روایت ہے کہ بے شک اس نے وصیت کی تھی تو بعد میں اضافہ کا ہونا خود مولف کی گردن پر ہے یا زیادتی کرنے والا ابن خیرون ہی ہے تو ابو الفضل المقدسی کی رائے کے مطابق ابن خیرون اس درجہ سے ساقط ہو گیا کہ اس کی روایت مقبول ہو اور ہم یہاں ذہبیؒ اور ابن الجوزی کی کلام کی طرف اشارہ کرنا ہی کافی سمجھتے ہیں اور صرف ابو الفضل کے کلام کو پیش کیا ہے تاکہ دیکھنے والا اس جیسی وصیت میں اور اس زیادتی کے بارہ میں اپنی رائے قائم کر سکے۔ اور عجیب بات ہے کہ تاریخ بغداد میں امام ابو حنیفہؒ کے جن عیوب کا ذکر کیا گیا ہے وہ عالم الملوک الملک المعظم عیسیٰ الایوبی کے حنفی ہونے کے بعد ہی مشہور کیے گئے ہیں اور اسی لیے وہ پہلا شخص تھا جس نے ان کا رد کیا اور اگر یہ عیوب اس سے پہلے مشہور ہو جاتے تو علماء ان کی تردید میں دیر نہ کرتے جیسا کہ انہوں نے عبد القاهر البغدادی اور ابن الجوزی اور ابو حنبلہ الطوسی وغیرہ سے کیا ہے۔ اور سبط ابن الجوزیؒ نے بھی اپنی کتاب میں خطیبؒ کا رد الملک المعظم کے زمانہ میں ہی کیا ہے جس کا نام الانتصار لامام ائمة الامصار رکھا اور یہ دو جلدوں میں ہے۔

اعتراض ۱۰: (کہ بڑے بڑے محدثین نے امام ابو حنیفہؒ کی تردید کی ہے۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ صحیح روایات سے ثابت ہے کہ محدثین کرام کی اکثریت نے امام ابو حنیفہؒ کی تعریف کی ہے اور خطیبؒ نے امام صاحب کی تردید کرنے والوں میں بہت سے حضرات کے نام غلط شامل کیے ہیں اس لیے کہ صحیح روایات کے مطابق ان سے امام صاحب کی تعریف ثابت ہے)

اور خطیبؒ نے طبع اولیٰ کے ص ۳۶۹ اور طبع ثانیہ کے ص ۳۷۰ میں محمد بن احمد بن رزق۔ ابو بکر احمد بن جعفر بن محمد بن مسلم الحنبل۔ ابو العباس احمد بن علی بن مسلم الابار کی سند

نقل کر کے بیان کیا کہ ابو بکر احمد بن جعفر کہتے ہیں کہ ہمیں جمادی الاخریٰ ۲۸۸ھ میں ابو العباس احمد بن علی بن مسلم الالبار نے لکھوایا۔ کہتے ہیں کہ انہوں نے ان لوگوں کا ذکر کیا جنہوں نے ابو حنیفہؒ کی ترویج کی ہے۔ ان میں ایوب السخنیانی، جریر بن عازم، امام بن یحییٰ، حماد بن سلمہ، حماد بن زید، ابو عوانہ، عبد الوارث، سوار العنبری، القاضی، یزید بن زریج، علی ابن عاصم، مالک بن انس، جعفر بن محمد، عمر بن قیس، ابو عبد الرحمن المقرئ، سعید بن عبد الحمید، امام لوزاعی، عبد اللہ بن المبارک، ابو اسحاق الفراری، یوسف بن اسباط، محمد بن جابر، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، حماد بن ابی سلیمان، ابن ابی لیلیٰ، حفص بن غیاث، یحییٰ بن عیاش، شریک بن عبد اللہ، وکیع بن الجراح، رقبہ بن معقلہ، الفضل بن موسیٰ، عیسیٰ بن یونس، حجاج بن ارطاة، مالک بن مغول، قاسم بن حبیب، اور ابن شبرمہ جیسی شخصیات ہیں۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ اگر مقصد یہ ہے کہ دلیل کو دلیل کے مقابلہ میں پیش کرنا تو اس بارہ میں ہر جگہ اور ہر زمانہ میں دلیل علم کے لیے میدان بہت وسیع رہا ہے اس لیے کہ بیشک اللہ تعالیٰ کا دین مجتہدین میں سے کسی ایک پر موقوف نہیں ہے اور فقہاء میں سے ہر ایک کے کلام میں ایسی باتیں پائی جاتی ہیں جن کا مواخذہ کیا جاسکتا ہے اور رد کیا جاسکتا ہے (جس کی کسی بات پر نہ مواخذہ ہو سکے اور نہ اس کو رد کیا جاسکے) یہ مقام تو صرف اس شخصیت کو حاصل ہے جو مدینہ منورہ میں خوشبو دار مزار میں تشریف فرما ہے ~~ملاحظہ~~ اور اگر اس سے مراد بہتان تراشی کے ساتھ عیب لگانا ہے اور اس میں ایسے سلف کی طرف نسبت کر کے دشنام طرازی کرنا ہے جن کی زبانیں اس سمت سے پاک ہیں جیسا کہ خطیبؒ کا الالبار کی سند سے نقل کرنے سے ظاہر ہوتا ہے تو دنیا اور آخرت میں اس کا دکھ وہی برداشت کرتا ہے جو جھوٹ گھڑنے والا بہتان تراش ہو۔ اور خطیبؒ کا اس روایت کو ناقصین کے ہاں محفوظ روایات کے زمرہ میں ذکر کرنا گہری نظر رکھنے والے حضرات پر ظاہر کر دے گا کہ وہ ان شرائط کا کس قدر لحاظ رکھنے والا ہے جو اس نے اپنے لیے لازم کی تھیں۔ بھلا ابن رزق عن ابن سلم عن الالبار کی سند سے مروی روایت بھی محفوظ ہو سکتی ہے؟

پس ابن رزق جو ہے وہ ابو الحسن بن رزقویہ ہے اور پختہ بات ہے کہ خطیبؒ نے اس کے پاس آنا جانا اس کے بوڑھا ہو جانے اور نابینا ہو جانے کے بعد شروع کیا تھا اور نابینا آدمی سے وہی چیز لی جاسکتی ہے جو اس کو ازبر یاد ہو یعنی قرآن کریم یا حدیث اس لیے کہ اس جیسے آدمی سے ان ہی چیزوں کو یاد کرنا عادت جاری ہے حالانکہ اس میں بھی ممکن ہے کہ اس کو یاد

رکھنے یا اس کے ہاں اس چیز کے ثابت ہونے میں اس سے خطا ہو۔ بہر حال تاریخی کتابیں اور قصبے کتابیں اور لمبے چوڑے واقعات تو ان کو یاد رکھنے کی وہ طاقت نہیں رکھتا جس کی پہچانی درست نہ ہو اور علماء میں سے وہ جو اپنی آنکھ اور اعضا میں کچھ نقص نہیں پاتا وہ بھی طاقت نہیں رکھتا کہ ان چیزوں کو ان کی سندوں کے ساتھ درست بیان کر سکے چہ جائیکہ ایسا آدمی جس کے اعضاء جو لب وے چکے ہوں اور بوڑھا ہو گیا ہو اور آنکھوں کی پہچانی ختم ہو گئی ہو اور وہ نظر جیسی نعمت سے محروم ہو تو وہ کیسے ان کو سندوں کے ساتھ صحیح بیان کر سکے گا اور اس قسم کے ٹیپا آدمی سے کثرت سے صرف وہی آدمی روایات کرے گا جو اپنی کسی ذاتی غرض کی وجہ سے روایت میں تسلسل سے کام لینے والا ہو اور اس کو اپنے شیوخ کے اندھا پن کے بدلے میں اس کی خواہشات نے اندھا کر دیا ہو۔ آگاہ رہو کہ بیشک خطیب کی کتب اس ٹیپا کی روایات سے بھری پڑی ہے اور بہت ہلکے الفاظ جو اس کے شیخ ابن سلم کے بارے میں کہے گئے ہیں ان سے بیشک وہ بصیرت سے اندھا متعصب تھا اور اس روایت کے رولوی اللہ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ سستی تھا بہت بستی تراش تھا اور اس کا قلم اجر لی تھا (یعنی جو بھی رقم دے کر اپنی مرضی کا لکھوانا چاہتا یہ لکھ دیتا تھا) جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

ابن عبد البر نے اپنی کتاب جامع بیان العلم ج ۲ ص ۱۳۹ میں کہا کہ جن محدثین کرام نے امام ابو حنیفہ سے روایات کی ہیں اور ان کی تعریف کی ہے ان کی تعداد زیادہ ہے ان سے جنہوں نے ان پر جرح کی ہے اور محدثین کرام میں سے جن حضرات نے ان پر کلام کیا ہے تو انہوں نے (کسی اور وجہ سے نہیں بلکہ) صرف ان کے رائے اور قیاس میں مبالغہ کرنے اور ان کو مرجعہ قرار دینے کی وجہ سے کلام کیا ہے اور جو ان کے بارے میں لوگوں کی آراء (تعریف و طعن میں) مختلف ہونے کی وجہ سے کہا جاتا ہے تو اس طریق کار کو تو گزرے ہوئے زمانہ سے آدمی کی عظمت پر دلیل بنایا جاتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ کیا آپ حضرت علی بن ابی طالب کی طرف نہیں دیکھتے کہ ان کے بارے میں دو قسم کے لوگ تباہ و برباد ہوئے۔ ایک حد سے زیادہ محبت کرنے والے (کہ انہوں نے ان میں خدائی صفات بھی مان لیں) اور ان سے بہت بغض رکھنے والے (کہ معاذ اللہ وہ ان کو خلیفہ راشد بھی تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں) اور بیشک حدیث میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس (حضرت علیؓ) کے بارے میں دو قسم کے لوگ ہلاک ہوں گے، بہت زیادہ محبت کے دعویدار اور افتراء باندھنے والے بغض رکھنے والے اور عظمت والے لوگوں کی اور ان کی جو دین اور فضل میں انتہائی درجہ کو پہنچے

ہوئے ہوں، ان کی یہی حالت ہوتی ہے (کہ لوگ یا تو ان کے ساتھ ناجائز حد تک عقیدت رکھتے ہیں یا دشمنی کرتے ہوئے ان کے عیوب بیان کرتے ہیں) واللہ اعلم الخ
 اور قیاسوں میں غالب ہونا تو محدثین کے معلومات پر بلند ہوتا ہے (یعنی ایسے شخص کا علم محدثین کی معلومات سے زیادہ ہوگا) اور جس ارجاء کی نسبت امام صاحب کی طرف کی گئی ہے اس کی تحقیق آگے آ رہی ہے۔ ابن عبد البرؒ کا کلام کہیں (جو امام صاحب کی تعریف میں ہے) اور خطیبؒ کا طریق کار کہیں؟

اور اگر خطیبؒ حقیقتاً اس بارہ میں محفوظ روایت کو ذکر کرنے کا ارادہ کرتا تو ضرور وہ روایت ذکر کرتا جو صاحب العقیل نے ذکر کی ہے اور اس کی روایت ابو یعقوب یوسف بن احمد الصیدلانی المکی الحافظ نے کی ہے جو ابن الدخیل المصری کے نام سے مشہور ہے جس کی وفات ۳۸۸ھ ہے۔ یہ روایت اس نے اپنی اس کتاب میں ذکر کی ہے جو اس نے امام ابو حنیفہؒ کے مناقب میں العقیل کے خلاف لکھی ہے جبکہ اس نے امام صاحب کے خلاف دیدہ دلیری کا مظاہرہ کیا جیسا کہ ابن عبد البرؒ نے اپنی کتاب الانقضاء میں نقل کیا ہے جو اس نے اپنے شیخ الحکم بن المنذر عن ابن الدخیل کی سند سے روایت بیان کی ہے اور مختلف سندوں کے ساتھ اس نے اہل علم کے اقوال ان کے مناقب میں نقل کیے ہیں۔ اور پختہ بات ہے کہ ابن الدخیل نے اس کتاب کے لکھنے اور اس کو مشہور کرنے کی مشیت اس شخص کی وجہ سے اٹھائی جو اپنے علم اور پرہیزگاری کی وجہ سے اس چیز کو تسلیم کرنے سے انکاری ہے جو العقیل نے کتاب النصفاء میں ابو حنیفہؒ کے ترجمہ میں لکھی ہے۔ وہ کتاب جس کی عقیل سے روایت کرنے میں ابن الدخیل منفرود تھا اور ابن الدخیل متہم نہیں ہے اس چیز کو نقل کرنے میں جو اس نے مناقب ابی حنیفہؒ میں بیان کیا ہے اور نہ ہی وہ ان کا ہم مذہب ہے تا کہ گمان کیا جائے کہ اس نے ان کی طرفداری کی ہے اور بیشک اس نے اپنی اس مذکورہ کتاب میں ان لوگوں کے زمرہ میں جنہوں نے امام ابو حنیفہؒ کی تعریف کی ہے، ان میں ابو جعفر محمد الباقر، حماد بن ابی سلیمان، مسعر بن کدام، ایوب السختیانی، الاعمش، شعبہ، الثوری، ابن عیینہ، مغیرہ بن مقسم، الحسن بن الصلاح بن حی، سعید بن ابی عروبہ، حماد بن زید، شریک القاضی، ابن شبرمہ، یحییٰ بن سعید القطان، عبد اللہ بن المبارک، قاسم بن معن، جبر بن عبد الجبار، زہیر بن معلویہ، ابن جریج، عبد الرزاق، امام شافعی، وکیع، خالد الواسطی، فضل بن موسیٰ السیلتی، عیسیٰ بن یونس، عبد الحمید المملی، معمر بن راشد، النضر بن محمد

یونس بن ابی اسحاق، اسرائیل بن یونس، زفر بن الذہیل، عثمان البتی، جریر بن عبد الحمید، ابو مقاتل حفص بن سلم، ابو یوسف القاضی، سلم بن سالم البلخی، یحییٰ بن آدم، یزید بن ہارون، ابن ابی زبہ، سعید بن سالم القدح، شداد بن حکیم، خارجہ بن مصعب، خلف بن ایوب، ابو عبد الرحمن المقرئ، محمد بن سائب، حسن بن عمارہ، ابو نعیم الفضل بن دکین، حکم بن ہشام، یزید بن زریج، عبد اللہ بن داؤد الخزرجی، محمد بن فضیل، زکریا بن ابی زائدہ، اور اس کا بیٹا یحییٰ، زائدہ بن قدامہ، یحییٰ بن محیی، مالک بن مغول، ابوبکر بن عیاش، ابو خالد الاحمر، قیس بن الریح، ابو عاصم النبیل، عبید اللہ بن موسیٰ، محمد بن جابر، الاممعی، شفیق البلخی، علی بن عاصم، اور یحییٰ بن نصر جیسے حضرات کا ذکر بھی کیا ہے۔

ان تمام حضرات نے اس (امام ابو حنیفہ) کی تعریف کی ہے اور مختلف الفاظ میں ان کی مدح بیان کی ہے ابن عبد البرؒ نے الانقاء میں امام ابو حنیفہؒ کے بارہ میں ان کے اکثر تقریبی الفاظ نقل کرنے کے بعد کہا کہ یہ اس کے شیخ الحکم بن المنذر المقرطی نے ابن الدخیل الہکی سے روایت کیے ہیں۔ اور ان سب الفاظ کو ابو یعقوب یوسف بن احمد بن یوسف الہکی نے اپنی اس کتاب میں ذکر کیا ہے جو اس نے امام ابو حنیفہؒ کے فضائل اور ان کی اخبار کے بارہ میں تالیف کی ہے اور ابو یعقوب ابن الدخیل کے لقب سے مشہور ہے اور العقیل کی مرویات کا راوی ہے۔ اور ابن عبد البرؒ نے اپنی سند یوں بیان کی حد ثنا الحکم بن المنذر عنہ الخ اور ابن عبد البرؒ اور الحکم بن المنذر اور ابن الدخیل ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جو امام ابو حنیفہؒ کے مناقب میں کسی بھی ذریعہ سے غیر محفوظ روایت کرنے کے ساتھ مہتمم ہوں اور لمانت اور حفظ میں ان کے حالات معروف ہیں۔ اور نہ ہی یہ حضرات ان کے ہم مذہب ہیں یہاں تک کہ ان کے بارہ میں ان کی طرفداری کا وہم کیا جائے۔ اور ابن الدخیل الصیدلانی تو الحقیقی کے اساتذہ میں سے ہے جو کہ خطیبؒ کا شیخ ہے۔ اور ابن عبد البرؒ المالکی کے طریق کار اور خطیبؒ الشافعیؒ کے عمل میں عبرت کا مقام ہے۔ بے شک پہلے (ابن عبد البرؒ) نے مناقب ابی حنیفہؒ میں الانقاء میں وہ کچھ ذکر کیا ہے جو اس نے ثقہ اور امین رلوی ابن الدخیل سے لیا ہے۔ اور دوسرے (خطیب) نے ان چیزوں کو نقل کرنا کافی سمجھا جس کو الاہار نے لکھا جو کہ مہتمم بھی ہے اور امام صاحب پر طعن کرنے کے بارہ میں بدظنی کی وجہ سے ناپسندیدہ بھی ہے۔ اور اسی سے دین اور لمانت میں ان دونوں (ابن عبد البرؒ اور خطیبؒ) کے درمیان فرق معلوم ہو جاتا ہے۔ وہ (ابن عبد البرؒ) اندلسی ہے جو کہ خبروں کو صاف ستھرے

مصلوح سے نقل کرتا ہے اور یہ (خطیب) مشرقی ہے جو انتہائی تاریک چشمہ سے پانی نکالتا ہے (یعنی کہیں نقل کرتا ہے) جو نا تجربہ کار کا مقصود ہوتا ہے۔

اور بے شک الحافظ محمد بن یوسف الصالحی الشافعیؒ نے اپنی کتاب عقود الجمان میں کہا ”آپ خوب جان لیں کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر بھی اور آپ پر بھی رحم فرمائے۔ بے شک امام ابو حنیفہؒ کے بارہ میں خطیبؒ نے جو طعن کی روایات نقل کی ہیں ان میں سے اکثر روایات کی سندیں یا تو متکلم فیہ راویوں سے خالی نہیں یا ان میں مجہول راوی ہیں اور کسی ایسے آدمی کے لیے جائز نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے کہ وہ اس جیسی روایات کے ساتھ کسی مسلمان کی عزت کو داغ دار کرے۔ تو مسلمانوں کے اماموں کے امام کی عزت کو ان روایات کے ساتھ داغدار کرنا کیسے درست ہو سکتا ہے؟

اور اگر فرض کر لیا جائے کہ جس کا قول نقل کیا گیا ہے اس سے وہ قول ثابت ہے تو اگر وہ قائل امام ابو حنیفہؒ کا ہم زمانہ نہیں تو اس نے نہ ان کو دیکھا اور نہ ان کے احوال کا مشاہدہ کیا بلکہ اس نے مخالفین کی جانب سے لکھی گئی کتابوں کا مطالعہ کر کے عین کی تقلید کی۔ تو ایسے آدمی کی بات کی طرف بالکل توجہ نہیں کی جاسکتی اور اگر وہ قائل امام ابو حنیفہؒ کا ہم زمانہ ہے، اور ان سے حسد کرنے والا ہے تو اس کی بات کی طرف بھی توجہ نہیں کی جاسکتی۔ اور بے شک ان میں سے بہت سے حضرات نے انتہائی کوشش کی کہ ابو حنیفہؒ کو امام کے مرتبہ سے گرا دیں اور ان کے ہم زمانہ لوگوں کے دلوں کو ان کی محبت سے پھیر دیں۔ مگر وہ اس پر قادر نہ ہو سکے اور امام صاحب کے بارہ میں ان کا کلام موثر نہ ہوا۔ یہاں تک کہ ان میں سے بعض نے کہا پس ہم نے معلوم کر لیا کہ بے شک یہ (امام صاحب کا عزت و وقار) آسمانی فیصلہ ہے اس میں کسی کا کوئی حیلہ نہیں ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ بلند کرے مخلوق اس کو ذلیل کرنے کی قدرت نہیں رکھتی۔ امام ذہبیؒ نے میزان الاعتدال میں کہا اور ان کی پیروی کرتے ہوئے ابن حجرؒ نے بھی اللسان میں کہا کہ ہمسرا لوگوں نے آپس میں ایک دوسرے کے بارہ میں جو کلام کی اس کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔ بالخصوص جبکہ یہ آشکارا ہو جائے کہ بے شک وہ کلام (جس کے بارہ میں کسی گئی ہے) اس کی یا اس کے مذہب کی عداوت کی وجہ سے ہے۔ الخ

اور جو بات کسی بھی مسلمان کے لیے جائز نہیں تو خطیبؒ کیسے اس کی طرف دعوت دیتا ہے؟ اور اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ بے شک خطیبؒ امام صاحب کے مذہب والوں

کے ساتھ ناراضگی کا اظہار کرنے کا ارادہ رکھتا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اس پر ابو حلدہ نے اعتراضی کے تحت میں قاضی کی طرف سے آزمائش پہنچی جس کے رونما ہونے کا ذکر المقریزی کی تحریرات سے نقل کرتے ہوئے پہلے ہو چکا ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو وہ اس قسم کی سب سے تنگی باتیں نہ کرتا اور اس قدر ہستی میں نہ جاتا۔ اور یہی نتیجہ ہوتا ہے دنیاوی لالچ رکھنے والے کا جبکہ پرہیزگاری درمیان میں رکاوٹ نہ ہو۔

احمر ارض: کہ امام ابو حنیفہؒ نے کہا کہ ہم یہاں بھی مومن ہیں اور اللہ کے ہاں بھی مومن ہیں اور وہ کچھ نے اس قول کو پسند نہیں کیا۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ کچھ کا قول نقل کرنے میں ہیر پھیر سے کام لیا گیا ہے اور امام ابو حنیفہؒ جیسا نظریہ ابن عمرؓ کا بھی موی ہے) اور خطیبؒ نے طبع قول کے ص ۳۷۰ اور طبع ثانی کے ص ۳۷۱ میں الخلال کے بھائی الحسین بن محمد بن الحسن، جبریل بن محمد المصلح، بہذان، محمد بن جویہ النخاس، محمود بن غیلان۔ و کچھ کی حد ذکر کر کے کہا کہ وہ کچھ کہتے ہیں کہ میں نے سفیانؒ ثوری سے سنا وہ کہتے تھے کہ ہم مومن ہیں اور ہمارے نزدیک اہل قبلہ پیادہ و شادی، وراثت، نماز اور اقرار کے احکام میں مومن ہیں اور ہمارے گناہ بھی ہیں اس لیے ہم نہیں جانتے کہ ہمارا حل اللہ تعالیٰ کے ہاں کیا ہے؟ وہ کچھ نے کہا کہ امام ابو حنیفہؒ نے کہا کہ جو شخص سفیانؒ جیسا قول کرتا ہے وہ ہمارے نزدیک شک کرنے والا ہے نحن المؤمنون هنا وعند اللہ حقا "ہم یہاں بھی مومن ہیں اور اللہ کے ہاں بھی بکے مومن ہیں۔" وہ کچھ نے کہا کہ ہم تو سفیانؒ کی بات کو پسند کرتے ہیں اور ابو حنیفہؒ کا قول ہمارے نزدیک بے باقی ہے۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ مطبوعہ تینوں نسخوں میں رلوی کا نام جویہ لکھا ہوا ہے اور یہ قبیح ہے کیونکہ صحیح نام جویہ جیم کے فتح اور باء کی تشدید کے ساتھ ہے۔ اور محمد بن العباس الخزاز جو ابن جویہ کے ساتھ مشہور ہے وہ تو بہت بعد زمانہ کا ہے اس نے بالکل محمود بن غیلان کو نہیں پایا۔ پس وہ سری طبع کے حاشیہ میں جو یہ تعلیل کی گئی ہے کہ خبر اس کے ذریعہ سے ہے تو یہ محض وہم ہے اور درست بات یہی ہے کہ اس سند میں جو محمد ہے وہ ابن جویہ النخاس الہمدانی ہے اور تلخیص المستدرک میں امام ذہبیؒ نے اس کو جھوٹا کہا ہے۔ کیونکہ انہوں نے بیئہ کی حدیث میں کہا کہ ابن جویہ منہم بالکذب کیا پس مولف (یعنی امام حاکم) کو شرم نہیں آتی کہ ان افسانوں کو ان احادیث کے ضمن میں پیش کر رہا ہے جن

میں اس نے شیخین کی شرائط کے مطابق ان سے چھوٹ جانے والی روایات ذکر کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ لہٰذا۔ تو اس جیسی سند کے ساتھ وکیع سے یہ خبر صحیح نہیں ہو سکتی۔ اور ان سے جو صحیح طور پر مذکور ہے وہ روایت ہے جو الحافظ ابو القاسم بن ابی العوام نے جو کہ نسائی اور طحاوی کا ساتھی ہے، اس نے اپنی کتاب فضائل ابی حنیفہ واصحابہ میں پیش کی ہے جو کتاب دارالکتب المصریہ میں محفوظ ہے اور اس پر بہت سے بڑے بڑے اکابر علماء کی تحریرات اور ان کی سہلات (کہ انہوں نے صراحت کی ہے کہ یہ فلاں سے سنی ہے) اور وہ کتاب السلفی کی مرویات میں سے ہے۔ اس نے محمد بن احمد بن حلو، ابراہیم بن جنید، عبید بن یعیش، وکیع کی سند نقل کر کے کہا کہ وکیع نے کہا کہ سفیان ثوری سے جب پوچھا جاتا امومن انت ”کیا آپ مومن ہیں؟“ تو وہ کہتے نعم ”ہاں“ تو جب ان سے پوچھا جاتا عند اللہ ”کیا آپ اللہ کے ہاں بھی مومن ہیں؟“ تو وہ کہتے ہیں ارجو ”مجھے امید ہے کہ اللہ کے ہاں بھی مومن ہوں گا۔“ اور ابو حنیفہ ”کہا کرتے تھے انا مومن ہونا وعند اللہ میں یہاں بھی اور اللہ کے ہاں بھی مومن ہوں۔“ وکیع نے کہا کہ سفیان کا قول ہمیں زیادہ اچھا لگتا ہے۔ لہٰذا۔ اس قول کی اس (خطیب کے ذکر کردہ قول) سے کیا نسبت ہے؟ (یعنی اس سے دور کا تعلق بھی نہیں ہے) تو اس سے ظاہر ہو گیا کہ خطیب نے ابن حیویہ کذاب کی سند سے جو نقل کیا ہے اس میں بہر پھیر ہے۔ (روایت کی حالت تو بالکل واضح ہے مگر خطیب کے ہاں محفوظ روایت اس جیسی ہوتی ہے۔ نسال اللہ العافیۃ ”ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگتے ہیں۔“

اور اس مقام کے مناسب ہے وہ جو الحافظ شرف الدین الدمیاطی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے جس کا نام العقد المثنیٰ فیمن یسمی بعبد المومن ہے۔ جیسا کہ اس کو اس سے الحافظ عبد القادر القرشی نے اپنی طبقات میں روایت کیا ہے۔ جہاں اس نے ذکر کیا ہے کہ مجھے الحافظ عبد المومن الدمیاطی نے بتلایا اور میں اس کو اس کی تحریر سے نقل کر رہا ہوں جو اس نے اپنی مذکورہ کتاب میں لکھی ہے کہ ہمیں عجیبہ بنت محمد بن ابی غالب نے اپنی اس ابی احمد معمر بن عبد الواحد بن الفاجر۔ ابو الحسن عبد الواحد بن اسماعیل الرویانی، الحافظ ابو نصر عبد الکریم بن محمد اشیرازی ابن بنت بشر الحالی، ابو القاسم الحسین بن احمد بن محمد بن فضلو، الرامضانی القاضی، ابو حنیفہ عبد المومن البیہقی، عبد الرحمن بن یزید القتیہ، ابو الحسن علی بن نصر، محمد بن نوکرہ الرویانی، محمد بن سلیمان ابو یوسف القاضی، امام ابو حنیفہ، موسیٰ بن ابی کثیر کی سند

کے ساتھ لکھ کر بھیجا کہ موسیٰ بن ابی کثیر نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ہمارے سامنے اپنی بکری نکالی تو ایک آدمی سے کہا کہ اس کو فسخ کر تو اس سے چھری پکڑی تا کہ اس کو فسخ کرے تو حضرت ابن عمرؓ نے اس سے پوچھا امومن انت؟ ”کیا تو مومن ہے؟“ تو اس نے کہا انا مومن انشاء اللہ ”میں انشاء اللہ مومن ہوں۔“ تو حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ چھری مجھے دے دے اور جہاں اللہ نے تیرا مومن ہونا چاہا ہے وہاں چلا جا۔ کہتے ہیں کہ پھر ایک اور آدمی گزرا تو اس سے فرمایا کہ تو ہماری یہ بکری فسخ کر دے تو اس نے چھری پکڑی تا کہ اس کو فسخ کرے تو اس سے پوچھا امومن انت؟ ”کیا تو مومن ہے؟“ تو اس نے کہا انا مؤمن انشاء اللہ تعالیٰ ”میں انشاء اللہ تعالیٰ مومن ہوں“ موسیٰ بن ابی کثیر کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے اس سے بھی چھری لے لی اور کہا جا چلا جا پھر ایک اور آدمی سے کہا کہ تو ہماری یہ بکری فسخ کر دے تو اس نے چھری پکڑی تا کہ اس کو فسخ کرے تو اس سے پوچھا امومن انت؟ ”کیا تو مومن ہے؟“ تو اس نے کہا ہاں انا مؤمن فی السر و مؤمن فی العلانیہ ”میں اندر سے بھی مومن ہوں اور علانیہ بھی مومن ہوں۔“ تو حضرت ابن عمرؓ نے اس سے فرمایا کہ تو فسخ کر دے۔ پھر فرمایا الحمد للہ الذی ما ذبح لنا رجل شک فی ایمانہ ”تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں وہ ذات جس نے ہماری بکری ایسے آدمی سے فسخ نہیں کروائی جو اپنے ایمان میں شک کرتا ہے۔“ الخ (تو جب انا مومن کے ساتھ انشاء اللہ کہتا حضرت ابن عمرؓ نے پسند نہیں فرمایا تو اگر امام ابو حنیفہؒ بھی اس کو پسند نہیں کرتے تو اس میں اعتراض کی کیا بات ہے۔) قرشی نے کہا میں کہتا ہوں کہ موسیٰ بن ابی کثیر مجھول ہے۔ اتنی۔ (علامہ کوثریؒ اس کا رو کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ راوی مجھول نہیں ہے بلکہ وہ الانصاری ہے جو ابن المسیب سے روایت کرتا ہے۔ اگرچہ اس کی روایت ابن المسیب سے صحیح ستہ میں نہیں ہے لیکن اس کا ہم زمانہ ہونا اس کی عمر اور اس کے طبقہ کو ظاہر کرتا ہے اور سلف صالحین میں سے جنہوں نے ایمان میں (انشاء اللہ کی) استثناء کا قول کیا ہے تو انہوں نے ایسا اس لیے کیا کہ خاتمہ کا علم کسی کو نہیں (نہ جانے خاتمہ کس حالت پر ہوتا ہے) ورنہ تو یہ استثناء یقین کے متافی ہے۔ (اور ایمان یقین محکم کا نام ہے) واللہ اعلم۔

اعتراض ۴: کہ امام ابو حنیفہؒ نے کہا کہ جو آدمی کعبہ کو حق مانتا ہے مگر یہ نہیں جانتا کہ وہ کمال ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کی گواہی دیتا ہے مگر یہ نہیں جانتا کہ وہ مدینہ میں مدفون ہیں یا نہیں تو وہ مومن ہے اور امام حمیدیؒ نے کہا کہ ایسا قول کرنے والا کافر

ہے اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ واقعہ من گھڑت ہے کیونکہ اس واقعہ کے راوی مجروح ہیں اور یہ واقعہ امام صاحب کے واضح نظریہ کے خلاف ہے۔ اس لیے کہ ان کا نظریہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی عذر کے بغیر جان بوجھ کر کعبہ کے علاوہ کسی اور طرف منہ کر کے نماز پڑھتا ہے تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔

اور خطیبؒ نے طبع اولیٰ کے ص ۳۷۰ اور طبع ثانیہ کے ص ۳۷۱ میں علی بن محمد بن محمد بن عبد اللہ المحلل۔ محمد بن عمرو البختری الرزازی، ضبل بن اسحاق، حمیدی، حمزہ بن الحارث بن عمیر عن ابیہ کی سند نقل کر کے کہا کہ الحارث بن عمیر نے کہا کہ میں نے ایک آدمی کو سنا جو ابو حنیفہؒ سے مسجد حرام میں ایسے آدمی کے بارہ میں پوچھ رہا تھا جو کہتا ہے کہ میں گولہی دیتا ہوں کہ بے شک کعبہ حق ہے۔ لیکن میں نہیں جانتا کہ وہ وہی ہے جو کہتے ہیں یہ یا وہ نہیں ہے تو انہوں نے کہا کہ وہ پکا مومن ہے۔ اور اس نے ایسے آدمی سے متعلق پوچھا جو کہتا ہے کہ میں گولہی دیتا ہوں کہ بے شک محمد بن عبد اللہ نبی ہیں لیکن میں نہیں جانتا کہ وہ وہی ہیں جن کی قبر مبارک مدینہ میں ہے یا وہ نہیں ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ یہ پکا مومن ہے۔ حمیدیؒ نے کہا کہ جو شخص ایسا کہتا ہے تو بے شک وہ کافر ہو گیا۔ حمیدیؒ نے کہا کہ سفیانؒ اس واقعہ کو حمزہ بن الحارث سے بیان کیا کرتے تھے۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ اس کی سند میں راوی ضبل بن اسحاق ایسا ہے جس پر اس کے ہم مذہب لوگوں نے بھی جرح کی ہے۔ اور ابن شاقلہ نے اپنی روایت میں اس کو غلط بیانی کی طرف منسوب کیا ہے جیسا کہ اس کا ذکر ابن تیمیہؒ نے سورۃ الاحکام کی تفسیر میں کیا ہے لیکن ہم اس کے بارہ میں ان کی کلام کی طرف توجہ نہیں کرتے اور اس کو ثقہ اور مامون شمار کرتے ہیں جیسا کہ ابن نقطہ نے اپنی کتاب التقیید میں کہا ہے۔ تو اس خبر کی سند الحمیدیؒ تک جا پہنچتی ہے اور الحمیدیؒ کو محمد بن عبد اللہ بن عبد الجبار نے جھوٹا قرار دیا ہے۔ ایسے معاملہ میں جبکہ وہ لوگوں کے بارہ میں بات کرے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے (طہققات السبکی ص ۱۲۴ ج ۱)

اور وہ انتہائی متعصب، غیبت کرنے والا اور اضطراب کا شکار تھا۔ وہ کبھی حمزہ بن الحارث سے روایت کرتا اور کبھی براہ راست الحارث سے اور پھر الحارث بن عمیر بھی مختلف فیہ راوی ہے اور جرح مقدم ہوتی ہے۔ (اس لیے اس کی روایت ایسے معاملہ میں معتبر نہ ہوتی) امام ذہبیؒ نے میزان الاعتدال میں کہا کہ میں نہیں دیکھتا اس کو مگر واضح کمزور ہے۔ پس

بے شک ابن حبانؒ نے المغففاء میں کہا ہے کہ وہ ثقہ راویوں سے موضوع چیزیں روایت کرتا تھا۔ اور حاکمؒ نے کہا کہ اس نے حمید اور جعفر الصلوق سے موضوع احادیث روایت کی ہیں۔ اور ترمذیؒ نے تہذیب میں ہے کہ الاذوی نے کہا کہ وہ ضعیف منکر الحدیث ہے۔ اور ابن الجوزیؒ نے ابن خزمہ سے نقل کیا ہے کہ بے شک اس نے کہا کہ الحارث بن عمیر کذاب ہے۔ (راویوں کے لحاظ سے اس روایت کی پوزیشن یہ ہے مگر خطیبؒ کے ہاں اس جیسی روایت محفوظ ہوتی ہے۔ اور حالات بھی اس خبر کے جھوٹا ہونے کی گواہی دیتے ہیں اور کیسے تصور کیا جاسکتا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ اس جیسا صریح کفر مسجد حرام میں بیٹھ کر زبان سے نکالیں بغیر اس کے کہ کوئی کذاب راوی ہی اس سے یہ روایت کرے۔ اور بغیر اس کے جو اس جیسے صحیح کفر کے زبان سے نکلنے میں آخرت سے بے خوف ہو اور یہ کھلا گھڑا ہوا جھوٹ ہے۔ اور بے شک ابن ابی العوامؒ نے اپنی سند کے ساتھ الحسن بن ابی مالک عن ابی یوسف عن ابی حنیفہؒ روایت کی ہے کہ بے شک انہوں نے کہا کہ اگر کوئی آدمی کعبہ کے علاوہ کسی دوسری طرف منہ کر کے جان بوجھ کر نماز پڑھتا ہے مگر اتفاق سے اس کا منہ کعبہ کی جانب ہی ہو گیا تو وہ شخص کافر ہو گیا۔ (اس لیے کہ اس نے کعبہ کے علاوہ دوسری طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا اعتقاد کیا اور اس کو کوئی عذر بھی نہیں اور کرتا بھی جان بوجھ کر ہے تو وہ کافر ہو گیا) اور میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو اس کا انکار کرتا ہو۔ (الخ۔ اس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔ اور بعض اوقات امام صاحبؒ ایسی بات کہتے تھے جس سے یہ پتہ چلتا کہ لفظ میں ایمان اجمالی کافی ہے۔ پھر مومن ایمان تفصیلی درجہ بدرجہ دیکھتا ہے۔ تو امام صاحبؒ کی اس بات کو روایت بالمعنی کا نام دے کر راوی نے اپنی مرضی کے مطابق روایت تبدیل کرنے کو اپنے لیے مصلح کر لیا۔

ابن حزمؒ نے اپنی کتاب الفصل ص ۲۳۹ ج ۳ میں کہا پس اگر کوئی شخص پوچھے کہ تم اس شخص کے بارہ میں کیا کہتے ہو جو کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں مگر میں یہ نہیں جانتا کہ وہ قریشی ہیں یا حبشی یا فارسی اور نہ یہ جانتا ہوں کہ وہ حجاز میں تھے یا غراسان میں اور نہ یہ جانتا ہوں کہ وہ زندہ ہیں یا فوت ہو چکے ہیں اور میں یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ میرے سامنے موجود آدمی ہی ہیں یا کوئی اور ہیں تو اس کو جواب میں کہا جائے گا کہ اگر وہ آدمی اس قدر بے علم ہے کہ حضور علیہ السلام اور آپ کی سیرت کے بارہ میں اس کو کوئی خبر نہیں پہنچی تو یہ کہنا اس کو کوئی نقصان نہیں دیتا۔ مگر اس کے لیے ان

چیزوں کی تعلیم ضروری ہے۔ پس اگر وہ شخص جانتا ہے اور حق بات اس تک پہنچ چکی ہے تو بے شک ایسا شخص ضدی ہے تو وہ شخص (ایسا قول کرنے کی وجہ سے) کافر ہے اس کا خون اور مال حلال ہے اس پر مرتد ہونے کا حکم لگایا جائے گا۔ اور بے شک ہم جانتے ہیں کہ بہت سے وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے دین میں فتویٰ دینے کے منصب پر فائز ہیں۔ جی ہاں اور بہت سے نیک لوگ ایسے ہیں جو یہ نہیں جانتے کہ نبی کریم ﷺ کی وفات کس تاریخ کو ہوئی تھی اور نہ یہ جانتے ہیں کہ آپ وفات کے وقت کہاں تھے اور نہ یہ جانتے ہیں کہ وہ کون سے شہر میں تھے اور اس بے علم آدمی کے لیے کافی ہے کہ وہ اپنے دل اور زبان سے اس کا اقرار کرے کہ بے شک ایک آدمی جس کا نام محمد تھا ان کو اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف اس دین کے لیے رسول بنا کر بھیجا۔ الخ۔ اور خطیب اکثر ان آراء میں ابن حزم کی پیروی کرتا ہے جن کی اطلاع اس کو اس حمیدی نے دی جو الجمع بین الصحیحین والا ہے۔ پس شاید کہ ابن حزم کی اس رائے سے خطیب کو آگہی نہیں ہوئی۔ واللہ سبحانہ ووالہادی۔ ”اور اللہ تعالیٰ ہی سیدھی راہ دکھانے والا ہے۔“

اعتراض ۳۳: (کہ امام ابو حنیفہؒ نے کہا کہ اگر گواہ جھوٹی گواہی دے کر قاضی سے میاں بیوی کے درمیان تفریق ڈالتے ہیں اور پھر گواہوں میں سے کوئی اس عورت سے نکاح کر لیتا ہے تو امام ابو حنیفہؒ نے کہا کہ یہ نکاح جائز ہے اور اگر قاضی کو اس واقعہ کی حقیقت حل معلوم بھی ہو جائے تو ان میں تفریق نہ ڈالے۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اس مسئلہ کا دارومدار اس پر ہے کہ قاضی کا فیصلہ صرف ظاہراً یا ظاہراً اور باطناً دونوں طرح نافذ ہوتا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کا نظریہ یہ ہے کہ ظاہراً اور باطناً دونوں طرح نافذ ہوتا ہے ورنہ بہت بڑی خرابی لازم آتی ہے جس کی وضاحت جواب میں ہے۔ اور پھر یہ کہ قاضی جب معلوم کر لے تو ان کے درمیان تفریق نہ ڈالے تو یہ امام صاحب کی طرف غلط نسبت ہے۔ اور خطیبؒ نے طبع لوئی کے ص ۳۷۱ اور طبع طائیفہ کے ص ۳۷۲ میں الحسن بن محمد الحلال۔ محمد بن العباس الحراز۔ محمد بن احمد بن حسن بن النری۔ موسیٰ بن عیسیٰ بن عبد اللہ السراج۔ محمد بن محمد الباغدی کی سند نقل کر کے کہا کہ محمد بن محمد الباغدی کے والد محمد الباغدی نے کہا کہ میں عبد اللہ بن الزبیر الحمیدیؒ کے پاس تھا تو ان کے پاس احمد بن حنبل کی تحریر آئی جس میں انہوں نے درخواست کی تھی کہ میری طرف امام ابو حنیفہؒ کا کوئی ایسا مسئلہ لکھ کر بھیجیں جو انہوں نے پتیا ہو اور بہت ہی برا مسئلہ ہو۔ تو انہوں نے ان کی طرف لکھا

کہ مجھے الحارث بن عمیر نے بتایا کہ میں نے ابو حنیفہؒ کو ایک مسئلہ کا جواب دیتے ہوئے۔ کہ اگر بے شک کوئی آدمی کہتا ہے کہ میں یہ تو جانتا ہوں کہ اللہ کا گھر ہے مگر یہ نہیں جانتا کہ وہ مکہ میں ہے یا کسی اور جگہ ہے۔ آیا ایسا شخص مومن ہے تو انہوں نے کہا کہ ہاں مومن ہے۔

اور اگر کوئی آدمی کہتا ہے کہ میں جانتا ہوں کہ نبی کریم ﷺ فوت ہو چکے ہیں مگر یہ نہیں جانتا کہ وہ مدینہ میں دفن کیے گئے ہیں یا کسی اور جگہ تو کیا ایسا شخص مومن ہے تو انہوں نے کہا ہاں وہ مومن ہے۔ الحارث بن عمیر نے کہا کہ میں نے ان کو کہتے ہوئے سنا کہ اگر دو گواہ قاضی کی عدالت میں گواہی دیتے ہیں کہ بے شک فلاں آدمی نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے اور یہ دونوں گواہ جانتے بھی ہیں کہ ہم جھوٹی گواہی دے رہے ہیں تو قاضی نے ان میاں بیوی کے درمیان تفریق کر دی پھر ان جھوٹے گواہوں میں سے ہی ایک اس عورت سے ملتا ہے اور اس سے نکاح کر لیتا ہے تو کیا درست ہے تو انہوں نے کہا ہاں۔ پھر اس نے پوچھا کہ جب اس کے بعد قاضی کو حقیقت حال معلوم ہو گئی تو کیا وہ ان دونوں کے درمیان تفریق ڈالے تو امام ابو حنیفہؒ نے کہا کہ نہیں وہ ایسا نہیں کر سکتا۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ الحمیدیؒ کا انتہائی متعصبانہ حال پہلے بیان ہو چکا ہے جو اس کی اس خبر کے رد کرنے تک پہنچاتا ہے جس میں اس کا تعصب بھڑکا ہوا ہے۔ اور الحارث بن عمیرؒ الکذاب کا حل بھی پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اور بہر حال محمد بن محمد الباغندی جو اس سند میں ہے تو خطیبؒ نے اس کے متعلق ص ۲۱۲ ج ۳ میں کہا ہے کہ دار قطنیؒ نے کہا کہ یہ بہت تدلیس سے کام لیتا تھا جو روایت اس نے کسی راوی سے سنی نہ ہوتی اس کو بھی ایسے طریقہ سے بیان کرتا کہ ظاہری ہو تا کہ اس نے اس راوی سے یہ روایت سنی ہے۔ اور بعض اوقات چوری کرتا تھا۔ الخ۔ اور الباغندی کے بارہ میں گفتگو لمبی ہے اور ابراہیم بن امامہؒ اس کو جھوٹا کہتے تھے اور باپ بیٹے کو اور بیٹا باپ کو جھوٹا کہتا تھا اور اہل نقد میں سے بہت سے حضرات نے ان کے آپس میں ایک دوسرے کو جھوٹا کہنے میں دونوں کی تصدیق کی ہے۔ (روایت کا حل تو یہ ہے مگر) خطیبؒ کے ہاں یہ خبر محفوظ شمار کیے جانے کی حقدار ہے۔ پھر یہ مسئلہ کہ قاضی کا فیصلہ ظاہراً دہلنا دونوں طرح نافذ ہوتا ہے تو دلائل سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ اگرچہ جھوٹے گواہ بہت بڑے گناہ کے مرتکب ہیں مگر یہ قاضی کا فیصلہ ظاہراً دہلنا نافذ ہونے کے درمیان حائل نہیں ہو سکتے۔ ورنہ تو لازم آئے گا کہ اس

عورت کے پہلے خلوند کے لیے اپنے اور اللہ کے درمیان معاملہ کا مدار رکھتے ہوئے پوشیدہ طور پر اس عورت سے وطی کرنا جائز ہے (اس لیے کہ اس عورت کا نکاح عند اللہ پہلے خلوند سے قائم ہے) اور نئے خلوند کو قاضی کے حکم پر مدار رکھتے ہوئے وطی کرنا جائز ہے۔ اور اس سے زیادہ برا قول اور کون سا ہو سکتا ہے کہ ایک عورت کے بیک وقت دو خلوند ہوں۔ ان میں سے ایک پوشیدہ طور پر اس سے جماع کا حق رکھتا ہو اور دوسرا اس سے جماع کرنے کا علانیہ حق رکھتا ہو۔ اور ہم اعتراف کرتے ہیں کہ بے شک امام ابو حنیفہؒ سے توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ اس جیسی رائے اختیار کریں۔ خولہ ان کو کتنا ہی برا کیوں نہ کہا جائے۔ بلکہ یہ قباحت اس کے مخالفین اور اس کو ملامت کرنے والوں کی طرف لوٹتی ہے۔ جیسا کہ ہم نے اس کی صورت واضح کر دی ہے۔ اور ابو حنیفہؒ احکام میں فضول بات کہنے سے باقی تمام لوگوں سے زیادہ بری الذمہ ہیں۔ اور رہا مسئلہ یہ کہ قاضی ان دونوں کے درمیان تفریق نہ ڈالے بلکہ اس نے گواہوں کا حل معلوم کر لیا ہو تو یہ امام ابو حنیفہؒ کے مسائل میں سے ہی نہیں (بلکہ ان کی طرف غلط نسبت ہے) پختہ بات ہے کہ ان کا مذہب مطلقاً حکم میں سوچ بچار کرنا ہے۔ اور شلیہ کہ قارئین کرام ابھی وہ کلام نہ بھولے ہوں جو ہم نے ایمان اجمالی اور ایمان تفصیلی کے بارہ میں ابن حزمؒ سے نقل کیا ہے۔

اور عمرو بن ابی عثمان الثمزیؒ کی خبر مقالات الاسلامیین میں جو ان کی طرف منسوب کی گئی ہے کہ بے شک انہوں نے بھی اس جیسی روایت امام ابو حنیفہؒ سے کی ہے تو اس کی سند ہی کوئی نہیں۔ اور یہ ثمری تو معتزلی ہے اس نے اعتزلی نظریہ و اصل اور عمرو بن عبید سے لیا ہے اور ان کا مذہب ہے کہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہے گا۔ اور ان کی جانب سے اپنے مذہب کے مخالف کو ملامت کرنا تو ان کی نوک زبان پر ہے۔ پس اگر یہ خبر ایسی سند سے لائی جاتی کہ ان مذکورہ راویوں میں سے کوئی ایک راوی اس میں ہوتا تو وہ روایت قاتل قبول نہ ہوتی تو اس کی طرف کیسے توجہ کی جا سکتی ہے جبکہ اس کو ان میں سے کوئی بغیر لکام اور مہار کے ذکر کرتا ہے۔ اور ابو حنیفہؒ جو ایمان اجمالی اور ایمان تفصیلی میں فرق کرتے ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ ہم نے اس کی تشریح کر دی ہے۔ اور ابن حزمؒ نے اپنی کلام میں اسی کا ارادہ کیا ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم

اور اس خبر کے باطل ہونے کی بنیادی دلیل یہ ہے کہ بے شک الحمیدیؒ مکی ہے جو نہ امام ابو حنیفہؒ کے اصحاب کے پاس بیٹھا اور نہ ان سے فقہ حاصل کی۔ اور امام احمدؒ عراقی ہیں

انہوں نے لام ابو حنیفہؒ کے ساتھیوں سے فقہ حاصل کی تو لام احمدؒ جیسا آدمی جو عراقی ہے وہ الحمیدیؒ المکی سے دریافت نہیں کر سکتا ایسے مسئلہ کے بارہ میں جو لام صاحب کے مسائل میں سے بہت عجیب مسئلہ ہو اور اگر سوال اس کے الٹ ہوتا تو بہت معقول ہوتی۔ (یعنی حمیدیؒ لام احمدؒ سے پوچھتے) لیکن کذاب نے اپنے جھوٹ میں غور ہی نہ کیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے ذریعہ سے اس کو رسوا کرنے کا ارادہ فرمایا تھا۔ اور اس کے بعد جو خطیبؒ نے واقعہ نقل کیا ہے اس کا بھی یہی حل ہے اس لیے کہ وہ بھی الحارث مذکور کی سند کے ساتھ ہے۔

اعتراض ۱۴: (کہ لام ابو حنیفہؒ سے پوچھا گیا کہ ایک آدمی کہتا ہے کہ میں جانتا ہوں کہ کعبہ حق ہے اور وہ اللہ کا گھر ہے مگر یہ نہیں جانتا کہ وہ مکہ میں ہے یا خراسان میں تو کیا ایسا شخص مومن ہے تو انہوں نے کہا کہ ہاں وہ مومن ہے۔ اسی طرح پوچھا گیا کہ ایک آدمی کہتا ہے کہ میں جانتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ مگر یہ نہیں جانتا کہ وہ وہی تھے جو قریش خاندان سے تعلق رکھنے والے مدینہ میں گزرے ہیں یا کوئی اور محمد ہے۔ کیا ایسا شخص مومن ہے تو لام ابو حنیفہؒ نے فرمایا ہاں وہ مومن ہے۔ سفیانؒ نے کہا کہ میں تو کہتا ہوں کہ ایسا شخص شک میں مبتلا ہے، اس لیے وہ کافر ہے۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ روایت بالکل من گھڑت ہے)

اور خطیبؒ نے طبع اول کے ص ۳۷۱ اور طبع ثانی کے ص ۳۷۲ میں ابن رزق، جعفر بن محمد بن نصیر الخلدی، ابو جعفر محمد بن عبد اللہ بن سلیمان الحضرمی اور وہ مطین ہے، اس نے کہا کہ یہ واقعہ صفر کے مہینہ ۲۹۷ھ میں عامر بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے مول، سفیانؒ ثوری، عبلو بن کثیر کی سند ذکر کر کے کہا کہ عبلو بن کثیر کہتے ہیں کہ میں نے ابو حنیفہؒ سے پوچھا کہ ایک آدمی کہتا ہے کہ میں جانتا ہوں کہ بیک کعبہ حق ہے اور بیک وہ اللہ تعالیٰ کا گھر ہے۔ لیکن میں نہیں جانتا کہ وہ مکہ میں ہے یا خراسان میں۔ کیا ایسا شخص مومن ہے تو اس نے کہا کہ ہاں مومن ہے۔ میں نے اس سے پوچھا پس آپ اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہیں جو کہتا ہے کہ میں جانتا ہوں کہ بیک محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں مگر میں یہ نہیں جانتا کہ وہ وہی تھے جو قریش سے تعلق رکھنے والے مدینہ میں تھے یا کوئی اور محمد ہے، کیا ایسا شخص مومن ہے؟ تو اس نے کہا ہاں وہ مومن ہے۔ اس واقعہ کے رلوی مول کہتے ہیں کہ سفیانؒ نے کہا میں تو کہتا ہوں کہ جو شخص اس میں شک کرتا ہے تو وہ کافر ہے۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ اس کا ایک راوی مطین ہے۔ اس کے بارے میں محمد بن ابی شیبہؒ نے کلام کیا ہے اور عامر بن اسماعیل وہ ہے جو ابو معاذ البغدادی ہے اور مجہول الحال ہے اور صالح ستہ والوں میں سے کسی نے بھی اس کی روایت نقل نہیں کی اور اس کا راوی موئل وہ ہے جو ابن اسماعیل ہے۔ اس کے بارے میں امام بخاریؒ نے کہا کہ بیشک وہ منکر الحدیث ہے۔ اور ابو زرہؒ کہتے ہیں کہ اس کی حدیث میں بہت غلطیاں ہوتی ہیں اور عبلو بن کثیر الشافعی البصری ہے۔ سفیانؒ ثوریؒ اس کو جھوٹا کہتے تھے اور لوگوں کو اس سے روایت لینے سے بچنے کی تلقین کرتے تھے تو کیسے تصور کیا جاسکتا ہے کہ اس جیسے آدمی سے خود سفیانؒ ثوریؒ نے روایت کی ہو تو ظاہر ہو گیا کہ بیشک یہ من گھڑت افسانہ بھی رسوا کن جھوٹ ہے (روایت کا حل یہ ہے مگر خطیبؒ کے ہاں اس جیسی روایت محفوظ ہوتی ہے۔

اعتراض ۱۵: (کہ امام ابو حنیفہؒ سے پوچھا گیا کہ ایک آدمی ایک جوتے کی عبلت کرتا ہے اور اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کا تقرب چاہتا ہے تو انہوں نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں تو سعیدؒ نے کہا کہ یہ تو کھلا کفر ہے۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ واقعہ من گھڑت ہونے کے ساتھ ساتھ خلاف عقل بھی ہے جس کو کوئی عقل مند ماننے کے لیے تیار نہیں ہے)

اور خطیبؒ نے طبع اول کے ص ۳۷۲ اور طبع ثانی کے ص ۳۷۴ میں محمد بن الحسین بن الفضل القفطان، عبد اللہ بن جعفر ابن درستیہ، یعقوب بن سفیان، علی بن عثمان بن فضال، ابو مسر، یحییٰ بن حمزہ کی سند نقل کر کے کہا کہ سعید اس بات کو من رہے تھے جبکہ امام ابو حنیفہؒ نے کہا کہ اگر کوئی آدمی اس جوتے کی عبلت کرتا ہے اور اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کا تقرب چاہتا ہے تو میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا تو سعیدؒ نے کہا کہ یہ تو کھلا کفر ہے۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ اب ہمیں ایسے مخالفین کا سامنا ہے جن کا صواب (درست بات کہنے کی توفیق) ضائع ہو چکا ہے اس جھوٹ کو گھڑنے کی وجہ سے جو انہوں نے امام ابو حنیفہؒ پر پاندھا ہے۔ کیا کسی نے جہان میں کوئی ایسا آدمی دیکھا ہے جو جوتے کی عبلت کرے یہاں تک کہ وہ اس کے بارے میں ابو حنیفہؒ سے پوچھے تو وہ اس کو درست قرار دیں؟ اور کیا ابو حنیفہؒ جوتے کی عبلت کی طرف دعوت دینے والے تھے حالانکہ امت محمدیہ کے اکثر طبقہ نے زمانہ یکے بعد دیگرے گزرنے کے باوجود ان کو دین میں اپنے لیے امام بنایا ہے۔ پس اے مجنون منعصبو! تم اپنی بات کو لکھنے سے پہلے پرکھ تو کر لیا کرو تا کہ تم اس کو ابو حنیفہؒ اور

اس کے ساتھیوں کے بارے میں دلیل بنا سکو اور پختہ بات ہے کہ تم جس دن اس جیسے یہود کلام کو لکھتے ہو تو خود ایک میزان درج کر جاتے ہو جس کے ساتھ تمام امتوں اور مذاہب والوں کے سامنے تمہارا عقل اور دین میں انتہائی گرا ہوا ہونا واضح طور پر پہچانا جاتا ہے اور یہ بہت ظاہر بات ہے جس کی وجہ سے سند کے بارے میں بات کرنے کی ضرورت تو نہیں رہتی مگر ہم تمہارا اس پر بحث کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس کا راوی عبد اللہ بن جعفر جو ہے وہ ابن ورسثویہ ہے جو کہ چند در اہم کی خاطر ان لوگوں سے بھی حدیث بیان کر دیتا تھا جن سے اس کی ملاقات نہ ہوئی ہوتی۔ پس اگر آپ اس کو ایک درہم دیں تو وہ آپ کی مرضی کے مطابق جھوٹی باتیں گھڑ کر پیش کر دے گا اور اس کی روایت خاص کر الدوری اور یعقوب سے منکر ہے اور البرقانی اللاکانی کا قول اس کے بارے میں مشہور ہے اور خطیبؒ اور اس کے پیروکاروں کی پشیمانی اس تمت کا بوجھ اٹھانے سے کمزور ہیں جو اس یہود کہنے والے اخباری کے کندھوں پر لدی ہوئی ہے۔ اور خطیبؒ نے عبد اللہ بن جعفر سے اس جیسی بہت سی من گھڑت روایات نقل کی ہیں۔ اور ابو مسر عبد الاعلیٰ بن مسر الدمشقی ہے جس نے قرآن کے (مخلوق یا غیر مخلوق ہونے) کے بارے میں جو آزمائش آئی تھی اس میں (حکومتی نظریہ کو) قبول کر لیا تھا تو جن لوگوں کے نزدیک آزمائش میں (غلط مسئلہ کو) قبول کر لینے والے کی روایت مطلقاً مردود ہے تو ان کے نزدیک اس کی روایت مردود ہوگی اور یحییٰ بن حمزہ قدری فرقہ کا ہے اس کی بات ائمہ اہل السنۃ کے رد میں دلیل نہیں بنائی جاسکتی اور اس کے ساتھ یہ بات بھی رد کے لیے کافی ہے کہ اس جیسا کلام کسی عقل مند سے صلاہ نہیں ہو سکتا۔

اور خطیبؒ نے طبع لول کے ص ۳۷۳ اور طبع ثانی کے ص ۳۷۷ میں کہا جو کہ القاسم بن حبیب کا کلام ہے اور اس پہلے کلام کے ہم معنی ہے کہ میں نے سگریزوں والی زمین پر جو تار کھا پھر میں نے ابو حنیفہؒ سے کہا کہ آپ ایسے آدمی کے متعلق کیا رائے رکھتے ہیں جو مرتے دم تک اس جوتے کے لیے نماز پڑھتا ہے مگر بیشک وہ اپنے دل میں اللہ کو جانتا ہے تو انہوں نے کہا کہ وہ شخص مومن ہے تو میں نے کہا کہ میں آپ سے کبھی کلام نہ کروں گا اور قاسم بن حبیب التمار وہ ہے جو لہام تہذیب کے ہاں قدریہ اور مرجہ کی مذمت والی حدیث کا راوی ہے اور ابن معین نے کہا کہ یہ لبس بشتی ہے اور ابن ابی حاتم کے الفاظ یوں ہیں کہ میرے باپ نے اسحاق بن منصور کے واسطے سے یحییٰ بن معین کا یہ قول نقل کیا

ہے کہ قاسم بن حبیب جو کہ نزار بن حیان سے حدیث بیان کرتا ہے، وہ لاشی درجہ کا راوی ہے لہٰذا۔ (ان الفاظ کو ائمہ جرح و تعدیل نے جرح کے چوتھے درجہ میں لکھا ہے) اور ابن ابی حاتم نے قاسم بن حبیب کی جس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے، اس سے مراد وہ حدیث ہے جو ترمذی نے مرجعہ اور قدیریہ کے بارے میں نقل کی ہے اور ابن حبان کا اس کو ثقہ کہنا اس جرح کے مقلد نہیں ہو سکتا بلکہ جرح مقدم ہے اور ابن سعد نے اس کے بارے میں محمد بن فضیل سے نقل کیا ہے جو اس روایت کو نقل کرنے دلا ہے کہ بعض محدثین نے اس کے متعلق لا یحتج بہ کہا ہے (جو کہ الفاظ جرح میں سے تیسرے درجہ کے الفاظ ہیں) اور سند کی ابتدا میں ابن رزق اور ابن سلم اور لاہار ہیں (جو اس روایت کے من گھڑت ہونے کے لیے کافی دلیل ہے) اور خبر ایسی ہے کہ اس کا کسی عقل مند سے صدور ہونے کا تصور نہیں کیا جاسکتا پس اس کے جھوٹ ہونے کے شولہ قائم ہیں (مگر افسوس کہ) خطیبؒ کے نزدیک اس طرح کی روایت محفوظ ہے۔

اعتراض ۲۱: کہ شریک نے کہا کہ ابو حنیفہؒ قرآن کریم کی دو آیات کا انکار کرتے ہیں) اور خطیبؒ نے طبع لول کے ص ۳۷۲ اور طبع طائی کے ص ۳۷۶ میں اپنی سند نقل کر کے کہا کہ (اسماعیل بن عیسیٰ بن علی نے کہا کہ) مجھے شریک نے کہا کہ ابو حنیفہؒ اللہ کی کتاب کی دو آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔ ایک وَبَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوا الزَّکٰوةَ وَذٰلِکَ دِیْنُ الْفَتْحَةِ کا اور دوسری لَبِزْ دَاوَا اِیْمَانًا مَعَ اِیْمَانِهِمْ کل۔ اور ابو حنیفہؒ یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ بیشک ایمان نہ بڑھتا ہے اور نہ گھٹتا ہے اور یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ نماز اللہ کے دین میں سے نہیں ہے۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ ابو حنیفہؒ یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ بیشک عمل ایمان کا رکن اصلی نہیں ہے اس حیثیت سے کہ جب مومن عمل کے لحاظ سے کوتاہی کرے تو اس سے ایمان زائل ہو جائے کیونکہ وہ یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ بیشک ایمان پختہ عقد کا نام ہے جو نقیض کا احتمال نہیں رکھتا اور اس جیسا ایمان زیادتی اور کمی کو قبول نہیں کرتا اور اسی مفہوم کو حدیث بیان کرتی ہے الاِیْمَانُ اَنْ تُوْمِنَ بِاللّٰهِ (الحدیث) جس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے اور ابو حنیفہؒ کے نظریہ کے مطابق جمہور اہل حق کا نظریہ ہے اور اس کی مزید تفصیل آگے آرہی ہے۔ اور یہ مشہور بات ہے کہ شریک کی (طعن و تشنیع میں) زبان تیز تھی۔ اللہ تعالیٰ اس کا مواخذہ نہ کرے اور اس کی یہ تشنیع ایسے شخص کی تشنیع ہے جو دین اور ایمان کے مفہوم

میں فرق نہیں کرتے اور اس بارے میں ظاہری طور پر دو متضاد باتوں میں تطبیق کی طرف راہ نہیں پاتا اور لاعلمی سے خوارج یا معتزلہ کی اتباع کرنے لگ جاتا ہے۔

اعتراف ۱۷: (کہ امام ابو حنیفہؒ نے کہا کہ حضرت ابو بکرؓ کا ایمان اور ابلیس کا ایمان برابر ہے اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ ابو حنیفہؒ کے مخالفین کی کارستانی ہے اور قطعاً یہ امام صاحب سے ثابت نہیں ہے)

اور خطیبؒ نے طبع لول کے ص ۳۷۳ اور طبع طائی کے ص ۳۷۶ میں عثمان بن سعید الداریؒ، محبوب بن موسیٰ الانطاسیؒ، ابو اسحاق الفزاریؒ کی سند نقل کر کے کہا کہ ابو اسحاق الفزاریؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابو حنیفہؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ابو بکرؓ کا ایمان اور ابلیس کا ایمان ایک جیسا ہے۔ ابلیس نے بھی یا رب کہا اور ابو بکرؓ نے بھی یا رب کہا۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ الداریؒ اور محبوب جن کا ذکر ص ۱۶، ۱۷ میں ہو چکا ہے اور الفزاریؒ ابو حنیفہؒ کے بارے میں زبان درازی کرتا تھا اور ان سے دشمنی اس درجہ سے رکھتا تھا کہ اس کے بھائی نے ابراہیم کی وزارت کے خلاف فتویٰ دیا تھا جو کہ منصور کے زمانہ میں عہدیدار تھا تو وہ لڑائی میں قتل کر دیا گیا تو الفزاریؒ نے اس ابراہیم کے شیخ امام اعظم ابو حنیفہؒ کے خلاف جہالت کی درجہ سے زبان درازی شروع کر دی جیسا کہ اس کی تفصیل ابن ابی حاتم کی الجرح والتعديل کے مقدمہ میں ہے اور وہ شخص اتنی استطاعت نہیں رکھتا تھا کہ ان فتوؤں کے بارے میں ابو حنیفہؒ سے چشم پوشی کرے جن کو علمی مقام میں ید بیضاء حاصل ہے۔ حاشا دکلا ابو حنیفہؒ جیسا آدمی اس قدر کمزور بات نہیں کہہ سکتا اور شوافعؒ جس کا بیروکار خود خطیبؒ بھی ہے، ان کا مذہب دشمن کی گولہی اور اس کی روایت کے بارے میں مشہور ہے کہ (اس کی گولہی قاتل قبول نہیں) تو سند کے آخر میں الفزاریؒ کا ہونا ہی اس خبر کے مرود ہونے کے لیے کافی ہے تو ایسی خبر کیسے قبول کی جاسکتی ہے جبکہ اس کی سند میں الداریؒ اور محبوب بھی موجود ہیں جو عقیدہ میں ابو حنیفہؒ کے مخالفین میں سے ہیں اور اسی ابو اسحاق ابراہیم بن محمد بن الفزاریؒ کے متعلق ابن سعدؒ نے الطبقات الکبریٰ میں کہا ہے کہ وہ حدیث میں اکثر غلطی کرتا تھا اور ابن قتیبہؒ نے المعارف میں کہا کہ وہ اپنی حدیث میں بہت غلطیاں کرتا تھا اور اسی کے مثل محمد بن اسحاق التمیمیؒ نے فرست ابن ندیمؒ میں لکھا ہے لیکن ابو حنیفہؒ اور اس کے اصحاب کے بارے میں اس کی زبان درازی کا فائدہ یہ ہوا کہ اس کی روایات ان لوگوں میں مشہور ہو گئیں جو اغراض والے تھے تو یہ اس کے لیے باعث اجر نہیں

بلکہ اس کی وجہ سے اس پر دہل ہے۔ پھر اس کے ساتھ یہ بھی کہ جو آدمی اپنی حدیث میں اکثر غلطیوں کرنے والا ہو، اس کی حدیث سے اعراض واجب ہے چہ جائیکہ وہ روایت کرنے میں مفرد بھی ہو اور وہ صاحب اضطراب نہیں ہے (یعنی یہ ابو اسحاق ابراہیم بن محمد وہ نہیں ہے جس نے گرمی اور سردی معلوم کرنے کا آلہ ایجاد کیا تھا) اگرچہ علامہ ابن حجر کو یہ وہم ہوا ہے جس کا اظہار انہوں نے تہذیب التہذیب میں کیا ہے اور ان کو وہم صرف اس لیے ہوا کہ ان دونوں کا نام اور نسبت ایک ہی ہے حالانکہ ان دونوں کے زمانوں اور پیشوں میں بہت فرق ہے۔ اور زمین پر رینگ کر چلنے والا اس کے قاتل کیسے ہو سکتا ہے جو اپنے علم کے ساتھ آسمان پر گھومتا ہے۔ اور شاید کہ ابن حجر نے جب یہ دیکھا کہ ابن ندیم نے الفہرست میں الفزاری کا ذکر ص ۳۸۱ میں اس عنوان کے تحت کیا ہے طبقۃ اخری وہم المحدثون تو ہو سکتا ہے کہ ابن حجر نے اس کو تحدیث سے سمجھا ہو تو ابن حجر نے اس محدث الفزاری کو فلسفی سمجھ لیا اس وجہ سے کہ بیشک الفزاری جو اس کا علم رکھتا تھا وہ ہی ہے حالانکہ یہ لفظ المحدثون تحدیث سے نہیں بلکہ الحدائۃ سے ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ آدمی ابن ندیم صاحب الفہرست کے قریبی زمانے کا ہے۔ اور ابن ندیم نے اس کے بعد صراحت سے ذکر کیا ہے وہو ابو اسحاق ابراہیم بن حبیب الفزاری تو اس صراحت کے بعد ابن حجر نے جو وہم کیا ہے، اس کی کوئی گنجائش نہیں رہتی اس لیے کہ جو الفزاری فلسفی ہے، اس کے باپ کا نام حبیب ہے اور جو الفزاری محدث ہے، اس کے باپ کا نام محمد ہے اور جو محدث ہے، وہ دوسری صدی کا ہے اور جو فلسفی ہے، وہ چوتھی صدی کا ہے اور ان لوگوں میں سے ہے جو ابن ندیم کے زمانہ کے قریب قریب ہیں، قدیم لوگوں میں سے نہیں ہے۔ اور خطیبؒ نے اس کے بعد جو خبر نقل کی ہے، اس کی سند میں ابن درستیہ الدراہمی ہے اور آپ اس کے حال سے بخوبی واقف ہیں تو ایسی خبر جس کی سند میں الفزاری اور ابو صالح اور ابن درستیہ جیسے لوگ ہوں، اس سے ابو حنیفہؒ کی طرف منسوب بات ثابت نہیں ہو سکتی کہ انہوں نے کہا کہ حضرت آدم علیہ السلام اور اہل بیت کا ایمان ایک جیسا ہے، نعوذ باللہ من الخذلان ہم رسوائی سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

اعتراض ۱۸: (کہ ایک نئے میں مست آدمی نے ابو حنیفہؒ کو مرجعہ کہا تو انہوں نے کہا کہ میں نے تیرے ایمان کو جبرئیل کے ایمان جیسا قرار دیا ہے اور تو اس کا یہ صلہ مجھے دے رہا ہے اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اس واقعہ کو بعد والے راولوں میں سے کسی نے گڑبڑ کر

کے ایسا بنا دیا ہے اور اصل واقعہ جو ابن ابی العوامؒ نے الدولابیؒ سے نقل کیا ہے وہ اور طرح ہے

اور خطیبؒ نے طبع اول کے ص ۳۷۳ اور طبع ثانی کے ص ۳۷۷ میں ابو طالب یحییٰ بن علی بن الیسیب الدسکری، ابو یعقوب یوسف بن ابراہیم بن موسیٰ السمی، ابو شافع معبد بن جعد الرویانی، احمد بن ہشام بن طویل کی سند نقل کر کے کہا کہ احمد بن ہشام کہتے ہیں کہ میں نے القاسم بن عثمان سے سنا، وہ کہتے تھے کہ ابو حنیفہؒ ایک نشنی کے پاس سے گزرے جو کھڑے ہو کر پیشاب کر رہا تھا تو ابو حنیفہؒ نے اس کو کہا کہ کاش تو بیٹھ کر پیشاب کرے۔ القاسم بن عثمان کہتے ہیں کہ اس نشنی نے ابو حنیفہؒ کے چہرے کی طرف دیکھا اور کہا اے مرجی، کیا تو جانتا نہیں؟ تو ابو حنیفہؒ نے اس کو کہا کہ کیا تیری طرف سے میرا یہ ہدیہ ہے جبکہ میں نے تیرے ایمان کو جبرئیل کے ایمان کی طرح قرار دیا ہے۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ القاسم بن عثمان الرحل کا کلام منقطع کلام ہے (کیونکہ اس نے اوپر اپنی سند بیان نہیں کی) اور اس کے بارے میں العقیلؒ نے کہا ہے کہ اس کی حدیث کا کوئی متعلق نہیں پایا جاتا اور اس روایت کا ایک راوی معبد بن جعد کو ابو زرعہ الکشی نے کذاب کہا ہے اور پھر اس سند میں کئی مجہول راوی ہیں (مگر افسوس ہے کہ) خطیبؒ کے ہاں محفوظ اسی قسم کی روایت ہوتی ہے۔

اور وہ واقعہ جو الحافظ ابو بشر الدولابیؒ نے ابراہیم بن جنید، داؤد بن امیہ المروزی کی سند سے نقل کیا ہے کہ داؤد بن امیہ نے کہا کہ میں نے عبد المجید بن عبد العزیز بن ابی رواہ سے سنا، وہ کہتے تھے کہ ابو حنیفہؒ کے پاس ایک نشنی آیا تو اس نے آپ سے کہا اے مرجی، تو ابو حنیفہؒ نے اس کو کہا کہ اگر میں تیرے جیسے آدمی کا ایمان ثابت نہ مانتا تو تو ارجاء کی طرف میری نسبت نہ کرتا اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ بیشک ارجاء بدعت ہے تو میں اس کی طرف نسبت کی کوئی پرواہ نہ کرتا۔ الخ اور ابن ابی العوامؒ نے الدولابیؒ سے انہی الفاظ سے روایت کی ہے اور اس کلام کا اس کلام سے کیا تعلق جو خطیبؒ نے بیان کیا ہے؟ (یعنی دونوں باتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے) اس کے علاوہ یہ بھی ظاہر ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کو پریشان کرنے کے لیے مخالفین خوارج میں سے کسی نے اس نشنی کو آپ کی طرف بھیجا تھا اور حقیقت میں گم کردہ حقل اس کو بھیجے دلا تھا اور واقعہ یہ ہے کہ حشویہ اور خوارج کے اکثر پیروکار امام ابو حنیفہؒ کی ارجاء کی طرف نسبت کرتے تھے اس لیے کہ وہ عمل کو ایمان کا رکن اصلی شمار

نہیں کرتے تھے اور اس میں استثناء (ان شاء اللہ وغیرہ کی) درست نہیں سمجھتے تھے یہاں تک کہ انہوں نے ان کے بارے میں ایسی کہانیاں گھڑ لیں جو اس پر دلالت کرتی ہیں کہ ان کو گھڑنے والا جمالت کے انتہائی گہرے گڑھے میں گرا ہوا ہے۔ اور عرصہ دراز سے بہتان تراشی اور جھوٹ سے مسلسل خوارج اور ان کے پیروکار لالہ حق کو ارجاء کی طرف منسوب کرتے رہے اور اس کی وجہ سے ابو حنیفہؒ پر کوئی عیب نہیں ہے۔

اور ابن ابی العوام نے ابراہیم بن احمد بن سہل الترمذی، عبد الواحد بن احمد الرازی، بشار بن قیراط کی سند نقل کر کے کہا ہے کہ بشار بن قیراط ابو حنیفہؒ سے روایت کرتے ہیں کہ بیشک انہوں نے کہا کہ میں اور ملقمہ بن مرہد حضرت عطاء بن ابی رباح کے پاس گئے تو ہم نے اس کو کہا اے ابو محمد، بیشک ہمارے علاقے میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو اس کو پسند نہیں کرتے کہ کہیں انا مؤمنوں کہ بیشک ہم مومن ہیں۔ تو عطاء نے کہا کہ اس کی کیا وجہ ہے؟ تو ہم نے کہا کہ وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم نے یہ کہا کہ ہم مومن ہیں تو پھر ہم یہ کہیں گے کہ ہم لالہ جنت میں سے ہیں۔ تو عطاء نے کہا کہ وہ نحن مؤمنون ہم مومن ہیں تو ضرور کہیں مگر یہ نہ کہیں کہ ہم لالہ جنت ہیں۔ پس کوئی مقرب فرشتہ اور کوئی نبی مرسل نہیں مگر اللہ تعالیٰ کے لیے اس پر حجت ہے، اگر چاہے گا تو اس کو سزا دے گا اور اگر چاہے گا تو معاف کر دے گا پھر عطاء نے کہا اے ملقمہ بیشک تیرے اصحاب اپنا نام لالہ الجمالہ رکھتے تھے یہاں تک کہ جب نافع بن الازرق آیا تو اس نے ان کا نام المرجہ رکھ دیا۔ القاسم بن غسان المروزی نے کہا کہ میرے باپ نے بتایا کہ ہماری معلومات کے مطابق ان کو المرجہ صرف اس وجہ سے کہا جانے لگا کہ لالہ السنہ میں سے ایک آدمی سے ایک آدمی نے بات چیت کی تو اس سے پوچھا کہ تو آخرت میں کافروں کا ٹھکانہ کہاں سمجھتا ہے؟ تو اس نے کہا کہ دوزخ میں۔ تو اس نے کہا کہ تو مومنوں کا ٹھکانہ کہاں سمجھتا ہے تو اس نے کہا کہ مومن دو طرح کے ہیں۔ ایک نیک پرہیزگار تو وہ جنت میں ہوں گے اور دوسرے وہ مومن جو گنہگار بد حال ہیں تو ان کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ اگر چاہے گا تو ان کے گناہوں کی وجہ سے ان کو سزا دے گا اور اگر چاہے گا تو ان کے ایمان کی وجہ سے معاف کر دے گا۔ اس نے کہا کہ تو ان کا کیا ٹھکانہ سمجھتا ہے؟ تو اس نے کہا کہ میں ان کو کسی مقام میں نہیں اتارتا لیکن ارجی امرہ الی اللہ عز وجل میں اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف سونپتا ہوں۔ تو وہ کہنے لگا فانت مرجئی کہ پس تو مرجئی ہے۔ اور جب ابو حنیفہؒ مدینہ اور ان کے اصحاب گنہگار مومن کو ہمیشہ

ہمیشہ کے لیے دوزخ میں رکھنے کا نظریہ نہیں رکھتے تو ان کے مخالفین نے ان کو بھی ارجاء کی طرف منسوب کر دیا۔ اور اپنے بارے میں ظاہر کر دیا کہ وہ حقیقت میں خوارج کے طرفدار ہیں اور اس طرح انہوں نے ارادہ تو ابو حنیفہؒ کی مذمت کا کیا تھا مگر اپنی نافرمانی سے اپنے اس طریق کار سے وہ ان کی مدح کر رہے ہیں (کیونکہ وہ ثابت کر رہے ہیں کہ امام صاحب کا خوارج سے کوئی تعلق نہیں اور یہ چیز امام صاحب کی تعریف کے زمرہ میں آتی ہے)

اعتراض ۱۹: (کہ امام ابو حنیفہؒ نے کہا کہ اگر کوئی اپنے باپ کو قتل کر دے اور اپنی ماں سے نکاح کر لے اور باپ کے سر کی کھوپڑی میں شراب ڈال کر پئے تو وہ شخص بھی مومن ہے۔ یہ بات سننے کے بعد ابن ابی لیلیٰؒ نے کہا کہ میں تمہاری گواہی کبھی قبول نہ کروں گا۔ سفیانؒ ثوریؒ نے کہا کہ آپ سے کبھی کلام نہ کروں گا اور شریکؒ نے کہا کہ اگر مجھے اختیار ہوتا تو میں تمہاری گردن اڑا دیتا اور حسن بن صالحؒ نے کہا کہ تمہارا چہرہ دیکھنا بھی مجھ پر حرام ہے اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ قصہ بالکل من گھڑت ہے اور اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ یہ واقعہ ثابت ہے تو اس سے امام ابو حنیفہؒ کا نہیں بلکہ ان اکابر کا رد ہوتا ہے جن کا اس واقعہ میں ذکر کیا گیا ہے اس لیے کہ واقعہ کے ثبوت کی صورت میں ظاہر یہ ہوتا ہے کہ ان حضرات کے نزدیک کبیرہ گناہوں کا مرتکب کافر ہو جاتا ہے حالانکہ ان میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے)

اور خطیبؒ نے طبع لول کے ص ۳۷۳ اور طبع طائی کے ص ۳۷۷ میں الحلال، علی بن عمر بن محمد المشنری، محمد بن جعفر لادوی، احمد بن عبید، طاہر بن محمد، وکیع کی سند نقل کر کے کہا کہ وکیع کہتے ہیں کہ ایک دفعہ سفیانؒ ثوریؒ اور شریکؒ اور الحسن بن صالحؒ اور ابن ابی لیلیٰؒ اکٹھے ہوئے تو انہوں نے ابو حنیفہؒ کو بھی بلا بھیجا تو وہ ان کے پاس آئے تو انہوں نے ان سے پوچھا کہ آپ ایسے شخص کے بارے میں کیا نظریہ رکھتے ہیں جو اپنے باپ کو قتل کر دے اور اپنی ماں سے نکاح کر لے اور اپنے باپ کے سر میں شراب ڈال کر پئے تو انہوں نے کہا کہ وہ مومن ہے۔ تو ابن ابی لیلیٰؒ نے ان سے کہا کہ میں کبھی بھی تمہاری گواہی کو قبول نہ کروں گا (اس لیے کہ تم اس نظریہ کی وجہ سے شہادت کے اہل ہی نہیں رہے) اور سفیانؒ ثوریؒ نے ان سے کہا کہ میں تم سے کبھی کلام نہ کروں گا اور شریکؒ نے ان سے کہا کہ اگر مجھے اختیار ہوتا تو میں تمہاری گردن اڑا دیتا اور الحسن بن صالحؒ نے ان سے کہا کہ مجھ پر تیری شکل دیکھنا حرام ہے بیشک میں کبھی بھی تیری شکل نہ دیکھوں گا۔

الجواب : میں کہتا ہوں کہ اس کا راوی علی بن عمر بن محمد المشنری ایسا ہے کہ میں نے نہیں دیکھا کہ کسی نے اس کی توثیق کی ہو۔ اور محمد بن جعفر لاوی جو ہے، وہ ابو بکر ہے جس کی کتاب اللانان ہے تو بیشک اس کے بارے میں محمد بن ابی الفوارس نے کہا کہ وہ حدیث بیان کرتے وقت خلط طوطا کرتا تھا اور رہا احمد بن حنبل بن صالح جو اس کا استاد ہے تو وہ بھی قابل اعتماد نہیں ہے جیسا کہ اس کا ذکر امام ذہبیؒ نے میزان میں عبد الملک الاصمعی کے ترجمہ میں کیا ہے اور خطیبؒ نے ج ۲ ص ۲۶۰ میں کہا ہے کہ ابن عدی نے کہا کہ یہ منکر احادیث بیان کرتا تھا اور ابو احمد الحاکم الکبیر نے کہا کہ اس کی اکثر روایتوں کا کوئی مطلع نہیں ملتا اور اس واقعہ کا راوی طاہر بن محمد مجہول ہے اور وکیعؒ تو ابو حنیفہؒ کے احسان مند اصحاب میں سے ہیں اور ان سے ابو حنیفہؒ کے بارے میں بری بات ثابت نہیں ہو سکتی۔ اور یہ بات کم عقل لوگوں میں سے کسی نے ان کی جانب منسوب کر دی ہے جو انہوں نے نہیں کی۔

اور ابن معینؒ کی تاریخ جو للدوری کی روایت سے ہے اور وہ کتاب کتب خانہ طاہریہ دمشق میں محفوظ ہے اس میں ہے کہ وہ (دکھو) امام ابو حنیفہؒ کے مسلک کے مطابق فتویٰ دیا کرتے تھے جیسا کہ آگے اس کی تفصیل آ رہی ہے اور اسی کے مثل امام ذہبیؒ کی طبقات الحفاظ میں ہے اور یہ بات حقیقت ہے، بیشک تحفۃ الاحوذی کے مقدمہ میں (اس کا مصنف محمد بن عبد الرحمن مبارکپوریؒ) جھوٹ تھوپنے والا حنفیت سے چڑنے والا جتنا چاہے سچ پا ہوتا رہے۔

اور ان اکابر علماء کے بارے میں تو تصور ہی نہیں کیا جاسکتا کہ ان میں سے کوئی اپنے باپ کا قاتل، اور اپنے باپ کی کھوپڑی میں شراب پینے والا اور اپنی ماں سے نکاح کرنے والا ہو اور ان حضرات کی سیرت مشہور ہے کہ وہ ایسے کسی مسئلے میں کلام ہی نہ کیا کرتے تھے جو واقع نہ ہوا ہو۔ نیز وہ کلام میں اس قسم کی بے ہودگی کا مظاہرہ نہ کیا کرتے تھے۔ اگرچہ ان حضرات میں سے بعض کی ابو حنیفہؒ کے ساتھ کچھ چپقلش بھی رہی جس سے شاید ہی کوئی ہم عصر بچا ہو مگر اس جیسے جھوٹ کو گھڑنا متعصبوں میں سے وہی جائز سمجھے گا جس کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ سے محروم رکھا ہو۔

اور (روایت کی حالت تو یہ ہے مگر) یہ بھی خطیبؒ کے ہاں محفوظ روایات کے زمرہ میں ہے۔ پھر اہل حق کے نزدیک بیشک مومن خواہ کتنا ہی بڑا گناہ کیوں نہ کرے، وہ اس عمل کی وجہ سے ایمان سے خارج نہیں ہوتا جبکہ اس کے عقیدے میں خلل نہ پڑے۔ پس یہ

من گھڑت حکایت تو اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ ان ائمہ کے نزدیک کبیرہ گناہوں کا مرتکب ایمان سے خارج ہو جاتا ہے تو (اگر اس واقعہ کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو) یہ برائی ان ائمہ کی طرف لوٹتی ہے نہ کہ امام ابو حنیفہؒ کی طرف (یعنی اس واقعہ کو تسلیم کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان ائمہ کے نزدیک گناہ کبیرہ کا مرتکب ایمان سے خارج ہو جاتا ہے حالانکہ ان میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے)

اعتراف ۲۰: (کہ امام ابو حنیفہؒ نے سعید بن جبیر کو مرجہ اور طلق بن حبیب کو قدری کہا ہے)

اور خطیبؒ نے طبع لوئی کے ص ۳۷۴ اور طبع طانیہ کے ص ۳۷۹ میں ابن الفضل، عبد اللہ بن جعفر، یعقوب بن سفیان، سلیمان بن حرب اور ابن الفضل، احمد بن کمال، محمد بن موسیٰ البربری، ابن الغضالی، سلیمان بن حرب دو سندیں نقل کر کے کہا کہ سلیمان بن حرب نے کہا کہ ہمیں حملو بن زید نے بیان کیا کہ میں ابو حنیفہؒ کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو سعید بن جبیر کا ذکر ہوا تو ابو حنیفہؒ نے اس کو ارجاء کی طرف منسوب کیا۔ تو میں نے کہا کہ یہ آپ کو کس نے بتایا ہے کہ وہ مرجہ ہے تو اس نے کہا کہ سالم الافلس نے۔ حملو کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ سالم الافلس تو خود مرجہ ہے۔ یہ اس طرح نہیں ہے بلکہ اس کا الٹ ہے اس لیے کہ مجھے ایوب نے بیان کیا کہ سعید بن جبیر نے مجھے طلق کے پاس بیٹھے ہوئے دیکھا تو کہا کہ میں تجھے طلق کے پاس بیٹھا ہوا کیوں دیکھتا ہوں؟ اس کے ساتھ مت بیٹھا کر۔ حملو نے کہا کہ طلق مرجہ والا نظریہ رکھتا تھا۔ حملو کہتے ہیں کہ پھر ایک آدمی نے ابو حنیفہؒ سے پوچھا کہ طلق کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ تو اس سے اعراض کیا۔ پھر اس نے پوچھا تو اس سے اعراض کیا پھر کہا کہ تجھ پر افسوس ہے وہ تو قدری نظریہ کا تھا۔ اور یہ الفاظ ابن الغضالی کی روایت کے ہیں۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ تینوں مطبوعہ نسخوں میں القدر کی جگہ العدل لکھا ہوا ہے اور یہ القدر سے مصحف (بدل کر ایسا کر دیا گیا) ہے اور اس کی تصویب (صحیح لفظ) عبد القادر القرشیؒ کی الجواہر المصنئیہ میں ہے اور اس واقعہ کی سند میں عبد اللہ بن جعفر الدار ہی اور احمد بن کمال القاضی ہیں۔ اور اس کے بارہ میں دار قطنی نے کہا کہ اس کو تکبر نے برباد کر دیا۔ یہ روایت میں متحمل تھا۔ بعض اوقات یہ زہبی ان روایات کو بھی بیان کر دیتا تھا جو روایات اس کے پاس نہ ہوتی تھیں۔ جیسا کہ اس کو خطیبؒ نے بھی بیان کیا ہے۔ اور رہا محمد بن

موسیٰ البربری تو بے شک اس کے بارہ میں دارِ قطنی نے کہا کہ یہ قوی نہ تھا اور اس کو دو حدیثوں کے علاوہ کچھ یاد نہ تھا اور ان دو میں سے بھی ایک حدیث اکثر محدثین کرام کے نزدیک موضوع تھی۔ اور اس کی سند میں جو ابن الغلبی ہے وہ المفصل بن عثمان ہے جس نے تاریخ لکھی ہے۔ اور ابن ابی العوام نے ابو بکر محمد بن جعفر الامام ہارون بن عبد اللہ بن مروان الحمال۔ سلیمان بن حرب۔ حملو بن زید کی سند سے یوں لکھا ہے کہ حملو بن زید نے کہا کہ میں مکہ میں ابو حنیفہؒ کے پاس بیٹھا تھا تو میں نے اس سے کہا کہ ہمیں ایوب نے بیان کیا ہے اس نے کہا کہ مجھے سعید بن جبیر نے طلق بن جبیب کے پاس بیٹھا ہوا دیکھا تو اس نے مجھے کہا کہ میں نے تجھے طلق کے پاس بیٹھے ہوئے کیوں دیکھا ہے اس کے پاس مت بیٹھ تو ابو حنیفہؒ نے کہا کہ طلق قدری نظریہ رکھتا تھا۔ لے۔ اور اس روایت میں اور پہلی روایت میں فرق بالکل واضح ہے اور اس روایت میں الحمال راوی مسلم کا راوی ہے۔ اور اس سند کا مقابلہ وہ سند کیسے کر سکتی ہے جس میں ابن درستیہ، یا ابن کمال اور البربری اور ان جیسے لوگ ہوں؟

اور بہر حال سالم الافس تو وہ مشہور تاجی ہیں ان کی روایات ترمذیؒ ابو داؤدؒ اور نسائیؒ نے بیان کی ہیں اور بہت سے حضرات نے ان کو ثقہ کہا ہے۔ اور پختہ بات ہے کہ ارجاء کی طرف ان کو منسوب کرنا اسی معنی میں ہے جس کے قائل جمہور اہل حق ہیں۔ اور طلق بن حبیب بصری تو ابن عباسؓ کے اصحاب میں سے ہے اور اس کی روایت مسلمؒ اور سنن اربعہ میں لی گئی ہے۔ اور جس ارجاء کا وہ نظریہ رکھتا تھا وہی ہے جس کا قول جمہور اہل حق کرتے ہیں۔ اور اس واقعہ کو بالفرض مان بھی لیا جائے تو امام ابو حنیفہؒ نے تو بہت اچھا کام کیا کہ پیندہ بدعت کی جانب اس کی نسبت کرنے میں غور و فکر سے کام لیا۔ اس لیے کہ اس جیسی صورت میں اس جیسے آدمی پر جلد بازی کا مظاہرہ نہ کرنا ہی ضروری ہے۔ اور جب مسائل کے بار بار تکرار کے بعد جواب دینے میں مجبور ہوئے تو جواب دیا کہ بے شک وہ بصری تھے جو قدریہ کی جانب منسوب ہیں جیسا کہ اکثر اہل بصرہ تھے تو سعید بن جبیر کی اس بات کا سبب بھی یہی تھا جس کا پہلے ذکر ہوا ہے اس کا سبب ارجاء نہیں تھا کیونکہ وہ تو ان سب کا مشترک نظریہ تھا۔ اور ابو حنیفہؒ سعید بن جبیر کے نظریہ کو خوب جانتے تھے اس لیے کہ بے شک وہ بھی اہل کوفہ میں سے تھے۔ اور انہوں نے اس کا زمانہ بھی پایا ہے بخلاف حملو بن زید کے کہ وہ بصری ہیں اور سعید کے زمانہ سے متاخر ہیں۔ اور ارجاء کے جس معنی

کے مطابق وہ نظریہ رکھتے تھے وہی خالص سنت ہے اور جو اس سے تجلوز کرتا ہے تو وہ لازماً "وانتہ یا تلوانتہ خوارج یا معتزلہ کے مذہب میں جا گرتا ہے۔"

اور یہ اس لیے تھا کہ بے شک ابو حنیفہؒ کے زمانہ میں اور ان کے بعد کچھ نیک لوگ یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ بے شک ایمان قول اور عمل کے مجموعہ کا نام ہے جو کہ گھٹنا بڑھتا ہے۔ اور ان لوگوں کو ارجاء کی طرف منسوب کرتے جو یہ نظریہ رکھتے تھے کہ ایمان یقین اور کلمہ کا نام ہے اور دلائل شرعیہ کو دیکھتے ہوئے خالص حق ان ہی لوگوں کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ولما یدخل الایمان فی قلوبکم اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔ اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔ الایمان ان تؤمن باللہ وملائکتہ وکتابہ ورسلہ والیوم الآخر وتؤمن بالقدر خیرہ وشرہ۔ "ایمان یہ ہے کہ تو اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے اور اچھی اور بری تقدیر پر ایمان لائے۔" یہ روایت امام مسلمؒ نے حضرت ابن عمرؓ سے پیش کی ہے اور اسی پر جمہور اہل السنۃ کا عمل ہے۔ اور یہ نیک لوگ یقیناً اپنے اس اعتقاد کے ساتھ معتزلہ اور خوارج کے موافق ہو گئے اگرچہ وہ اپنے اعتقاد کے خلاف نظریہ کو بدعت اور ضلالت کہتے ہیں۔ اس لیے کہ یقیناً کسی عمل میں خلل جبکہ اس عمل کو ایمان کا رکن قرار دیا جائے تو وہ ایمان میں خلل ہوگا تو جو شخص عمل میں خلل کی وجہ سے ایمان سے خارج ہو گیا تو وہ یا تو کفر میں داخل ہوگا جیسا کہ خوارج کا نظریہ ہے اور یا وہ اس میں داخل نہیں ہوگا بلکہ کفر اور ایمان کے درمیان درجہ میں ہوگا جیسا کہ معتزلہ کا نظریہ ہے اور وہ لوگ تمام لوگوں میں ان دونوں فریقوں (معتزلہ اور خوارج) سے سب سے زیادہ ہزار تھے۔

پس جب وہ ان سے ہزار تھے تو اگر وہ اس نظریہ سے بھی ہزار تھے جس پر ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب اور اس شان کے بقی ائمہ ہیں تو ان لوگوں کا کلام بے سوچے سمجھے نا معقول ہوگا۔ اور بہر حال جب وہ عمل کو صرف کمال ایمان سے شمار کریں تو شرم دلانے اور دشمنی کرنے کی کوئی وجہ باقی نہیں رہتی لیکن ان کا اس حد تک تشدد اس پر دلالت کرتا ہے کہ بے شک وہ عمل کو صرف کمال ایمان میں سے نہیں شمار کرتے بلکہ اس کو اس کا رکن اصلی شمار کرتے ہیں۔ اور اس کا نتیجہ وہی نکلتا ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ اور تعجب کی بات ہے کہ ایسے لوگ جن کو حدیث میں امیر المومنین شمار کیا جاتا ہے ان میں سے ایک بڑے فخر سے کہتا ہے کہ میں نے اپنی کتاب میں اس شخص سے روایت درج نہیں کی جو یہ نظریہ

نہیں رکھتا کہ ایمان قول اور عمل کا نام ہے اور گھٹنا بڑھتا ہے۔ حالانکہ اس نے حریر بن عثمان اور عمران بن حطان اور ان جیسے غلیٰ خارجیوں سے اپنی کتب میں روایات لی ہیں۔ اور وہ صاحب یہ بھی جانتے ہیں کہ بے شک وہ حدیث جس میں یہ ذکر ہے کہ ایمان قول اور عمل کا نام ہے اور گھٹنا بڑھتا ہے تو وہ حدیث ائمہ جرح و تعدیل کے نزدیک ثابت ہی نہیں ہے اور وہ حضرات جو دائیں بائیں کی پہچان نہیں رکھتے اور تسلسل برتنے والے ہیں ان کی بات کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ پس دلیل ظاہر ہو جانے اور مسئلہ کی وضاحت ہو جانے کے بعد اس شخص پر کیا طعن ہے جو یہ نظریہ رکھتا ہے کہ عمل ایمان کا رکن اصلی نہیں ہے اور اسی پر کتب و سنت اور جمہور صحابہ اور تمام علماء اہل السنۃ ہیں جو خوارج اور معتزلہ دونوں فریقوں کی تردید کرتے ہیں۔ تو عمل کو ایمان کا رکن اصلی نہ ماننا ہی سنت ہے۔

اور ہر حال وہ ارجاء جس کو بدعت شمار کیا جاتا ہے تو وہ ان لوگوں کا نظریہ ہے جو یہ کہتے ہیں کہ ایمان کے ہوتے ہوئے گناہ سے کوئی نقصان نہیں ہوتا اور ہمارے اصحاب اس قسم کی کلام سے ایسے ہی بری ہیں جیسے بھیڑیا حضرت یوسف علیہ السلام کے خون سے بری تھا۔ اور اگر اس مسئلہ میں ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب کا یہ نظریہ نہ ہوتا جو ان کا ہے تو جمہور مسلمانوں کو کافر قرار دینا لازم آتا جو کہ گناہوں سے معصوم نہیں ہیں اس لیے کہ وہ کسی نہ کسی وقت تو کسی نہ کسی عمل میں کوتاہی کر ہی جاتے ہیں اور اس میں بہت بڑی معصیت ہے (کہ اس کی وجہ سے امت کی اکثریت کو ایمان سے خارج ماننا پڑتا ہے)

اعتراض ۲۱: (کہ ابو مسر نے کہا کہ ابو حنیفہؒ مرجعہ کے سرور ہیں۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ فرقہ مرجعہ کے ساتھ ابو حنیفہؒ اور اس کے اصحاب کا ذرا بھی تعلق نہیں۔ جن لوگوں نے امام صاحب کو مرجعہ کہا ہے تو صرف اس لیے کہا ہے کہ وہ اعمال کو ایمان کا رکن اصلی نہیں مانتے اور اگر یہ نظریہ نہ اپنایا جائے تو جمہور مسلمانوں کو کافر قرار دینا لازم آتا ہے جو اعمال میں کوتاہی کے مرتکب ہیں)

اور خطیبؒ نے طبع لوئی کے ص ۳۷۳ اور طبع ثانیہ کے ص ۳۸۰ میں ابو القاسم ابراہیم بن محمد بن سلیمان الموب۔ ابو بکر بن المقرئ۔ سلامہ بن محمد، اقیسی۔ عبد اللہ بن محمد بن عمرو کی سند نقل کر کے کہا کہ عبد اللہ بن محمد نے کہا کہ میں نے ابو مسر کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ابو حنیفہؒ مرجعہ کے سرور تھے۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ کوئی بعید نہیں کہ یہ کلام ابو مسر سے ثابت ہو اور وہ ان ناقلین

کے زمرہ میں ہے کہ مسئلہ میں ان کی بابت کی کوئی اہمیت ظاہر نہیں ہوتی اور ہم نے ذکر کر دیا کہ ارجاء کے کس معنی کی وجہ سے ابو حنیفہؒ کی طرف یہ نسبت کی جاتی ہے اور وہ کس معنی میں ارجاء کا نظریہ رکھتے ہیں۔ اور یہ ان کے حق میں عیب نہیں بلکہ مدح ہے اگرچہ قائل اس سے عیب کا اڑاؤ کرے۔

اور اس کی سند میں ابو بکر ابن المقرئ وہ ہے جو الحافظ اشعہ محمد بن ابراہیم الاصبہانی ہے جس نے المعجم الکبیر لکھی ہے۔ اور اس میں اس نے وہ چیزیں لکھی ہیں جو اس نے اپنے مشائخ سے شہروں میں یا اپنے لیے ستروں میں سنی تھیں لیکن اس نے ان روایات کی صحت کا التزام نہیں کیا جیسا کہ اکثر المعاجم لکھنے والوں کا طریق کار ہے۔ اور یہی سند ابی حنیفہؒ کا مولف ہے اور اس میں اس نے وہ روایات لکھی ہیں جو اس نے اپنے ثقہ مشائخ سے سنی تھیں اور امام ابو حنیفہؒ کی مسانید میں سب سے عمدہ اسی کی سند ہے۔ اس نے اس میں سند احادیث پر ہی اکتفا کیا ہے۔ اور اس کے حاشیہ میں حاشیہ لکھنے والے کو یہ وہم ہوا کہ یہ محمد بن الحسن السقاش ہے جو کہ کذاب مشہور ہے اور یہ بہت برا وہم ہے۔ اور اس کا شیخ سلامۃ بن محمود القیسسی ان صوفیاء میں سے ہے جو ہر چیز میں الافی مثل ہذا کی استثناء کرنے والے ہیں۔ اور یہ القرطابی کے بیروکار میں سے ہے جو عسقلان میں مشہور ہے۔ اور ہم نے ارجاء کے بارہ میں کافی لمبی بحث کر دی ہے۔ پس جو شخص چاہتا ہے کہ اس مسئلہ میں تفصیلی طور پر وہ نظریہ معلوم کرے جس پر ابو حنیفہؒ تھے تو وہ رسالۃ ابی حنیفہؒ الی عثمان بنی اور کتاب العالم واليمنعلم جو کہ ابو مقاتل کی ابو حنیفہؒ سے روایت ہے۔ ان کتابوں کا مطالعہ کرے۔ ان دونوں کتابوں میں اس مسئلہ میں خود ابو حنیفہؒ کی زبانی احتمالی تفصیل مذکور ہے اور یہ دونوں کتابیں دارالکتب المصریہ میں محفوظ ہیں۔

اعتراض ۲۲: (کہ امام ابو حنیفہؒ دوسروں کو مرجعہ بننے کی دعوت دیتے تھے۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ من گھڑت قصہ پیش کر کے ریلوی یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کی روایت قتل قبول نہیں کیونکہ وہ ارجاء کی طرف دعوت دیتے تھے جو کہ بدعتی نظریہ ہے۔ حالانکہ بدعتی نظریہ والے ارجاء سے ابو حنیفہؒ کا ذرا بھی تعلق نہ تھا۔)

اور خطیبؒ نے طبع لوی کے ص ۳۷۴ اور طبع ثانیہ کے ص ۳۸۰ میں الحسن بن الحسین بن العباس النعمانی، احمد بن جعفر بن سلم، احمد بن علی الابرار، ابو یحییٰ محمد بن عبد اللہ بن یزید المقرئ کی سند نقل کر کے کہا کہ ابو یحییٰ کے باپ عبد اللہ نے کہا کہ ابو حنیفہؒ نے

مجھے مرجہ بن جانے کی طرف دعوت دی۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ قاتل کا ارادہ یہ ہے کہ ثابت کرے کہ ابو حنیفہ بدعت کی طرف دعوت دینے والے تھے اور بدعتی آدمی کی روایت قتل قبول نہیں ہوتی جبکہ وہ بدعت کی طرف دعوت دینے والا ہو۔ لیکن جس ارجاء کی طرف ابو حنیفہ جیسے حضرات دعوت دیتے تھے وہ تو خالص سنت تھی، وہ ایسی ارجاء نہ تھی جو کہ بدعت ہے اور اس کی تشریح پہلے گزر چکی ہے۔ اور یہ اس وقت ہے جبکہ فرض کر لیا جائے کہ یہ خبر ثابت ہے۔

اور بے شک اس کی سند میں جو النعمانی ہے وہ ابن دودا المزور ہے اس کے بارہ میں خود خطیبؒ نے کہا کہ اس کا معاملہ بڑھا ہوا۔ اس وجہ سے کہ بے شک وہ اپنے حق میں ان چیزوں کا سماع بھی ثابت کرتا ہے جو کہ اس نے سنی نہیں ہوتیں۔ تو اس جیسے آدمی کی روایت ناقلین کے ہاں کیسے محفوظ میں شمار ہو سکتی ہے۔ (مگر افسوس کہ) خطیبؒ کے ہاں اسی طرح کی روایت محفوظ ہوتی ہے۔ اور گویا کہ خطیبؒ نے اس سند کی کمزوری کو جان لیا تھا اسی لیے اس کی شہد روایت پیش کی مگر اس میں بھی ابن رزق اور الحضری ہیں۔ لیکن ہم خطیبؒ کے لیے اعتراف کرتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ کبھی جھوٹا آدمی بھی سچ کہہ ہی دیتا ہے۔ اور کوئی مانع نہیں کہ ابو حنیفہؒ اس ارجاء کی طرف دعوت دینے والے ہوں جس کا معنی پہلے گزر چکا ہے۔

اعتراض ۲۳: (کہ امام ابو یوسفؒ نے کہا کہ ابو حنیفہؒ مرجہ اور جہیمہ میں سے تھے۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ بالکل من گھڑت واقعہ ہے اس لیے کہ امام ابو یوسفؒ تو آخر تک امام ابو حنیفہؒ کے ثناء خواں اور احسان مند رہے ہیں)

اور خطیبؒ نے طبع لوئی کے ص ۳۷۵ اور طبع ثانیہ کے ص ۳۸۰ میں ابن الفضل، عبد اللہ بن جعفر، یعقوب بن سفیان، احمد بن الحلیل، عبدہ کی سند نقل کر کے کہا کہ عبدہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن المبارک سے سنا جبکہ ابو حنیفہؒ کا تذکرہ ہو رہا تھا تو ایک آدمی نے کہا کہ اس میں گمراہی کی کوئی چیز پائی جاتی تھی تو اس نے کہا کہ ہاں اس میں ارجاء پایا جاتا تھا۔ اور آگے خطیبؒ نے دوسری سند نقل کر کے کہا کہ یعقوب نے کہا کہ مجھے ابو جزی عمرو بن سعید بن سالم نے بیان کیا کہ میں نے اپنے دلو اسے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے ابو یوسفؒ سے پوچھا کہ کیا ابو حنیفہؒ مرجہ تھے تو اس نے کہا ہاں۔ میں نے کہا کہ وہ جہیمہ تھے تو اس نے کہا ہاں۔ پھر کہا گیا کہ پھر آپ کا اس سے تعلق کیوں تھا؟ تو اس نے کہا کہ ابو حنیفہؒ مدرس تھے تو

اس کی جو بات اچھی لگتی ہم اس کو قبول کر لیتے تھے اور جو بری ہوتی ہم اس کو چھوڑ دیتے تھے۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ عبد اللہ بن جعفر جو اس سند میں ہے وہ ابن درستیہ ہے۔ وہ ایسا آدمی تھا کہ چند دراہم اس کو دیے جائیں تو وہ جھوٹ کہنے پر کمر بستہ رہتا تھا۔ اور اس کا ذکر پہلے کئی بار گزر چکا ہے۔ اور اس کا رلوی احمد بن الحلیل بغدادی ہے جو کہ جور کے نام سے مشہور تھا۔ اس کی وفات ۳۶۰ھ میں ہوئی۔ دار قطنی نے کہا کہ وہ ضعیف ہے۔ اس سے احتجاج درست نہیں (روایت کا حل تو یہ ہے مگر خطیب کے ہاں محفوظ روایت ایسی ہی ہوتی ہے۔

اور خطیب نے دوسری خبر میں کہا وقال یعقوب تو اس سے پہلے اگر وہی سند ہے جو پہلے بیان ہوئی تو اس میں عبد اللہ بن جعفر لدر اہمی ہے اور اگر پہلے کوئی سند نہیں تو خطیب اور یعقوب کے درمیان بیابان ہیں۔ پھر یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ اصل مطبوعہ نسخہ میں یعقوب کا استاد ابو جزی عمرو بن سعید بن سالم ہے۔ پس یہ یقیناً غلط ہے اس لیے کہ جس نے ابو یوسف سے سوال کیا تھا وہ سعید تھا جیسا کہ اس سند میں ہے جو اس کے ساتھ ہی ذکر کی گئی ہے اور جیسا کہ ص ۳۸۵ اور ۳۹۹ میں آئے گا۔ تو اس صورت میں ابو جزی کا دلوا سعید تب ہو سکتا ہے جبکہ ابو جزی اور عمرو کے درمیان لفظ ابن ہو جو کہ مطبوعہ نسخہ میں گرا ہوا ہے (اور عبارت اس طرح ہونی چاہیے ابو جزی بن عمرو بن سعید بن سالم تاکہ سعید ابو جزی کا دلوا بن سکے) اور جو نسخہ ہندوستان میں طبع ہوا اور جو قلمی نسخہ دار الکتب المصریہ میں ہے ان میں ابن کا لفظ مذکور ہے جو کہ اس لفظ کے ثبوت پر دلالت کرتا ہے۔

اور ہم اس بارہ میں پورا پورا علم رکھنے کے بعد غور کرتے ہیں کہ یہ سعید بن سالم کونسا ہے؟ پس اگر یہ سعید بن سالم القدرح ہے جو کہ ابو یوسف کے ساتھیوں میں سے ہے اور مکہ میں لیل عراق کی فقہ کو پھیلانے والا ہے اور امام شافعی کے اساتذہ میں سے ہے تو اس کا کوئی بیٹا عمرو نام کا نہیں ہے کیونکہ اس کے دو بیٹے تھے۔ ایک کا نام علی اور دوسرے کا نام عثمان تھا اور اس دوسرے کے نام کی وجہ سے ہی اس نے ابو عثمان کنیت رکھی۔ اور اگر یہ سعید الباطلی ہے تو وہ سعید بن سالم نہیں بلکہ سعید بن سلم ہے جو کہ رشید کے زمانہ میں آرمینیہ کا عامل تھا۔ اور مسلمانوں کو اس عامل کی بد انتظامی کی وجہ سے اور اس کے مختلف احکامات اور حکمت اور عدل سے خلل فیصلہ جلت کی وجہ سے وہاں جو مصائب برداشت کرنا

پڑے وہ تاریخ کا حصہ ہیں جیسا کہ تاریخ ابن جریر وغیرہ میں مذکور ہے۔ اور وہ اس لائق نہیں کہ اس جیسے مسائل میں اس کی بات قبول کی جائے۔ علاوہ اس کے یہ بات بھی ہے کہ اس کا بھی کوئی بیٹا عمرو بنہم کا معروف نہیں ہے اور نہ ہی اس کا پوتا ہے جس کی کنیت ابو جزی ہو کیونکہ اس کے بیٹے کا نام محمد ہے۔ اور ابو حاتم نے اس کو ترک کر دیا اس لیے کہ یہ اپنی روایات میں اضطراب کرتا تھا۔ جیسا کہ تفسیر المنفعة میں ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ سند میں جو عمرو مذکور ہے وہ محمد سے بدلا ہوا ہو (کہ اصل میں محمد ہو مگر کسی نے خط میں مماثلت کی وجہ سے اس کو عمرو کر دیا ہو) جیسا کہ پرانے خطوط کے ماہر پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے بلکہ ایسا اکثر کہلوں میں ہو جاتا ہے۔ تو اس سے یہ ظاہر ہو گیا کہ یعقوب کی جانب منسوب روایت کی اس سند میں مجہول رلوی ہیں۔ اور احتمالی بے شرمی کی بات ہے کہ اس من گھڑت قصہ کو ابو یوسفؒ کی زبان سے بیان کیا گیا ہے حالانکہ وہ تو ابو حنیفہؒ کے بہت خاص شاگردوں میں سے ہیں اور ابو حنیفہؒ کی زندگی اور وفات کے بعد ان بی بہت رعایت رکھنے والے طرفدار تھے۔ پس اللہ کی پناہ کہ اس جیسا بہتان اس پر بلند جا جائے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں جہم بن صفوان کے باطل مذہب سے سب سے زیادہ دور ہیں جو کہ جبر کا قائل اور اللہ تعالیٰ کی صفات کی نفی کرنے والا ہے۔ اور ابو یوسفؒ ان رسوا کن چیزوں سے بھی دور ہیں جو اس جہم کی طرف مشہور ہیں۔

اعتراف ۲۴: (کہ ابو یوسفؒ نے ایک آدمی سے کہا کہ تو ابو حنیفہؒ کے متعلق پوچھ کر کیا کرے گا وہ تو اس حل میں مرا تھا کہ جہمی فرقہ سے تعلق رکھتا تھا۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ جن لوگوں نے ابو یوسفؒ کی زبانی ابو حنیفہؒ کو جہمی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ انہوں نے خود ابو یوسفؒ کو بھی جہمی کہا ہے)

اور خطیبؒ نے طبع لوئی کے ص ۳۷۵ اور طبع مانیہ کے ص ۳۸۱ میں ابو بکر محمد بن عمر بن بکیر المرقی۔ عثمان بن احمد بن سمعان الرزاز۔ ہشیم بن خلف الدوری۔ محمود بن غیلان۔ محمد بن سعید عن ابیہ کی سند نقل کر کے کہا کہ محمد بن سعید کے والد سعید کہتے ہیں کہ میں جرجان میں امیر المومنین موسیٰ کے ساتھ تھا اور ہمارے ساتھ ابو یوسفؒ تھے تو میں نے ان سے ابو حنیفہؒ کے بارہ میں پوچھا تو اس نے کہا کہ تو اس کو کیا کرے گا؟ اور بے شک وہ جہمی مرا ہے۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ اس کی سند میں ہشیم بن خلف الدوری ہے اور الاسامیٰ اپنی صحیح

میں نقل کرتے ہیں کہ وہ خطا پر اصرار کرتا تھا۔ اور اس جیسے آدمی کی روایت پر توقف ہوتا ہے۔ اور محمد بن سعید جو اس کی سند میں ہے وہ ابن سلم الباطل ہے اور اس کے بارہ میں ابن حجرؒ نے تعجیل المنفعہ میں کہا ہے کہ وہ منکر الحدیث مضرب ہے اور ابو حاتم نے اس کو ترک کر دیا تھا اور اس کو ابو زرہؒ نے کمزور کہا پس کہا کہ وہ لیس بٹنی ہے۔ اور ہم اللہ تعالیٰ کی جانب ہی شکوہ کرتے ہیں۔ ان رلوہوں کا جو کوئی بدلتی بات پیش کرنے اور پھر اس کے خلاف کہنے میں اللہ تعالیٰ کا خوف بھی نہیں رکھتے۔ یہاں یہ ثابت کر رہے ہیں کہ بے شک ابو یوسف نے اپنے استاد پر جہمی ہونے کا عیب لگایا ہے اور ابو یوسف کے ترجمہ میں آپ انہی لوگوں کو دیکھیں گے کہ وہ ابو یوسفؒ پر جہمی مذہب پر ہونے کی نسبت کرتے ہیں جیسا کہ آپ اس کو ابو یوسفؒ کے ترجمہ میں پائیں گے جو کہ العقلمی نے نقل کیا ہے۔ اور ہم اس کو انشاء اللہ تعالیٰ آگے نقل کریں گے۔ اور یہ من گھڑت افسانہ انتہائی غلط ہے اس لیے کہ یہ روایت اس کے مخالف ہے جس میں ابو حنیفہؒ سے جہم بن صفوان کے باطل مذہب کا انتہائی رد مشہور ہے اور یہ اس بات کے بھی خلاف ہے جو تواتر سے چلی آرہی ہے کہ ابو یوسفؒ باقی لوگوں کی نسبت ابو حنیفہؒ کی خوبیوں کو زیادہ جانتے تھے اور ان کی زندگی میں بھی اور ان کی وفات کے بعد بھی ان کے احسان مند رہے۔ (روایت کا حلال تو یہ ہے مگر افسوس کہ) خطیبؒ کے ہاں محفوظ روایت اس جیسی ہوتی ہے اور اگر بالفرض مان بھی لیا جائے کہ یہ واقعہ ثابت ہے تو ابو یوسفؒ کی اس کلام سے مراد سائل پر نکتہ چینی اور اس پر چوٹ کرنا ہوگی کیونکہ سائل ابو حنیفہؒ کو جہمی خیال کرتا ہوگا تو ابو حنیفہؒ کے بارہ میں سائل کے اس اعتقاد کے ہوتے ہوئے ابو یوسفؒ نے اس کے بارہ میں اس کے سوال کو اچھا نہ سمجھا۔ (اور اس پر چوٹ کی کہ تجھے اس سے کیا لگے وہ تو تیرے خیال میں جہمی مرا ہے)

اعتراض ۲۵: (کہ ابو حنیفہؒ نے کہا کہ جہم بن صفوان کی عورت ہماری عورتوں کو اوب سکھاتی تھی۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ واقعہ بھی من گھڑت ہے اور اگر یہ واقعہ ثابت بھی ہو جائے تو جہم کی بیوی کے عورتوں کو اوب سکھانے کی وجہ سے ابو حنیفہؒ پر کیا اعتراض ہے؟)

اور خطیبؒ نے طبع اولیٰ کے ص ۳۷۵ اور طبع ثانیہ کے ص ۳۸۱ میں محمد بن اسماعیل بن عمر البجلی۔ محمد بن محمد بن عبد اللہ الطویل النیسابوری۔ ابو حامد بن بلال۔ ابن خثویہ بن مازیار۔ علی بن عثمان کی سند نقل کر کے کہا کہ علی بن عثمان نے کہا کہ میں نے زبور سے سنا

وہ کہہ رہے تھے کہ میں نے ابو حنیفہؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہمارے ہاں جہم بن صفوان کی عورت آئی تو اس نے ہماری عورتوں کو لوب سکھایا۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ اس خبر کی تردید کے لیے یہی کافی ہے کہ اس کی سند میں زہبور ہے اور وہ محمد بن یحییٰ السلمی ہے اور بے شک بخاریؒ نے اس کے بارہ میں کہا کہ وہ ذاہب الحدیث ہے۔ (اور یہ متروک الحدیث کے برابر کی جرح ہے) اور نسائیؒ نے کہا کہ یہ ثقہ نہیں ہے۔ اور ابوحاتمؒ نے کہا کہ یہ متروک ہے۔ اور احمد بن سنانؒ نے کہا کہ وہ جہمی تھا اور اہل نقد کے ہاں یہ بات پختہ ہے کہ بدعتی آدمی کی وہ روایت قتل قبول نہیں ہوتی جو اس کی بدعت کی تائید کرتی ہو تو اس کی کلام جہم کے مذہب کی تائید میں قبول نہیں کی جاسکتی۔

علاوہ اس کے یہ بات بھی ہو سکتی ہے کہ بے شک وہ ۲۰۲ھ میں فوت ہوا تو تصور نہیں کیا جاسکتا کہ وہ دولت امویہ کے آخر زمانہ میں پائے جانے والے واقعات کو کم عمری کی وجہ سے معلوم کر سکا ہو تو خبر میں انقطاع بھی ہے اور متروک الحدیث اور مجہول راوی بھی ہیں اس لیے کہ بے شک علی بن عثمان جو ہے وہ النقیلی نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ وہ وفات کے لحاظ سے بہت بعد زمانہ کا ہے تو وہ زہبور کو نہیں پاسکتا۔ (تو یہ علی بن عثمان نہ جانے کونسا ہے) اور ابن خثوبہ بن مازیار جو ہے وہ محمد بن عمرو الشیرازی نہیں ہے کیونکہ اس کی وفات بہت پہلے کی ہے اور نہ ہی وہ ابراہیم بن محمد الزکی السیابوری ہے اس لیے کہ اس کی وفات ابو حلد بن بلال کی وفات کے بہت عرصہ بعد ہوئی ہے۔ اور نہ ہی وہ الزکی کے آباؤ اجداد میں سے کوئی ہے اس لیے کہ اس خاندان کا جد خثوبہ بن عبد اللہ ہے نہ کہ خثوبہ بن مازیار جیسا کہ یہاں ہے۔ اور اگر فرض کر لیا جائے کہ عبد اللہ کی جگہ مازیار کا ذکر کر دیا گیا ہے تو بھی یہ مجہول ہے اس لیے کہ اس کی صفت معلوم نہیں ہو سکی۔ (تو یہ راوی مجہول الصفت ہے)

اور رہی بات ابو عبد اللہ الجعفی کی جو اس نے اپنی تاریخ صغیر میں کہی ہے کہ میں نے اسماعیل بن عرعروہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ ابو حنیفہؒ نے کہا کہ ہمارے ہاں جہم کی عورت آئی تو اس نے ہماری عورتوں کو ادب سکھایا۔ تو اس روایت کی حالت بھی پہلی روایت سے کوئی اچھی نہیں ہے۔ اس بات کو دیکھتے ہوئے کہ اسماعیل بن عرعروہ کا زمانہ بہت بعد کا ہے تو اس کے اور ابو حنیفہؒ کے درمیان انقطاع ہے۔ اور اسماعیل بن عرعروہ مجہول الصفت بھی ہے۔ اس کا تذکرہ تاریخ والوں میں سے کسی نے نہیں کیا جن کا ہم نے مطالعہ کیا ہے۔ یہاں تک

کہ امام بخاریؒ نے بھی اپنی تاریخ کبیر میں اس کا ذکر نہیں کیا۔ حالانکہ انہوں نے اس سے یہ مقطوع خبر روایت کی ہے۔ ہاں اس کا ذکر عبد اللہ بن احمدؒ کی کتاب السنہ ص ۲۷ اور ص ۵۵۳ میں ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ بے شک یہ بصری ہے اور عباس بن عبد العظیم العنبري کا ہم عصر ہے۔ اور اس میں معمولی سا فائدہ بھی نہیں ہے۔ یہ جاننے کے بعد کہ صحاح ستہ والوں میں سے کسی نے بھی اس عرصہ سے روایت نہیں لی اور بہر حال جو اس نے الحلق کے قصہ میں الحمیدی سے روایت کی ہے تو وہ بھی منقطع ہے۔ کیونکہ الحمیدی کا زمانہ ابو حنیفہؒ کے زمانہ سے بہت بعد کا ہے۔ اور بہر حال اس نے جو روایت سفیان بن عیینہؒ سے نعیم بن حملہؒ کے طریق سے کی ہے تو اس کی سند میں نعیم کا ہونا ہی اس کے رو کے لیے کافی ہے۔ اور اس کے بارہ میں کم از کم جو الفاظ کہے گئے ہیں وہ یہ ہیں کہ بے شک وہ صاحب مناکیر تھا اور ابو حنیفہؒ کے مطاعن وضع کرنے کے ساتھ متسم تھا (کہ ابو حنیفہؒ کے بارہ میں طعن والے واقعات گھڑتا تھا) اور بہر حال امام بخاریؒ کا اپنی تاریخ کبیر میں کہنا کہ ابو حنیفہؒ مرجع تھے اور حضرات محدثین نے اس سے اور اس کی رائے سے اور اس کی حدیث سے سکوت کیا ہے۔ تو یہ اس بات کی وضاحت ہے کہ جن حضرات نے اس سے اعراض کیا ہے تو ان کے اعراض کی یہ وجہ تھی۔ علاوہ اس کے یہ بات بھی ہے کہ بے شک جس ارجاء کی نسبت ان کی طرف کی جاتی تھی وہ تو خالص سنت ہے۔ غلط باتیں منسوب کرنے والے جلیل ناقلین ذلیل ہوں۔ اور اس کے نظریہ کے خلاف تو خوارج کی طرف میلان ہوگا جیسا کہ آپ اس کی وضاحت اس کتاب میں انتہائی وضاحت سے پائیں گے۔ تو اس سے اعراض کرنے والا یا تو خارجی ہوگا جیسا کہ عمران بن حطان اور حریر بن عثمان ہیں یا معتزلی ہوگا جو کہ کفر اور ایمان کے درمیان درجہ مانتے ہیں۔ اور اس کے بارہ میں اگر اس سے بعض نا تجربہ کار ناقلین کا سکوت مراد ہو تب تو سکوت کا دعویٰ صحیح ہوگا۔ اور یہ چیز اس کو کوئی نقصان نہیں دیتی بعد اس کے کہ اس کی فقہ زمین کے مشارق اور مغارب میں ایسی عام ہو چکی ہے کہ اگر بالفرض اس کی کتابیں اور اس کے اصحاب کی کتابیں صفحہ ہستی سے مٹا بھی دی جائیں تو اس کے مسائل اس کے مخالفین کی کتابوں میں اسی طرح عرصہ دراز تک زندہ رہیں گے اور وہ کتابیں ان لوگوں کی ہیں جو فقہاء کے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ بے شک اس کے حامد ذلیل و خوار ہوتے رہیں۔ اور اگر سکوت کے دعویٰ سے قائل کی مراد اس کے علاوہ ہے تو وہ یقیناً لاپرواہی کے راستے پر چلے والا ہے۔ اپنی زندگی کے ان حالات کو بھولنے والا ہے جو اس کو ابو

مفسر الکبیر البخاری کے حلقہ میں پیش آئے اور ان کو جو نیشاپور اور بخارا کے لوگوں سے اس کو رد حلی سزا نہیں ملے۔ اللہ تعالیٰ اس سے درگزر کا معاملہ فرمائے۔ اور جو اس کی تاریخ اوسط میں ہے وہ بھی راو راست سے بٹے ہوئے ہونے میں اسی قبیل کی ہے۔ اور عجیب بات ہے کہ روایت میں انقطاع اور رلوی میں عدم ضبط اور اس پر کذب کی تسمت اور رلوی کا مجہول المعین ہونا اور مجہول الوصف ہونا اور رلوی میں بدعت کے پائے جانے کے احکام ناقصین کے ہاں یہ ہیں کہ ان میں سے کسی ایک چیز کی وجہ سے خبر رد ہو جاتی ہے مگر جب ابو حنیفہؒ طعن کی خبریں ہوتی ہیں تو تمام کمزوریوں کے باوجود ان خبروں کو قبول کر لیا جاتا ہے حالانکہ ابو حنیفہؒ وہ ہیں جن کو زمانہ لگاتار گزرنے کے باوجود نصف امت بلکہ امت کی دو تہائی اکثریت نے دین میں اپنا اہام بنایا ہے۔ بے شک کینہ در جاہل غلط باتیں منسوب کرنے والے خواہ کتنے ہی سچ پا ہوں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ہمیں خواہشات کی ابتلا سے دور رکھے۔ اور اگر ہم فرض کر لیں کہ بے شک جسم کی بیوی کوفہ کی عورتوں کو ادب سکھاتی تھی تو اس کی وجہ سے ابو حنیفہؒ پر کیا طعن ہے؟ اور کیا اس واقعہ کو پیش کرنے والا یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ بے شک وہ کوفہ کی عورتوں کو جسم کا باطل مذہب سکھاتی تھی اور اس عورت سے ابو حنیفہؒ کے گھر والے اس باطل مذہب کو قبول کرتے تھے تو اس سے ثابت ہوا کہ ابو حنیفہؒ بھی قبول کرتے تھے۔ مگر اس سے یہ سب کچھ کیسے ثابت ہو سکتا ہے؟

اور اس جیسی روایت بیہقی کی الاسماء والصفات میں ہے جو اس نے ص ۳۲۸ میں بھیجی بن بعلی۔ فہم بن حلو۔ نوح بن ابی مریم ابی عاصمہ کی سند کے ساتھ ذکر کی ہے کہ ابو عاصمہ کہتے ہیں کہ ہم ابو حنیفہؒ کے پاس تھے جبکہ جسم کا معاملہ اول اول ظاہر ہوا تھا اس وقت ایک عورت تہ سے اس کے پاس آئی جو کہ جسم کے پاس اٹھتی بیٹھتی تھی تو جب وہ کوفہ میں داخل ہوئی تو میرا خیال ہے کہ کم از کم دس ہزار لوگ اس کے گرد جمع تھے جن کو وہ اپنی رائے کی طرف دعوت دیتی تھی تو اس عورت سے کہا گیا کہ بیشک یہاں ایک آدمی ہے جو منطق پر گہری نظر رکھتا ہے اور اس کو ابو حنیفہؒ کہا جاتا ہے تو وہ عورت ان کے پاس آئی تو اس نے کہا کہ تو وہ شخص ہے جو لوگوں کو مسائل سکھاتا ہے اور بیشک میں نے تیرا دین چھوڑ دیا ہے۔ مجھے بتلا کہ تیرا معبود کمال ہے جس کی تو عبادت کرتا ہے؟ تو ابو حنیفہؒ نے اس عورت کو جواب دینے سے خاموشی اختیار کی پھر سات دن گزر گئے کہ اس کو جواب نہ دیا پھر اس عورت کے پاس آئے اور کتب کو رکھا اور کہا بیشک اللہ تعالیٰ آسمانوں میں ہے زمین

میں نہیں تو ایک آدمی نے اس سے کہا کہ پھر آپ کا اس آیت کے بارے میں کیا نظریہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَهُوَ مَعَكُمْ کہ وہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے۔ تو اس نے کہا کہ یہ اسی طرح ہے جس طرح ایک آدمی دوسرے کی طرف لکھتا ہے کہ بیشک میں تیرے ساتھ ہوں حالانکہ وہ اس کے پاس موجود نہیں ہوتا۔ میں (امام بیہقی) کہتا ہوں کہ بیشک ابو حنیفہؒ نے اچھا نظریہ اختیار کیا کہ اللہ تعالیٰ کے زمین میں ہونے کی نفی کی اور جو اس نے آیت کی تاویل میں طریق اختیار کیا وہ بھی اچھا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس قول میں مطلق سلع کی اجتناب کی جس میں ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ آسمان میں ہے اور اس قول کی مراد اللہ تعالیٰ ہی جاتا ہے۔ پس یہ حکایت جو ہم نے ذکر کی ہے، اگر اس سے ثابت ہے تو اللہ تعالیٰ کے فرمانِ اَمْ مِّنْكُمْ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ کے معنی کے مطابق ہے۔ ارجح یعنی اس آیت میں فی کو علی کے معنی میں محمول کر کے یہ معنی کریں گے کہ اس کو مخلوق پر غلبہ اور تدبیر کے لحاظ سے کنٹرول حاصل ہے اور مخلوق کے ساتھ اختلاط سے منزہ ہے اور مسافت کے لحاظ سے اس سے دور ہے۔ اللہ تعالیٰ مخلوق کی صفات سے بلند اور منزہ ہے جیسا کہ میں نے بیہقی کی الاسماء والصفات میں کئی مقام پر حاشیہ میں وضاحت کی ہے (امام بیہقی نے اس خبر پر جو تبصرہ کیا ہے، اس کے بارے میں علامہ کوثری فرماتے ہیں) لیکن ابو حنیفہؒ ایسے دفاع سے بے نیاز ہیں جس قسم کا دفاع یہاں بیہقی نے کیا ہے اور بیشک ابو حنیفہؒ کو تو اللہ تعالیٰ نے بیک وقت جسم کے باطل نظریہ اور اللہ تعالیٰ کے لیے جسم ماننے کے باطل نظریہ سے پاک رکھا ہے بلکہ بیہقی پر واجب تھا کہ اس خبر کی تکذیب کرتے اور تاویل میں مبالغہ کرنے سے دور رہتے۔

اور اس واقعہ کی سند میں بہت سے مشکوک راوی ہیں۔ اور ابو محمد بن حیان جو ہے وہ ابو الشیخ ہے جس کی کتاب العظمۃ اور کتاب السنہ ہیں اور ان دونوں کتابوں میں ایسے من گھڑت واقعات ہیں جو کسی طور میں نہیں ملتے اور اس کو اس کے ہم وطن الحافظ العسلی نے ضعیف کہا ہے اور نعیم بن حمال تو ابو حنیفہؒ کے خلاف مطاعن گھڑنے میں مشہور ہے اور اہل جرح کی اس کے بارے میں کلام بہت طویل ہے اور اصول دین کے بہت سے بڑے بڑے علماء نے اس کو مجسمہ میں شمار کیا ہے (یعنی وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے لیے جسم مانتے ہیں) بلکہ وہ تو اللہ تعالیٰ کے لیے گوشت اور خون بھی مانتے ہیں اور وہ ابن ابی مریم کا ریبب (لے پالک) تھا اور اس کے بارے میں اہل جرح کا کلام مشہور ہے اور وہ بھی مقاتل بن سلیمان کا لے پالک تھا جو کہ مجسمہ کا شیخ تھا اور ہو سکتا ہے کہ بیہقی نے اپنے اس قول میں اسی طرف

اشارہ کیا ہو کہ اگر یہ واقعہ ثابت ہو جائے لیکن یہی کایہ اشارہ کافی نہیں ہے اور حالات اس کے جھوٹا ہونے کے گواہ ہیں کیونکہ یہ بات تو اتر سے ثابت ہے کہ بیشک ابو حنیفہؒ اس شخص کو کافر خیال کرتے تھے جو یہ نظریہ رکھتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کسی مکان میں متمکن ہے اور اس کی تفصیل دیکھنی ہو تو علامہ البیاضیؒ کی اشارات المرام کی طرف مراجعت کریں اور وہ وار الکتاب المصریہ میں محفوظ ہے۔

اور جو حکایت ابن ابی مریم کی طرف منسوب ہے، اگر اس کا وقوع بنو امیہ کے آخر زمانہ میں فرض کر لیا جائے تو اس وقت تک تو ابن ابی مریم نے عراق کی طرف سفر ہی نہیں کیا تھا اور اگر عباسی دور میں ہو تو جہم کے معاملے سے اس وقت فراغت حاصل کر لی گئی تھی اور اس کا کوئی اثر باقی نہ رہا تھا اور بالخصوص اگر ایک ایسی عورت سے اس قسم کی دعوت فرض کر لی جائے جس کے ارد گرد دس ہزار افروہوں تو اتنی بڑی خبر کا تو تاریخ کی کتابوں میں بہت تذکرہ ہونا چاہئے حالانکہ اس خبر کا ذرا بھی تذکرہ تاریخ کی ان کتابوں میں نہیں ہے جو ہمارے پاس اور دیگر جمہور اہل علم کے پاس ہیں خواہ وہ قلمی نسخے ہوں یا مطبوعہ ہوں۔ اور اس خبر کے بارہ میں ہر جانب سے کذب ظاہر ہے اور بیشک میں (علامہ کوثری) نے الاسماء والصفات کا کئی مقالات پر حاشیہ لکھا اس کے مطابق جو پہلے گزر چکا اور اسی طرح آپ دیکھیں گے کہ ان میں (ابو حنیفہؒ کے مخالفین) سے دفع کرنے والے تصمت کا دفع کرتے ہیں اور جھوٹے مخالفین علانیہ ہتھمتیں لگاتے ہیں۔

اعتراض ۲۶: (کہ جب جہم کی لوٹڈی خراسان سے کوفہ آئی تو ابو حنیفہؒ اس کے لوٹ کی مہار پکڑے ہوئے تھے۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ خطیبؒ نے خود لکھا ہے کہ ابو حنیفہؒ اور ابو یوسف دونوں جہم بن صفوان کو کافر کہتے تھے۔ جب صحیح روایات سے یہ ثابت ہے تو کیسے تسلیم کر لیا جائے کہ ابو حنیفہؒ جہم کی تعظیم کی خاطر اس کی لوٹڈی کی تعظیم کرتے تھے) اور خطیبؒ نے طبع اول کے ص ۳۷۵ اور طبع ثانی کے ص ۳۸۱ میں الحسن بن الحسین بن العباس بن دوما النعمانی، احمد بن جعفر بن سلم الخنلی، احمد بن علی اللہبار، منصور بن ابی مزاحم، ابو الاخنس الکلتانی کی سند نقل کر کے کہا ہے کہ الاخنس کہتے ہیں کہ میں نے ابو حنیفہؒ کو دیکھا یا مجھے کسی ثقہ آدمی نے بتایا کہ اس نے دیکھا کہ ابو حنیفہؒ جہم کی اس لوٹڈی کے لوٹ کی مہار پکڑے ہوئے تھے جو خراسان سے آئی تھی اور وہ اس عورت کے لوٹ کو کوفہ کی طرف چلا رہے تھے۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ اس حکایت میں امام ابو حنیفہؒ سے روایت کرنے والا کتنا غفلت کا شکار آدمی ہے۔ جو جانتا ہی نہیں کہ اس نے ابو حنیفہؒ کو خود دیکھا تھا یا اس واقعہ کو دیکھنے والے سے سنا تھا اور اس خبر کی سند میں ابن دوما الزور ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اور اس کا سند میں ہونا ہی اس کے باقی راولوں کے بارے میں بحث سے بے پرواہ کر دیتا ہے۔ پس کس قدر بے شری ہے کہ ایسی خبر کو پیش کیا جاتا ہے جس کا من گھڑت ہونا ظاہر ہے اور اس کا جھوٹا ہونا بیان بھی نہیں کیا جاتا اور یہ ان کے بہتانوں کی مثالوں میں سے ایک مثال ہے جو بہتان فقیہ ملت پر باندھے گئے اور اللہ تعالیٰ ہی ان سے حساب لینے والا ہے۔ اور تینوں مطبوعہ نسخوں میں قدمت من خراسان کے جملہ میں من کو ذکر نہیں کیا گیا اور صحیح بات یہ ہے کہ عبارت کو درست کرنے کے لیے اس کو ذکر کرنا چاہئے۔

ابو حنیفہؒ، جہم بن صفوان کو کافر کہتے تھے۔ خود خطیبؒ کا اقرار

اور خطیبؒ نے طبع اول کے ص ۳۷۶ اور طبع ثانی کے ص ۳۷۷ میں الخلال، الحریری، علی بن محمد النخعی، محمد بن الحسن بن مکرم، بشر بن الولید کی سند نقل کر کے کہا ہے کہ بشر بن الولید کہتے ہیں کہ میں نے ابو یوسفؒ سے سنا وہ کہتے ہیں کہ ابو حنیفہؒ فرماتے تھے کہ خراسان میں دو طبقے ایسے ہیں جو انسانوں میں بدترین ہیں، ایک جمیہ اور دوسرے المشبہ اور بعض دفعہ (المشبہ کی جگہ) القاتلیہ کہتے تھے اور النخعی نے محمد بن علی بن عفاں، یحییٰ بن عبد الحمید بن عبد الرحمن المملیٰ عن ابیہ کی سند نقل کر کے کہا کہ عبد الحمید نے کہا کہ میں نے ابو حنیفہؒ کو کہتے ہوئے سنا کہ جہم بن صفوان کافر ہے۔ میں (علامہ کو شری) کہتا ہوں کہ عبد اللہ بن احمد کی کتاب السنہ میں یہ عبارت یوں ہے کہ میرے سامنے ابو جعفر محمد بن الحسن بن ابراہیم بن اشکاب نے بیان کیا کہ میں نے اپنے باپ اور الہیثم بن خارجہ سے سنا وہ دونوں کہتے تھے کہ ہم نے ابو یوسف القاضی سے سنا وہ کہتے تھے کہ خراسان میں دو طبقے ایسے ہیں کہ روئے زمین پر ان دونوں سے بدتر اور کوئی نہیں ہے، ایک الجمیہ اور دوسرے القاتلیہ ل۔ پس اس کلام سے ظاہر ہو گیا کہ بیشک ان دونوں طبقوں کے بارے میں ابو یوسف کا کلام انتہائی سخت ہے اور دونوں خبروں سے یہ بات واضح ہو گئی کہ بیشک ابو حنیفہؒ اور ابو یوسف دونوں جمیہ اور مشبہ سے لاتعلق تھے، بیشک سارے افسانے گھڑنے والے کذاب سچ پاہوتے رہیں۔

اور ابن ابی العوام کی عبارت محمد بن احمد بن حملہ، احمد بن القاسم البرقی، ابو حفص المروزی، بشر بن یحییٰ، نصر بن محمد کی سند کے ساتھ ہے کہ نصر بن محمد نے کہا کہ ابو حنیفہؒ نے کہا کہ جہم اور مقاتل دونوں فاسق ہیں۔ ایک نے تشبیہ (اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے ساتھ تشبیہ دینا) میں افراط کیا اور دوسرے نے نفی میں افراط سے کام لیا۔ اور ابو حنیفہؒ سے اس طرح کی اور بھی بہت سی روایات ہیں جن میں انہوں نے جہمیہ اور مقاتلیہ پر رد کیا ہے۔ کیا ایسے شخص کو جہمیہ فرقہ کی طرف منسوب کرنا آدمی کے نظریہ کے خلاف نسبت کے مترادف نہیں ہے؟

خطیبؒ کا اقرار کہ ابو حنیفہؒ معتزلہ کے خلاف تھے

خطیبؒ نے طبع اول کے ص ۳۷۶ اور طبع ثانی کے ص ۳۸۲ میں کہا کہ ہمیں اس بارے میں کوئی شک نہیں ہے کہ بیشک ابو حنیفہؒ دعید کے مسئلہ میں معتزلہ کے خلاف ہیں اس لیے کہ بیشک وہ مرجئہ میں سے ہیں اور خلق افعال کے مسئلے میں بھی ان کے خلاف ہیں اس لیے کہ بیشک وہ تقدیر کو مانتے ہیں۔ اور آگے ابن رزق، ابن سلم، احمد بن علی اللہبار، ابو یحییٰ بن المقرئ کی سند نقل کر کے کہا کہ ابو یحییٰ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے سنا، وہ کہتے تھے کہ میں نے ایک سرخ رنگ کے آدمی کو دیکھا گویا کہ وہ لال شام میں سے تھا۔ اس نے ابو حنیفہؒ سے پوچھا کہ ایک آدمی اپنے قرض خواہ کے پیچھے پڑ گیا تو اس نے اس کو قسم دی کہ اگر میرے اور تیرے درمیان قضاء حاکم نہ ہوئی تو کل تیرا حق دے دوں گا اور اگر نہ دوں تو میری بیوی کو طلاق۔ تو اگلے دن وہ زنا کی مجلس میں بیٹھا اور شراب پینے لگا؟ تو لام ابو حنیفہؒ نے اس کو جواب دیا کہ وہ آدمی نہ تو اپنی قسم میں حاکم ہوا اور نہ ہی اس کی بیوی کو طلاق ہوئی۔ میں (علامہ کوثری) کہتا ہوں کہ بیشک ابو حنیفہؒ اس کے قائل نہیں ہیں کہ ایمان کی موجودگی میں کوئی گناہ نقصان نہیں دیتا کہ ان کو مرجئہ میں شمار کیا جائے اور پہلے ابو الولید الباہجی کے حوالے سے گزر چکا ہے کہ ابو حنیفہؒ کا عیادت میں انتہاء درجہ کو پہنچا ہوا ہونا توازن سے ثابت ہے تو خطیبؒ کے لیے کیسے گنجائش نکلتی ہے کہ وہ اپنے کلام کی ابتدا میں یقین کے ساتھ کہے کہ وہ بیشک مرجئہ تھے اور شاید کہ خطیبؒ کا تعلق ان لوگوں سے ہے جو یہ کہتے ہیں کہ بیشک عمل ایمان کا رکن اصلی ہے۔ اگر ایسی بات ہے تو اس وقت اس پر کیا حکم لگے گا جبکہ وہ دمشق میں اس گناہ کا مرتکب تھا (کیا وہ اس وقت ایمان سے نکل چکا تھا) یا جس وقت

وہ ابو حنیفہؒ کے خلاف ان من گھڑت افسانوں کا الزام لگا رہا تھا اور ابو حنیفہؒ جب عمل کو ایمان کا رکن اصلی شمار نہیں کرتے تو انہوں نے ان لوگوں کی تردید کا ارادہ کیا جو یہ خیال کرتے ہیں کہ بیشک جو آدمی کسی عمل میں کوتاہی کرتا ہے تو وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہے گا کیونکہ وہ ایمان سے خارج ہو گیا ہے۔ اور ابو حنیفہؒ گنہگار مومن کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے امید رکھتے ہیں کہ اگر چاہے گا تو اس کو عذاب دے گا اور اگر چاہے گا تو بخش دے گا اور اسی وجہ سے خوارج اور ان کے پیروکار ان کی طرف ارجاء کی نسبت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی ان سے حساب لے گا۔

اور بہر حال خطیبؒ نے اپنے دعویٰ میں جو یہ ذکر کیا ہے کہ بیشک ابو حنیفہؒ تقدیر کو ثابت کرتے (ماننے) تھے تو ابو حنیفہؒ اس جیسی بے مزہ خبروں سے بے نیاز ہیں جو وہم و آلتی ہیں کہ امام صاحب کے نزدیک گنہگار معذور ہے اس لیے کہ وہ گناہ تو اس پر مقدر کیا گیا تھا تا کہ اس پر وہ اعتراض کیا جاسکے جو قدریہ پر وارد ہوتا ہے۔ اور خطیبؒ کی خواہش ہر وقت اس چیز کو بگاڑنے کی ہوتی ہے جس کا تعلق ابو حنیفہؒ کے ساتھ ہے۔ خواہ وہ بظاہر ان کی طرف سے دفع ہی کرنے والا ہو۔ اور الانقضاء میں ابن عبد البرؒ نے اپنی سند کے ساتھ جو ذکر کیا ہے اس میں ابو حنیفہؒ کے بدعت سے پاک عقیدہ کا ذکر ہے بلکہ عبد القاہر البغدادیؒ المعنی ۳۲۹ھ اپنی کتاب اصول الدین ص ۳۰۸ میں لکھتے ہیں جہاں انہوں نے علم الکلام میں دین کے ائمہ کا ذکر کیا ہے ”اور فقہاء میں اور ارباب مذاہب میں سے پہلے متکلم ابو حنیفہؒ ہیں۔ پس بیشک ابو حنیفہؒ کی قدریہ کے رد میں ایک کتاب ہے جس کا نام الفقہ الاکبر ہے اور ان کا ایک رسالہ ہے جو انہوں نے اہل السنۃ کے اس نظریہ کی تائید میں لکھوایا تھا کہ استطاعت وہ معتبر ہے جو فعل کے ساتھ پائی جاتی ہے“ اور اہل علم میں مشہور ہے کہ بیشک ابو حنیفہؒ فقہ کی جانب مصروف ہونے سے پہلے بیس سے بھی زیادہ مرتبہ بصرہ کی طرف قدریہ وغیرہ گمراہ فرقوں سے مناظرہ کرنے کے لیے گئے تھے۔ اور گویا کہ خطیبؒ کو کوئی ایسی خبر نہیں ملی جو یہ ثابت کرتی ہو کہ بیشک ابو حنیفہؒ قدریہ کی تردید کیا کرتے تھے سوائے اس بد مزہ حکایت کے جس کی سند میں ابن رزق اور ابن سلم اور الابار جیسے راوی ہیں (یعنی خطیبؒ نے اس بارے میں صحیح روایات کو نظر انداز کر کے قلیل اعتراض سند سے یہ حکایت نقل کی تا کہ لوگوں میں وہم و آلتی ہو) ہم اللہ تعالیٰ سے سلامتی مانگتے ہیں۔

تاریخ بغداد کے نسخوں میں فرق

اور خطیبؒ نے طبع اول کے ص ۳۷۷ اور طبع ثانی کے ص ۳۸۳ میں کہا اخبارنا القاضی ابو جعفر السمنانی میں (علامہ کوثری) کتابوں کہ اس جلد کے اس صفحہ سے لے کر لام ابو حنیفہؒ کے آخر ترجمہ تک تقریباً بیس لوراق صرف اس نسخہ میں پائے جاتے ہیں جو دار الکتب المصریہ میں محفوظ ہے جس کا اندراج نمبر ۶۰ ہے۔ اور یہ نسخہ نہ مسمومہ ہے اور نہ مرقومہ اور اس میں اس قدر نصحیفات (تغیرات) ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی ان کو جانتا ہے۔ اور قارئین کرام ہندی مطبوعہ نسخہ میں اس کی کئی مثالیں پائیں گے اس لیے کہ بیشک وہ اس اصل بگڑے ہوئے نسخے کے مطابق ہے۔ اور الکبریٰ کا نسخہ جو فوٹو ایٹیٹ ہے جو دار الکتب المصریہ میں محفوظ ہے، وہ اس زیادتی سے خالی ہے (یعنی اس میں یہ لوراق نہیں ہیں) اور میں نے یہ کتاب طبع کرانے والے کو تلقین کی تھی کہ الکبریٰ والے نسخے پر اکتفا کرے اور صفحہ کے نیچے اشارہ دے دے کہ ایک اور کمزور نسخہ ہے جس میں ایسے اضافے ہیں جو کہ سب گالیوں اور طعن پر مشتمل ہیں جن سے اہل علم بری الذمہ ہیں۔ ہم چونکہ اس سے مطمئن نہ تھے اس لیے ہم نے اس کو طبع نہیں کیا لیکن طالع نے میری رائے کو نہ لیا کیونکہ اس پر سلفیوں کی ایک جماعت اور ان کے قائدین کا مسلسل دباؤ تھا جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ تو اس کی طباعت اسی مضمون پر نسخے کے مطابق مکمل ہوئی تو الاذہر میں ایک قیامت پھا ہو گئی یہاں تک کہ حکومت نے طالع کو اس طریقہ کے مطابق وہ جلد دوبارہ طبع کرانے کا پابند کیا جس میں ابو حنیفہؒ کا ترجمہ ہے جس کی تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے اور طالع میرے سامنے بہت شرمندہ تھا کہ اس نے میری رائے پر عمل نہ کیا اور خود غرض لوگوں کی متابعت کی۔

اعتراض ۲: (کہ قرآن کریم کو مخلوق کہنے کا قول سب سے پہلے ابو حنیفہؒ نے کیا اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ مذاہب کی کتابوں میں تفصیل سے لکھا ہے کہ اس نظریہ کے بانی المجاہد بن درہم اور جہم بن صفوان ہیں لہذا یہ نسبت جو ابو حنیفہؒ کی طرف کی گئی ہے، بالکل من گھڑت ہے)

اور خطیبؒ نے طبع اول کے ص ۳۷۸ اور طبع ثانی کے ص ۳۸۳ میں البرقانی، محمد بن العباس الخزاز، جعفر بن محمد الصنلہ، اسحاق بن ابراہیم ابن عم ابن منیع، اسحاق بن عبد الرحمن، الحسن بن ابی مالک کی سند نقل کر کے کہا کہ الحسن بن ابی مالک ابو یوسف سے

روایت کرتے ہیں کہ سب سے پہلے جس نے قرآن کریم کو مخلوق کہا وہ ابو حنیفہ ہیں۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ ان لوگوں نے یہ بات کافی نہ سمجھی کہ بیشک ابو حنیفہ قرآن کو مخلوق کہنے کا نظریہ رکھتے تھے یہاں تک کہ انہوں نے ان کو اس نظریہ کا بانی بنا دیا بلکہ انہوں نے اس من گھڑت السنہ کو ابو حنیفہ کے ساتھیوں میں سب سے خاص ابو یوسف کی زبانی اور ابو یوسف کے خاص ساتھی الحسن بن ابی مالک کی زبانی گھڑا اور یہ دونوں حضرات تو ابو حنیفہ کی طرف داری میں باقی لوگوں کی بہ نسبت زیادہ رعایت رکھنے والے تھے۔ اور اس من گھڑت خبر کی سند میں الخزاز ہے اور پہلے اس کا ذکر ہو چکا ہے اور اس کا راوی اسحاق بن عبد الرحمن مجہول ہے۔ اور مذاہب کی کتابوں کا اس پر اتفاق ہے کہ سب سے پہلے جس نے یہ نظریہ دیا وہ الجعد بن درہم ہے پھر جہم بن صفوان پھر بشر بن غیاث جیسا کہ لا لکافی الحفاظ کی کتب شرح السنہ اور ابن ابی حاتم کی کتاب الرد علی الجملیہ وغیرہ میں اس کی تفصیل ہے۔

اعتراض ۲۸: (کہ قاضی سلمہ بن عمرو نے منبر پر کہا کہ اللہ تعالیٰ ابو حنیفہ پر رحم نہ کرے کیونکہ اسی نے سب سے پہلے قرآن کے مخلوق ہونے کا نظریہ دیا ہے۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اصل روایت میں ابو فلاں کے الفاظ ہیں مگر راویوں میں سے کسی نے اس کو ابو حنیفہ بنا دیا اور خطیب نے آنکھیں بند کر کے اس کو نقل کر دیا حالانکہ وہ یقیناً اس کی حیثیت کو جانتا ہوگا اور امام ابو حنیفہ نے تو حق بات واضح کر کے لوگوں کو غلط نظریہ سے بچایا تھا)

اور خطیب نے طبع اول کے ص ۳۷۸ اور طبع ثانی کے ص ۳۸۵ میں عبد الرحمن بن عثمان الدمشقی، عبد العزیز بن ابی طاہر، ابو المیسون البجلی، ابو ذر عبد الرحمن بن عمرو، محمد بن الولید، ابو ہبیرہ الهاشمی الدمشقی، ابو مسرر کی سند نقل کر کے کہا کہ ابو مسرر کہتے ہیں کہ قاضی سلمہ بن عمرو نے منبر پر کہا کہ اللہ تعالیٰ ابو حنیفہ پر رحم نہ کرے کیونکہ اسی نے سب سے پہلے یہ نظریہ دیا کہ بیشک قرآن مخلوق ہے۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ ابن عساکر کی تاریخ میں الفاظ یہ ہیں لا رحم اللہ ابا فلان کہ اللہ تعالیٰ ابو فلاں پر رحم نہ کرے کیونکہ اس نے سب سے پہلے یہ نظریہ دیا کہ بیشک قرآن مخلوق ہے تو جو خبر یہاں بیان کی گئی ہے اس میں ابو فلاں کی جگہ ابو حنیفہ کر دیا گیا ہے اور ان لوگوں کو کیسے معلوم ہو گیا کہ روایت میں ابو فلاں سے ابو حنیفہ مراد ہے حالانکہ روایات اس پر ایک دوسرے کی تائید کرتی ہیں کہ بیشک سب سے پہلے یہ نظریہ الجعد بن درہم نے دیا

جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے اور ان لوگوں کے ہاں ایک کلمہ کو دوسرے کی جگہ بدلنا آسان کام ہے اور جو چیز اہل علم کے ہاں تواتر سے ثابت ہے اس کے خلاف کہنا بھی ان کی نظر میں کوئی پریشانی کی بات نہیں۔ اور میں نے ابن قتیبہ کی کتاب الاختلاف فی اللفظ پر جو حاشیہ لکھا ہے اس میں اس مسئلہ میں جو کلام کا حق تھا وہ میں نے لوا کر دیا ہے۔ اور میں نے وہاں جو کہا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ابن ابی حاتم نے اپنی کتاب الرد علی الجہمیہ میں کہا ہے کہ میں نے احمد بن عبد اللہ الشعمری سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے سعید بن رحمت سے سنا جو کہ ابو اسحاق الفراری کے ساتھی ہیں۔ وہ کہتے تھے کہ جہم ۳۰ھ میں نکلا تو اس نے کہا کہ قرآن مخلوق ہے تو جب علماء کو یہ بات پہنچی تو انہوں نے اس مسئلے کو عظیم سمجھا پھر اس پر اتفاق کیا کہ بیشک اس نے کفر کا کلمہ بولا ہے اور اسی طرح اس نے کہا کہ میں نے اپنے باپ سے سنا کہ سب سے پہلے جس نے قرآن کے مخلوق ہونے کا نظریہ دیا وہ الجحد بن درہم ہے جس کی وفات ۴۰ھ سے کچھ اوپر سن میں ہوئی۔ پھر جہم بن صفوان ہے پھر ان دونوں کے بعد بشر بن غیاث ہے لہٰذا اور ہو سکتا ہے کہ پہلے اس کے خروج کا سن جو ۳۰ھ ذکر کیا گیا ہے اس میں کسوں کو اگلی دہائی کے ساتھ پورا کر دیا گیا ہو ورنہ جہم کا خروج سن ۴۰ھ سے چند سال اوپر ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

اور المالکائی نے اپنی کتاب شرح السنہ میں کہا اور امت کے درمیان اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ بیشک قرآن کو سب سے پہلے مخلوق کہنے والا الجحد بن درہم ہے جو سن ۴۰ھ سے چند سال اوپر گزرا ہے لہٰذا۔ اور جہم کی گرفتاری ۳۸ھ میں ہوئی اور اسی سال اس کے قتل کا واقعہ پیش آیا۔ اس روایت کے مطابق جو ابن جریر نے ذکر کی ہے مگر بیشک المالکائی کہتے ہیں کہ اس کا قتل ۳۲ھ میں ہوا اور ان تاریخوں میں اضطراب ہے جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں۔ اور جہم کا قتل قرآن کے بارے میں اس کی رائے پھیل جانے کی وجہ سے ہی ہوا۔ پس اس کی وجہ سے لوگ آزمائش میں پڑ گئے۔ اس کی اشاعت کرنے والے اشاعت کرنے لگے اور نفرت کرنے والوں نے اس سے نفرت کی۔ تو جانبداری تجلوز کر کے افراط اور تفریط کی طرف چل نکلی حالانکہ اس بدعتی کے مقصد کو ان کی اکثریت نہیں پہچانتی تھی۔ کچھ لوگوں نے کلام نفسی کے بارے میں اس کی طرف ناحق باتیں منسوب کر کے اس کو پریشان کیا اور کچھ لوگوں نے اس کے برعکس کلام لفظی کے بھی قدیم ہونے کا قول کر لیا اور جب ابو حنیفہؒ نے یہ صورت حل دیکھی تو معاملہ کی اصلاح کی اور حق کو واضح کیا۔ پس

فرمایا کہ قرآن کریم کی (دو حبشیں ہیں۔ ایک کا تعلق اللہ کے ساتھ ہے اور دوسری کا تعلق مخلوق کے ساتھ) جس حیثیت کا تعلق اللہ کے ساتھ ہے، وہ غیر مخلوق ہے اور جس کا تعلق مخلوق کے ساتھ ہے، وہ مخلوق ہے (یعنی قرآن کریم کی ایک حقیقت ہے جس کو کلام نفسی کہتے ہیں۔ اس کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور قدیم ہے۔ اور دوسری حیثیت اس کے الفاظ ہیں جو اس حقیقت پر ولالت کرنے والے ہیں جن کو مخلوق پڑھتی پڑھاتی اور سنتی سناتی ہے۔ اس کو کلام لفظی کہتے ہیں۔ اس کا تعلق مخلوق کے ساتھ ہے اور یہ حادث اور مخلوق ہے۔ جیسے آگ ایک عنصر ہے۔ اس کی ایک حقیقت ہے اور اس حقیقت پر ولالت کرنے والے الفاظ نار، آگ وغیرہ ہیں۔ تلفظ کرتے وقت حقیقت پر ولالت کرنے والے الفاظ کا تلفظ آومی کرتا ہے، آگ کی حقیقت اس کی زبان میں نہیں آتی ورنہ تو زبان جل کر راکھ ہو جائے۔ اسی طرح مخلوق کلام نفسی پر ولالت کرنے والے الفاظ کا تلفظ کرتی ہے) اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام اس لحاظ سے کہ اس کا قیام اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے، اس اعتبار سے وہ اس کی صفت ہے۔ جیسا کہ اس کی بقی تمام صفت قدیم ہیں تو اسی طرح یہ بھی قدیم ہے۔ اور بہر حال جس کی تلاوت زبانیں کرتی ہیں اور حافظوں کے ذہنوں میں جو محفوظ ہوتا ہے اور مصاحف میں جس کی آوازیں سنی سنائی جاتی ہیں اور جس کی صورت اور نقوش ذہن میں آتے ہیں تو وہ مخلوق ہیں جیسا کہ اس کو حاصل کرنے والے مخلوق ہیں تو اس کے بعد اہل علم و فہم کی آراء اسی پر پختہ ہو گئیں اور جہم کے نظریہ کے خلاف تابعین کا اجماع صرف اس صورت میں ہو سکتا ہے جبکہ یہ تسلیم کیا جائے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے جو اس کے ساتھ قائم ہے، اس سے مباین نہیں ہے اور محال ہے کہ قدیم حادث میں سما جائے تو لازم آتا ہے ان پر کہ وہ اس کی اس حیثیت کو جس کا تعلق مخلوق کے ساتھ ہے، اس کا مخلوق ہونا تسلیم کریں لیکن ابو حنیفہؒ کی شخصیت ایسی تھی کہ لوگ ان کے ساتھ خواہ مخواہ حسد کرتے تھے تو ان حاسدوں نے ان کے بارے میں یہ مشہور کر دیا کہ وہ جہم کے مطابق نظریہ رکھتے تھے اور یہ چیز امام صاحب سے کیسے صلور ہو سکتی ہے؟ (حالانکہ انہوں نے ہی حق بات کو واضح کر کے لوگوں کو غلط نظریہ سے بچایا)

اعتراف ۲۹: (کہ امام ابو یوسفؒ نے کہا کہ ابو حنیفہؒ خلق قرآن کا نظریہ رکھتے تھے، ہم نہیں رکھتے۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ روایت بھی من گھڑت ہے اس لیے کہ صحیح روایت سے امام ابو یوسفؒ سے ثابت ہے کہ انہوں نے کہا کہ نہ ہم قرآن کو مخلوق ماننے کا نظریہ

رکتے ہیں اور نہ ہی ابو حنیفہؒ کا ایسا نظریہ تھا)

اور خطیبؒ نے طبع لوئی کے ص ۳۷۸ اور طبع ثانیہ کے ص ۳۸۵ میں العنقیسی جعفر بن محمد بن علی الطاہری، ابو القاسم البغوی، زیاد بن ایوب، الحسن بن ابی مالک کی سند نقل کر کے کہا کہ الحسن بن ابی مالک جو کہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں میں سے تھے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے قاضی ابو یوسف سے پوچھا کہ ابو حنیفہؒ قرآن کے متعلق کیا نظریہ رکھتے تھے؟ تو اس نے کہا کہ وہ قرآن کے مخلوق ہونے کا قول کرتے تھے۔ الحسن کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ اے ابو یوسف کیا آپ بھی اس بارے میں یہی نظریہ رکھتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا نہیں۔ ابو القاسم نے کہا کہ جب میں نے یہ واقعہ قاضی البرقی سے بیان کیا تو اس نے مجھ سے پوچھا کہ اس روایت میں کون سا حسن مراد ہے؟ یعنی انہوں نے الحسن بن ابی مالک کے متعلق پوچھا۔ ابو القاسم کہتے ہیں کہ میں نے البرقی سے پوچھا کہ کیا ابو حنیفہؒ کا یہی نظریہ تھا تو اس نے کہا ہاں وہ منحوس ہے۔ ابو القاسم کہتے ہیں اور وہ البرقی شروع ہوئے کہتے تھے کہ کیا وہ (قرآن) میرے پیدا کرنے سے پیدا ہوا ہے (یعنی اس کا مقصد یہ تھا کہ اگر یہ اللہ تعالیٰ نے پیدا نہیں فرمایا تو کیا میرے پیدا کرنے سے معرض وجود میں آیا ہے؟)

الجواب: میں کہتا ہوں کہ یہ جھوٹ یکے بعد دیگرے ابو یوسف اور ابن ابی مالک اور احمد بن القاسم البرقی تین آدمیوں کی زبان پر منسوب کیا گیا ہے۔ اور یہ تینوں ابو حنیفہؒ کے مذہب پر عمل کرنے والے بہت جوشیلے اہل علم تھے اور ابو حنیفہؒ کی تعریف میں ان کی زبانیں ہمیشہ جاری رہتی تھیں اور اگر خطیبؒ نے یہ واقعہ واقعی العنقیسی سے سنا ہے تو میں اس کمزور روایت کا الزام ابو القاسم البغوی کے علاوہ کسی اور پر نہیں لگاتا اور ابن عدی نے اہل بغداد کے ہاں اس کی پوزیشن یہ بیان کی کہ میں نے اہل علم اور مشائخ کو اس کے ضعف پر متفق پایا ہے الخ۔ اور اس اجماع کے بعد آپ ہی فیصلہ کریں کہ اس سے کون روایت کر سکتا ہے؟ اور راویوں میں کتنے ہی ایسے پائے جاتے ہیں کہ وہ کمزور لالچی قسم کے راویوں سے روایت لے کر (اس کی نسبت بڑے لوگوں کی طرف کر کے) اونچا مقام حاصل کرنے کے خواہشمند رہے ہیں۔ اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ البغوی الحنبلی مقدم زمانہ میں گزرا ہے تو جس کے سامنے اس کی حالت ظاہر ہو چکی ہو، وہ کبھی اس سے روایت نہ کرتا جیسا کہ اس کی حالت کا پہلے بیان ہو چکا ہے۔

اور اللہ اکبری نے شرح السنہ میں ابو الحسن علی بن محمد الرازی، ابو بکر محمد بن مویہ

الرازی، محمد بن سعید بن سابق کی سند سے روایت کی ہے کہ محمد بن سعید نے کہا کہ میں نے قاضی ابو یوسفؒ سے سنا جبکہ میں نے اس سے پوچھا تھا کہ کیا آپ قرآن کے مخلوق ہونے کا نظریہ رکھتے ہیں تو انہوں نے کہا نہیں۔ اور نہ ہی وہ یعنی ابو حنیفہؒ رکھتے تھے اور نہ ہی میں رکھتا ہوں۔ اور ابو یوسفؒ اور ابن ابی مالک اور البرقی سے تو صحیح سندوں کے ساتھ ایسی روایات ہیں جن سے ابو حنیفہؒ کی قرآن کو مخلوق کہنے کے نظریہ سے براءت اور بیزارگی ثابت ہوتی ہے جو ابن ابی العوامؒ اور الصبیری وغیرہ نے نقل کی ہیں۔ اور جو آدمی خطیبؒ کی پیش کردہ سندوں جیسی سندوں کے ساتھ اس کے خلاف روایت کرتا ہے تو وہ روایت اس کی کھوپڑی پر ہی پڑے گی۔

اور خطیبؒ نے طبع اول کے ص ۳۷۸ اور طبع ثانی کے ص ۳۸۵ میں الحسن بن محمد الحلال، احمد بن ابراہیم بن الحسن، عمر بن الحسن القاضی، اسماعیل بن اسحاق، نصر بن علی، الاممعی، سعید بن سلم الباہلی کی سند نقل کر کے کہا کہ سعید کہتے ہیں کہ ہم نے ابو یوسف سے پوچھا کہ آپ ابو حنیفہؒ سے حدیث کیوں نہیں بیان کرتے؟ تو اس نے کہا کہ تم اس کو کیا کہو گے جب وہ فوت ہوئے تھے تو یہ نظریہ رکھتے تھے کہ قرآن مخلوق ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس کی سند میں عمر بن الحسن الاشجانی القاضی متکلم فیہ ہے اور دار قطنی نے اس کو ضعیف کہا ہے اور حاکم نے اس کو جھوٹا کہا ہے اور یہ سماع اور اجازت کو برابر خیال کرتا تھا اور اس میں راوی عبد الملک بن قریب الاممعی ہے جس کو ابو زید الانصاری نے جھوٹا کہا ہے اور علی بن حمزہ البصری نے اپنی کتاب التنبیہات علی الاغلاط فی الروایات میں اس کی کئی غلطیوں کو نقل کیا ہے اور بعض ایسے امور کی نشاندہی کی ہے جن سے ابو زید الانصاری کی اس کے بارے میں تائید ہوتی ہے اور میں یہاں ان کو نقل کرنا پسند نہیں کرتا اور خطیبؒ نے خود اس کے جو عجائبات ذکر کیے ہیں، وہ بھی کوئی کم نہیں ہیں اور اس کے ذکر کردہ کلام میں سے یہ بات بھی ہے کہ بیشک الاممعی نے جب ۲۱۵ھ میں وفات پائی تو ابو طالبہ الجرمی نے اس کے جنازہ میں کہا

لعن الله اعظما حملوها
نحو دار البلی علی خشبات
اعظما تبغض النبی واهل ال
بیت والطیبین والطبیات

اللہ تعالیٰ کی بڑی لعنت اس پر جس کو لوگ لکڑیوں پر اٹھا کر دار الہی (مصیبت کا گھر) کی طرف لے جا رہے ہیں۔ بہت بڑی لعنت ہو اس پر جو نبی اور اللہ بیت سے اور پاک مردوں اور عورتوں سے بغض رکھتا تھا۔

اور اس کے ایک رلوی سعید بن سلم البلی کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اور بیشک میں ان کو دیکھتا ہوں کہ وہ ابو یوسف کی زبانی جھوٹ بیان کرنے سے باز نہیں رہتے اس چیز کے خلاف جو اس سے صحیح سندوں کے ساتھ ثابت ہے جیسا کہ پہلے اللہ اکائی کے حوالہ سے گزر چکا ہے۔

اور ابن ابی العوام نے محمد بن احمد بن حنبلہ، محمد بن شجاع کی سند سے نقل کیا کہ ابن شجاع کہتے ہیں کہ میں نے الحسن بن ابی مالک کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے ابو یوسف سے سنا وہ کہتے تھے کہ جمعہ کے دن کوفہ کی مسجد میں ایک آدمی آیا تو اس نے تمام حلقوں کا چکر لگایا۔ وہ ان سے قرآن کے بارے میں پوچھتا تھا۔ اور ابو حنیفہ وہاں موجود نہ تھے بلکہ مکہ گئے ہوئے تھے تو لوگوں نے اس بارہ میں بحث و گفتگو شروع کی تو بے سوچے سمجھے باتیں کہنے لگے۔ اللہ کی قسم میں تو اس آنے والے کو خیال کرتا ہوں کہ وہ شیطان تھا جو انسانی شکل میں آیا تھا تو جب وہ ہمارے حلقہ میں پہنچا تو ہم سے بھی پوچھا تو ہم میں سے کسی نے اس بارے میں جواب سے ہر ایک کو روک دیا اور ہم نے اس سے کہا کہ ہمارے شیخ موجود نہیں ہیں اور ہم پسند نہیں کرتے کہ ان کی رائے اس بارہ میں معلوم کرنے سے پہلے کچھ کہیں۔ تو وہ آئیں ہمارے پاس سے چلا گیا۔ ابو یوسف کہتے ہیں کہ جب ابو حنیفہ تشریف لائے تو ہم نے قادیانہ کے مقام میں ان سے ملاقات کی تو ہم نے ان کو سلام کیا اور انہوں نے ہم سے گھر چلے اور شہر کے حالات دریافت کیے تو ہم نے ان کو وہ حالات بتائے۔ پھر کچھ دیر ٹھہرنے کے بعد ہم نے ان سے پوچھا اے ابو حنیفہ ایک مسئلہ درپیش ہے تو آپ اس میں کیا فرماتے ہیں؟ پس گویا کہ وہ ہمارے دلوں میں تھا اور اس کو ظاہر کرنا ہم پسند نہ کرتے تھے اور انہوں نے بھی محسوس کر لیا کہ بیشک کوئی فتنہ میں ڈالنے والا ہی مسئلہ ہے اور یہ بھی محسوس کر لیا کہ ہم اس کے بارے میں کلام کرنا پسند نہیں کرتے تو پوچھا کہ وہ کون سا مسئلہ ہے تو ہم نے کہا کہ یہ مسئلہ ہے اور ہم نے ان کو بتا دیا کہ ایک آدمی نے اس بارے میں ہم سے پوچھا تھا تو وہ تھوڑی دیر خاموش رہے، پھر ہم سے پوچھا کہ تمہارا جواب اس بارے میں کیا تھا؟ تو ہم نے کہا کہ ہم نے تو اس بارے میں کوئی کلام نہیں کیا اور ہم ڈرتے تھے کہ اگر ہم نے کوئی

بات کی تو ہو سکتا ہے آپ کو پسند نہ ہو تو ان کا فکر دور ہوا اور ان کا چہرہ چمک اٹھا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر دے، اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر دے۔ میری وصیت یاد رکھنا کہ اس بارے میں کبھی کوئی کلمہ زبان سے نہ نکالنا اور نہ ہی اس کے بارے میں کسی سے پوچھنا۔ اس بارے میں انتہائی یہ نظریہ رکھو کہ بیشک وہ ایک حرف کی زیادتی کیے بغیر اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ میں نہیں خیال کرتا کہ اس مسئلہ میں لوگ باز آئیں گے یہاں تک کہ اہل اسلام کی اس بارے میں حالت ایسی ہو جائے گی کہ نہ اٹھ سکیں گے اور نہ بیٹھ سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اور تمہیں بھی شیطان مردود سے بچائے۔ اور بیشک ہم نے اس بارے میں ابن قتیبہ کی کتاب الاختلاف فی اللفظ کے حاشیہ میں بہت سی روایات ذکر کی ہیں۔

اعتراض ۳۰: کہ دس ثقہ آدمیوں نے کہا کہ ابو حنیفہؒ قرآن کریم کو مخلوق ماننے کا نظریہ رکھتے تھے۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ رلوئوں کے حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے قاعدہ کے مطابق اس کا من گھڑت ہونا بالکل واضح ہے)

اور خطیبؒ نے طبع لول کے ص ۳۷۹ اور طبع ثانی کے ص ۳۸۵ میں محمد بن علی المقرئ، محمد بن عبد اللہ نیشاپوری الحاکم، محمد بن صالح بن ہانی، مسدد بن قطن کی سند نقل کر کے کہا کہ مسدد اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن عبد الحمید سے سنا، وہ کہتے تھے کہ میں نے دس ثقہ آدمیوں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ابو حنیفہؒ کہتے تھے کہ قرآن مخلوق ہے۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ رلوی کا یہ کہنا کہ میں نے ثقہ سے سنا ہے (اور اس کا نام ذکر نہ کرنا) مجہول سے روایت کرنا شمار کیا جاتا ہے۔ اور یہی حل ہے کہ جب ثقہ کی بجائے ثقات کہے۔ نیز اس کا رلوی یحییٰ بن عبد الحمید متکلم فیہ ہے یہاں تک کہ اس کو کذاب بھی کہا گیا ہے اور ابو مسدد قطن بن ابراہیم بن عیسیٰ نیشاپوری نے دیباغت کے بارے میں ابراہیم بن طہمان کی حدیث اس سند سے بیان کی عن ایوب عن نافع عن ابن عمر تو اس سے حضرات نے اصل کا مطالبہ کیا تو اس نے ان کے سامنے حوالہ پیش کیا حالانکہ (یہ بات اس اصل میں موجود نہ تھی بلکہ) اس نے خود اس بات کو حاشیہ میں لکھا ہوا تھا تو یہ حالت دیکھ کر مسلم نے اس سے روایت لینا چھوڑ دیا حالانکہ مسلم اس کی طرف مائل تھے اور اس سے بہت سی روایات لی تھیں اور اس پر الزام تھا کہ اس نے حفص کی حدیث محمد بن عقیل سے

چوری کی ہے۔ اور عبد الغنی نے کہا کہ نسائی نے اس کو ترک کر دیا تھا۔ اور اس کی حالت قطن بن نسیر العنبری البصری سے بھی بری ہے جس پر ابن عدی نے حدیث چوری کرنے کا الزام لگایا تھا اور یہاں قطن سے قطن بن نسیر مراد نہیں ہے (بلکہ قطن بن ابراہیم ہے) جیسا کہ یہ گمان الملک المعظم کو ہوا ہے اور الملک المعظم کی کتاب میں نسیر کی جگہ بشیر جو واقع ہوا ہے تو یہ تعریف ہے۔ اور اسی طرح طبع ثانی میں بشر واقع ہے، وہ بھی نسیر سے تعریف ہے۔ اور پھر اس وہم کرنے والے کی پیروی میں دوسرے بھی اس کو قطن بن نسیر سمجھتے رہے حالانکہ یہاں ابن نسیر کا کوئی تعلق نہیں، اس سے مراد ابو مسدود قطن بن ابراہیم ہی ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے اور قطن بن نسیر کا کوئی ایسا بیٹا تھا ہی نہیں جس کا نام مسدود ہو (اور اس کے نام سے اس کی کنیت ابو مسدود ہو) اور اس بے بنیاد افسانہ کا اتنا رد ہی کافی ہے۔

اور خطیبؒ نے طبع اول کے ص ۲۷۹ اور طبع ثانیہ کے ص ۳۸۵ میں ابو عبد اللہ الحسین بن شجاع الصوفی، عمر بن جعفر بن محمد بن سلم الحلی، یعقوب بن یوسف الموطعی، حسین بن الاسود، حسین بن عبد الاول، اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہؒ کی سند نقل کر کے کہا کہ اسماعیل بن حماد نے کہا کہ ابو حنیفہؒ کا یہی نظریہ ہے کہ قرآن مخلوق ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس کی سند میں ایک تو انقطاع ہے (اس لیے کہ اسماعیل بن حماد کی ابو حنیفہؒ سے سماعت نہیں) اس کے علاوہ یہ بات بھی ہے کہ اس میں ایک راوی الحسین بن عبد الاول ہے۔ ابو زرہؒ نے کہا کہ میں اس سے حدیث بیان نہیں کرتا۔ اور ابو حاتم نے کہا کہ لوگ اس کے بارے میں کلام کرتے ہیں۔ اور ذہبی نے کہا کہ ابن معین نے اس کو جھوٹا کہا ہے۔ اور اس واقعہ کے مردود ہونے کے لیے یہی کافی ہے۔

اعتراض ۳۱: (کہ ابو حنیفہؒ نے کوفہ کے والی عیسیٰ بن موسیٰ العباسی کے سامنے جب قرآن کو مخلوق کہا تو اس نے موجود آدمیوں سے کہا کہ اس کو کہو کہ توبہ کر لے ورنہ میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اس روایت کا مدار مجہول اور ضعیف راویوں پر ہے اور روایت منقطع بھی ہے)

اور خطیبؒ نے طبع اول کے ص ۲۷۹ اور طبع ثانی کے ص ۳۸۶ میں الحلال، احمد بن ابراہیم، عمر بن الحسن القاضی، عباس بن عبد العظیم، احمد بن یونس کی سند نقل کر کے کہا کہ احمد بن یونس نے کہا کہ ابن ابی لیلیٰ اور ابو حنیفہؒ کوفہ کے والی عیسیٰ بن موسیٰ العباسی کے

پس اکٹھے ہوئے تو اس کے سامنے آپس میں منگھو شروع کردی تو ابو حنیفہؒ نے کہا کہ قرآن مخلوق ہے تو جیسی نے ابن ابی لیلیٰ سے کہا کہ اس کو یہاں سے لے جاؤ اور اس سے کہو کہ توبہ کرے پس اگر اس نے توبہ کر لی تو ٹھیک ورنہ میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ اس کی سند میں عمر بن الحسن الاشجانی القاضی ہے جس کو دار قطنیؒ نے ضعیف اور الحاکمؒ نے کذاب کہا ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ اور وہ سری طبع میں الحسن کی جگہ احسن کا لفظ ہے اور یہ غلطی ہے اور اس میں راوی احمد بن یونس جو ہے، وہ اگر احمد بن عبد اللہ بن یونس البیروعی ہے جس کی وقت ۲۲۷ھ ہے تو وہ عیسیٰ بن موسیٰ والی کوفہ کے زمانے میں اتنی عمر کا تھا ہی نہیں کہ ان جیسی مجالس میں اس کی حاضری ممکن ہو تو خبر مقطوع ہے اور اگر یہ احمد بن یونس البیروعی کے علاوہ کوئی اور ہے تو وہ مجہول ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی جو خطیبؒ نے اس سے ملتا جلتا واقعہ لکھا ہے، اس کا حل بھی اسی طرح ہے۔ اور اس کی سند میں ابن رزق ہے اور ایک شیخ مجہول ہے جس کو ابو محمد کہا جاتا ہے۔ اور احمد بن یونس البیروعی ہو تو سند میں انقطاع ہے اور اگر اس کے علاوہ کوئی اور ہو تو وہ مجہول ہے تو اس جیسا واقعہ ان جیسی اسناد سے کیسے ثابت ہو سکتا ہے۔ اور رہا ابو حنیفہؒ سے توبہ طلب کرنے کا مسئلہ تو ابن عبد البرؒ نے الانتفاء میں اس کی انتہائی وضاحت کی ہے اور اس کا ذکر بھی ہم نے لفت اللحظ الی ما فی الاختلاف فی اللفظ میں کر دیا ہے تو یہاں اس کی تفصیل کی ضرورت نہیں ہے۔

اعتراض ۳۲: (کہ ابو حنیفہؒ نے کہا کہ میں نے ابن ابی لیلیٰ کے سامنے تقیہ کیا ہے۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اس روایت کے راوی اس لائق نہیں کہ ان کی ہمت کو تسلیم کیا جائے جبکہ امام صاحب کی حالت یہ ہے کہ انہوں نے ظالموں کی مار حتیٰ کہ جیل کی موت کو برداشت کر لیا مگر اپنا موقف تبدیل نہ کیا تو کیسے ہو سکتا ہے کہ ابن ابی لیلیٰ کے سامنے انہوں نے تقیہ کیا ہو)

اور خطیبؒ نے طبع اولیٰ کے ص ۳۷۹ اور طبع ثانی کے ص ۳۸۶ میں ابن الفضل، دحلج بن احمد، احمد بن علی الانبار، سفیان بن وکیع کی سند نقل کر کے کہا کہ سفیان نے کہا کہ عمر بن حنبلہ بن ابی حنیفہؒ آئے تو وہ ہمارے ساتھ بیٹھے تو کہنے لگے کہ میں نے اپنے پاپ حملہ سے سنا، وہ کہتے تھے کہ ابن ابی لیلیٰ نے ابو حنیفہؒ کی طرف پیغام بھیجا تو اس سے قرآن کے

بارے میں پوچھا تو اس نے کہا کہ قرآن مخلوق ہے تو ابن ابی لیلیٰ نے کہا کہ توبہ کر لے ورنہ میں تیرے خلاف اقدام کروں گا۔ پھر اس نے اس کے سامنے وضاحت کی کہ قرآن اللہ کا کلام ہے۔ عمر بن حملو نے کہا کہ پھر وہ مخلوق میں چکر لگاتا رہا، ان کو بتاتا تھا کہ بیشک اس نے اپنی اس بات سے توبہ کر لی ہے کہ قرآن مخلوق ہے تو میرے باپ نے بتایا کہ میں نے ابو حنیفہؒ سے کہا کہ آپ نے کیسے اس کی طرف رجوع کر لیا اور اس کی بات مان لی؟ تو وہ کہنے لگے اے میرے بیٹے! میں نے خوف کھلیا کہ وہ میرے خلاف اقدام کرے گا تو میں نے اس کے سامنے تقیہ کر لیا۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ اس کی سند میں دملج اور اللہبار اور سفیان بن وکیع ہیں۔ پس دملج ملحد تاجر تھا اس کے پاس سونے کی کئی ٹوکریاں بھری ہوئی تھیں۔ راولیوں میں سے جو اس کے پاس رات گزارتے، ان کی آنکھیں خیرہ ہو جاتیں اور ان کی عقلیں سلب ہو جاتیں۔ تو وہ تشبیہ میں اس کے ہم مذہب راولیوں کے بارے میں نرم رویہ اختیار کرتے اور روایت کو اس کی مرضی کے مطابق بنا دیتے اور اس کے ہاں تعصب اور لاپرواہی تھی۔ اور مفلو پرست راولی اس کے ہاں رات گزارتے اور اس کی کتابوں میں کئی چیزوں کو شامل کر لیتے پھر وہ ان کو باطن کی سلامتی کے ساتھ روایت کرتا رہتا۔ اور امام ذہبیؒ نے ذکر کیا کہ ان دضاعوں میں سے جو اس کی کتابوں میں زائد چیزیں شامل کر دیتے تھے، دو آدمی تھے۔ ایک علی بن الحسین الرضائی جس کے بارے میں انہوں نے کہا کہ وہ حدیثیں گھڑتا تھا اور اللہ پر افتراء باندھتا تھا۔ دار قطنی نے کہا کہ اس نے اپنے بقی شیوخ سے سنی ہوئی باتوں میں اپنی طرف سے جو باتیں داخل کی ہیں، پھر ان کے سامنے ان احادیث کو بیان کیا، وہ اتنی نہیں ہیں جتنی کہ دملج کی کتابوں میں اس نے داخل کی ہیں۔

اور اسی طرح ابو الحسین الطحطاوی نے بھی دملج کی کتابوں میں احادیث داخل کیں جیسا کہ اس کا ذکر ذہبیؒ نے کیا ہے اور ان دونوں راولیوں کو ابن حجر نے بلا دلیل ایک ہی بنا ڈالا اور اللہبار ان لوگوں میں سے تھا جن کے پاس دملج آتا جاتا تھا تو اس نے اس کے مذہب کی تائید کی اور ابو حنیفہؒ اور اس کے اصحاب پر اپنی تاریخ میں لمبے چوڑے اور بے شری سے طعن لگائے اور اللہ تعالیٰ ہی اس سے حساب لینے والا ہے اور اس کی تعریف صرف وہی آدمی کر سکتا ہے جو اس کے دغائل (کسی کی بات میں زائد چیزیں شامل کر لینا) سے واقف نہ ہو۔ یا وہ شخص تعریف کرے گا جو اس کا ہم مذہب ہے۔ اور سفیان بن وکیع کا منشی کذاب

تھ۔ اس کی کتابوں میں اپنی مرضی کے مطابق جو چاہتا، جھوٹ لکھ دیتا پھر وہ ان کو روایت کرتا تو لوگوں نے اس پر اس کو متنبہ کیا اور اس کو بتلایا کہ اس کے فحشی نے تبدیلی کی ہے تو اس نے ان لوگوں کی باتوں پر عمل نہ کیا تو اہل نقد کے ہاں ایسا راوی احتجاج کے مرتبہ سے گر جاتا ہے۔ اور ابو حنیفہؒ تو اللہ کی مخلوق میں کلمہ حق کو علانیہ بلند کرنے والے اور حق کا علی الاعلان پرچار کرنے والے تھے۔ پس اگر وہ ان لوگوں میں سے ہوتے جو تقیہ کرتے ہیں تو ابن بیبرہ ان کو نہ مارتا اور نہ ہی کوفہ کا والی ان کو ایسی ظالمانہ سزا میں مبتلا کرتا جس کا ذکر ابن عبد البرؒ نے کیا ہے۔ اور نہ ہی منصور ان کو مارتا حتیٰ کہ ان کی وفات بھی اس حالت میں ہوئی کہ وہ قید میں تھے تو ابن ابی لیلیٰ کی کیا طاقت تھی کہ اس کے سامنے ابو حنیفہؒ تقیہ کرتے۔ پس کیا اس کی سزا کا ان ظالموں کی سزا سے بڑھ کر تصور کیا جاسکتا ہے؟ اور یہ خبر کھلا جھوٹ ہے۔

اعتراض ۳۳: (کہ حماد بن ابی سلیمان نے ابو حنیفہؒ کے نظریہ سے براءت کا اعلان کیا اور اس سے توبہ طلب کی مگر ابو حنیفہؒ بعد میں بھی اسی نظریہ کا پرچار کرتے رہے۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ سند اور متن دونوں اس واقعہ کے من گھڑت ہونے کی گواہی دیتے ہیں) اور خطیبؒ نے طبع کوئی کے ص ۳۸۰ اور طبع ثانیہ کے ص ۳۸۷ میں ابراہیم بن عمر البرکی۔ محمد بن عبد اللہ بن خلف الدقاق۔ عمر بن محمد بن عیسیٰ الجوهری۔ ابو بکر بن الاثرم۔ ہارون بن اسحاق۔ اسماعیل بن ابی احکم۔ عمر بن عبید اللہ النافسی کی سند نقل کر کے کہا کہ عمر بن عبید اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک حماد بن ابی سلیمان نے ابو حنیفہؒ کی طرف پیغام بھیجا کہ بے شک میں تیرے نظریہ سے اس وقت تک بری ہوں جب تک کہ تو اس سے توبہ نہ کر لے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس کے پاس ابن ابی غنیہ تھے تو اس نے کہا کہ مجھے میرے پڑوسی نے بتایا ہے کہ بے شک توبہ طلب کرنے کے بعد بھی ابو حنیفہؒ اسی نظریہ کا پرچار کرتے رہے جس سے ان سے توبہ طلب کی گئی تھی۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ اس کی سند میں عمر بن محمد بن عیسیٰ السدیقی الجوهری ہے جس کے بارے میں ذہبی نے کہا کہ اس کی حدیث میں بعض نامعلوم باتیں ہوتی ہیں اور یہ اس موضوع حدیث القرآن کلامی ومنیٰ خرج کو روایت کرنے میں منفرد ہے۔ تفصیل کے لیے المیزان کا وہ حصہ دیکھیں جس میں اس کی سند پر بحث ہے۔ اور اس روایت کا راوی

اسماعیل بن ابی الحکم جو ہے، وہ اسماعیل بن ابی الحکم القرظی نہیں ہے جس کی وفات ۳۳۰ھ میں ہوئی کیونکہ اس کو ہارون بن اسحاق نے نہیں پایا جس کی وفات ۲۵۸ھ میں ہے تو یہ اسماعیل مجہول ہے اور اگر وہی ہے تو پھر کلام منقطع ہے جیسا کہ آگے صید النفاہی کا کلام بھی منقطع ہے (کیونکہ اس نے حملو بن ابی سلیمان کے ابو حنیفہ کی طرف پیغام بھیجے کا معاملہ خود نہیں دیکھا) اور تاریخ بغداد کے پہلے مطبوعہ نسخے اور ہندی نسخے میں ابن ابی غنیہ ہے اور قلمی نسخہ میں ابن ابی عیینہ ہے اور مصری دوسرے مطبوعہ نسخے میں ابن عیینہ ہے اور مجھے معلوم نہیں کہ انہوں نے دوسرے نسخے میں کیسے ابن عیینہ بنا ڈالا ہے اور الملک المعظم کی کتاب میں ابن ابی غنیہ ہی ہے اور وہ عبد الملک بن حمید بن ابی غنیہ الکوفی ہے جو کہ ابن عیینہ کے شیوخ میں سے ہے اور ہم نہیں جانتے اور نہ ہی خطیب کو معلوم ہوگا کہ وہ پڑوسی کون تھا جس نے کہا کہ ابو حنیفہ اسی نظریہ کا پرچار کرتے تھے جس سے ان سے توبہ طلب کی گئی تھی۔

اس واقعہ کا یہ حل تو سند کے لحاظ سے تھا اور بہر حال متن کے لحاظ سے یہ ہے کہ بیشک اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ جس نے سب سے پہلے قرآن کے مخلوق ہونے کا قول کیا تھا، وہ الجعد بن ذرہم تھا اور یہ قول اس نے ۳۳۰ھ سے کچھ سال بعد کیا تھا اور یہ واقعہ حملو بن ابی سلیمان کی وفات کے کئی سال بعد ہوا اس لیے کہ بیشک اس کی وفات ۳۴۰ھ یا اس سے پہلے ہوئی تو کیسے تصور کیا جاسکتا ہے کہ اپنے شیخ کی زندگی میں ابو حنیفہ ایسا قول کرتے پھر وہ اس کی طرف پیغام بھیج کر اس سے براءت کا اظہار کرتے حالانکہ وہ تو ساری زندگی اس سے ظاہری یا نظریاتی لحاظ سے دور ہوئے ہی نہیں کہ پیغام کی نوبت آتی جیسا کہ خو خطیب نے ج ۳ ص ۳۳۳ میں اس کا ذکر کیا ہے بلکہ ابو حنیفہ کا حملو بن ابی سلیمان سے جدا نہ ہونا تو ایسی بات ہے کہ اس کو متواترات میں شمار کیا جاسکتا ہے۔

پس اس سے معلوم ہو گیا کہ بیشک حملو بن ابی سلیمان بالاتفاق خلق قرآن کا قنہ رومنا ہونے سے پہلے ہی فوت ہو گئے تھے اور ابو حنیفہ اس کے ساتھیوں میں سے سب سے زیادہ پسندیدہ ساتھی تھے یہاں تک کہ وہی بالاتفاق علم میں اس کے خلیفہ بنے اور ان کو باقی ساتھیوں کی بہ نسبت حملو بن ابی سلیمان کے ساتھ زیادہ ملازمت (رفاقت) حاصل تھی اور ایسی رفاقت حاصل تھی کہ وہ ان کی وفات تک ان کی گھریلو خدمات بھی سرانجام دیتے تھے جیسا کہ صحیح سندوں سے اس کا ثبوت ہے۔ جب یہ معاملہ ہے تو ان کے درمیان پیغام رسانی

کیونکر ہو سکتی ہے؟ اور اس کی تفصیل کے لیے ابو الشیخ کی تاریخ امہان کے حوالہ سے ہم نے لفت اللحظ میں جو نقل کیا ہے، اس کا مطالعہ کریں۔ اور جب قرآن کریم کی اس حیثیت کو لیا جائے کہ وہ کلام اللہ ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم ہے تو اس معنی کو لے کر تو امام ابو حنیفہ ایسا قول کرنے سے بہت ہی زیادہ بری الذمہ تھے کہ قرآن مخلوق ہے اور یہی نظریہ ابن کا علق قرآن کے نظریہ کے فتنہ کے وقت سے وقت تک رہا۔ جب معاملہ یوں ہے تو کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے شیخ کی زندگی میں یہ قول کریں جس کی وفات ہی اس فتنہ کے رونما ہونے سے کئی سال پہلے ہوئی جیسا کہ ابن رویات سے ظاہر ہوتا ہے جو صحیح سندوں کے ساتھ ابن ابی العوامؒ اور الصمیریؒ اور ابن عبد البرؒ بلکہ خود خطیبؒ نے روایت کی ہیں۔ تو اس بحث سے واضح ہو گیا کہ جیسے اس واقعہ کی سند میں گڑبڑ ہے، اسی طرح حالات بھی اس واقعہ کے جھوٹ ہونے کے شہد ہیں۔

اعتراض ۳۴: (کہ ابو حنیفہؒ نے کہا کہ ابن ابی لیلیٰؒ میرے ساتھ ایسا سلوک جائز سمجھتا ہے جو میں کسی جانور کے لیے بھی جائز نہیں سمجھتا)

اور خطیبؒ نے طبع لول کے ص ۳۸۰ اور طبع ثانی کے ص ۳۸۷ میں الخلال، البحریری، النخعی ابن کاس، عبد اللہ بن غنام، محمد بن الصقر بن مالک بن مغول کی سند نقل کر کے کہا کہ محمد بن الصقر نے کہا کہ میں نے اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہؒ سے سنا، وہ کہتے تھے کہ ابو حنیفہؒ نے کہا کہ بیشک ابن ابی لیلیٰؒ میرے بارے میں ایسی کارروائی جائز سمجھتا ہے جو میں کسی جانور کے لیے بھی جائز نہیں سمجھتا)

الجواب: میں کہتا ہوں کہ یہی واقعہ ابن ابی العوام جب دولابی، یعقوب بن اسحاق بن ابی اسرائیل کی سند سے محمد بن الصقر سے نقل کرتے ہیں تو اس میں بھی بھیمہ کی جگہ سنورہ کے الفاظ ہیں اور یہ معنی میں بہت ہی ماسعوم ہے (یعنی اس عبارت کا مفہوم متعین کرنا مشکل ہے) اور اس روایت میں محمد بن الصقر جو ہے، وہ ابو مالک محمد بن الصقر بن عبد الرحمن ابن بنت مالک بن مغول ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے اور تاریخ بغداد کے مطبوعہ تینوں نسخوں میں الصقر کی جگہ الشعر ہے اور یہ تحریف ہے۔

اعتراض ۳۵: (کہ ابن ابی لیلیٰ نے اشعار میں ابو حنیفہؒ کو برے آدمی کا کافر شیخ کہا ہے۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اس روایت میں صرف امام ابو حنیفہؒ کی ہی نہیں بلکہ اور بھی کئی عظیم الشان شخصیتوں کی شاعر نے گستاخی کی ہے جس کا وہاں شاعر اور اس روایت کو نقل کرنے والوں پر ہے)

اور خطیبؒ نے طبع اول کے ص ۳۸۰ اور طبع ثانی کے ص ۳۸۷ میں محمد بن حید اللہ النخعی، محمد بن عبد اللہ بن ابراہیم الشافعی، عمر بن البیض البزاز، عبد اللہ بن سعید کی سند نقل کر کے کہا کہ عبد اللہ بن سعید نے ابن پیبرہ کے محل میں بیان کیا کہ بیشک میرے باپ نے بتایا کہ ابن ابی لیلیٰ یہ اشعار پڑھا کرتے تھے۔

انی شئت المرجئین وراہم
عمر بن ذر وابن قیس الماصر
وعتیبۃ اللباب لا نرضی بہ
وابا حنیفۃ شیخ سوء کافر

بیشک میں مرجئہ نظریات کے لوگوں سے اور ان کی رائے سے نفرت کرتا ہوں جو کہ عمر بن ذر اور ابن قیس الماصر ہیں اور عتیبہ اللباب جو ہے، اس سے ہم راضی نہیں اور ابو حنیفہؒ سے جو کہ برے آدمی کا کافر شیخ ہے۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ عمر بن ذر تو بخاری، نسائی اور ترمذی اور ابو داؤد کا رلوی ہے، وہ بھی اور اس کا باپ بھی عبادت گزار بندوں میں سے تھے۔ یہ دونوں اس کا انکار کرتے تھے کہ ایمان قول اور عمل کے مجموعہ کا نام ہے اور انہوں نے یہ نظریہ اس لیے اختیار کیا تا کہ امت کو معصیت کے ارتکاب اور طاعت میں کوتاہی کی وجہ سے ایمان سے خارج کرنا لازم نہ آئے تو اس نے ان دونوں کو ارجاء کے ساتھ منسوب کر دیا اور یہ برے لقب سے پکارنا ہے اور ایسی بات (ان کو ارجاء کی طرف منسوب کرنا) صرف قدری یا خارجی سے ہی صادر ہو سکتی ہے جیسا کہ اس کی وضاحت پہلے ہو چکی ہے۔ اور اس عمر بن ذر نے ابو حنیفہؒ سے تین سال بعد وفات پائی اور عمر بن قیس الماصر تو علم اور پرہیز گاری میں بلند مرتبہ تھے اور اس کا باپ پہلا شخص ہے جس نے دجلہ اور فرات کے شہر کو بلیا اس طرح کہ بیشک اس نے سواروں کی جانچ پڑتال کے لیے ان کے ساحلوں کے درمیان ایک لمبی سی کھینچ دی جیسا کہ اس کا ذکر ابن السمعی نے لانساب میں الماصر کے ضمن میں کیا ہے۔ اور ابو الشیخ کی تاریخ

اصبان میں اس کا اور اس شہر کے رہنے والوں کا تفصیلی ذکر ہے۔ اور عیبہ الدیاب تو ابراہیم النخعی کا ساتھی اور احکم کلپ ہے۔ اور ابو حنیفہؒ تو امام اعظم ہیں جو اللہ کی وحدانیت پر ایمان رکھتے اور طاغوت کا انکار کرتے ہیں اور اگر یہ نہ ہوتے تو قدریہ اور خوارج اور ان کے جائل پیوکار ناقلین جمہور مسلمانوں کے دلوں پر حکمرانی کرتے اور ان کو راہ راست سے ہٹا دیتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ابو حنیفہؒ اور اس کے اصحاب کو توفیق بخشی کہ انہوں نے ان کے گمراہ کن نظریات کو واضح کیا یہاں تک کہ جمہور مسلمانوں کے سامنے ان کی گمراہی واضح ہو گئی تو وہ مسلمان گمراہی سے بچ کر ایک امین کی حفاظت میں ہو گئے۔ اور ابن ابی لیلیٰ کی شخصیت بہت بلند ہے اس بات سے کہ اس قسم کے گھٹیا اشعار پڑھے جن کا کہنے والا جہنم کے کتوں خارجیوں کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا جن کا نظریہ یہ ہے کہ جو ان کے نظریہ کا مخالف ہے وہ کافر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے لیے ہی خوبی ہے کہ ابو حنیفہؒ کا سینہ کس قدر وسیع ہے جب ان سے اس شخص کے متعلق پوچھا گیا جو ان کو کافر کہتا تھا تو انہوں نے کہا کہ جو مجھے کافر کہتا ہے میں اس کو کافر نہیں کہتا لیکن اس کو جھوٹا کہتا ہوں جیسا کہ العالم والمنعہم میں ہے جو ابو مقاتل حفص بن سلم کی ان سے کی گئی روایت میں ہے۔ اور تاریخ بغداد کے تینوں مطبوعہ نسخوں میں الی شان کے الفاظ ہیں مگر یہ درست نہیں اس لیے کہ اس صورت میں شعر کا معنی ہی نہیں بنتا اور شعر کے اصل الفاظ انی شنت ہیں جیسا کہ ہم نے ذکر کیے ہیں۔ اور آخری طبع میں ابو حنیفہؒ کے الفاظ ہیں مگر درست ابا حنیفہؒ ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے اور یہی ظاہر ہے۔ اور میں نہیں جان سکا کہ خطیبؒ نے اپنے لیے ان ائمہ کے بارے میں اس نقش اور کم فہمی پر مشتمل کلام کو لکھنا کیسے جائز سمجھ لیا۔ ایسی سند کے ساتھ جو کہ ساقط ہے بلوجودیکہ اس کو ان حضرات کا مرتبہ علم اور ورع میں معلوم ہے اور اگر خطیبؒ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ہوتا تو وہ ضرور اس پر ورہ لے کر اٹھتے یا اس کو تعزیراً قید کر دیتے جیسا کہ انہوں نے الحطینہ کے ساتھ کیا تھا جبکہ اس نے زبیرؓ کی اس سے بھی کم الفاظ میں توہین کی تھی۔ اس نے اس کے بارے میں اپنے اشعار میں کہا تھا

دع المکارم لا نرحل لبغینہا

واقعد فانک انت الطاعم الکاسی

تو قتل قدر کاموں کو چھوڑ دے اور ان کے حصول کے لیے سفر نہ کر۔ اور بیضارہ کیونکہ تو پیڑ لہاس پہننے والا ہے۔ (یعنی تجھے کھانے اور پہننے کی فکر ہے) تو حضرت عمرؓ نے

اس کو کئی سال قید کیے رکھا یہاں تک کہ اس نے توبہ کی اور معافی مانگی اور ان کی جانب
لکھا۔

ماذا تقول لا فراخ بنی مرخ
زغب الحواصل لا ماء ولا شجر
القیث کاسبهم فی قعر مظلمة
فاغفر علیک سلام اللہ یا عمر

محاکات کا مظاہرہ کرنے والے کے ان بچوں کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں جو کمزور
پوٹوں والے (کہ بھوک کی وجہ سے ان کے پوٹے کمزور ہو چکے ہیں) ہیں اور ایسی جگہ میں
ہیں جہاں نہ پانی ہے اور نہ کوئی درخت۔ ان کے لیے کمانے والے کو آپ نے تاریک گہری
جگہ میں ڈال دیا ہے۔ اے عمر! آپ پر اللہ کی جانب سے سلامتی ہو، پس آپ معاف کر
دیں۔

تو حضرت عمرؓ نے اس کو معاف کر دیا اور اس کو آزاد کر دیا اور یہ واقعہ فقہ کی
کتابوں میں باب التعزیر میں مشہور ہے، صرف لوب کی کتابوں میں نہیں ہے تو جب ان
اشعار کا کہنے والا سزا کا مستحق ہے کہ اس کو کئی سال تک قید میں رکھا جائے تو اس شخص کی
سزا کی مقدار کتنی ہوگی جو ان اشعار کا کہنے والا ہے (جو ابو حنیفہؒ وغیرہ کی گستاخی پر مشتمل
ہیں) اور ان اشعار کی غلطی پر آگاہ بھی نہیں کرتا۔

اور ان اشعار میں شریعت کے خلاف جو بغضات اور کھلے جرائم کا ارتکاب ہے، وہی
آپ کے لیے کافی ہے کہ اس بارہ میں سند کے لحاظ سے بحث نہ کی جائے کیونکہ معلوم ہو چکا
کہ یہ خبر کلام کے لحاظ سے ہی ساقط ہے لیکن ان میں سے بعض کی طرف اشارہ کرنے میں
کوئی حرج نہیں ہے۔

پس میں کہتا ہوں کہ ابن ابیہمؒ اور اس سے نچلے راویوں کے بارہ میں تو کلام ہی
چھوڑ دیں اور اس میں جو عبد اللہ بن سعیدؒ راوی اپنے باپ سے اور وہ اس کے والد سے
روایت کر رہا ہے۔ اگر یہ ابو عبد اللہ المقرئؒ ہے تو اس کے بارے میں امام بخاریؒ نے کہا ہے کہ
حضرات محدثین نے اس کو ترک کر دیا تھا۔ اور اگر وہ ابو سعیدؒ اللاحجؒ ہے تو اس کی کوئی
روایت عن ابیہ عن جدہ کی سند سے معروف نہیں ہے نیز یہ کہ اس کے باپ اور اس کے
والد کا حال معلوم نہیں ہے اور اگر یہ ان دونوں کے علاوہ کوئی اور ہے تو وہ بھی اور اس کا

باپ بھی اور اس کا دوا بھی بھول ہیں اور شیخ سوء کافر کا جملہ ترکیب میں ایسے ہی ہے جیسے جعفر ضب خرب ہے اور اس کا قائل صرف وہی ہو سکتا ہے جو خود برے آدمی کا کافر استد ہو۔

اعتراض ۳۶: کہ حملو بن ابی سلیمان نے ابو حنیفہؒ کو مشرک کہا اور اس کے مذہب سے بیزاری ظاہر کی۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ خلق قرآن کا مسئلہ تو حملو بن ابی سلیمان کی وفات کے بعد اٹھا اور پھر اصل روایت میں ابو فلاں کے الفاظ ہیں مگر راولیوں میں سے حاسدین نے اس کو ابو حنیفہؒ بنا ڈالا۔

اور خطیبؒ نے طبع اول کے ص ۳۸۸ اور طبع ثانی کے ص ۳۸۸ میں محمد بن عبید اللہ الحنلی، الحسن بن ابی بکر، محمد بن عمر القرشی، محمد بن عبد اللہ الشافعی، محمد بن یونس، ضرار بن مرد، سلیم القاری، سفیان ثوری کی سند نقل کر کے کہا کہ سفیان ثوریؒ کہتے ہیں کہ مجھے حملو بن ابی سلیمان نے کہا کہ میرا پیغام ابو حنیفہؒ مشرک کو پہنچا دے کہ بیشک میں اس سے اس وقت تک بیزار ہوں جب تک وہ قرآن کے بارے میں اپنے نظریہ سے رجوع نہیں کرتا۔ اور پھر دوسری سند الحسن بن شجاع، عمر بن جعفر بن سلم، احمد بن علی الابرار، عبد الاعلیٰ بن واصل، ابو نعیم، ضرار بن مرد، سلیم بن عیسیٰ المقرئ، سفیان بن سعید ثوری نقل کر کے کہا کہ سفیان کہتے ہیں کہ میں نے حملو بن ابی سلیمان سے سنا، وہ کہہ رہے تھے کہ میری طرف سے ابو حنیفہؒ مشرک کو یہ پیغام پہنچا دو کہ بیشک میں اس کے مذہب سے بیزار ہوں یہاں تک کہ وہ توبہ کر لے۔ سلیم نے کہا کہ وہ قرآن کے مخلوق ہونے کا نظریہ رکھتے تھے۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ خلق قرآن کا نظریہ تو حملو بن ابی سلیمان کی وفات کے بعد رونما ہوا جیسا کہ علماء کی صراحت سے پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اور پہلی خبر کی سند میں محمد بن یونس الکلبی متکلم فیہ زلوی ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیں میزان الاعتدال۔ اور اس کا راولی ضرار بن مرد جو ہے وہ ابو نعیم الطحان ہے جس کے بارے میں ابن معین نے کہا کہ بیشک وہ کذاب ہے اور سلیم بن عیسیٰ القاری قراءت میں تو لہام تھا مگر حدیث میں ضعیف تھا۔ اور قراء میں کہنے ہی اس طرح کے ہیں اور ثوری سے منکر خبر روایت کی گئی ہے جس کو العقیلیؒ نے نقل کیا ہے اور اس کے راولیوں میں ضرار اور سلیم بھی موجود ہیں۔ اور وہ روایت جو بخاری نے خلق افضل کی بحث کے آغاز میں کی ہے کہ ابو فلاں مشرک کو پیغام دے دے کہ بیشک میں اس کے دین سے بیزار ہوں واللہ اعلم کہ اس ابو فلاں سے کون مراد ہے؟ آپ ان

راویوں کو دیکھیں کہ انہوں نے دونوں خبروں میں ابو فلاں کی جگہ ابو حنیفہ کر دیا۔ اور روایت کے متن میں کلام قرآن کے بارے میں کر دیا اور دوسری خبر سے ظاہر ہوتا ہے کہ بیشک وہ سلیم کا کلام ہے تو ان راویوں نے اس کو متن میں درج کر دیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا خالق ماننے سے شرک کہاں لازم آتا ہے؟ اور قرآن کریم کے الفاظ کو مخلوق کہنا تو شرک نہیں کہلاتا۔ پس سبحان اللہ کیسے ابو حنیفہؒ کو حملہ سے دور شمار کیا جا رہا ہے جو کہ حملہ کے علم کو پھیلانے والے تھے؟ اور کیسے سفیان ثوری کو حملہ کا قاصد ابو حنیفہؒ کی طرف شمار کیا جا رہا ہے؟ اللہ تعالیٰ اسی طرح رسوا کرتا ہے لہٰذا لوگوں کو جو دین کے ائمہ کے بارے میں نا زیبا کلام کا ارادہ کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی دونوں خبروں کا حال آپ کو معلوم ہو گیا۔

اعتراض ۷۳: (کہ حملہ بن ابی سلیمانؒ نے کہا کہ ابو حنیفہؒ کے نہ سلام کا جواب دو اور نہ اس کے لیے مجلس میں جگہ بناؤ اور حملہ نے کنکریوں کی مٹھی بھر کر ابو حنیفہؒ پر پھینکی۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اول تو یہ واقعہ ہی من گھڑت ہے اور اگر یہ ثابت بھی ہو جائے تو بعض دفعہ استدلال اپنے شاگرد سے کسی بات پر ناراض ہوتا ہے اور پھر راضی ہو جاتا ہے تو اس کو عیب میں شمار نہیں کیا جاسکتا اور پھر ناراضگی کی وجہ بھی مذکور نہیں ہے)

اور خطیبؒ نے طبع اول کے ص ۳۸۱ اور طبع ثانی کے ص ۳۸۸ میں عبد الباقی بن عبد الکریم، عبد الرحمن بن عمر الحلال، محمد بن احمد بن یعقوب قل حدثنی جدی، علی بن یاسر، عبد الرحمن بن الحکم بن بشیر بن سلیمان عن ابیہ او غیرہ واکبر خلقی لہ عن غیر ابیہ کی سند نقل کر کے کہا کہ اس راوی نے کہا کہ میں حملہ بن ابی سلیمان کے پاس تھا جبکہ ابو حنیفہؒ آئے تو جب اس کو حملہ نے دیکھا تو کہا لا مرحبا ولا سهلا اس کے آنے کی نہ خوشی ہے اور نہ ہی مبارک۔ اگر یہ سلام کرے تو تم اس کا جواب نہ دینا۔ اور اگر وہ بیٹھے تو اس کے لیے جگہ میں وسعت نہ کرنا۔ راوی کہتا ہے کہ جب ابو حنیفہؒ آکر بیٹھ گئے تو حملہ نے کوئی بات کی تو ابو حنیفہؒ نے اس کا جواب دیا تو حملہ نے کنکریوں کی مٹھی بھر کر اس کو ماری۔

الجواب: میں کہتا ہوں (کہ اگر یہ واقعہ ثابت ہو جائے تو) کبھی استدلال اپنے شاگرد پر تھوڑی دیر کے لیے سختی کرتا ہے پھر اس سے راضی ہو جاتا ہے اور یہ ان چیزوں میں سے نہیں ہے کہ شاگرد کے عیوب کے طور پر ان کو لکھا جائے۔ اس کے علاوہ اس واقعہ کا راوی عبد الرحمن بن الحکم بن بشیر بن سلیمان النہدی ہے۔ میں نے نہیں دیکھا کہ کسی نے اس کی توثیق کی ہو۔ پھر وہ اس روایت کو اپنے باپ یا باپ کے علاوہ کسی اور سے شک کے ساتھ

روایت کرتا ہے۔ پس اگر روایت اس کے باپ سے ہے تو روایت منقطع ہے اس لیے کہ اس کے باپ نے حملہ کو نہیں پایا اور اگر اس کے علاوہ کوئی اور ہے تو مجہول سے روایت ہے (روایت کا حل تو یہ ہے مگر) خطیبؒ کے ہاں اس جیسی روایت محفوظ ہوتی ہے۔ اور تاریخ بغداد کے تمام مطبوعہ نسخوں میں بشیر کہ جگہ شتر لکھا ہے حالانکہ صحیح وہی ہے جو ہم نے لکھا ہے۔ واللہ اعلم

اعتراض ۳۸: (کہ شریک نے کہا کہ ابو حنیفہؒ سے توبہ طلب کرنے کا معاملہ اتنا مشہور ہے کہ اس کو کنواری لڑکیاں بھی اپنے پردوں میں جانتی ہیں)

اور خطیبؒ نے طبع اول کے ص ۳۸۱ اور طبع ثانی کے ص ۳۸۹ میں ابن رزق، احمد بن جعفر بن سلم، احمد بن علی اللہار، احمد بن ابراہیم کی سند نقل کر کے کہا کہ احمد بن ابراہیم نے کہا کہ شریک سے پوچھا گیا کہ کیا ابو حنیفہؒ سے توبہ طلب کی گئی تھی تو اس نے کہا کہ اس کو کنواری لڑکیاں بھی اپنے پردوں میں جانتی ہیں۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ ابن رزق اور ابن سلم اور اللہار کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اور رہا احمد بن ابراہیم تو وہ انکری ہے اور اس کے الفاظ منقطع ہیں کیونکہ اس نے شریک کو انتہائی چھوٹی عمر میں پایا۔ اور تحقیق یہ ہے کہ بیشک شریک حدیث میں تو ثقہ تھا مگر لوگوں کے بارے میں اس کی زبان طویل تھی۔

اعتراض ۳۹: (کہ خالد القسری نے ابو حنیفہؒ سے توبہ طلب کی تھی تو اس معاملہ کو پوشیدہ رکھنے کے لیے ابو حنیفہؒ فقہ میں شروع ہو گئے)

اور خطیبؒ نے طبع اول کے ص ۳۸۱ اور طبع ثانی کے ص ۳۸۹ میں ابن الفضل، ابن درستیہ، یعقوب بن سفیان، الولید، ابو مسر، محمد بن فلیح المدنی عن اخیه سلیمان کی سند نقل کر کے کہا کہ سلیمان لوگوں میں جلدی پہچانی شخصیت تھی۔ اس نے کہا کہ خالد القسری نے ابو حنیفہؒ سے توبہ طلب کی تھی۔ راوی کہتا ہے کہ پس جب اس نے یہ دیکھا تو رائے (فقہ) میں شروع ہو گیا تا کہ اس نظریہ کو مخفی رکھ سکے۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ ابن درستیہ جو اس روایت میں راوی ہے، وہ عبد اللہ بن جعفر ہے جس کے بارے میں البرقلیؒ اور المالکائیؒ نے بہت کچھ کہا ہے اور اس کا راوی محمد بن فلیح ہے جس کے بارے میں ابن معینؒ نے کہا کہ وہ ثقہ نہیں ہے اور سلیمان بن فلیح کے

بارے میں ابو زرعہ کہتے ہیں کہ میں اس کو نہیں پہچانتا اور نہ ہی یہ جانتا ہوں کہ فلج کا محمد اور یحییٰ کے علاوہ کوئی بیٹا تھا۔ الخ

پس ہائے اللہ کی شان کہ خالد بن عبد اللہ القسری خلق قرآن کے مسئلے میں اس نظریہ کے رونما ہونے سے پہلے ہی فقیہ ملت ابو حنیفہؒ سے توبہ طلب کرتا ہے اور یہ القسری وہ ہے جس نے اپنی ماں کے لیے گرجا بنایا تھا جس میں وہ عبادت کیا کرتی تھی۔ اور یہ وہی ہے جس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ عید الاضحیٰ کے دن المجد بن درہم نے اس کی طرف سے قربانی کا جانور ذبح کیا تھا۔ اور یہ واقعہ مشہور ہونے اور پھیل جانے کے باوجود ثابت نہیں ہے کیونکہ اس میں القاسم بن محمد بن حمید المعمری روایت کرنے میں منقوہ ہے اور اس کے بارے میں ابن معین نے کہا کہ وہ کذاب غبیث تھا جیسا کہ علامہ ذہبیؒ کی میزان الاعتدال میں ہے۔ اگر یہ واقعہ خالد سے فرض کر لیا جائے تو اس زمانہ میں دین کے شعائر میں سے کسی ایک کی توہین پر علماء خاموش نہ رہتے اور جس آدمی کا قتل واجب ہے، اس کا خون بہانا اور چیز ہے اور اس کی جانب سے قربانی کا جانور ذبح کرنا اور بات ہے۔ (کیونکہ جس کا قتل واجب ہو اس کا خون بہانا اس کی توہین ہے جبکہ اس کی جانب سے قربانی کا جانور ذبح کرنا تو اس کا اعزاز ہے) اور تاریخ اسلام میں خالد کا کردار تو عیب اور عار ہے۔

اور ابن کثیر نے المجد کا قتل ۳۴ھ ذکر کیا ہے جبکہ القسری عراق کی ولایت سے اس سے چار سال پہلے ہی معزول ہو چکا تھا اور المجد کے اس بدعت کو ایجاب کرنے کی تاریخ کے بارے میں ابن ابی حاتم اور المالکلی نے جو ذکر کیا ہے وہ آپ کے پیش نظر ہونا چاہئے۔ اور اس کو بھی دیکھنا چاہئے جو خطیبؒ نے یہاں ایسی سند کے ساتھ نقل کیا ہے جس میں ایسے لوگ ہیں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ ابو حنیفہؒ سے توبہ طلب کرنے کا واقعہ ہشام بن عبد الملک کے زمانہ میں ۴۰ھ سے پہلے پیش آیا جبکہ القسری اس سل میں ولایت سے علیحدہ ہو چکا تھا۔ پھر خطیبؒ نے سند بیان کیے بغیر کہا کہ روایت کی گئی ہے کہ بیشک یوسف بن عمر نے اس سے توبہ طلب کی تھی۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بیشک جب اس نے توبہ کی تو رجوع کر لیا۔ اور زیادہ واضح بات یہ ہے کہ خلق قرآن کے مسئلے میں اس سے دوبار توبہ طلب کی گئی تو اس کا احتمال ہے کہ ایک مرتبہ یوسف نے اور دوسری مرتبہ خالد نے توبہ طلب کی۔ واللہ اعلم۔ اور اس نے پہلی روایت کو دوسری روایت سے متعارض کر کے روایت میں اضطراب نہیں مانا بلکہ توبہ طلب کرنے کے واقعہ میں تکرار پر محمول کیا لیکن اس جیسی جمع تب ہی ہو

سکتی ہے جبکہ دونوں سندیں صحیح ہوں اور دونوں خبروں کو اس طرح جمع کرنے کے ارادہ میں خطیبؒ کی کاروائی انتہائی تعجب کی بات ہے اس لیے کہ ان دو خبروں میں سے ایک کی سند اس نے لکھی ہے اور دوسری خبر کی بالکل کوئی سند ہی نہیں بتائی۔ اور یوسف بن عمر الشافعی وہ ہے جو عبد الملک کے زمانے میں خالد کے بعد ۳۴۰ھ میں عراق کا والی بنا اور شاید کہ معزز قارئین اس کو نہ بھولے ہوں جو ہم نے غلط قرآن کے رونما ہونے کی تاریخ کے بارے میں ابن ابی حاتمؒ اور اللاکائیؒ جیسے حافظین سے نقل کیا ہے تو البعد کا قتل یوسف الشافعی کے زمانے میں تھا نہ کہ خالد القسری کے زمانہ میں۔

اعتراض ۴۰: (کہ یوسف بن عثمان نے ابو حنیفہؒ سے توبہ طلب کی کہ کفر سے توبہ کرے) اور خطیبؒ نے طبع اول کے ص ۳۸۱ اور طبع ثانی کے ص ۳۹۰ میں علی بن طلحہ المقرئ، الحسن بن علی الجوهری، عبد العزیز بن جعفر الخرقی، علی بن اسحاق بن زاطیا، ابو معمر القطیعی، حجاج لاہور، قیس بن الریح کی سند نقل کر کے کہا کہ قیس کہتے ہیں کہ میں نے شہر کوفہ کے امیر یوسف بن عثمان کو دیکھا کہ اس نے ابو حنیفہؒ کو سزا دینے والی جگہ پر کھڑا کر کے اس سے توبہ طلب کی کہ وہ کفر سے توبہ کرے۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ یہ ابو حنیفہؒ سے توبہ طلب کرنے کے معاملہ میں تیسرا من گھڑت افسانہ ہے لیکن معلوم نہیں ہو سکا کہ اس زمانہ میں کوفہ کے والیوں میں سے یوسف بن عثمان کون ہے جیسا کہ مصری دونوں مطبوعہ نسخوں اور ہندی نسخہ اور دار الکتب کے قلمی نسخہ میں ہے۔ پس شاید کہ لفظ عمر میں تعحیف کر کے عثمان کر دیا گیا ہو کیونکہ عثمان کے درمیان الف کو حذف کر دیا جائے تو وہ رسم الخط میں عمر کے مشابہ ہے جیسا کہ پرانے لوگوں کا رسم الخط تھا۔ تو اس صورت میں یہ وہی یوسف بن عمر الشافعی ہو گا جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے نہ کہ یوسف بن عثمان۔ تو توبہ طلب کرنے کا قصہ ہشام بن عبد الملک کے زمانے میں اس کے اور خالد القسری کے درمیان دائر ہو گا۔ (اور اس کے متعلق بحث پہلے ہو چکی ہے)

ربی اس افسانہ کی سند تو اس میں ابن زاطیا ہے اور وہ کوئی قلیل تعریف آدمی نہ تھا جیسا کہ خود خطیبؒ نے اس کا اقرار کیا ہے۔ اور اس کا راوی ابو معمر القطیعی جو ہے، وہ اسماعیل بن ابراہیم بن معمر البوی ہے اور اس کے بارے میں ابن معینؒ نے کہا کہ اس پر اللہ کی رحمت نہ ہو کہ جب وہ رقبہ شہر کی طرف گیا تو پانچ ہزار احادیث بیان کیں تو ان میں سے تین ہزار میں غلطیاں کیں لے۔ اور وہ ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے قرآن کے

بارے میں آنے والے انتہائی دور میں حکومتی موقف کو تسلیم کر لیا تھا تو جب نکلا تو کہنے لگا ہم نے کفر کیا تو ہم بیچ نکلے لٹے۔ اور اس کا ایک راوی حجاج الاعور بہت ہی سخت اختلاط کا شکار تھا اور قیس بن الریح کو بہت سے اہل نقد نے چھوڑ دیا تھا، اس سے احادیث نہیں لیتے تھے اور اس کا بیٹا لوگوں سے احادیث لیتا، پھر اپنے باپ کی کتب میں شامل کر دیتا پھر وہ ان کو روایت کرتا۔ اور اس واقعہ کی سند کی قدر و قیمت کی اتنی وضاحت ہی کافی ہے اور ایسے موقع پر ایک اور عجیب روایت کی جاتی ہے جس کے گھڑنے والے نے اس پر وضع کا حکم نہیں لگایا اور وہ اس کے معاملے پر غور نہیں کر سکا یہاں تک کہ ہر دیکھنے والے کے سامنے اس کا پردہ چاک ہو گیا۔ اور وہ روایت وہ ہے جس کو ہبة اللہ الطبری نے شرح السنہ میں محمد بن احمد بن سہل الاصباحی، محمد بن احمد بن الحسن ابی علی الصواف، محمد بن عثمان، محمد بن عمران بن ابی لیلیٰ کی سند سے نقل کیا ہے کہ عمران بن ابی لیلیٰ نے کہا کہ میرے باپ نے مجھے بیان کیا کہ جب یہ آدمی یعنی ابو حنیفہؒ محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ کے پاس آیا تو حماد بن ابی سلیمانؒ وغیرہ نے اس کے خلاف گواہی دی کہ بیشک وہ قرآن کو مخلوق کہتا ہے۔ اور دیگر حضرات نے بھی حماد بن ابی سلیمانؒ کی طرح گواہی دی۔ پھر مجھے خالد بن نافع نے بتایا کہ ابن ابی لیلیٰ نے ابو جعفرؒ کی طرف لکھا جبکہ وہ مدینہ میں تھا اور اس میں وہ کچھ لکھا جو یہ شخص کہتا ہے اور اس کے خلاف ان کی شہادتوں کا بھی ذکر کیا اور یہ بھی لکھا کہ اس نظریہ کے متعلق اس کا اپنا اقرار بھی موجود ہے تو ابو جعفرؒ نے اس کی طرف لکھا کہ اگر وہ شخص اپنے نظریہ سے رجوع کر لے تو فہماورنہ اس کی گردن اتار دے اور اس کو آگ میں جلا دے لٹے۔

تو اس روایت کے مطابق ابو حنیفہؒ سے توبہ طلب کرنے کا قصہ حماد بن ابی سلیمان کی وفات سے پہلے ۳۰ھ سے بھی پہلے ثابت ہوتا ہے جبکہ ہشام بن عبد الملک الاموی کے دور میں ابو جعفر منصور العباسی مدینہ میں غائب تھا اور یہ عباسی حکومت سے کافی عرصہ پہلے ہوا ہے۔ پس اس خلط لوط اور رسوا کن من گھڑت افسانے کو بیان کرنے سے شرم آنی چاہئے۔ پس اس واقعہ کے خلاف اسویہ میں ہونے یا خلافت عباسیہ میں ہونے کے متعلق راویوں کے اس قدر خلط لوط کرنے کے بعد بھی اس سند کے راویوں کے بارے میں کسی وضاحت کی ضرورت باقی رہتی ہے؟ اور اس سند میں ان لوگوں نے ابو حنیفہؒ کے خلاف گواہی دینے والوں کے زمرہ میں حماد بن ابی سلیمان کو بھی شامل کر دیا ہے پس پاک ہے وہ ذات جو عقول کو تقسیم کرنے والی ہے۔

اعتراض ۴۱: (کہ شریک نے کہا کہ ابو حنیفہؒ سے کفر سے توبہ طلب کی گئی تھی۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ شریک تو ابو حنیفہؒ کی وفات کے بعد قاضی بنے تھے تو وہ کیسے ابو حنیفہؒ سے توبہ طلب کر سکتے تھے اور شریک سے ان تینوں روایات کے راوی قاتل احتملاً نہیں ہیں) اور خطیبؒ نے طبع اول کے ص ۳۸۱ اور طبع ثانی کے ص ۳۹۰ میں الحسین بن محمد ابو الخلال، جریر بن محمد المصل، محمد بن جبویہ النخاس، محمود بن غیلان، یحییٰ بن آدم کی سند نقل کر کے کہا کہ یحییٰ بن آدم نے کہا کہ میں نے شریک سے سنا، وہ کہتے تھے کہ ابو حنیفہؒ سے دو مرتبہ توبہ طلب کی گئی تھی۔ اور پھر خطیبؒ نے ابن الفضل، ابن درستیہ، یعقوب، الولید بن عتبہ الدمشقی — اور یہ ان لوگوں میں سے تھا جن کو خود اپنی جان دکھ میں ڈالتی ہے — ابو مسر، یحییٰ بن حمزہ، سعید بن عبد العزیز جالس کی سند نقل کر کے کہا کہ سعید بن عبد العزیز نے کہا کہ مجھے شریک بن عبد اللہ نے بتایا جو کہ کوفہ کا قاضی تھا کہ بیشک ابو حنیفہؒ سے دو مرتبہ زندقہ (بے دینی) سے توبہ طلب کی گئی۔ اور پھر خطیبؒ نے علی بن محمد بن عبد اللہ المصل، محمد بن احمد بن الحسن الصواف، عبد اللہ بن احمد بن حنبل، ابو معمر کی سند نقل کر کے کہا کہ ابو معمر نے کہا کہ شریک سے پوچھا گیا کہ ابو حنیفہؒ سے کس لیے تم نے توبہ طلب کی تھی تو اس نے کہا کفر سے۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ شریک سے یہ تین روایات ہیں۔ تو پہلی سند میں محمد بن جبویہ الہمدانی النخاس ہے اور تاریخ بغداد کے مطبوعہ تینوں نسخوں میں جبویہ کے بجائے حیویہ ہے اور یہ تحقیق ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ اور یہ راوی متمم با کذب ہے یہاں تک کہ ذہبی نے تخیص المستدرک میں بیئہ کی حدیث پر بحث کرتے ہوئے کہا جس کے الفاظ یہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انا الشجرة میں درخت ہوں۔ وفاطمة فرعها اور فاطمہ اس کی شاخ ہے۔ وعلى لقاحها اور علی اس کا قلع (وہ زرخشہ جو کجور کے مادہ خوشے پر ڈالا جاتا ہے تاکہ پھل حاصل ہو) ہے۔ والحسن والحسين ثمرتها اور حسن اور حسین اس درخت کے پھل ہیں۔ وشيعتنا ورقها اور ہمارے شیعہ اس درخت کے پتے ہیں۔ واصلها في جنة عدن اور اس درخت کی جڑ جنت عدن میں ہے۔ ذہبی نے اس پر بحث کرتے ہوئے کہا کہ یہ روایت محمد بن جبویہ الہمدانی کی سند سے مروی ہے اور ابن جبویہ متمم با کذب ہے کیا پس مولف یعنی حاکم کو شرم نہیں آئی کہ اس من گھڑت افسانے کو ایسی سندوں سے ان اقوال کو ثابت کرنے کے زموں میں لاتا ہے جو یقین سے ان کی شرائط

کے مطابق ہونے کے باوجود چھوٹ گئے تھے لڑے۔ اور اسی طرح ذہبی نے مشنبہ النسبة میں بھی کہا ہے ومحمد بن جبويه الهمداني عن محمود بن غيلان لڑے لیکن اس کا ابن غیلان کو پانا اسی صورت میں ممکن ہو سکتا ہے جبکہ اس کی وفات ۲۳۹ میں ہو جیسا کہ ابو رجاہ المروزی کا قول ہے جو تاریخ المروزة میں غریب روایت میں سے ہے اور لیل نقد نے اس پر اکتفا نہیں کیا۔ بخاری نے کہا کہ وہ ۲۳۹ھ میں فوت ہوا لڑے۔ اور یہ واقعہ واضح جھوٹ ہے اور خاص کر ان الفاظ کے ساتھ کہ شریک نے کہا کہ میں نے ابو حنیفہؒ سے توبہ طلب کی تھی اس لیے کہ بیشک شریک تو ابو حنیفہؒ کی وفات کے پانچ سال بعد قاضی بنے تھے تو اس کی طرف توبہ طلب کرنے کی نسبت کرنا تو ابو حنیفہؒ کی زندگی میں نہیں ہو سکتا۔

اور بہر حال دوسری خبر تو اس کی سند میں ابن درستیہ ہے اور اس سے نحو کے علاوہ جو چیز بھی لی جائے گی، اس میں لیل کوفہ کے خلاف لیل بصرہ کی حمایت میں انتہائی تعصب پایا جاتا ہے حتیٰ کہ نحو میں بھی اس کا یہی حال ہے اور المالکائی اور البرقلی کا قول اس کے بارے میں پہلے گزر چکا ہے اور وہ چند دراہم کی خاطر نہ سنی ہوئی روایات بھی روایت کر دیتا تھا اور یحییٰ بن حمزہ تو قدری ہے اور لیل نقد کے پختہ قواعد میں سے ہے کہ بدعتی کی روایت اس شخص کے خلاف قتل قبول نہیں جو اس کی بدعت کی مخالفت کرتا ہو۔ اور ہو سکتا ہے کہ شریک ان لوگوں میں سے ہو جن کو پتہ ہی نہیں کہ زندہ کیا ہوتا ہے؟

اور تیسری خبر کی روایت میں الصواف روایت کر رہا ہے عبد اللہ بن احمد سے اور یہ روایت اجازہ ہے اور یہ لیل نقد کے ہاں منقطع کے حکم میں ہے اور عبد اللہ کا تعصب اور اس کا عمدہ راستہ سے انحراف ایسی واضح بات ہے کہ اس پر اس کی کتاب السنہ کے سوا کسی اور دلیل کی ضرورت ہی نہیں اور اس کا راوی ابو معمر جو عبد اللہ کا شیخ ہے، پس اگر وہ عبد اللہ بن عمرو المنقری البصری ہے تو وہ قدری ہے۔ اس کی روایت اس کے مذہب کے مخالف کے بارے میں قبول نہیں کی جاسکتی اور اگر وہ الہروی ہے تو اس کا بیان پہلے گزر چکا ہے اور پھر یہ بات بھی ہے کہ ابو معمر نے آگے اپنی سند شریک تک بیان ہی نہیں کی تو اس کا کلام منقطع ہے۔

اعتراض ۴۲: کہ سفیان ثوریؒ نے کہا کہ ابو حنیفہؒ سے دو مرتبہ کفر سے توبہ طلب کی گئی۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ ابن عبد البرؒ نے الانتقاء میں لکھا ہے کہ ابو حنیفہؒ سے توبہ طلب کرنے کے واقعات بالکل جھوٹ ہیں)

اور خطیبؒ نے طبع اول کے ص ۳۸۲ اور طبع ثانی کے ص ۳۹۱ میں ابن رزقؒ احمد بن عبد اللہ الوراقؒ ابو الحسن علی بن اسحاق بن عیسیٰ بن زاطیا الحمریؒ ابراہیم بن سعید الجوهریؒ معاذ بن معاذ کی سند اور پھر دوسری سند ابن الفضلؒ عثمان بن احمد اللدقاقؒ سہل بن ابی سہل الواسطیؒ ابو حفص عمرو بن علیؒ معاذ بن معاذ نقل کر کے کہا کہ معاذ کہتے ہیں کہ میں نے سفیان ثوریؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ابو حنیفہؒ سے دو مرتبہ کفر سے توبہ طلب کی گئی تھی۔

الجواب : میں کہتا ہوں کہ مطبوعہ مصری دونوں نسخوں میں استنبت کے الفاظ ہیں کہ سفیان ثوریؒ نے کہا کہ میں نے ابو حنیفہؒ سے توبہ طلب کی اور یہ الفاظ غلط ہیں اس لیے کہ بیشک ثوریؒ تو قاضی تھے ہی نہیں یہاں تک کہ ان کو توبہ طلب کرنے کا اختیار ہوتا اور واقعہ میں الفاظ وہی ہیں جو ہم نے ذکر کیے ہیں اور یہی الفاظ پہلی روایت اور ہندی نسخہ اور اس کتب کے علاوہ دیگر کتب میں مذکور واقعہ کے مطابق ہیں۔ اور رہا معاملہ اس کی سند کا تو پہلی سند میں ابن رزقؒ اور ابن زاطیاؒ ہیں اور دوسری سند میں عثمان بن احمدؒ ہے جو ابو عمرو بن السماک کے نام سے مشہور ہے جس کی طرف پہلی اخبار روایت کرنے کا اشارہ کیا جاتا ہے اور عمرو بن علیؒ الفلاسؒ تو اہل کوفہ سے انتہائی تعصب رکھنے والا اور بہت ہی زیادہ اعراض کرنے والا تھا۔ اور ان روایات کے بعد ایک اور روایت ہے جس کی پہلی سند میں ابن رزقؒ ابن سلمؒ الابار اور نعیم بن حمالؒ ہیں۔ اور دوسری سند میں ابن درستیہ اور نعیم بن حمالؒ اور ابن ان کے بعد اسی کے ہم معنی کچھ اور روایات ہیں جن کی اسناد میں نعیم بن حمالؒ اور ابن درستیہ اور الحمیدیؒ ہیں اور الحمیدیؒ جس کی طرف محمد بن عبد الحکمؒ نے لوگوں کے بارے میں باتوں سے متعلق کذب کی نسبت کی ہے اور بیشک ہم نے اس کو آزمایا بھی ہے اور ایک راوی مول ہے۔ اگر وہ ابن ابابہؒ ہے تو اس کو ابن معینؒ نے ضعیف کہا ہے جیسا کہ خطیبؒ نے نقل کیا ہے اور اگر وہ ابن اسماعیلؒ ہے جیسا کہ بعض طرق میں اس کی صراحت ہے تو وہ امام بخاریؒ کے ہاں متروک الحدیث ہے اور اس طبقہ میں ان دونوں کے علاوہ کوئی اور مول نہیں ہے اور عبد اللہ بن معمر متروک راوی ہے جیسا کہ المیزان میں ہے اور دونوں مطبوعہ نسخوں میں سلم بن عبد اللہؒ ہے اور ہندی نسخہ میں سلیمان بن عبد اللہؒ ہے تو ان میں سے کوئی نسخہ بھی درست ہو تو وہ اگر سلیم بن عبد اللہ الزہدیؒ ہے تو وہ کمزور ہے اور اگر وہ سلیمان بن عبد اللہ الرقیؒ ہے تو وہ لبس بشتی ہے اور اگر ان دونوں کے علاوہ کوئی اور ہے تو وہ مجہول ہے اور جریر بن عبد الحمیدؒ کے بارے میں یہ قول پایا جاتا ہے کہ وہ صرف

بکریاں چرانے کے قاتل ہی ہے اور ثعلبہ بن سہیل القاضی کو ابن الجوزیؒ نے الصفاء میں ذکر کیا ہے اور یحییٰ بن معینؒ نے کہا کہ وہ لبس بشتی ہے اور ابن عبد البرؒ کی عبارت الانتقاء میں استنیب ابو حنیفہ مرتب ہے اور اس میں من الکفر کے الفاظ نہیں ہیں۔ پھر ابن عبد البرؒ نے اپنی سند کے ساتھ عبد اللہ بن داؤد الخرمی الحافظ سے نقل کیا ہے کہ ابو حنیفہؒ سے توبہ طلب کرنے کے واقعات بالکل جھوٹ ہیں۔ تفصیل کے لیے الانتقاء دیکھیں۔ اور یزید بن زریج کی عبارت کی سند میں البغویؒ ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اور عبد اللہ بن لوریس کی عبارت استنیب ابو حنیفہ مرتب ہے اور بعض طرق میں اسد بن موسیٰ ہے جو ابن حزم کے ہاں مکر الحدیث ہے اور وہ روایت جو عبد اللہ بن احمد عن ابیہ کی سند سے کی گئی ہے اس میں احمد بن عبد اللہ بن ابان البیہقی ہے جو علم حدیث میں بالکل کورہ ہونے کے ساتھ ساتھ مغفل تھا جیسا کہ خطیبؒ نے کہا ہے۔ اور احمد بن سلمان الخلیل حنبلی ہے جس کے بارے میں دار قطنیؒ نے کہا کہ وہ دوسروں کی کتابوں سے ایسی حدیثیں بھی بیان کرتا تھا جو اس کے اصول کے مطابق نہ ہوتی تھیں۔ اور یہ انتہا ہے ان خبروں کی جن کو خطیبؒ نے اسناد کے ساتھ ابو حنیفہؒ سے توبہ طلب کرنے کے بارے میں نقل کیا ہے۔ اور ہر قسم کا گرد و غبار اکٹھا کر کے کثرت طرق لانے کی انتہائی کوشش کی ہے۔ اور جو ہم نے ذکر کیا ہے وہ یقیناً ان اسانید کی کمزوریاں ظاہر کرنے میں کافی ہے۔ علاوہ اس کے یہ بات بھی ہے کہ خلق قرآن کا نظریہ تو اس وقت ضلالت و گمراہی ہے جبکہ اس سے مراد قرآن کی وہ حیثیت لی جائے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ قائم ہے اور وہ کلام نفسی ہے۔ بہر حال حروف اور ان کی ادائیگی کے وقت ان کی آواز جو تلاوت کرنے والوں کی زبانوں سے نکلتی ہے اور حروف کو ملانا اور قطع کرنا اور ان کو لکھنے کی بنیادی اور مصاحف کے اوراق میں ان حروف کے جو نقوش ہیں اور وہ حروف جو حفظ کرنے والوں کے دماغوں میں متخیل ہوتے ہیں تو وہ یقیناً مخلوق ہیں، حادث ہیں۔ اور اس کے برعکس دعویٰ ضد بازی اور کھلی گمراہی ہوگی نیز علم اور ذہانت میں امام ابو حنیفہؒ کا پایہ بہت بلند ہے۔ وہ یقیناً کلام نفسی کے علاوہ دوسری حیثیت کو ہی مخلوق کہیں گے جیسا کہ ان کا مرتبہ بلند ہے اس سے کہ وہ پہلے یعنی کلام نفسی کو مخلوق کہیں۔ لیکن جاہل ناقلین کو آپ دیکھیں گے کہ وہ کافر قرار دینے میں لاپرواہی کرنے لگے ہیں اور آپ کو تعجب ہو گا جب آپ دیکھیں گے کہ ابن ابی حاتم جیسا آدمی کہتا ہے کہ بیشک قرآن کو مخلوق کہنے والا لپکا کافر ہے، ملت سے نکل جاتا ہے۔ اس سے اس کی مراد قرآن کریم

کے الفاظ ہیں کہ الفاظ کو مخلوق کہنے والا کافر ہے جیسا کہ اس کے کلام کے سیاق سے ظاہر ہوتا ہے اور آپ کا تعجب بڑھ جائے گا جب آپ دیکھیں گے کہ وہ امام بخاریؒ کے بارے میں کہتا ہے کہ چونکہ وہ لفظ کو مخلوق کہتے ہیں اس لیے اس کو ابو ذرؓ اور ابو حاتمؒ نے ترک کر دیا۔ اور اللہ تعالیٰ کی اپنی مخلوق میں مختلف خمیاں ہیں اور کوئی تعجب نہیں کہ کسی کی بات کو جاہل ناقصین عیب کے طور پر ہی بیان کرنے لگ جائیں حالانکہ وہ بات اس کی منقبت کی ہوتی ہے۔

امام ابو حنیفہؒ سے توبہ طلب کرنے کی روایت ثقہ راویوں سے

اور یہاں ابو حنیفہؒ سے توبہ طلب کرنے کی ایک اور روایت ہے۔ ہم اس کا ذکر کرتے ہیں کیونکہ اس میں فوائد ہیں۔ اور یہ وہ روایت ہے جس کو ابن ابی العوام الحافظ نے الحسن بن حماد سجاد کے واسطے سے ابو قطن عمرو بن المہشم البصری سے روایت کیا ہے کہ ابو قطن نے کہا کہ میں نے کوفہ جانے کا ارادہ کیا تو شعبہؒ سے کہا کہ کیا آپ کوفہ میں کسی کی طرف رقعہ لکھنا چاہتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ ابو حنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ کی طرف لکھنا چاہتا ہوں تو میں نے کہا کہ آپ مجھے ان دونوں کی طرف لکھ دیں تو انہوں نے لکھ دیا اور میں کوفہ چلا گیا اور میں نے وہاں لوگوں سے پوچھا کہ ابو حنیفہؒ اور سفیان میں سے زیادہ عمر والے کون ہیں تاکہ میں ان کو رقعہ پہلے پہنچاؤں تو مجھے بتایا گیا کہ ابو حنیفہؒ عمر رسیدہ ہیں تو میں نے ان کو رقعہ دیا تو انہوں نے کہا کہ میرا بھائی ابو بسطام کیسا تھا؟ تو میں نے کہا کہ وہ خیریت سے تھے۔ پس جب انہوں نے رقعہ پڑھا تو کہا کہ جو چیز ہمارے پاس ہے، وہ تجھے بخش دی جائے گی اور جو ہمارے پاس نہیں بلکہ کسی دوسرے کے پاس ہے تو اس کے لیے ہم تمہاری مدد کریں گے۔ اور پھر میں سفیان ثوریؒ کی جانب گیا تو اس کو وہ رقعہ پہنچایا تو انہوں نے بھی مجھے وہی کہا جو ابو حنیفہؒ نے کہا تھا۔ پھر میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کی طرف سے ایک روایت بیان کی جاتی ہے کہ آپ کہتے ہیں کہ بیشک ابو حنیفہؒ سے دو مرتبہ کفر سے توبہ طلب کی گئی تھی، کیا وہ ایسا کفر تھا جو ایمان کی ضد ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ جب سے میں نے یہ بیان کیا ہے، اس وقت سے لے کر اب تک اس مسئلے کے بارے میں تیرے سوا کسی نے مجھ سے نہیں پوچھا۔ اور اپنا سر جھکا لیا پھر کہا کہ نہیں (ایسا نہ تھا) لیکن اصل اشاری کوفہ میں داخل ہوا تو اس کے پاس ایک جماعت آئی تو انہوں نے اس سے کہا بیشک یہاں ایک ایسا

آدی ہے جو گنہگاروں کو کافر نہیں کہتا اور ان کی مراد اس شخص سے ابو حنیفہ تھے۔ تو اس نے پیغام بھیجا تو وہ اس کے پاس حاضر ہوئے اور اس نے کہا اے شخص مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ اہل معاصی (گنہگاروں) کو کافر نہیں کہتے تو انہوں نے کہا کہ یہ تو میرا مذہب ہے تو اس نے کہا کہ یہ یقیناً کفر ہے پس اگر تو نے توبہ کر لی تو ہم تیری توبہ قبول کر لیں گے اور اگر تو نے انکار کیا تو ہم تجھے قتل کر دیں گے تو انہوں نے کہا کہ میں کس بات سے توبہ کروں؟ تو اس نے کہا کہ اسی سے تو انہوں نے کہا کہ میں کفر سے توبہ کرتا ہوں۔ پھر وہ چلے گئے تو منصور کے ساتھیوں کی جماعت آئی تو انہوں نے واصل کو کوفہ سے نکل دیا پھر کچھ مدت کے بعد منصور نے موقع پایا تو وہ کوفہ میں داخل ہوا تو وہی جماعت اس کے پاس آکر کہنے لگی بیشک وہ آدمی جس نے توبہ کی تھی وہ اپنے اسی سابقہ نظریے کا ہی پرچار کرتا ہے تو اس نے بلانے کے لیے پیغام بھیجا تو وہ اس کے پاس حاضر ہوئے تو اس نے کہا اے شیخ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ بیشک آپ اپنے اسی نظریہ کی طرف لوٹ گئے ہیں جو تمہارا پہلے تھا تو انہوں نے کہا کہ وہ کیا ہے؟ تو اس نے کہا کہ بیشک آپ گنہگاروں کو کافر نہیں کہتے تو انہوں نے کہا وہ تو میرا مذہب ہے تو وہ کہنے لگا کہ بیشک یہ ہمارے نزدیک کفر ہے پس اگر آپ نے توبہ کر لی تو ہم تمہاری توبہ قبول کر لیں گے اور اگر آپ نے انکار کیا تو ہم تجھے قتل کر دیں گے۔ تو انہوں نے کہا کہ چست و چالاک لوگ قتل نہیں کیے جاتے یہاں تک کہ اس نے تین مرتبہ توبہ طلب کی تو انہوں نے کہا کہ میں کس چیز سے توبہ کروں تو اس نے کہا کفر سے۔ تو انہوں نے کہا بیشک میں کفر سے توبہ کرتا ہوں۔ پس یہی وہ کفر ہے جس سے ابو حنیفہ سے توبہ طلب کی گئی تھی الخ۔ اور اسمیں اہل بات ہے اس لیے کہ بیشک ابو القاسم بن ابی العوام الحافظ ہے، نسائی کا ساتھی ہے اور سجادہ اور ابو قطن سارے کے سارے ثقہ اور ثبت ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی ان لوگوں سے حسب لے گا جو من گھڑت گمراہ کن افسانوں کے ساتھ اس امام فقیہ ملت کی شہرت کو داغدار کرنا چاہتے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سلامتی کی درخواست کرتے ہیں۔

اعتراض ۴۳: (کہ ابن لوریس نے کہا کہ جو ایمان میں کمی زیادتی کا نظریہ نہیں رکھتا، وہ کذاب ہے)

اور خطیبؒ نے طبع اول کے ۳۸۳ اور طبع ثانی کے ص ۳۹۳ میں ایک سند ابن رزق، البرقانی، محمد بن جعفر بن العیثم الانباری، جعفر بن محمد بن شاکر اور دوسری سند الحسین

بن شجاع الصوفی، محمد بن عبد اللہ الشافعی، جعفر بن محمد بن شاکر نقل کر کے کہا کہ جعفر بن محمد نے کہا کہ ہمیں رجاء اور وہ ابن السندی ہے، نے کہا کہ میں نے عبد اللہ بن اوریس سے سنا وہ کہتے تھے کہ ابو حنیفہؒ سے دو مرتبہ توبہ طلب کی گئی اور کہا کہ میں نے ابن اوریس کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ وہ شخص کذاب ہے جو یہ نظریہ رکھتا ہے کہ ایمان نہ گھٹتا ہے اور نہ بڑھتا ہے۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ عبد اللہ بن اوریس الاودی کوفہ کے نیک علماء میں سے ہونے کے باوجود کمزور فہم کے تھے اور لال فہم کے خلاف زبان درازی پسند کرتے تھے اور اہل علم حضرات ان چیزوں میں اس سے درگزر کرتے تھے جو وہ زبان درازی کرتا تھا۔ پس ہم اس خبر کی سند کے رجل پر لمبی بحث نہیں کرتے بلکہ ایمان میں زیادتی کے مسئلے پر ہی بحث کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ اور عقیدہ کے اعتبار سے ایمان میں زیادتی کا معاملہ صرف ان چیزوں کی زیادتی کا تصور کرنے کی صورت میں ہی ہو سکتا ہے جن پر ایمان لیا جائے اور یہ وحی کا زمانہ گزر جانے کے ساتھ ختم ہو چکا ہے۔ ہاں ایسا آدمی جو پہلے اجمالی ایمان لائے پھر تفصیل معلوم کرے تو جب تک اجمالی ایمان ہے، اس وقت تک اس میں زیادتی کا تصور کیا جا سکتا ہے یا اس وقت تصور ہو سکتا ہے کہ یقین اور شک کے لحاظ سے ایمان لانے والوں کے ایمان میں تفاوت ہو لیکن ایمان شرعی تو ایسے پختہ یقین کی صورت میں ثابت ہوتا ہے جس میں ذرا بھی نقص نہ ہو۔ پس جو شخص کہتا ہے کہ میں مومن ہوں اور مجھے معلوم نہیں کہ اللہ کے ہاں میرا کیا حال ہے یا کہتا ہے انا مؤمن ان شاء اللہ تو اگر اس سے اس کی مراد یہ ہے کہ خاتمہ کا علم نہیں اور میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرا خاتمہ بالخير کرے گا تو یہ ذرا بھی یقین کے متناہی نہیں ہے۔ اور اگر اس کی مراد یہ ہے کہ میں یہاں مومن ہوں اور میں نہیں جانتا کہ جس چیز پر یہاں ایمان کا اعتقاد رکھتا ہوں، وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی ایمان ہے تو ایسا آدمی شک میں مبتلا ہے، یقین کرنے والا نہیں ہے بلکہ وہ تو ایسی صورت میں یہ سمجھتا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ ایمان اس کے خلاف ہو جس کا وہ اعتقاد رکھتا ہے۔ تو ایسے آدمی کو ایمان کا ذرا بھی حصہ حاصل نہیں ہے اس لیے کہ اس کو کسی چیز پر یقین نہیں ہے۔ تو اس وضاحت سے یہ واضح ہو گیا کہ مومنوں کے ایمان کے درمیان یقین کے لحاظ سے بالکل تفاوت تصور نہیں کیا جا سکتا اور اگر یقین کے مرتبہ میں نقص ہو تو یہ کفر ہے۔ ہاں انبیاء کے ایمان اور علماء کے ایمان اور عوام کے ایمان میں اس لحاظ سے تفاوت ہے کہ عوام کا ایمان زوال کا

احتمل رکھتا ہے اور انبیاء کرام کا ایمان زوال کا احتمال نہیں رکھتے۔ اور زوال کا احتمال ہونا یا نہ ہونا خارجی امر سے پیدا ہوتا ہے۔ اور وہ ان کے ہاں یقین حاصل کرنے کے طرق میں نقلاوت کی وجہ سے ہے، نفس ایمان کے لحاظ سے نقلاوت نہیں ہے۔ پس انبیاء کرام کا ایمان اس درجہ کا ہے کہ ان سے اس کے زوال کا احتمال نہیں اس لیے کہ بیشک اس کا حصول ان کو مشاہدہ اور غالب وحی سے ہوتا ہے اور علماء کا ایمان ان کے نزدیک ایمان کے دلائل پر بعض شبہات طاری ہونے کی وجہ سے زوال کا احتمال رکھتا ہے اگرچہ یہ احتمال ضعیف ہوتا ہے۔ اور بہر حال عوام کا ایمان تو وہ بعض دفعہ معمول شک ڈالنے سے ہی زائل ہو جاتا ہے اور ایسا نقلاوت یقین میں نقلاوت میں سے نہیں ہے بلکہ یہ نقلاوت ان کے نزدیک یقین کے طرق کے نقلاوت میں سے ہے۔ پس انبیاء کا یقین وحی اور مشاہدہ سے ہے کہ ایمان ان دونوں کے ساتھ ایسی بدیہیات کے قائم مقام ہو جاتا ہے جو شک اور تھکیک کو قبول نہیں کرتیں اور علماء کا یقین نظر و فکر کی وجہ سے ہوتا ہے جس پر کبھی اس کے کسی مقدمہ پر شبہ طاری ہو جاتا ہے اور عوام کا یقین نقل و نقل اس چیز کے ثابت ہونے اور اقرار سے ہے تو ان کا ایمان چلتی ہوئی آندھی میں ہے۔ جب کوئی شک ڈالنے والا شک ڈالتا ہے تو اس کا ایمان بہت جلد زائل ہو جاتا ہے۔ تو اس بیان کے ساتھ ان شاء اللہ تعالیٰ مسئلے کی مکمل وضاحت ہو گئی اس شخص کے لیے جو کان لگا کر اور دل کو حاضر کر کے بات کو سنتا ہے۔

پس جو شخص یہ کہتا ہے کہ وحی کا زمانہ گزر جانے کے بعد ایمان اپنی ذات کے لحاظ سے نہیں بڑھتا اور نہ کم ہوتا ہے اس معنی میں کہ وہ تقیض کا احتمال نہیں رکھتا تو ایسا آدمی اگر ان کے نزدیک کذاب ہے تو ان کے کذاب قرار دینے کی وجہ سے اس آدمی پر کوئی ملامت نہیں ہے اور بیشک ہمیں ڈر لیا اس ذات نے جو الصالح الصدوق ہے علیہ السلام ایسے زمانے سے جس میں خائن کو امین اور سچے کو جھوٹا سمجھا جائے۔ مگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہلاکت کی جگہوں میں گرنے اور خواہشات نفسانیہ کی پیروی کرنے سے بچائے۔

اعتراض ۴۴: (کہ ابو بکر بن واؤڈ نے کہا کہ امام مالک، امام لوزاعی، امام الحسن بن صلیح، امام سفیان ثوری اور امام احمد بن حنبل اور ان کے اصحاب رحمہم اللہ کا ابو حنیفہ کو گمراہ قرار دینے پر اتفاق ہے۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ خود خلیفہ نے ان میں سے ہر ایک سے ابو حنیفہ کی تعریف کے بارے میں روایات نقل کی ہیں اور یہ روایت اس لائق نہیں کہ اس کی طرف توجہ کی جائے)

اور خطیبؒ نے طبع اول کے ص ۳۸۳ اور طبع ثانی کے ص ۳۹۴ میں محمد بن علی بن محمد الوراق سے نقل کیا کہ میری کتب میں ابو بکر محمد بن عبد اللہ الصلیح الاسدی القتیہ الماکلی سے روایت ہے کہ میں نے ابو بکر بن ابی داؤد البجستانیؒ کو کہتے ہوئے سنا جبکہ وہ اپنے ساتھیوں سے پوچھ رہے تھے کہ ایسے مسئلے کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے جس میں مالکؒ اور ان کے اصحاب اور لوزامیؒ اور ان کے اصحاب اور الحسن بن صالحؒ اور ان کے اصحاب اور سفیان ثوریؒ اور ان کے اصحاب اور احمد بن حنبلؒ اور ان کے اصحاب سارے کے سارے متفق ہوں تو انہوں نے کہا اے ابو بکر اس سے زیادہ صحیح اور کوئی مسئلہ نہیں ہو سکتا۔ تو اس نے کہا کہ یہ سارے کے سارے ابو حنیفہؒ کو گمراہ قرار دینے میں متفق ہیں (حالانکہ معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے جیسا کہ جواب میں اس کی تفصیل ہے)

الجواب : میں کہتا ہوں کہ اکمال میں ابن عدیؒ کی عبارت یوں ہے سمعت ابن داؤد یقول الوقیعة فی ابی حنیفہ اجماع من العلماء کہ میں نے ابن داؤدؒ کو کہتے ہوئے سنا کہ ابو حنیفہؒ سے اختلاف رکھنے میں علماء کا اجماع ہے اس لیے کہ بصرہ کے امام ایوب السخیتیؒ ہیں اور کوفہ کے امام ثوریؒ ہیں اور حجاز کے امام مالکؒ ہیں اور مصر کے امام الیث بن سعدؒ ہیں اور شام کے امام اللوزامیؒ ہیں اور خراسان کے امام عبد اللہ بن المبارکؒ ہیں اور ان میں سے ہر ایک نے ان کے بارے میں کلام کیا ہے۔ تو دنیا کے تمام اطراف میں اس سے اختلاف کرنے میں علماء کا اجماع ہے لو کما قل الخ۔

اور خطیبؒ نے اس واقعہ کی سند میں جس ابو بکر الاسدی کا ذکر کیا ہے وہ ابو بکر محمد بن عبد اللہ بن محمد بن صالح اللہیری الماکلی ہے جو کہ علم کا پہاڑ ہے۔ اس نے صرف اس وجہ سے قاضی بننے سے انکار کر دیا کہ اس کی نظر میں اس عہدہ کا اس کی بہ نسبت زیادہ حقدار موجود تھا اور وہ ابو بکر الرازی الجصاص الحنفیؒ تھے اور یہ قصہ مشہور ہے اور پختہ بات ہے کہ ابو بکر نے ابن ابی داؤد کی اس بات کو تردید کے لیے بیان کیا اور خطیبؒ نے ابن داؤد کے قول کو ابو حنیفہؒ کے بارے میں جرح سے متعلق احتجاج (دلیل پکڑنے) میں ذکر کر دیا اور ابن عدیؒ نے بھی اسی طرح کیا ہے لیکن جب خطیبؒ نے لوز ابن عدیؒ نے راوی کے حل کی طرف توجہ نہ کی تو یہ کہہ کر ہی خوش ہونے لگے کہ کیا وہ عبد اللہ بن سلیمان بن الاشعث البجستانیؒ نہیں ہے جو کہ صاحب السنن ابو داؤد کا بیٹا ہے حالانکہ اس کے باپ نے لوز ابن صالح نے لوز ابراہیم بن الصہبانیؒ نے لوز ابن جریر نے اس کو جھوٹا کہا ہے اور وہ بھی ہے

رب تعالیٰ کے لیے جسم ماننا ہے غبیث ہے۔ اس نے زہری سے نسلق والا من گھڑت اور جھوٹا افسانہ روایت کیا اور اس کے خلاف علول گواہوں نے شہادت دی جو کہ حفاظ ہیں یعنی محمد بن العباس الاخرم اور احمد بن علی ابن الجارود اور محمد بن یحییٰ بن مندہ۔ اور قریب تھا کہ امہان کے امیر ابو یعلیٰ کے ہاتھوں اس کا خون بہا دیا جاتا اگر اس کو بچانے میں بعض ایسے عمدہ داروں کی کوشش نہ ہوتی جو اس کے باپ کے قدر دان تھے اور اس کے ساتھ یہ معاملہ اس لیے ہوتا کہ ان گواہوں جیسے لوگوں کے بارے میں طعن سے اس کو نجات مل جائے اور یہ اس کا حل تھا اگرچہ اس کا معاملہ مشہور ہو گیا ان لوگوں پر جو اس کے اندرونی حالات کو نہ جانتے تھے۔ اور وہ ابو عبد اللہ الجصاص کی صف میں تھا جس کا معاملہ بغداد میں ابن جریر کے مقابلے میں بالکل واضح ہے اور اس کی خباثتوں کی وضاحت کے لیے مستقل کتاب کی ضرورت ہے اور وہ کلام میں بدترین جھوٹ بولتا تھا۔ اور الحافظ ابو الولید الباہی نے المنقہ شرح الموطاء ص ۳۰۰ میں اس روایت پر بحث کرتے ہوئے جو اس نے مالک سے لی ہے، اس کو بہت سخت جھوٹا کہا ہے جیسا کہ ہم نے اس کی واضح عبارت مقدمہ میں نقل کی ہے اور اہل علم کے ہاں حدیث اور فقہ اور تاریخ میں الباہی کا مرتبہ بہت بلند ہے اور اسی نے ابن حزم کا منہ بند کیا اور اس کو خاموش کر لیا تھا۔

اور الحسن بن صالح کا ابو حنیفہؒ کی تعریف کرنا تو بہت ہی مشہور ہے اور اس کو ابن عبد البر نے الانتقاء میں اپنی سند کے ساتھ ص ۳۸ میں ذکر کیا ہے اور اسی طرح سفیان ثوریؒ کا اس کی تعریف کرنا الانتقاء ص ۲۷ میں ذکر کیا ہے اور الیث کا اس کی تعریف کرنا ابن ابی العوام کی کتاب میں ہے اور بیشک ہم نے اس کو نصب الرایہ کے مقدمہ میں نقل کیا ہے بلکہ وہ تو اس کے قاتل قدر ساتھیوں میں سے تھے۔ اور لوزائیؒ کے ساتھ اس کا رفع یدین کے بارے میں مناظرہ کرنا اور اس کو خاموش کرنا جو کہ الحافظ ابی محمد البخاریؒ کی مسند میں ہے اور اس کا امام ابو حنیفہؒ کی تعریف کرنا خطیبؒ کی تاریخ ص ۳۳۸ میں گزر چکا ہے اور ایوب الحسینیؒ کا ابو حنیفہؒ کی تعریف کرنے کا ذکر الانتقاء ص ۳۵ میں ہے اور عبد اللہ ابن المبارکؒ تو اس کی زندگی اور اس کے مرنے کے بعد باقی لوگوں کی بہ نسبت اس کی زیادہ طرفداری کرنے والے تھے جیسا کہ آپ اس کا ذکر خطیبؒ کی تاریخ میں بہت سے مقالات میں پائیں گے۔ اس میں صراحت سے ذکر ہے کہ وہ اس کی انتہائی تعریف کرتے تھے۔ اور الباہیؒ نے اس کی بہت اعلیٰ درجہ کی تعریف کی ہے اور اس کی عبارت ہم نے مقدمہ میں ذکر کی ہے۔

اسی طرح عبد اللہ ابن المبارکؒ کا ابو حنیفہؒ کی تعریف کرنے کا ذکر الانتقاء ص ۳۲ میں ہے اور امام احمدؒ تو اس کے حق میں رحمت کی دعائیں کیا کرتے تھے اور اس کے بارے میں اچھے کلمات کہتے تھے جیسا کہ خود خطیبؒ نے ص ۳۲ میں نقل کیا ہے اور جیسا کہ الطوفی نے مختصر الروضہ کی شرح میں ابو الورود سے نقل کیا ہے جو کہ حنابلہ کے اماموں میں سے ایک امام ہیں تو اس سے واضح ہو گیا کہ ابو داؤد کے بیٹے نے ان دونوں روایتوں میں بہتان تراشی کی ہے اور دونوں خبروں میں اپنے باپ ابو داؤد پر جھوٹ باندھا ہے۔ اور ابن عبد البرؒ نے الانتقاء ص ۳۲ میں عبد اللہ بن محمد بن عبد المؤمن بن یحییٰؒ ابو بکر محمد بن بکر بن عبد الرزاق التمار جو کہ ابن داسہ کے ساتھ مشہور ہیںؒ کی سند سے نقل کیا کہ ابن داسہ نے کہا کہ میں نے ابو داؤد سلیمان بن الاشعث بن اسحاق البجستانیؒ سے سنا وہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ امام مالکؒ پر رحم فرمائے، وہ امام تھے۔ اللہ تعالیٰ امام شافعیؒ پر رحم فرمائے، وہ امام تھا۔ اللہ تعالیٰ ابو حنیفہؒ پر رحم فرمائے، وہ امام تھے الخ۔ بلکہ وہ اقوال جو ان ائمہ سے صحیح طور پر ثابت ہیں، وہ سارے کے سارے تعریف پر مشتمل ہیں جیسا کہ آپ ان کی صراحت اس کتب میں اور ابن عبد البرؒ اور ابن ابی العوامؒ اور الصیمریؒ وغیرہ کی کتابوں میں سندوں کے ساتھ پائیں گے لیکن بے عقل آدمی جو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا، تو وہ جو چاہے جلد بازی میں لکھتا جائے۔

اعتراض ۴۵: (کہ ابو حنیفہؒ حاکم وقت کے خلاف بغاوت کا نظریہ رکھتے تھے۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اگرچہ یہ روایت کمزور ہیں مگر یہ حقیقت ہے کہ امام ابو حنیفہؒ عالم حکمرانوں کی کارستانیوں پر خوش نہ ہوتے تھے اور اگر ان کے خلاف لڑائی میں مصلحت ہوتی تو ان کے خلاف لڑائی کا نظریہ رکھتے تھے جیسا کہ ان کی مذہب کی کتابوں میں ہے)

اور خطیبؒ نے طبع اول کے ص ۳۸۴ اور طبع ثانی کے ص ۳۹۵ میں وہ اخبار ذکر کی ہیں جن میں ابو حنیفہؒ کی طرف سے حاکم وقت کے خلاف بغاوت کا ذکر ہے۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ اس عنوان کے تحت خطیبؒ نے ایسی خبروں کو بیان کیا ہے جن سے پتہ چلتا ہے کہ ابو حنیفہؒ ایسے حاکم وقت کے خلاف بغاوت کا نظریہ رکھتے تھے جو ان کے مذہب کا نہ ہوتا تھا۔ ابن ابی العوامؒ نے محمد بن احمد بن حنبلہؒ احمد بن القاسم البزازیؒ ابن ابی رزمہؒ ابو دہبؒ ابو یحییٰؒ کی سند نقل کر کے کہا کہ ابو یحییٰؒ نے کہا کہ میں نے نصر بن محمد سے پوچھا کیا ابو حنیفہؒ حاکم وقت کے خلاف تلوار اٹھانے کا نظریہ رکھتے تھے؟ تو اس نے کہا محلہ اللہ الخ۔ اور خطیبؒ کی یہاں یہ کارروائی اس لیے ہے تا کہ ایسی چیز منسوب کر کے ان

حکومتی عہدہ داروں سے اس کے خلاف مدد طلب کرے جو اس کے مذہب کے خلاف ہیں اور جو خبریں اس نے اوزاعی کی طرف منسوب کی ہیں، ان میں یہ بھی ہے کہ بشک اس نے کہا کہ میں ان کے لیے ائمہ کے خلاف خروج کو جائز سمجھتا ہوں اور اس کی سند میں ابن درستیہ ہے اور وہ ہمارے ہاں کوئی پسندیدہ آدمی نہیں ہے جیسا کہ وہ البرقانی اور المالکائی کے ہاں پسندیدہ نہیں ہے۔ پس وہ پسندیدہ ہو بھی کیسے سکتا ہے اس لیے کہ بیشک وہ چند درانہم کی خاطر نہ سنی ہوئی روایات بھی کر دیتا تھا۔ اور جو روایات اوزاعی کی طرف منسوب کی گئی ہیں، ان روایات میں سے یہ بھی ہے کہ تو ایسے آدمی کے پاس سے آیا ہے جو حضرت محمد ﷺ کی امت میں تلوار استعمال کرنے کا نظریہ رکھتا ہے اور تو اس کا تذکرہ ہمارے پاس کرتا ہے؟ اور اس کی سند میں ابو الشیخ الامبہلی ہے، اس کو الحافظ ابو احمد اعصانی نے ضعیف کہا ہے اور اس کا میلان اللہ تعالیٰ کے لیے جسم ماننے والوں کی طرف تھا اور اس کی سند میں عمر بن محمد الجوهری السدزلی بھی ہے اور اس کی حدیث میں کچھ منکر باتیں ہوتی تھیں بلکہ یہ اس موضوع خبر میں مفقود ہے جو قرآن کے بارے میں ہے۔

اور عبد اللہ بن المبارک کی طرف جو روایات منسوب کی گئی ہیں، ان میں سے ایک وہ ہے جس میں ہے کہ میں تجھے رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کرتا ہوں اور تو ایسے آدمی کے پاس سے آیا ہے جو محمد ﷺ کی امت میں تلوار اٹھانے کا نظریہ رکھتا ہے اور یہ خبر ایسی سند کے ساتھ ہے جس میں الحاکم ہے اور یہ آخر عمر میں بدترین قسم کے اختلاط میں گرفتار ہو گیا تھا نیز انتہائی متعصب تھا اور اس کا راوی عبد اللہ بن محمود مجہول الصفہ ہے اور اسی طرح ابو الوزیر عمر بن مظرف تھا۔

اور جو روایات اوزاعی کی طرف منسوب کی گئی ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے کہا کہ میں تیرے بارہ میں سن رہا ہوں کہ تو ایسے آدمی کی تعریف کرتا ہے جو امت میں تلوار اٹھانے کا نظریہ رکھتا ہے اور اس کی سند میں ابن دوما النعالی اور ابن سلم اور "بارہیں جن کا ذکر پہلے کئی بار ہو چکا ہے۔ اور الحسن بن علی الحلوانی ہے اور وہ متکلم فیہ ہے اور امام احمد اس کو پسند نہ کرتے تھے اور اسی طریقہ کے مطابق ہیں وہ دونوں خبریں جو اسحاق الفراری کی طرف منسوب کی گئی ہیں۔ ان میں سے پہلی خبر کی سند میں ابن دوما کی جگہ یزید بن یوسف البشامی ہے جس کے بارے میں ابن معین نے کہا کہ یہ ثقہ نہیں ہے اور نسائی نے کہا کہ یہ متروک ہے اور پہلی خبر کے الفاظ یہ ہیں کہ ابو حنیفہ نے کہا کہ میں تیرے بھائی

کو خروج (حاکم وقت کے خلاف بخلوت) کا فتویٰ دیتا ہوں یعنی ابراہیم کے خلاف۔ تو میں نے کہا اللہ تجھے اچھا بدلہ نہ دے تو اس نے کہا کہ یہ میری رائے ہے۔ رلوی کہتا ہے کہ پھر میں نے ان کے سامنے نبی کریم ﷺ کی وہ حدیث بیان کی جس میں اس نظریہ کی تردید ہوتی ہے تو اس نے کہا کہ ہذا خرافہ یہ باطل بات ہے۔ یعنی نبی کریم ﷺ کی حدیث (معاذ اللہ) پس اگر اس واقعہ کو بالفرض صحیح مان بھی لیا جائے تو اس کے قول ہذا خرافہ سے یہ کہاں ٹھیک ہوتا ہے کہ اس کو نبی کریم ﷺ کی حدیث کی طرف پھیرا جائے بلکہ اس کی بات سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ الفراری نے جو حکایت بیان کی تھی یہ اشارہ اسی کی طرف دلالت کرتا ہے نہ کہ حدیث کی طرف۔ ورنہ تو ہذا کے بجائے ہذا ہوتا اور الفراری بہت غلطیاں کرنے والا تھا جیسا کہ ابن سعد نے الطبقات میں اور ابن قتیبہ نے المعارف میں اور ابن الندیم نے الفہرست میں اس کی صراحت کی ہے۔ پس اس جیسا آدمی جب اندھیرے راستے پر چلتا ہے اور بات کا مقصد واضح نہیں کرتا تو ہم اس کے دلی غلطی کے مطابق کلام کو محمول کرنے کی طاقت نہیں رکھتے یعنی وہ معنی جب عالم وجود میں ظاہر نہیں ہوا اور نہ ہی ہم اس کی بات اور اس کلام کی دلالت کو معلوم کر سکے ہیں تو پھر کیوں ہم اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے ائمہ میں سے کسی امام کی عزت کو داغدار کریں۔ اگرچہ حدیث کا ذکر بعض اوقات معنی کے سمجھنے میں یا الفاظ کی روایت میں بکثرت اغلاط پائے جانے کی وجہ سے اس کی اغلاط سے پردوں کو ہٹا دیتا ہے۔ پس اس کا سکوت حدیث سے اس کی غلطی پر پردہ ڈالنے کے لیے ہوتا ہے ورنہ تو اس کے انکار کا کوئی معنی ہی نہیں۔ اس چیز کو ذکر کرنے میں جو اس کے لیے حجت قائم ہوتی ہے اور لیل شام کی کتنی ہی احادیث ہیں جن کی نفی اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کرتا ہے فَقَاتِلُوا النَّبِیَّ تَبِغِیْ کہ تم باغیوں کے خلاف لڑو۔

لور دوسری خبر کی سند میں جو الفراری سے ہے اس میں ابن درستیہ ہے لور اس کی حالت کا بیان لور اس کی صراحت پہلے کئی دفعہ ہو چکی ہے۔ پس ابو حنیفہؒ نے کہا کہ اگر بیشک تو اپنے بھائی کے ساتھ قتل کر دیا جائے تو یہ تیرے حق میں بہتر ہے اس جگہ سے جہاں سے تو آیا ہے تو میں نے کہا کہ پھر آپ کو اس چیز سے کس نے روکا ہے (کہ آپ خروج نہیں کرتے) تو انہوں نے کہا کہ اگر میرے پاس لوگوں کی لمانتیں نہ ہوتیں تو میں اس میں تاخیر نہ کرتا۔ لور تاریخ بغداد کے پہلے مطبوعہ نسخہ میں اس نسبت کے الفاظ ہیں جو غلط ہیں اور بلوچ دیکھ ان اخبار میں کمزوریاں ہیں ہم انکار نہیں کرتے کہ بیشک ابو حنیفہؒ کا مذہب ظالموں

اور ظالم حکمرانوں کے ساتھ قتل میں مشہور ہے جبکہ ان کے ساتھ لڑائی میں مصلحت زیادہ غالب ہو جیسا کہ ان کے مذہب کی کتابوں میں بالتفصیل مذکور ہے اور اسی لیے تو لوزامی نے کہا کہ ہم نے ابو حنیفہؒ کو ہر چیز پر برداشت کیا یہاں تک کہ وہ ہمارے پاس تلوار کو لائے یعنی ظالموں کے ساتھ قتل کرنے میں، تو ہم نے اس کو برداشت نہ کیا اور ابو حنیفہؒ کا مذہب ہر چیز میں سکوت نہ تھا۔

ابوبکر الرازی نے کہا کہ زید بن علی ملیحہ السلام کے معاملہ میں اس (ابو حنیفہ) کا کردار مشہور ہے اور اس کا اس کی طرف مل بھیجنا اور پوشیدہ طور پر اس کی مدد کے واجب ہونے کے اور اس کے ساتھ شریک ہو کر لڑائی کرنے کے فتوے دینا مشہور ہے اور اسی طرح تھا اس کا معاملہ محمد اور ابراہیم کے ساتھ جو کہ دونوں عبد اللہ بن الحسن کے بیٹے تھے۔ اور اس کا ابو اسحاق الفراء کو کہنا جبکہ اس نے اس کو کہا کہ آپ نے میرے بھائی کو ابراہیم کے ساتھ ہو کر بغاوت کا مشورہ کیوں دیا تھا یہاں تک کہ وہ قتل کر دیا گیا؟ تو انہوں نے کہا کہ تیرا بھائی جس طرف گیا ہے، وہ جگہ میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے اس جگہ سے جس طرف تو گیا ہے اور ابو اسحاق بصرہ کی طرف چلا گیا تھا اور پختہ ہات ہے کہ ان کے اس انداز کو صرف ان نا تجربہ کار اصحاب حدیث نے ہی برا سمجھا جنہوں نے الامر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو معدوم کر دیا تھا یہاں تک کہ ظالم لوگ مسلمانوں کے امور پر غالب آ گئے الخ۔

پھر اس نے ذکر کیا کہ حجاج بن یوسف کے خلاف چار ہزار قراء نے خروج کیا تھا جن میں بڑے بڑے تابعین اور فقہاء بھی تھے۔ پھر انہوں نے ابواز کے مقام میں عبد الرحمن بن محمد بن الاشعث کے ساتھ ہو کر لڑائی لڑی پھر بصرہ میں پھر فرات کے کنارے کوفہ کے قریب دیر الجہاجم میں اور وہ عبد الملک بن مروان کو معزول کرنا چاہتے تھے، اس پر لعنت کرتے اور اس سے براءت کا اظہار کرتے تھے پس کیا کوئی دل میں خدا خوفی رکھنے والا آدمی ان حضرات کو ایسے گمراہ شام کرے کہ ملت سے ہٹائے ہوئے ہوں محض اس وجہ سے کہ وہ ظالم حکمرانوں کے خلاف تلوار اٹھانے کا نظریہ رکھتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ خواہشات کا ستیاپاس کرے کہ وہ فضیلت کو بھی عیب بنا دیتی ہیں۔

اور بیشک ابوبکر الرازیؒ نے قاضی اور خلیفہ کے لیے عدالت کے شرط ہونے کے بارہ میں ابو حنیفہؒ کی رائے کی وضاحت میں تفصیل سے کلام کیا ہے اور یہ اس نے لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ کی تفسیر میں لکھا ہے۔ احکام القرآن کے اس حصہ کی طرف مراجعت

کریں اور وہ اس کی عمدہ بحث میں سے ہے۔ اور زعفری نے بھی اس آیت کی تفسیر میں ابو حنیفہؒ کی اس بارے میں رائے کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ابو اسحاق الفزاری سے درگزر سے کام لے، جب اس نے اپنے بھائی کو گم پا کر اپنا وزن کم کر دیا تو فقیہ ملت کے بارے میں ہر مجلس اور محفل میں زبان درازی شروع کر دی یہاں تک کہ رشید کی مجلس میں بھی جیسا کہ آپ اس کا ذکر ابن ابی حاتم کی الجرح والتعديل کے مقدمہ میں پائیں گے۔ ایسی زبان درازی کرنا کہ نہ عقل اس کا ساتھ دیتی اور نہ ہی شریعت۔ اور عقل مند لوگ اس کے ساتھ چشم پوشی کا معاملہ کرتے تھے اس لیے کہ ان کو اس کی ذاتی حالت معلوم تھی اور ابو حنیفہؒ کا اس بارے میں زیادہ سے زیادہ قصور یہ تھا کہ جب اس کے بھائی نے ان سے فتویٰ طلب کیا تھا تو انہوں نے خدا تعالیٰ کی جانب سے دیے گئے علم کے مطابق اس کو فتویٰ دیا تھا۔

اور اس خبر کے بعد خطیبؒ نے ابو عوانہ سے نقل کیا کہ بیشک اس نے کہا کہ ابو حنیفہؒ مرجعہ تھے، حکمرانوں کے خلاف تلوار اٹھانے کا نظریہ رکھتے تھے تو اس کو کہا گیا کہ پھر حملہ بن ابی سلیمانؒ کا طرز کیا تھا؟ تو اس نے کہا کہ یہ تو اس بارے میں اس کا استلزام تھا۔ اور اس کی سند میں جو الحسن بن ابی بکر ہے، وہ ابن شلان ہے۔ خطیبؒ نے کہا کہ وہ نبیذ پیتا تھا۔ اور ہو سکتا ہے کہ اس نے یہ روایت اس وقت بیان کی ہو جبکہ وہ نشہ میں ہو۔ اور اس کا راوی ابراہیم بن محمد بن یحییٰ المزکی النیسابوری جو ہے، اس سے البرقانی راضی نہ بھلا اور اس کے حالات کی تفصیل خطیبؒ کے ہاں موجود ہے۔ اور الہشیم بن جمیل کے بارے میں ابن عدی نے کہا کہ وہ حافظ نہ تھا، ثقہ راویوں سے روایت کرنے میں غلطیوں کرتا تھا اور ابو عوانہؒ الوضاح کے بارہ میں مجھے شک ہے کہ وہ ان دو مسلوں کو پہچان بھی سکا ہو کہ وہ دو مسئلے کیا ہیں؟ (اس لیے کہ وہ اتنی سمجھ کا مالک نہیں تھا کہ ان مسائل کو سمجھ سکتا)

اور بیشک اس کے بارے میں سلیمان بن حربؒ نے کہا کہ وہ صرف اس قتل ہے کہ بکریاں چرائے اور اس کا معاملہ یہاں تک پہنچا کہ اس کو علی بن عاصم نے جھوٹا کہا اور دونوں مسلوں میں جو ہم نے بیان کر دیے ہیں، اتنی ہی تفصیل کافی ہے۔

اعتراض ۴۴۶: (کہ سفیانؒ اور لوزاعیؒ نے کہا کہ اس امت میں سب سے منحوس بچہ جو پیدا ہوا وہ ابو حنیفہؒ ہے۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ ان دونوں بزرگوں سے قطعاً ایسی توقع نہیں کہ وہ اس جیسی کلام کریں کیونکہ اس میں حدیث کی مخالفت پائی جاتی ہے نیز راویوں اور

متن کے لحاظ سے اس روایت کا من گھڑت ہونا ظاہر ہے۔)

اور خطیبؒ نے طبع اولیٰ کے ص ۳۸۵ اور طبع ثانیہ کے ص ۳۹۹ میں علی بن احمد الرزاز۔ علی بن محمد بن سعید الموصلی۔ الحسن بن الوضاح الموب۔ مسلم بن ابی مسلم الجرمی اور اصل میں یہ المرقی ہے۔ ابو اسحاق الفزری کی سند نقل کر کے کہا کہ ابو اسحاق نے کہا کہ میں نے سفیانؒ ثوری اور اللوزاعیؒ دونوں کو کہتے ہوئے سنا کہ اسلام میں کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا جو اس امت پر ابو حنیفہؒ سے زیادہ منحوس ہو۔ اور ابو حنیفہؒ مرجہ تھے اور حکمرانوں کے خلاف تلوار اٹھانے کا نظریہ رکھتے تھے۔ انہوں (ابو حنیفہؒ) نے مجھے (ابو اسحاق کو) ایک دن کہا اے ابو اسحاق تو کہاں رہتا ہے؟ تو میں نے کہا کہ المصیصہ میں تو انہوں نے کہا کہ اگر تو بھی وہاں چلا جائے جہاں تیرا بھائی گیا ہے تو یہ بہتر ہوگا۔

ابو اسحاق نے کہا کہ میرا بھائی المبیضہ (سفید لباس والوں یعنی عباسیوں کے خلاف بغاوت کرنے والوں) کے ساتھ ہو کر المسودہ (سیاہ لباس والوں یعنی عباسیوں) کے خلاف نکلا تو قتل کر دیا گیا تھا۔

الجواب : میں کہتا ہوں کہ اس واقعہ کا ایک رلوی علی بن احمد الرزاز کا ایک بیٹا تھا جو اس کی کتابوں میں نئی سنی باتیں شامل کر دیتا تھا جیسا کہ خطیبؒ نے نقل کیا ہے۔ تو اب کیسے اس کی روایت پر اعتماد ہو سکتا ہے؟ اور علی بن محمد بن سعید الموصلی کو ابو نعیم نے جھوٹا کہا ہے اور ابن الفرات نے کہا کہ یہ رلوی اختلاط کا شکار تھا اور کوئی قاتل تعریف نہ تھا۔ اور مسلم بن ابی مسلم عبد الرحمن الجرمی کو خطیبؒ نے ثقہ کہا ہے لیکن اللسان میں ہے کہ بے شک وہ بعض اوقات غلطیاں کر جاتا تھا۔ اور بیہقیؒ نے کہا کہ وہ قوی نہ تھا۔ اور ابوالفتح اللادزی نے کہا کہ وہ ایسی احادیث بیان کرتا تھا جن کا کوئی متابع نہیں پایا جاتا۔ اور الفزریؒ تو تعصب میں انتہائی درجہ کو پہنچا ہوا تھا۔ اور اگر یہ خبر ثوریؒ اور اوزاعیؒ سے ثابت ہو جائے تو دونوں صرف اسی ایک کلمہ کی وجہ سے خواہش اور لاپرواہی کے گڑھے میں ایسے گر جائیں گے (اور اٹھنے کی ہمت نہ رکھیں گے) جیسے ان دونوں کا مذہب ان دونوں کے بعد ایسا ناپید ہوا کہ مضبوط فقہ کے سامنے ان دونوں مذہبوں کے لیے اٹھنے کی ہمت ہی نہ رہی۔

اور پھر حدیث میں ہے لا شوم فی الاسلام کہ ”اسلام میں نحوست نہیں۔“ تو ان حضرات نے یا تو یہ بات کسی ہی نہیں اور اگر کسی ہے تو حدیث کی مخالفت کی وجہ سے اس کا اعتبار نہیں) اور اگر فرض کر لیا جائے کہ نحوست ان تین چیزوں (عورت، سواری، مکان) جن

کا ذکر حدیث میں ہے کہ علاوہ کسی اور چیز میں بھی پائی جاتی ہے اور یہ بھی فرض کر لیا جائے کہ ہمارے امام منحوس ہیں تو ان دونوں (ثوری اور لوزائی) کو کیسے معلوم ہو گیا کہ وہ نحوست کے سب سے اونچے درجے میں ہے۔ پس ان دونوں سے تصور نہیں کیا جاسکتا کہ ایسا کلمہ ان کی زبان سے نکلے جس کے قائل کا ہر ایک کی جانب سے رو کیا جاتا ہو۔ اور اس امت میں تمام منحوسوں سے بڑھ کر منحوس ہونے کی پہچان تو صرف وحی کے ذریعہ سے معلوم ہو سکتی ہے اور وحی کا زمانہ تو ختم ہو چکا ہے۔ تو ایسے من گھڑت افسانہ پر یہی کہا جاسکتا ہے کہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ

اعتراض ۴: (کہ قاضی ابویوسفؒ نے کہا کہ ابوحنیفہؒ مرجئہ جمہی تھے اور ہم ان سے صرف سبق پڑھتے تھے، دین میں ان کے مقلد نہ تھے۔)

اور خطیبؒ نے طبع اولیٰ کے ص ۳۸۶ اور طبع ثانیہ کے ص ۳۹۹ میں ابن الفضل، محمد بن الحسن بن زیاد النقاش، محمد بن علی، سعید بن سلم کی سند نقل کر کے کہا کہ سعید نے کہا کہ میں نے قاضی القضاۃ ابویوسفؒ سے پوچھا کہ میں نے لیل خراسان سے سنا ہے کہ بے شک ابوحنیفہؒ جمہی مرجئ تھے۔ تو ابویوسفؒ نے مجھ سے کہا کہ وہ سچ کہتے ہیں اور وہ حکمرانوں کے خلاف تلوار اٹھانے کا نظریہ بھی رکھتے تھے۔ تو میں نے اس سے کہا کہ پھر آپ کا اس سے کیا تعلق تھا؟ تو وہ کہنے لگے کہ ہم صرف اس سے فقہ کا درس لینے جاتے تھے اور ہم اپنے دین میں اس کے مقلد نہ تھے۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ شفاء الصدور کا مصنف النقاش کذاب گمراہ اور اللہ کی مخلوق میں سے گھٹیا لوگوں میں سے تھا۔ اور للہانی المقرئ مشرق سے بہت دور علاقہ کا تھا۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو اس پر اس کی بدنامیاں مخفی نہ ہوتیں۔ اور سعید بن سلمہ الباہلی ہے جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ اور تینوں مطبوعہ نسخوں میں سلمہ کی جگہ سالم ہے اور یہ غلطی ہے۔ اور ابویوسفؒ اس جیسی فضول کلام سے بالکل بری ہیں۔ اور ہم متعصب جماعت کی شکایت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ ہی میں کرتے ہیں۔ آپ ان کو دیکھیں گے کہ کبھی کسی شخص کی جانب ایک بات منسوب کرتے ہیں اور کبھی اس کی ضد منسوب کرتے ہیں۔ پس انہوں نے یہاں ابویوسفؒ کے بارہ میں بیان کیا کہ وہ ابوحنیفہؒ کو جمہیت کی طرف منسوب کرتے تھے اور خود جمہ کے مذہب سے بری تھے۔ اور دوسری جگہ انہوں نے خود ابویوسفؒ کو جمہی شمار کیا ہے۔ العقلمیٰ نے ابویوسفؒ کے ترجمہ میں عبد اللہ بن الحسین النبیلی۔ احمد بن ابی سریق۔

الحسن بن حکیم القرشی۔ اور وہ اور یحییٰ اور ہمارے اصحاب سنی تھے۔ (پھر آگے اس نے) بقیہ کی سند نقل کر کے کہا کہ بقیہ نے کہا کہ مجھے لیل علم میں سے ایک آدمی نے بتلایا کہ بے شک وہ گواہی دیتا ہے کہ ابو یوسفؒ جہمی تھے۔ لہٰذا۔ اور جب کسی واقعہ میں ابو حنیفہؒ اور اس کے اصحاب پر طعن اور عیب ہو تو ان حضرات کو سند میں کئی قسم کی کمزوریاں بھی کوئی نقصان نہیں دیتیں۔ آپ ان متعصبوں کو دیکھیں گے کہ وہ کبھی ابو حنیفہؒ اور محمد بن الحسن کو جہمی شمار کرتے اور ابو یوسفؒ کو جہم کے مذہب سے بری مانتے اور کبھی ان سب کو جہم کے مذہب کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

اور خلاصہ یہ ہے کہ بے شک ابو حنیفہؒ نے قرآن کریم کے بارہ میں جو کچھ کہا ہے حق ہی کہا ہے۔ اور وہ کلام فقیہی کو قدیم کہتے ہیں جو باقی صفات کی طرح اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم ہے اور جو کلام مخلوق کے ساتھ قائم ہے اس کو اسی طرح حادث مانتے ہیں جیسا کہ مخلوق کی ذات اور صفات حادث ہیں۔ اور جس آدمی نے اس قول کی وجہ سے ابو حنیفہؒ کو جہمی میں شمار کیا ہے تو اس نے اس پر بہت بڑا افتراء باندھا۔ اور اس نے جہم کے قول کو سمجھا ہی نہیں۔ اور رہا معاملہ ارجاء کا جس کی طرف ابو حنیفہؒ کی نسبت کرتے ہیں تو اس کی وجہ ان کا یہ قول ہے کہ بے شک ایمان پختہ یقین اور کلمہ کا نام ہے اور عمل اس کا رکن اصلی نہیں ہے۔ اور اگر اس کا یہ قول نہ ہوتا تو ساری امت کو ایمان سے خارج ماننا پڑتا اس لیے کہ بے شک ان میں سے ہر ایک کسی نہ کسی وقت کسی نہ کسی عمل میں کوتاہی کر ہی جاتا ہے اور ایمان کے کسی رکن میں خلل ایمان سے خارج کر دیتا ہے۔ اور بہر حال تلوار اٹھاتا جس کا نظریہ ابو حنیفہؒ رکھتے تھے تو وہ حق کی تلوار ہے جو لیل باطل کے خلاف سونتی ہوئی تھی جبکہ اس کے ساتھ فیصلہ کرنا ضروری ہو جائے۔ پس اس حجت کے ساتھ مخالفین کا ظلم ظاہر ہو گیا۔

اعتراض ۴۸: (کہ ابو حنیفہؒ نے کہا کہ اگر جنت اور دوزخ پیدا کی جا چکی ہیں تو وہ قیامت کے دن فنا ہو جائیں گی۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ نسبت امام صاحب کی طرف درست نہیں ہے اس لیے کہ ان کا نظریہ اس کے خلاف ان کے مذہب کی کتابوں میں پایا جاتا ہے۔)

اور خطیبؒ نے طبع لوئی کے ص ۳۸۶ اور طبع ثانیہ کے ص ۳۹۹ میں یہ عنوان قائم کیا کہ اس (ابو حنیفہ) کے افعال اور الفاظ میں سے جو قبیح سمجھے گئے ہیں ان کا ذکر اور اس

کے تحت اس نے الحسن بن علی الجوهری۔ محمد بن العباس الخزاز۔ محمد بن القاسم البرزازی۔ عبد اللہ بن ابی سعد۔ ابو عبد الرحمن عبد الخالق بن منصور نیشاپوری۔ ابو داؤد المصاحفی کی سند نقل کر کے کہا کہ ابو داؤد المصاحفی نے کہا کہ میں نے ابو مطیع کو کہتے ہوئے سنا کہ ابو حنیفہؒ کہتے تھے کہ اگر جنت اور دوزخ پیدا کی جا چکی ہیں تو وہ یقیناً فنا ہوں گی۔

اور پھر محمد بن الحسین بن الفضل۔ علی بن ابراہیم النجلی۔ محمد بن اسحاق السراج۔ ابراہیم بن ابی طالب۔ عبد اللہ بن عثمان بن الملح کی سند نقل کر کے کہا کہ عبد اللہ بن عثمان نے کہا کہ میں نے ابو مطیع البلی سے سنا کہ میں نے ابو حنیفہؒ کو کہتے ہوئے سنا کہ اگر جنت اور دوزخ دونوں پیدا کی جا چکی ہیں تو وہ یقیناً فنا ہوں گی۔ ابو مطیع نے کہا کہ اللہ کی قسم اس نے جھوٹ کہا۔ السراج نے کہا اللہ کی قسم اس نے جھوٹ کہا۔ النجلی نے کہا اللہ کی قسم اس نے جھوٹ کہا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد تو یہ ہے کہ اکلہا دائم کہ ”اس جنت کے میوے دائمی ہیں۔“ ابن الفضل نے کہا اللہ کی قسم اس نے جھوٹ کہا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ یہ نظریہ ابو مطیع کا تھا نہ کہ ابو حنیفہؒ کا۔ اللہ کی قسم جو بھی یہ کہتا ہے وہ جھوٹ کہتا ہے۔

الجواب : میں کہتا ہوں کہ اس روایت میں جو ابو داؤد المصاحفی ہے وہ سلیمان بن سلیم ہے جو کہ بلخ کی جامع مسجد کا مؤذن تھا۔ اس کا ذکر محمد بن جعفر الوراق نے ”طبقات علماء بلخ“ میں کیا ہے جیسا کہ ”انساب السمعانی“ میں ہے۔ اور پہلی خبر کی سند میں الخزاز ہے اور دوسری میں ابن الملح ہے تو ان سندوں میں ان کے ہونے کی وجہ سے دونوں خبریں صحیح نہیں ہو سکتیں۔ اور بعض دفعہ دونوں سندیں شروع میں مرکب ہوتی ہیں اور ان کا اعتبار اس لیے نہیں کہ اس مسئلہ میں تواتر کے ساتھ ابو حنیفہؒ اور ابو مطیع سے ثابت جو ہے یہ نظریہ اس کے خلاف ہے۔ اور اس روایت کے بھی خلاف ہے جو ابو مطیع نے ابو حنیفہؒ سے الفقہ الابسط میں روایت کی ہے جو ابو بکر محمد بن محمد الکاسانی نے علاؤ الدین السمرقندی۔ ابو المعین النسفی۔ ابو عبد اللہ الحسین بن علی۔ ابومالک نهران بن نصر الحلی کی سند سے اور اسی طرح ابو زکریا یحییٰ بن مطرف۔ ابو صلح محمد بن الحسین۔ ابوسعید سعدان بن محمد بن بکر بن عبد اللہ البستی الجرمقی۔ ابو الحسن علی بن احمد الفارسی۔ نصر بن یحییٰ۔ ابو مطیع الحکم بن عبد اللہ البلی کی سند سے ابو حنیفہؒ سے روایت کی ہے۔ یہ کتب وار الکتب المصریہ کے مجموعہ ۶۳ اور مجموعہ ۲۱۵ میں ہے۔ اور اس مذکورہ کتب کے باب الرد علی من یکفر بالذنب میں ہے کہ اگر

کسی نے کہا کہ بے شک وہ دونوں یعنی جنت اور دوزخ فنا ہو جائیں گی تو آپ اس سے کہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تو اس جنت کی نعمتوں کے بارہ میں فرمایا ہے لَا مَقْطُوعَةٍ وَلَا مَمْنُوعَةٍ کہ ”نہ وہ ختم ہوں گی اور نہ ہی ان کو حاصل کرنے میں کوئی رکاوٹ ہوگی۔“ اور جو شخص کہے کہ وہ دونوں اس کے بعد فنا ہوں گی جب ان کے لہل ان میں داخل ہو چکے ہوں گے تو ایسے شخص نے یقیناً اللہ کے ساتھ کفر کیا اس لیے کہ بے شک اس نے ان دونوں (جنت اور دوزخ) میں اس کے لہل کے ہمیشہ رہنے کا انکار کیا ہے۔ اور یہ اس بات کی صراحت ہے کہ بے شک ابو حنیفہؒ اور ابو مطیعؒ دونوں جنت اور دوزخ میں ان کے لہل داخل ہو جانے کے بعد ان کے فناء ہونے کا نظریہ نہیں رکھتے تھے۔ اور بہر حال وہ خبر جو میزان الاعتدال للذہبیؒ میں ہے اور اس نے ابو مطیع کے ترجمہ میں کہا ہے کہ العقیلیؒ نے کہا کہ ہمیں عبد اللہ بن احمد نے بیان کیا کہ میں نے اپنے باپ سے ابو مطیع البلیؒ کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا کہ وہ اس لائق نہیں کہ اس سے روایت لی جائے اس کے بارہ میں لوگ نقل کرتے ہیں کہ بے شک وہ کہتا تھا کہ جنت اور دوزخ پیدا کی جا چکی ہیں پھر وہ فناء ہوں گی اور یہی حجم کا نظریہ ہے۔

یہاں اس کی جانب سے جو قول نقل کیا گیا ہے وہ سند کے بغیر ہے۔ تو اگر فرض کر لیا جائے کہ یہ قول اس سے ثابت ہے تو ضروری ہے کہ اس کو اس پر محمول کریں کہ وہ دونوں ایک لمحہ کے لیے نفع کے وقت فناء ہوں گی۔ اور یہ ماننا اس لیے ضروری ہے تا کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا مفہوم ثابت ہو جائے کُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا ہر چیز فناء ہوگی۔ جیسا کہ یہ اکثر اہل السنۃ متکلمین کا نظریہ ہے۔ جیسا کہ ”شرح النسفیہ“ اور ”شرح القاصد“ وغیرہ عقائد کی کتابوں میں موجود ہے۔ اور اس میں کہاں یہ اعتقاد ہے کہ جنت اور دوزخ میں جب ان کے لہل داخل ہو جائیں گے تو اس کے بعد وہ فنا ہوں گی۔ جیسا کہ حجم کا نظریہ ہے۔ اور یہ نظریہ تو ابو حنیفہؒ اور ابو مطیع کے نزدیک صریح کفر ہے جیسا کہ ابن حزم نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ جو شخص یہ نظریہ رکھتا ہے کہ یہ دونوں اپنے لہل کے داخل ہونے کے بعد فنا ہوں گی تو ایسا شخص کافر ہے۔ اور اس پر ابوالحسن السبکیؒ نے اپنی کتاب الاعتبار ببقاء الجنة والنار میں سیر حاصل بحث کی ہے۔ اور یہ کتاب اس نے ابن تیمیہ کے رد میں لکھی تھی جس کا نظریہ یہ ہے کہ دوزخ میں جب اس کے لہل داخل ہوں گے تو پھر ایک وقت ایسا آئے گا کہ دوزخ فنا ہو جائے گی

اور اس کی پیروی کرتے ہوئے یہی نظریہ اس کے شاگرد ابن القیم نے اپنایا ہے حالانکہ یہ جمہور اہل علم کے نزدیک کفر ہے۔

اور اللہ کی پناہ کہ ابو حنیفہؒ یا اس کے اصحاب میں سے کسی نے اس جیسی کوئی بات کہی ہو اور "الفقہ الاکبر" جو علی بن احمد الفارسی۔ نصر بن یحییٰ۔ ابو مقاتل۔ عصام بن یوسف۔ حماد بن ابی حنیفہؒ عن ابیہ کی روایت سے ہے۔ اس میں ہے کہ جنت اور دوزخ آج بھی موجود ہیں وہ کبھی بھی فناء نہیں ہوں گی اور اس کی سند قلمی نسخہ کی ابتداء میں موجود ہے جو مکتبہ شیخ الاسلام مدینہ منورہ میں محفوظ ہے۔ جس کا نمبر ۲۲۶۱ ہے۔ اور یہ وہ "الفقہ الاکبر" ہے جس کی شرح ملا علی القاریؒ نے کی ہے۔ اگرچہ وہ نسخہ جو عام ملتا ہے اس میں غلطیاں ہیں جیسا کہ ہم نے کسی دوسرے مقام میں اس کی وضاحت کی ہے۔ اور مذکورہ مکتبہ میں پرانا نسخہ ہے جو غلط سے پاک ہے۔ اور یہ قول کرنا کہ نفخہ کے وقت ایک لحظہ کے لیے جنت اور دوزخ فناء ہوں گی تو اس کا وارود ارجمند اہل سنت کے اس نظریہ کے مطابق ہے کہ وہ دونوں پیدا کی جا چکی ہیں۔ اور بہر حال یہ قول کہ وہ دونوں نفخہ کے بعد پیدا کی جائیں گی اور اب وہ موجود نہیں ہیں تو یہ بعض معتزلہ کا نظریہ ہے اور مذکورہ آیت (کل شئی ہالک الا وجہہ) کا مفہوم ثابت کرنے کے لیے اس قول کے مطابق نفخہ کے وقت ان کے فناء ہونے کا اعتبار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

اور جو لوگ یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ جنت اور دوزخ نفخہ کے بعد پیدا کی جائیں گی تو وہ ان آیات کی تویل کرتے ہیں جن میں آتا ہے کہ وہ پیدا کی جا چکی ہیں، وہ کہتے ہیں کہ چونکہ مستقبل میں اس کا وقوع یقینی ہے اس لیے ان کو ماضی اور حال کے مینوں سے ذکر کر دیا گیا ہے۔ اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ آوم علیہ السلام کے واقعہ میں جس جنت کا ذکر ہے وہ جنت زمین پر تھی اور ابن القیمؒ کا میلان بھی اسی طرف ہے۔ اور ابو حنیفہؒ کا عقیدہ جنت اور دوزخ کے بارہ میں یہ ہے کہ جو آدمی یہ نظریہ رکھتا ہے کہ جب جنت والے جنت میں اور دوزخ والے دوزخ میں داخل ہو جائیں گے تو اس کے بعد کسی وقت یہ فناء ہوں گی تو ایسا آدمی کافر ہے جیسا کہ "الفقہ الاکبر" میں ہے اور اسی طرح فقہاء الملہ ابو حنیفہؒ اور ابو یوسفؒ اور محمد بن الحسنؒ کے عقیدہ پر مشتمل جو کتاب ابو جعفر الخلوئیؒ نے لکھی ہے اس میں بھی ہے۔ اور ابو مطیع البلخیؒ بھی اس نظریہ سے بری ہیں اگرچہ اس کے قول کو نہ سمجھتے ہوئے بعض بے تکلی باتیں کرنے والوں نے اس کی طرف یہ نسبت کی ہے۔

تو اس بیان کے ساتھ دونوں خبروں میں بات کو بدھا کر بیان کرنے کے مواقع (کہ کس کس جگہ لوگوں نے بات کو بدھا کر بیان کیا) اور دونوں جگہوں میں تشبیح کرنے والوں کی تشبیح کی غلطی واضح ہو گئی۔

ہم اللہ تعالیٰ سے سلامتی کی درخواست کرتے ہیں۔

احمر ارض ۴۹: (کہ ابو حنیفہؒ نے کہا کہ اگر رسول اللہ ﷺ میرا زمانہ پالیتے یا میں ان کو پالیتا تو وہ میری اکثر باتوں کو اختیار کر لیتے نیز ابو حنیفہؒ کے سامنے حدیث پیش کی جاتی تو وہ اس کی مخالفت کرتے اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اصل روایت کو بگاڑ کر بعض راویوں نے روایت اس طرح کر دی ہے۔)

اور خطیبؒ نے طبع اولیٰ ص ۳۸۶ اور طبع ثانیہ کے ص ۴۰۰ میں ابن رزق۔ احمد بن جعفر بن سلمہ۔ احمد بن علی الآبار۔ ابراہیم بن سعید۔ محبوب بن موسیٰ کی سند نقل کر کے کہا کہ محبوب نے کہا کہ میں نے یوسف بن اسباط کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ابو حنیفہؒ نے کہا کہ اگر میرا زمانہ رسول اللہ ﷺ پالیتے یا میں آپ کو پالیتا تو آپ میری اکثر باتوں کو اختیار کرتے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے ابو اسحاق کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ابو حنیفہؒ کے پاس جب نبی کریم ﷺ کی طرف سے کوئی چیز پیش کی جاتی تو وہ اس کی مخالفت کرتے ہوئے اس کے علاوہ پر عمل کرتے تھے۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ اس افسانہ میں احتمالی مصیبت اور گریز دونوں باتیں جمع ہیں۔ اور ہم نے پہلے ابن رزق اور ابن سلمہ اور الآبار کا کئی بار تذکرہ کیا ہے۔ اور ابراہیم بن سعید الجوهری اس حال میں تعلیم حاصل کرتا تھا کہ اس پر نیند طاری ہوتی تھی۔ جیسا کہ الحافظ حجاج بن الشاعر نے کہا ہے اور حجاج بن الشاعر سے مسلم نے اپنی صحیح میں بکثرت روایات لی ہیں۔

پس ذہبیؒ نے اس کے حق میں جلد بازی کا مظاہرہ کیا ہے۔ ایسے آدمی کی طرح جس کے دل میں کوئی حاجت ہوتی ہے۔ درنہ تو حجاج ان لوگوں میں سے ہے جس کی جرح مندرجہ نہیں ہو سکتی۔ (یعنی اس کی جرح پختہ ہے) اور اس کا راوی محبوب بن موسیٰ جو ہے وہ ابو صالح الفراء ہے اور بیشک اس کے بارہ میں ابو داؤدؒ نے کہا کہ اس کی حکایات کی طرف اس وقت تک کوئی توجہ نہ کی جائے جب تک وہ کتاب سے دیکھ کر نہ بیان کرے اور یوسف بن اسباط الزہدی کے بارہ میں ابو حاتم نے کہا لا یحتج بہ کہ اس کو دلیل نہیں بنایا جاسکتا۔ اور بخاری نے کہا کہ اس کی کتابیں دفن کر دی گئی تھیں پھر وہ اپنی تسلی کے مطابق حدیث بیان

نہیں کر سکتا تھا۔

اور تاریخ بغداد کے ہندوستانی مطبوعہ نسخہ میں اور دارالکتب المصریہ میں جو قلمی نسخہ ہے اس میں ایک اور نسخہ کے ساتھ خبر ہے کہ خطیبؒ نے کہا اخبرنی علی بن احمد الرزاز عن علی بن محمد بن سعید الموصلی عن الحسن بن الوضاح المودب عن المسیب بن واضح عن یوسف بن اسباط الی آخرہ اور یہ الرزاز وہی راوی ہے جو اپنے مسودہ سے روایت کرتا تھا اور اس کے بیٹے نے تازہ سنی سنائی بھی اس میں شامل کر دی تھیں جیسا کہ خطیبؒ نے اس کا ذکر کیا ہے۔ اور الموصلی جس کا المیرٹن میں ذکر کرتے وقت درمیان سے اس کے باپ محمد کا نام ساقط کر کے نسبت داوا کی طرف کر دی گئی ہے۔ تو یہ غلطی ہے۔ اور اس کے بارہ میں ابو نعیم نے کہا کہ وہ کذاب ہے اور ابن الفرات نے کہا کہ وہ اختلاط کا شکار تھا اور کوئی قاتل تعریف آدمی نہ تھا۔ الخ

اور بے شک خطیبؒ نے عیسیٰ بن فیروز کے ترجمہ میں اس الموصلی کے بارہ میں کہا کہ وہ ثقہ نہ تھا۔ اور ابو حاتمؒ نے المسیب بن واضح کے بارہ میں کہا کہ وہ تھا تو سچا مگر بہت زیادہ غلطیاں کر جاتا تھا۔ تو جب اس کو ان غلطیوں پر آگاہ کیا جاتا تو وہ ان کو قبول بھی نہ کرتا تھا۔ الخ۔ اور اس جیسا آدمی تو مردود الروایہ ہوتا ہے۔ اور اس کو دار قطنیؒ اور ابن الجوزیؒ نے ضعیف کہا ہے۔ اور یوسف بن اسباط تو اس لائق تھا کہ جیسے اس کی کتابوں کو دفن کر دیا گیا تھا اس کو بھی دفن کر دیا جاتا۔ (روایت کی حالت تو یہ ہے مگر افسوس کہ) خطیبؒ کے ہاں اس جیسی روایت محفوظ ہوتی ہے۔ نیز دارالکتب المصریہ میں جو محفوظ مسودہ ہے جس کا نمبر ۴۰ ہے اس میں علامہ الفقیہ محمد بن محمود الجزائریؒ کے جو کہ گزشتہ صدی کے وسط میں الاسکندریہ کے مفتی تھے ان کے خط سے لکھا ہے کہ یوسف بن اسباط ضعیف سیئی الحفظ تھا۔

اس بارہ میں اصل روایت

اس بارہ میں اصل روایت اس طرح تھی لَوْ اَذْرَكْنِي الْبَيْتُ لَأَخَذْتُ بِكَتِفِ رَجُلٍ مِّنْ قَوْلِي کہ ”اگر (ممن) البتہ مجھے پائیں یا میں ان کو پاؤں تو وہ میری بہت سی باتوں کو قبول کر لیں گے۔“ تو راوی نے البتہ کو بدل کر البی کر دیا۔ پھر روایت بالمعنی کرتے ہوئے بہت ہی غلطی کر دی۔

یہ بات محمد بن محمود الجزائریؒ نے لکھی ہے۔ یعنی اس روایت میں اصل البتہ تھا مگر

اس کو بدل کر النبی کر دیا گیا۔ پھر روایت بالمعنی کرتے ہوئے اس کو بدل کر رسول اللہ کر دیا۔ اور پھر اس میں ﷺ کا اضافہ کر دیا۔ اور البتی سے مراد بصرہ کے عالم امام عثمان بن مسلم البتی ہیں جن کی وفات ۳۳ھ میں ہوئی۔ اور پہلے یہ بات گزر چکی ہے کہ اس جیسی تعریف بعض راویوں سے پائی جاتی ہے جس کا ذکر خو خطیب نے ص ۸۰ ج ۲ میں کیا ہے۔

بلکہ محدثین میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو اس سے بھی زیادہ تعجب انگیز بات میں جا پڑتے ہیں مثلاً ایک سند یوں بیان کی عن اللہ عن رجل (جس کا مطلب یہ بنتا ہے کہ اللہ نے اپنے استاد سے روایت لے کر بیان کی نعوذ اللہ من ذالک) تو لوگوں نے اس سے پوچھا کہ وہ شخص کون ہے جس سے اللہ تعالیٰ روایت لے کر بیان کرتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی ذات تو اس سے بہت بلند ہے کہ اس کا کوئی استاد ہو تو اس محدث نے اس میں تبدیلی کر کے عن رجل کی بجائے عز وجل کر دیا (حالانکہ اعتراض بدستور باقی ہے کہ نبی اور فرشتہ کے علاوہ کون ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے براہ راست بات لے کر بیان کرے۔)

پھر وہ الفاظ جو ابو حنیفہؒ سے یہاں روایت کیے گئے ہیں اگر ان کو بالفرض مان بھی لیا جائے کہ ان سے یہ ثابت ہیں تو اس کا مطلب یوں ہو گا کہ اس میں مفعول محذوف ہے۔ جیسا کہ یہی مناسب ہے تو اصل عبارت یوں ہوگی لاخنی بکثیر من قولی تو اس صورت میں معنی بالکل ٹھیک بنتا ہے۔ (کہ اگر نبی کریم ﷺ مجھے پالیتے یا میں آپ کو پالیتا تو آپ بہت سی باتوں میں میرا مواخذہ فرماتے۔) اور جو عیب ہے وہ دور ہو جاتا۔ پس اس قول کے ساتھ ابو حنیفہؒ نے اس بات کا اعتراف کیا کہ وہ اپنی تمام آراء میں مصیب (راہ راست پر) نہیں ہیں۔ بلکہ وہ سمجھتے تھے کہ ہو سکتا ہے کہ ان کی بعض آراء ایسی پائی جاتی ہوں جن کی وجہ سے نبی کریم ﷺ عتاب فرماتے۔ اگر بالفرض یہ قول امام صاحب سے ثابت ہو جائے تو اس معنی کی صورت میں یہ قول ان کے انتہائی ورع اور پرہیزگاری پر دلالت کرتا ہے۔ اور اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ ہر بات میں مصیب نہیں ہیں۔ (جیسا کہ شیعہ حضرات کا اپنے اماموں کے بارہ میں نظریہ ہے۔) لیکن چونکہ ان کے نزدیک ان کی وہ آراء متعین نہیں جن کو رسول اللہ ﷺ ناپسند فرماتے اس لیے وہ مسائل کے احکام میں ان آراء کی پیروی کرنے میں مجبور ہیں۔ ان دلائل کی وجہ سے جو ان کے سامنے ظاہر ہوئے۔ اور آگے اس کی بحث آئے گی۔ اور دوسری روایت میں الفاظ یہ ہیں لو ادرکنی البنی او ادرکنہ کہ ”اگر (عثمان) البتی مجھے پالیتے یا میں ان کو پالیتا تو وہ میری بہت سی باتوں کو لے لیتے۔“ اور

مجتہد کا کسی صحیح حدیث کی مخالفت کرنا صرف اس جیسا مجتہد ہی پہچان سکتا ہے جو اخبار کے مراتب اور ان کی ولایت کے وجوہ کو جانتا ہو۔ وہ راوی نہیں پہچان سکتا جو اخبار کی تصحیح میں قتل ہو اور معانی کی گہرائی میں غور و فکر کرنے والا نہ ہو جیسا کہ ابو اسحاق الفراری ہے، تو ایسے آدمی کی بات کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

اعتراض ۵۰: (کہ ابو اسحاق الفراری نے کہا کہ میں نے ابو حنیفہؒ کے سامنے حدیث بیان کی تو اس نے کہا کہ اس کو چھوڑ دے پھر ایک دن اور حدیث بیان کی تو اس نے کہا اس کو خنزیر کی دم کے ساتھ کھرج دے۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ راوی نے وہ حدیث ظاہر نہیں کی جس کو چھوڑنے اور خنزیر کی دم سے کھرچنے کا امام ابو حنیفہؒ نے کہا تھا۔ اگر وہ حدیث ذرا بھی اعتبار کے لائق ہوتی تو راوی ضرور اس کا ذکر کرت۔ اس کا ذکر نہ کرنا ہی دلیل ہے کہ وہ اعتبار کے لائق نہ تھی۔)

اور خلیفہؒ نے طبع لوٹی کے ص ۳۸۷ اور طبع ثانیہ کے ص ۴۰۱ میں ابو سعید الحسن بن محمد بن عبد اللہ بن حسنوبہ الاصبہانی۔ عبد اللہ بن محمد بن عیسیٰ الخشاب۔ احمد بن محمدی۔ احمد بن ابراہیم۔ عبد السلام بن عبد الرحمن۔ اسماعیل بن عیسیٰ بن علی الهاشمی۔ ابو اسحاق الفراری کی سند نقل کر کے کہا کہ ابو اسحاق الفراری نے کہا کہ میں ابو حنیفہؒ کے پاس غزوہ کے بارہ میں کوئی مسئلہ پوچھنے آیا تھا تو میں نے اس سے مسئلہ پوچھا تو اس نے اس کا جواب دیا تو میں نے اس کو کہا کہ بے شک اس کے بارہ میں نبی کریم ﷺ سے تو اس اس طرح روایت کی گئی ہے تو اس نے کہا دعنا من هذا ”اس کو لینے سے ہمیں معاف رکھ۔“ ابو اسحاق نے کہا کہ پھر ایک دن میں نے اس سے کوئی مسئلہ پوچھا تو اس نے اس کا جواب دیا تو میں نے کہا کہ اس بارہ میں نبی کریم ﷺ سے اس اس طرح روایت کی گئی ہے تو اس نے کہا کہ اس کو خنزیر کی دم کے ساتھ کھرج دے۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ الفراری نے اس چیز کا کیوں ذکر نہیں کیا جس کی وجہ سے کم عقلی فقیہ ملت کی طرف لوٹتی ہے اور وہ کونسی خبر تھی جس سے ابو حنیفہؒ نے اعراض کیا؟ اور وہ کونسی خبر تھی جس کو کھرج دینے کا اس نے حکم دیا؟ تا کہ جماعت کو معلوم ہو جاتا کہ کیا وہ اعراض اور کھرج دینے کے قتل تھی۔ اور رلوپوں کے پاس کتنی ہی ایسی روایات ہیں جن کو لعل علم رد کرتے ہیں ان کمزوریوں کی وجہ سے جن کو ماہر فن ہی جانتے ہیں۔ مگر راوی ان پر اعتما کرتے ہیں اور ابراہیم بن محمد الفراری کا مرتبہ السیر اور المغازی میں تو ہے مگر ابن سعد

اس کو اس میں پسند نہ کرتے تھے۔ اور ذکر کرتے تھے کہ وہ بہت غلطیاں کرنے والا ہے۔ اور ابن سعد تو السیر اور المغازی میں بہت بڑے امام ہیں۔ اور ابو جویکہ الفراری اپنے علم میں بہت غلطیاں کرتا تھا جیسا کہ اس کی صراحت ابن سعد نے اپنی طبقات میں اور ابن قتیبہ نے المعارف ص ۱۷۵ میں کی ہے۔ پھر بھی ہم اس کی کلام کی طرف تب توجہ کرتے جبکہ وہ ان دونوں حدیثوں کو ذکر کر رہا تھا۔ بے شک روایت میں اس کی اکثر اغلاط ہیں اور مفہوم سمجھنے میں اس کی طبیعت جلد ہے۔ لیکن اس نے جب ان دونوں حدیثوں کو ذکر ہی نہیں کیا تو اس کی کلام خود بخود ساقط ہو گئی۔

اور اہل علم کے ہاں یہ بات بالکل واضح ہے کہ مغازی اور سیر کے باب میں بہت سی روایات مقطوع اور مرسل ہیں۔ اور ان میں سے جو مسند ہیں تو ان کے راویوں پر کلام بھی بکثرت ہے اور اسی لیے امام احمد نے فرمایا، تین قسم کے علوم ایسے ہیں کہ ان کی کوئی بنیادی نہیں اور ان میں المغازی کا بھی ذکر کیا۔ تو ابو حنیفہؒ پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے کہ انہوں نے المغازی سے متعلق الفراری کی ایک یا دو خبروں کو رد کر دیا ہے؟ اور اس الفراری کا اپنے علم میں جو حال ہے وہ آپ نے معلوم کر لیا۔ اور جو لوگ اپنے مخالف کو دوسروں کی زبانی گلی کو پسند کرتے ہیں ان کے ہاں اس کی زبان و رازی خوشی کا مقام ہے۔ تو انہوں نے اس کو اس مرتبہ تک بڑھا دیا جو اس کا مرتبہ نہ تھا۔

اور وہ اصل میں کوفہ کا تھا پھر شام میں رہائش اختیار کر لی۔ اور وہ المصیصہ میں مرابط (چوکیدار) تھا۔ عجلت گزار بہادر تھا۔ زبان دراز تھا۔ سوائے سیر کے علم کے کسی اور موضوع کی طرف توجہ کرنے والا نہ تھا۔ اپنے زہد اور بکثرت غزوات میں شرکت اور اپنی زبان و رازی کی وجہ سے ناقلین کے ہاں بلند مرتبہ تھا۔ اور ابو حنیفہؒ اپنی وائش اور اپنی بحث کے دوران زبان کی پرہیزگاری کے اس مقام پر فائز تھے کہ ہم بعید سمجھتے ہیں کہ ان سے یہ الفاظ نکلے ہوں کہ اس کو خنزیر کی دم کے ساتھ کھرج وے۔ اور الوابصی ولی خبر کی سند میں عبد السلام بن عبد الرحمن ہے جس کو یحییٰ بن اکثم نے معزول کر دیا تھا۔ لازمی بات ہے کہ اس کا سبب فقہ میں کمزوری نہیں بلکہ اس کے علاوہ کوئی اور ہی تھا۔ پھر حشویہ مذہب والوں کا جب بازار گرم ہوا تو انہوں نے اس کو دوبارہ قضاء پر بحال کر دیا۔ اور اس (عبد السلام) کا شیخ اسماعیل بن عیسیٰ مجہول راویوں میں سے ہے۔

اعتراض ۵۱: (کہ علی بن عاصم نے کہا کہ میں نے ابو حنیفہؒ کے سامنے حدیث پیش کی تو اس

نے کہا میں اس کو نہیں لیتا۔ اور ابو اسحاق نے کہا کہ میں نے حدیث پیش کی تو اس نے کہا کہ یہ حدیث خرافہ ہے۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ علی بن عاصم نے اس حدیث کو ذکر نہیں کیا جس کے بارے میں اس نے کہا کہ ابو حنیفہؒ نے اس کو رد کیا ہے، یہ ذکر نہ کرنا ہی جتنا ہے کہ وہ حدیث اس کے نزدیک بھی قابلِ اعتماد نہ تھی۔ اور یہ ہو نہیں سکتا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کسی صحیح ثابت شدہ حدیث کے بارے میں یہ الفاظ کہیں۔ اس لیے کہ ان کا ارشاد تو یہ ہے کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔

اور خطیبؒ نے طبع لؤلؤ کے ص ۳۸۷ اور طبع ثانیہ کے ص ۴۰۲ میں ابن دوم۔ ابن سلمہ۔ الابار۔ الحسن بن علی الحلونی۔ ابو صلح یعنی الفراء۔ ابو اسحاق الفراری کی سند نقل کر کے کہا کہ ابو اسحاق الفراری نے کہا کہ میں نے ابو حنیفہؒ کے سامنے حکمرانوں کے خلاف تلوار نہ اٹھانے والی حدیث بیان کی تو اس نے کہا کہ یہ حدیث خرافہ ہے۔ اور خطیبؒ نے دوسری سند الابار محمد بن حسان الازرق نقل کر کے کہا کہ محمد بن حسان نے کہا کہ میں نے علی بن عاصم کو کہتے ہوئے سنا کہ ہم نے ابو حنیفہؒ کے سامنے نبی کریم ﷺ کی حدیث بیان کی تو اس نے کہا میں اس کو نہیں لیتا۔ تو میں نے کہا کہ یہ تو نبی کریم ﷺ سے ہے تو اس نے کہا لَا أَخَذْنِيهِ میں اس کو نہیں لیتا۔

الجواب : میں کہتا ہوں کہ اس کی سند میں ابن دوم۔ ابن سلمہ۔ الابار۔ الحلونی اور ابو صلح الفراء ہیں اور اگر اس کی سند میں صرف ابن دوم ہوتا تو اس خبر کو رد کرنے کے لیے اتنی بات ہی کافی تھی۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی ہے کہ اہل شام کے ہاں بہت سی ایسی من گھڑت احادیث تھیں جن کو وضع کرنے والوں نے بنی امیہ کے حق میں وضع کیا تھا اور ان میں ظالم حکمرانوں کے خلاف خروج کی ممانعت تھی اور ان کے موضوع ہونے کی اطلاع صرف ماہر فن ہی رکھتے ہیں۔

ابن سعد نے الفراری کے بارے میں کہا کہ وہ ثقہ، فاضل اور صاحبِ سنت اور غزوات میں شرکت کرنے والا تھا اور اپنی حدیث میں اکثر خطا کرتا تھا۔ اور پہلے ابن قتیبہ کا قول اس کے بارے میں گزر چکا ہے کہ یہ اپنی بات میں بکثرت غلطیاں کرنے والا تھا۔ اور جو شخص حدیث میں اکثر خطا کرنے والا ہو تو وہ بکثرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسی حدیث کی نسبت کرنے والا ہوگا جو اس کے بیان کردہ طریقہ پر نہیں تو اس کو رد کر دیا جائے گا تو باطل حدیث حدیث خرافہ ہی ہوتی ہے۔ اور پہلے اس کی وضاحت ہو چکی کہ یہ ابو حنیفہؒ کے

بارہ میں لمبی زبان کیوں رکھتا تھا اور اس میں بہت غلی تھ۔ اللہ تعالیٰ اس سے چشم پوشی کا معاملہ فرمائے۔

الحافظ ابن ابی العوامؒ نے ابو بکر محمد بن جعفر بن امین۔ یعقوب بن شبہ۔ محمد بن صالح کی سند نقل کر کے کہا کہ محمد بن صالح نے کہا کہ میں نے اسماعیل بن واؤد کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ عبد اللہ بن المبارکؒ ابو حنیفہؒ کی روایت سے واقعات و احادیث ذکر کرتے تھے۔ تو جب وہ نغز (سرحد) میں یعنی المصیفہ میں ہوتے تھے تو ابن المبارکؒ ابو حنیفہؒ کی روایت سے کوئی چیز بیان نہ کرتے تھے اور جب تک ابن المبارک چلے نہ جاتے اس وقت تک ابو اسحاق انفرادی ابو حنیفہؒ کے بارہ میں کوئی بری بات ذکر نہ کرتا تھا۔ اور اس میں عبرت ہے۔ اور ابو اسحاق کی کلام صرف اسی چیز پر دلالت کرتی ہے جو اس کے دل میں فقیہ الملتہ کے بارہ میں دلی غصہ ہے اور جرح میں اس کی کلام کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے مگر اس صورت میں کہ وہ اس حدیث کو ذکر کرتا جس کا رد ابو حنیفہؒ نے کیا تھا اور جس کے بارہ میں کہا تھا کہ یہ حدیث خرافہ ہے۔ یا جس کے بارہ میں حکم دیا تھا کہ اس کو کھرج دے۔ اور جب اس نے یہ نہیں کیا تو یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ خود بھی اس حدیث کے بارہ میں پر اعتقاد نہیں تھا۔ تو اس کی اس کارروائی نے کوئی فائدہ نہ دیا سوائے اس کے کہ اس نے اپنا نامہ اعمال سیاہ کیا۔

اور رہی دوسری خبر تو اس میں بھی ابن دوما اور اس کے بعد والے سارے کے سارے مشکلم فیہ راوی ہیں۔ اور اگر فرض کر لیا جائے کہ یہ خبر ابو حنیفہؒ سے ثابت ہے تو کوئی مانع نہیں کہ وہ علی بن عاصم کی بیان کردہ (غیر معیاری) حدیث کے بارہ میں کہیں کہ میں اس کو نہیں لیتا اور ابو حنیفہؒ دیگر اہل علم کی طرح حق رکھتے ہیں کہ وہ علی بن عاصم کی حدیث کو نہ لیں جس کے لیے منشی حدیثیں لکھتے تھے اور وہ سماع کے اور بغیر صحیح مسودہ کے ساتھ قتل کرنے کے بغیر ہی ان کو بیان کر دیتا تھا اور کلام اس کے بارہ میں بہت طویل ہے۔ ان کتابوں میں جو ضعیف راویوں کے متعلق لکھی گئی ہیں۔ پس ہلاکت ہے اس کے لیے جو اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کے قائم مقام ٹھہراتا ہے اور اپنے رو کو مصطفیٰ ﷺ کا رو قرار دیتا ہے۔ اور ابو حنیفہؒ تو وہ ہیں جو کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی اس شخص پر لعنت ہو جو رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرتا ہے۔ ان ہی کی وجہ سے تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عزت بخش اور ان ہی کی وجہ سے ہم نے نجات پائی ہے۔ جیسا کہ ان کا یہ قول الانشاء للئن عبد البرص ۳۱ میں ہے تو وہ کیسے ایسی حدیث کے خلاف کر سکتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ سے صحیح ثابت ہو۔ اور جو

مفصّل ایسا خیال کرتا ہے تو وہ بہتان تراشی میں بہت دور نکلا ہوا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے حفاظت چاہتے ہیں۔

اعتراض ۵۴: (کہ ابو حنیفہؒ کے سامنے جب البیعان بالخیار مالم یتفرقا والی حدیث بیان کی گئی تو انہوں نے کہا کہ یہ رجز (شعر کی ایک قسم) ہے اور جب یہودی کے سر کوٹنے والی حدیث بیان کی گئی تو انہوں نے کہا کہ یہ غیر معقول بات ہے۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر یہ روایت امام صاحب سے ثابت ہو جائے تو رجز کا معنی ہے بے سوچے سمجھے الفاظ کو زبان پر جاری کرنا تو اس لحاظ سے کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا اور سر کچلنے والی روایت پر اگرچہ امام ابو حنیفہؒ کا عمل نہیں مگر یہ تصور نہیں کیا جاسکتا کہ انہوں نے اس کو ہدیان کہا ہو یہ بعد کے کسی راوی کی کارستانی ہے۔)

لور خطیبؒ نے طبع لوئی کے ص ۳۸۷ اور طبع ثانیہ کے ص ۴۰۴ میں محمد بن ابی نصر النری۔ محمد بن عمر بن محمد بن بہتہ البرز۔ احمد بن سعید الکوفی۔ موسیٰ بن ہارون بن اسحاق۔ العباس بن عبد العظیم۔ ابوبکر بن ابی الاسود۔ بشر بن مقفل کی سند نقل کر کے کہا کہ بشر کہتے ہیں کہ میں نے ابو حنیفہؒ سے کہا کہ نافع حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ آپس میں بیچ کرنے والے جب تک جدا نہ ہوں اس وقت تک ان کو خیار ہوتا ہے۔ تو ابو حنیفہؒ نے کہا کہ یہ رجز ہے۔ میں نے کہا کہ قتادہ حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک ایک یہودی نے ایک بچی کا سرد پتھروں کے درمیان رکھ کر کچلا تھا تو نبی کریم ﷺ نے اس کا سرد پتھروں کے درمیان رکھ کر کچل دیا تھا تو ابو حنیفہؒ نے کہا کہ یہ ہدیان (غیر معقول بات) ہے۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ محمد بن احمد بن محمد بن حسن بن النری خطیبؒ کا شیخ ہے اور اس کے نزدیک ثقہ ہے۔ لور جس صاحب نے بیع ثانیہ میں حاشیہ میں اس پر جرح کی ہے تو اس کو وہم ہوا ہے۔ اس لیے کہ حکم فیہ یہ نہیں بلکہ اس کا استلزام بہتہ ہے اور وہ محمد بن عمر بن محمد بن بہتہ البرز شیبی ہے۔ خطیبؒ اس کو پسند نہیں کرتا تھا اور اس کا راوی احمد بن سعید جو ہے وہ ابن عقبہ الکوفی ہے جو کہ تیز طرار شیعہ تھا۔ لور اس کے بارہ میں خطیبؒ کا کلام سخت ہے۔ تو اس پر لازم تھا کہ اس روایت کا اعتبار نہ کرتے۔ لور ابوبکر بن ابی الاسود جو ہے وہ عبد اللہ بن محمد بن حمید ابن اخت عبد الرحمن بن مہدی ہے۔ ابن ابی حنیفہ نے کہا کہ ابوبکر بن ابی الاسود کے بارہ میں ابن معینؒ اچھی رائے نہ رکھتے تھے۔ تو اس جیسی سند

کے ساتھ ابو حنیفہؒ سے یہ واقعہ کیسے ثابت ہو سکتا ہے؟ (مگر خطیبؒ کے ہاں محفوظ اس جیسی روایت ہی ہوتی ہے۔ اور اگر فرض کر لیا جائے کہ یہ قول ان سے ثابت ہے تو رجز کا وہ معنی نہیں جو مخالفین بیان کرتے ہیں بلکہ رجز کا معنی وہ ہوگا جو حضرت ابن مسعودؓ کے قول میں مر لیا جاتا ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فَنِيْ اَقْلَ مِنْ ثَلَاثِ هَؤُلَاءِ رَاجِزٌ کہ جس نے تین دن سے کم مدت میں قرآن پڑھا تو ایسا شخص راجز ہے۔ یعنی معنی کو سمجھے بغیر ہی الفاظ کو زبان پر جاری کرنے والا ہے جیسا کہ راجز کرتا ہے (تو اس لحاظ سے ابو حنیفہؒ کے قول کا معنی یہ ہوگا کہ اَلْبَيْعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَنْفَرَقَا کے قول کو جس طرح تو بیان کر رہا ہے یہ رجز ہے یعنی معنی کو سمجھے بغیر زبان پر الفاظ جاری کر رہا ہے) تو رجز کا لفظ استعمال کرنے میں ان کے لیے حضرت ابن مسعودؓ کا قول نمونہ ہے اور اس حدیث کی وجہ سے خیار مجلس کا قول حدیث کے معنی کو سمجھے بغیر زبان پر الفاظ کو جاری کرنا ہے۔ اس لیے کہ اس خیار کو جب خیار مجلس پر محمول کیا جائے تو یہ کتاب اللہ کی نص کے مخالف ہے۔ اس لیے کہ جب باہمی رضا کے ساتھ بائع اور مشتری عقد کر لیں تو عقد میں بائع ثمن کا اور مشتری مبیعہ کا مستحق بن جاتا ہے اور نص سے ثابت ہے کہ متعاقدین میں سے ہر ایک جس کا مستحق ٹھہرتا ہے وہ اس میں تصرف کر سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿اٰمَنَ الْاِيْمَانُ وَالْوَلَوُ! اٰمَنَ﴾ میں مل باطل طریقہ سے مت کھاؤ مگر یہ کہ تمہاری باہمی رضا سے تجارت ہو۔“ (تو حدیث کو جب خیار مجلس پر محمول کریں گے تو معنی یہ ہو جائے گا کہ مجلس کے اختتام تک بائع ثمن میں اور مشتری مبیعہ میں تصرف نہ کرے اور یہ مفہوم نص قرآنی کے مخالف ہے) اس کے برخلاف اگر اس خیار کو خیار رجوع پر محمول کیا جائے تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ بائع اور مشتری میں سے جس نے ایجاب کیا ہے تو دوسرے کے مجلس میں قبول کرنے سے پہلے پہلے اس کو ایجاب سے رجوع کرنے کا اختیار ہے اور جب دوسرے نے مجلس ختم ہونے سے پہلے پہلے قبول کر لیا تو ایجاب کرنے والے کو رجوع کا حق نہ رہے گا خواہ ایجاب کرنے والا بائع ہو یا مشتری۔ (اگر بائع کہتا ہے کہ میں تجھ پر یہ چیز اتنے کی چھتا ہوں تو بائع ایجاب کرنے والا ہوگا اور اگر مشتری کہتا ہے کہ میں تجھ سے یہ چیز اتنے کی خریدتا ہوں تو اس صورت میں مشتری ایجاب کرنے والا ہوگا اور اگر دوسرے فریق نے قبول کر لیا تو بیع تام ہو جائے گی کیونکہ بیع کے ارکان ایجاب اور قبول ہیں اور یہ پائے گئے) تو یہ معنی کتاب اللہ کے مفہوم کے خلاف نہ ہوگا اور اس صورت میں حدیث کے

اندر المتبايعان کا لفظ حقیقتاً ہوگا اس لیے کہ بے شک یہ لفظ حالت عقد پر محمول ہے۔ اور متعاقدين (بائع اور مشتری) سے دونوں کلمات (ایجاب و قبول) صادر ہو جانے کے بعد کی حالت پر اس کو محمول کرنا اس کو مجاز کوئی بنانا ہے۔ (اور جب تک حقیقت کا اعتبار ہو سکے تو اسی کا اعتبار بہتر ہوتا ہے) اور حدیث کا فائدہ یہ ہے کہ بے شک رجوع ان دونوں کے لیے اس وقت تک ثابت ہے جب تک کہ ان میں سے ایک ایجاب کرتا ہے اور دوسرے نے مجلس میں ابھی تک قبول نہیں کیا۔ یہ ایسے نہیں ہے جیسا کہ عورت کا مل دے کر خلع کرنا یا مالک کا اپنے غلام سے مل لے کر غلام کو آزاد کرنا۔ اس لیے کہ خلوئہ اور مالک کو عورت اور غلام کے قبول کرنے سے پہلے ان دونوں میں رجوع کا حق نہیں ہے۔ اور امام محمد بن الحسنؒ نے الموطا میں اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ ہمارا نظریہ اس حدیث کے مطابق ہے۔ اور اس کی تفسیر ہمارے نزدیک وہی ہے جو ابراہیم نخعی کی ہم تک پہنچی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ متبايعان کو اختیار ہے جب تک کہ وہ بیع کی کلام سے فارغ نہیں ہوتے۔ جب بائع نے کہا کہ بے شک میں یہ چیز تجھ کو بیچتا ہوں تو جب تک دوسرا نہیں کہتا کہ میں نے خرید لیا تو اس وقت تک بائع کو رجوع کا اختیار ہے یا مشتری نے کہا کہ میں تجھ سے اتنے کی یہ چیز خریدتا ہوں تو جب تک بائع نہیں کہتا کہ میں نے بیچ دیا تو اس وقت تک اس کو رجوع کا اختیار ہوگا۔ اور یہی قول ہے ابو حنیفہؒ کا اور ہمارے اکثر فقہاء کا۔

(فقہاء کرام کے درمیان مالم ینفرقا میں جو تفرق ہے اس کے بارہ میں اختلاف ہے کہ اس سے تفرق بالابدان مراد ہے یا تفرق بالاقول۔ احناف کہتے ہیں کہ اس سے تفرق بالاقول مراد ہے اور اسی صورت میں قرآن کی نص اور قیاس کے مطابق معنی موافق بنتا ہے اور شوافع حضرات اس سے تفرق بالابدان مراد لیتے ہیں۔ اور تفرق بالاقول مراد لینا کوئی نئی بات نہیں بلکہ تفرق بالاقول کا معنی کتاب و سنت میں عام پایا جاتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا** ”اور اللہ تعالیٰ کی رسی (دین) کو مضبوطی سے پکڑو اور تفرقہ بازی نہ کرو۔“ (یہاں لا تفرقوا میں تفرق سے مراد تفرق بالاقول ہے) اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ** ”اور اہل کتاب نے تفرق نہیں کیا مگر کتاب مل جانے کے بعد۔“ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **وَإِنْ يَتَفَرَّقَا يُغْنِ اللَّهُ كَلًّا** ”مَنْ سَعَتِهِ“ اور اگر میاں بیوی دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں تو اللہ ہر ایک کو مستغنی کر دے گا۔“ اور حدیث میں ہے **افترقت اليهود** کہ ”یہود نے تفرقہ بازی کی۔“

(ان تمام آیات میں تفرق سے مراد تفرق بلا قول ہے) بلکہ تفرق بالبدان کی حالت تو یہ ہے کہ شریعت میں یہ عقود کو پورا کرنے کا نہیں بلکہ ان کو فاسد کرنے کا باعث بنتا ہے۔ جیسا کہ اگر دو آدمیوں نے آپس میں بیچ صرف کی تو ان میں سے ہر ایک جب تک قبضہ نہیں کر لیتا اس وقت تک وہ ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں ہو سکتے اور اگر وہ علیحدہ ہو گئے تو ان کا یہ تفرق بالبدان اس عقد صرف کو فاسد کر دے گا اور اسی طرح بیچ سلم میں اس لیل پر قبضہ کرنے سے پہلے اور قرضہ کے بدلہ میں قرضہ میں ان میں سے ایک کی تعین سے پہلے اگر تفرق بالبدان ہو گا تو یہ عقود فاسد ہو جائیں گے۔ نیز مالک بن نفیر کا ولی حدیث کو تفرق بالبدان پر محمول کرنے کی صورت میں قواعد سے خروج اور کتاب اللہ کی مخالفت لازم آتی ہے اور اگر تفرق بلا قول پر محمول کریں تو نہ قواعد سے خروج لازم آتا ہے اور نہ ہی کتاب اللہ کی مخالفت۔ اور تفرق بلا قول کا قرآن و سنت میں استعمال مشہور بھی ہے۔ اور حضرت ابن عمرؓ کی جس روایت میں ہے کہ وہ مجلس عقد سے اٹھ جاتے تھے تو اس میں کوئی صراحت نہیں کہ ان کا مذہب ہی یہ تھا بلکہ ہو سکتا ہے کہ وہ یہ سمجھتے ہوں کہ ان کے ساتھ معاملہ کرنے والا خیار مجلس کا قائل ہے تو اس کے رجوع کے حق کو ختم کرنے کے لیے ایسا کرتے ہوں۔ اور (اس کا قرینہ یہ ہے کہ) حضرت ابن عمرؓ کا ایک مقدمہ حضرت عثمانؓ کے سامنے پیش کیا گیا جو کہ مبیعہ میں عیوب سے براءت سے متعلق تھا تو حضرت عثمانؓ نے ان کی رائے کے خلاف فیصلہ دیا تو اس کے بعد حضرت ابن عمرؓ اپنے عقود میں دوسروں کی آراء کی رعایت رکھنے لگے اور یہ فیصلہ سیرت کی کتابوں میں معروف ہے۔ اور اس مسئلہ میں ہمارے اصحاب کے پاس ٹھوس دلائل ہیں جو ان کی کتابوں کے موجود ہیں۔ اور ان میں سے سمجھنے میں سب سے آسان کتاب البیہ المرئی الزہیدیؒ کی عقود الجواهر المنیفة فی ادلة منہب الامام ابی حنیفہ اور ابوبکر الرازی کی احکام القرآن ہیں۔ اور ان دونوں نے مسئلہ میں بہت تفصیلی بحث کی ہے۔ اور اس مسئلہ میں امام ابو حنیفہؒ اکیلے نہیں بلکہ امام دارالہجرت (امام مالک) بھی ان کے ساتھ ہیں۔ اور جس مسئلہ میں امام لیل عراق اور امام لیل الحجاز متفق ہوں تو اس مسئلہ کو کمزور خیال کرنے والا غلط فہمی میں مبتلا ہے۔ اور عجیب بات ہے کہ بے شک ان (مخالفین) میں سے ایک سے روایت کی گئی ہے کہ جب اس کو کہا گیا کہ بے شک امام مالکؒ المتبایعین ولی حدیث کو نہیں لیتے۔ اس معنی میں کہ وہ خیار مجلس کا نظریہ نہیں رکھتے تو اس نے کہا کہ اس سے توبہ طلب کی جائے۔ پس اگر توبہ کر لے تو بہتر ورنہ

اس کو قتل کر دیا جائے۔ گویا کہ (اس کے نزدیک) وہ اس کی وجہ سے کافر ہو گئے ہیں۔ یہاں تک کہ ان سے توبہ طلب کی جاتی ہے یا قتل کیا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی اپنی مخلوق میں مختلف حالتیں ہیں۔ (اس بحث سے واضح ہو گیا کہ امام ابو حنیفہؒ نے حدیث کی مخالفت نہیں کی بلکہ حدیث کے الفاظ مالم ینفرفا کا مفہوم متعین کرنے میں لقماء سے اختلاف کیا ہے اور ایسی مثالیں تو ہلالی ائمہ کے مسائل میں بھی بکثرت پائی جاتی ہیں) اور ری بات سر کچلنے والی حدیث کی تو وہ حضرت انسؓ سے جو ہشام بن زید کی سند سے ہے اور اس میں ابو قتلابہ عنعنہ سے روایت کرتے ہیں۔ تو اس میں ہے کہ یہ قتل کا حکم گواہوں کے بغیر صرف معتقل کی بات کی وجہ سے کیا گیا تھا۔ اور یہ طریقہ تو شریعت میں محروف نہیں۔ اور جو روایت حضرت انسؓ سے قتلہ نے کی ہے تو اس میں ہے کہ قاتل کا اقرار تھا لیکن قتلہ کا عنعنہ ہے اور یہ (ان کا عنعنہ) حضرات محدثین کے ہاں مشکلم فیہ ہے۔ نیز سر کچلنے والی روایت کرنے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ مغفوف ہیں اور انہوں نے یہ روایت اپنے بڑھاپے کے دور میں کی۔ جیسا کہ لونٹوں کا پیشاب پینے والی روایت کرنے میں وہ مغفوف ہیں اور وہ روایت بھی ان سے قتلہ کر رکھتے ہیں۔ اور حجاج بن یوسف نے جو کہ مشہور عالم ہے اس نے اپنی سزاؤں کے جواز میں عربیہ قبیلہ والوں کو دی جانے والی سزا کو بھی دلیل بنایا تھا۔ جبکہ اس سے پوچھا گیا کہ تم سخت ترین سزائیں کیوں دیتے ہو تو کہنے لگا کہ اس جیسی سزا تو نبی کریم ﷺ نے بھی دی تھی۔ یہاں تک کہ اس کی وجہ سے حضرت حسن بصریؒ کیبیدہ خاطر رہنے لگے اور جب ان کو یہ بات پہنچی کہ حجاج عربیین والی حدیث بیان کرتا ہے تو انہوں نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ وہ اس کو نہ بیان کیا کرے۔ اور عربیین والی روایت کو امام مالکؒ نے الموطا میں نہیں لیا۔ اور ابو حنیفہؒ کا نظریہ یہ ہے کہ بے شک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم علول ہونے کے باوجود اسی ہونے کی وجہ سے یا بڑھاپے کی وجہ سے قلت ضبط سے معصوم نہیں ہیں تو تعارض کے وقت ان میں سے فقیہ کی روایت کو دوسرے پر ترجیح ہوگی۔ اور اسی طرح غلطی کے گمان کو دور کرنے کے لیے بوڑھے کی روایت پر دوسرے کی روایت کو ترجیح ہوگی۔ اور ابو حنیفہؒ کا یہ بھی نظریہ ہے کہ قاتل سے قصاص صرف تلوار کے ساتھ ہی لیا جائے تا کہ کتاب اللہ میں جس مماثلت کا ذکر ہے اس سے خروج ثابت نہ ہو۔ اور اس بارہ میں جو آثار و ادویہ ہیں وہ ان کی ابتداء کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی پناہ کہ وہ کسی ایسی حدیث کے بارہ میں کہیں کہ یہ بہرہاں ہے جو حدیث ان کے نزدیک صحیح ہو۔ اور وہ تو لوگوں کے ساتھ گفتگو کرنے میں زبان

کو انتہائی پرہیزگاری سے چلانے والے تھے۔ تو اس جیسے مقام میں وہ اس طرح کی کام کیسے کر سکتے ہیں؟

اور بے شک ان کی جانب منسوب یہ کلام اس رلوی کی طرف لوٹنے والا ہے جو اس کو بیان کرتا تھا۔ اور اس واقعہ کی سند میں جو کمزوریاں ہیں ان کو پیش نظر رکھنے کے بعد ایک لمحہ کے لیے بھی شک نہیں گزرتا کہ بے شک نامتقل بات کرنے والا وہ ہے جو اس (ابو حنیفہ) کی طرف اس جیسی سند کے ساتھ ہدیان کی نسبت کرتا ہے۔

اعتراف ۵۳: (کہ ابو حنیفہؒ نے حدیث کو مسجع اور ولاء کے بارہ میں حضرت عمرؓ کے فیصلہ والی روایت کو قول شیطان کہا۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر یہ الفاظ امام صاحب سے ثابت ہو جائیں تو یہ قول شیطان کی نسبت روایت کرنے والے کسی رلوی کی طرف ہوگی نہ کہ حضرت عمرؓ کی طرف اس لیے کہ امام صاحب سے اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ وہ حضرت عمرؓ کے قول کو قول شیطان کہیں۔)

اور خطیبؒ نے طبع لولی کے ص ۳۸۸ اور طبع ثانیہ کے ص ۴۰۳ میں ابو بکر البرقی۔ محمد بن محمود الحمودی۔ محمد بن علی الحافظ۔ اسحاق بن منصور۔ عبد الصمد عن ابیہ کا سند نقل کر کے کہا کہ عبد الصمد کا باپ کہتا ہے کہ ابو حنیفہؒ کے سامنے نبی کریم ﷺ کا ارشاد افطر الحاجم والمحجوم ذکر کیا گیا تو اس نے کہا کہ یہ مسجع (مقتفی کلام) ہے۔ اور اس کے سامنے ولاء کے بارہ میں حضرت عمرؓ کا قول یا ان کا فیصلہ ذکر کیا گیا تو اس نے کہا کہ یہ شیطان کا قول ہے۔ اور پھر خطیبؒ نے دوسری سند ابن رزق۔ احمد بن جعفر بن سلمہ۔ احمد بن علی اللابار۔ محمد بن یحییٰ النیسابوری۔ ابو معمر عبد اللہ بن عمرو بن ابی الحجاج البصری المنتری۔ عبد الوارث نقل کر کے کہا کہ عبد الوارث نے کہا کہ میں مکہ میں تھا اور وہابی ابو حنیفہؒ بھی تھے تو میں جب اس کے پاس گیا تو اس کے پاس کچھ لوگ تھے تو ایک آدمی نے اس سے مسئلہ پوچھا تو اس نے جواب دیا، تو اس آدمی نے اس سے کہا کہ پھر عمر بن الخطاب کی روایت کا کیا ہوگا؟ تو اس نے کہا یہ شیطان کا قول ہے۔ رلوی کہتا ہے کہ یہ سن کر میں نے سبحان اللہ پڑھا، تو مجھے ایک آدمی نے کہا کہ کیا تو اس بات پر تعجب کر رہا ہے؟ پس بے شک اس سے پہلے اس کے پاس ایک آدمی آیا اور اس سے ایک مسئلہ پوچھا تو اس نے اس کا جواب دیا تو اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے جو روایت افطر الحاجم والمحجوم ہے، وہ کیسی ہے تو اس نے کہا کہ یہ مسجع (مقتفی کلام) ہے تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں اس مجلس

میں کبھی دوبارہ نہ آؤں گا۔

الجواب : میں کہتا ہوں کہ پہلی سند خطیبؒ کے علاوہ باقی راویوں کے لحاظ سے بے غبار ہے اور اس کا راوی عبدالصمد جو ہے وہ ابن الوارث العنبری ہے اور طبع ثانیہ کے حاشیہ لکھنے والے نے غلط کہا ہے کہ وہ ابن حبیب الازدی ہے اور اس نے اس کو کمزور ثابت کرنا شروع کر دیا۔ اور بے شک عبدالصمد کے باپ عبدالوارث نے ابو حنیفہؒ سے براہ راست یہ نہیں سنا تو درمیان میں انقطاع ہے اور اس نے یہ بھی بیان نہیں کیا کہ کس نے اس سے ذکر کیا؟ اور نہ اس کا ذکر کیا کہ اس نے کس سے سنا ہے؟ اور نہ یہ بیان کیا کہ وہ خود اس واقعہ میں موجود تھا۔ تو اس جیسی بات ردی کی ٹوکری میں پھینک دی جاتی ہے۔ اور اسی طرح حضرت عمر کے فیصلہ کا معاملہ ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے پس بے شک اس نے اس کی سند ذکر نہیں کی اور نہ ہی یہ بیان کیا ہے کہ وہ فیصلہ یا قول کیا تھا تا کہ معلوم کیا جاسکتا کہ کسی راوی نے تو اس فیصلہ کو گمراہ حضرت عمرؓ پر نہیں ڈال دیا۔ اور کتنے ہی لوگوں نے نبی کریم ﷺ پر بے بنیاد باتیں ڈال دیں چہ جائیکہ حضرت عمرؓ ڈالیں۔ اور اگر ہم ان چیزوں کو بیان کرنا شروع کریں جو ابو حنیفہؒ نے حضرات صحابہ کرام اور بالخصوص حضرت عمرؓ کی شان میں فرمائی ہیں ایسی روایات سے جو سندوں کے ساتھ لکھی گئی ہیں تو ہماری کلام بہت طویل ہو جائے گی۔ اور ابو حنیفہؒ ہی تو ہیں جو اقوال صحابہ کو حجت مانتے ہیں اور جب کسی مسئلہ میں صحابہ کے اقوال مختلف ہوں تو وہ ان سے ہٹ کر کسی قول کو نہیں لیتے بلکہ ان ہی میں سے کسی ایک کو اختیار کرتے ہیں۔ حالانکہ جو لوگ ابو حنیفہؒ کو فقہ کی طرف منسوب کرتے اور خود کو حدیث کی طرف منسوب کرتے ہیں، ان کی اکثریت بھی اس کے خلاف کرتی ہے جیسا کہ خطیبؒ اور اس کے ساتھیوں کا اس بارہ میں طریق واضح ہے۔ اور ابو حنیفہؒ ہی ہیں کہ جب ابو جعفر منصور نے ان سے پوچھا کہ اس نے علم کن لوگوں سے حاصل کیا ہے تو انہوں نے کہا حملو عن ابراہیم کہ حملو اور ابراہیم کے واسطے سے حضرت عمر بن الخطابؓ اور علی بن ابی طالبؓ اور عبد اللہ بن مسعودؓ اور عبد اللہ بن عباسؓ رضی اللہ عنہم کے اصحاب سے حاصل کیا ہے۔ جیسا کہ خود خطیبؒ نے سند کے ساتھ ص ۳۳۳ میں نقل کیا ہے۔ تو کیا اس کے بعد تصور کیا جاسکتا ہے کہ انہوں نے حضرت عمرؓ کے فیصلے یا قول کو قول شیطان کہا ہو۔ انہوں نے اس کا مصداق راویوں میں سے ہی کوئی مراد لیا ہو گا جنہوں نے اس (حضرت عمرؓ) کی طرف اس جھوٹے قول یا فیصلہ کو منسوب کیا ہو گا۔ اور یہ اس صورت میں ہے جبکہ

فرض کر لیا جائے کہ یہ الفاظ ان سے ثابت ہیں۔ علاوہ اس کے یہ بات بھی ہے کہ افطر الحاجم والمحجوم دلی حدیث کو تو بہت سے محدثین ثابت مانتے ہی نہیں ان میں سے ابن معین بھی ہیں۔ تفصیل کے لیے نصب الرایہ دیکھیں۔ اور جو اس حدیث کو ثابت مانتے ہیں تو ان کے نزدیک بھی یا تو منسوخ ہے اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود روزہ کی حالت میں حجامت (سینگی لگوانا) کروائی تھی۔ اور یا ان حضرات کے نزدیک یہ حدیث موصول ہے اور اس کا معنی یہ ہوگا کہ ان دونوں (حاجم اور محجوم) نے اپنے آپ کو افطار کے لیے پیش کیا۔ پس حاجم تو اس لیے کہ وہ خون کو چوستا ہے (تو ہو سکتا ہے کہ کچھ ذرات اندر چلے جائیں) اور محجوم اس لیے کہ سینگی لگوانے کی وجہ سے اس پر کمزوری طاری ہو جاتی ہے۔ (اور پھر روزہ بعض دفعہ برداشت نہیں ہوتا) اور جو آدمی خبر کے صرف ظاہری الفاظ کو لیتا ہے اور اس کی صحت یا اس کے نسخ یا اس کی تویل کی چھان بین نہیں کرتا تو وہ اسی آدمی کی طرح ہے جو اپنی زبان پر مسیح کلام (مقتنی کلام) جاری کرتا ہے بغیر اس کے کہ وہ اس کا مفہوم سمجھتا ہو۔

اور یہی حل دوسری خبر کا ہے اس لیے کہ اس کی انتہا بھی عبد الوارث کے ہاتھ میں ہے اور اس روایت میں بھی ہے کہ سائل نے حضرت عمرؓ کے قول کے بارہ میں پوچھا مگر یہ ذکر نہیں کیا کہ وہ قول کونسا تھا تو خلیفہؓ نے دوسری سند پیش کر کے انقطاع کو پیوند لگانے کی (ناکام) کوشش کی ہے مگر یہ کہل فائدہ مند ہو سکتا ہے۔ اور سند میں اس کے بعد ابن رزق، اور ابن سلم اور اللایار۔ اور ابو معمر القدری ہیں اور ان کا تذکرہ پہلے کئی مرتبہ ہو چکا ہے۔ اور ان دونوں خبروں کو رد کرنے کے لیے یہی کافی ہے کہ جو قول حضرت عمرؓ کی طرف منسوب کیا گیا ہے وہ قول دونوں خبروں میں نامعلوم ہے۔ سند بھی اور قننہ بھی۔ اور بہر حال وہ روایت جو ابو حنیفہؒ کی طرف منسوب کی گئی ہے کہ جب ایک شخص نے ان کے سامنے کہا کہ الوضوء نصف الایمان ”وضوء نصف ایمان ہے“ تو انہوں نے کہا کہ نوضاً مرنین حتی نستكمل الایمان ”تو دو دفعہ وضو کر لے تا کہ تیرا ایمان مکمل ہو جائے۔“ تو اس کی سند میں یحییٰ بن آدم ہے۔ جس نے ابو حنیفہؒ کو نہیں پایا اور اس نے جو نقل کیا ہے اس میں انقطاع ہے سند متصل نہیں ہے۔

اعتراض ۵۴: (کہ سفیان بن عیینہؒ کہا کہ میں نے ابو حنیفہؒ سے سنا کہ اللہ کے سامنے بے باکی کا مظاہرہ کرنے والا کوئی اور نہیں دیکھا وہ نبی کریم ﷺ کی حدیث کو مثل دے کر

بیان کرتے پھر اس کی تردید کرتے۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی مسئلہ میں اس باب کی تمام روایات کو پیش نظر رکھ کر عمل کے لیے ان میں سے منتخب کرنا اور باقی کی تلویل یا رد کرنے کا عمل تو تمام فقہاء کرتے ہیں اس کی وجہ سے صرف امام ابو حنیفہؒ پر طعن کیا معنی رکھتا ہے؟

اور خطیبؒ نے طبع لوطی کے ص ۳۸۹ اور طبع ثانیہ کے ص ۴۰۵ میں ابو القاسم ابراہیم بن محمد بن سلیمان المودب۔ ابوبکر المقرئ۔ سلامہ بن محمود القیس۔ عمران بن موسیٰ اللطالی۔ ابراہیم بن بشار الرمادی۔ سفیان بن عیینہ کی سند نقل کر کے کہا کہ سفیان بن عیینہ نے کہا کہ میں نے اللہ کے سامنے بے باکی کا مظاہرہ کرنے والا ابو حنیفہؒ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔ وہ نبی کریم ﷺ کی حدیث کو مثل دے کر بیان کرتا۔ پھر اس کی تردید کرتا تھا۔ اس کو یہ بات پہنچی کہ میں اَلْبَيْتَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَكُمْ يَنْفَرَقَا دلی روایت کو بیان کرتا ہوں تو اس نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ تیرا کیا خیال ہے کہ اگر وہ دونوں (ہائے اور مشتری) کشی میں ہوں۔ تیرا کیا خیال ہے اگر وہ دونوں قید خانہ میں بند ہوں۔ تیرا کیا خیال ہے اگر وہ دونوں سفر میں ساتھ ساتھ جا رہے ہوں تو دونوں کیسے جدا ہوں گے؟

الجواب: میں کہتا ہوں کہ ابو حنیفہؒ کی نظر نصوص کے معانی پر بڑی کمری ہوتی تھی یہاں تک وہ اس نتیجہ تک پہنچے کہ بے شک افتراق سے مراد افتراق بلا قول ہے نہ کہ افتراق بالابدان۔ اور اس کی وضاحت اولہ سمیت پہلے ہو چکی ہے۔ اور اس مسئلہ میں ابو حنیفہؒ کے ساتھ بڑی اور مالک رحمہما اللہ بھی ہیں۔ پھر یہ بات بھی ہے کہ اس کی سند میں ابراہیم بن بشار الرمادی ہے اور اس کے بارہ میں ابن ابی حاتم نے کہا کہ ہمیں عبد اللہ بن احمد بن حنبل نے اس خط میں بتایا جو اس نے میری طرف لکھا تھا کہ میں نے اپنے والد سے سنا جبکہ انہوں نے ابراہیم بن بشار الرمادی کا ذکر کیا تو کہا کہ وہ ہمارے ساتھ سفیانؒ کے پاس موجود تھا۔ پھر اس نے لوگوں کو وہ احادیث لکھوائیں جو انہوں نے سفیانؒ سے سنی تھیں۔ اور وہ بعض دفعہ ایسی روایات بھی لکھواتا جو ان سے نہ سنی ہوتیں گویا کہ وہ الفاظ کو تبدیل کرتا تو وہ حدیث میں زیادتی ہوتی تھی حدیث کا حصہ نہ ہوتی تھی۔ تو میں نے اس کو کہا ”کیا تو اللہ سے نہیں ڈرتا کہ تو ان کو وہ کچھ بھی لکھواتا ہے جو انہوں نے اس (سفیان) سے نہیں سنا۔ اور اس کی بہت مذمت بیان کی۔ لہٰذا پس آپ غور کریں کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے معاملہ میں خدا غنی نہیں رکھتا تو کیا وہ ابو حنیفہؒ کے بارہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوگا؟ اس کے

علاوہ یہ بات بھی ہے کہ یہاں سفیانؒ کا قول یہ ہے۔ بلغہ اروی۔۔۔ فجعل بقول لور اس میں سفیانؒ نے جو اس کی طرف بات منسوب کی ہے، اس کی سند ہی ذکر نہیں کی۔ اور بیہقی کے الفاظ سنن میں باب خیار المنبایین کے آخر میں ابن المدنی عن سفیانؒ کی سند سے یہ ہیں کہ بے شک وہ کوفیوں سے البیعان بالخیار والی حدیث بیان کرتے تھے۔ اس نے کہا کہ پھر انہوں نے وہ حدیث ابو حنیفہؒ کے سامنے بیان کی تو انہوں نے کہا کہ بے شک یہ لبس بشی ورجہ کی ہے۔ تیرا خیال کیا ہے کہ اگر وہ دونوں (بائع اور مشتری) کشتی میں ہوں لی آخر۔ ابن المدنیؒ نے کہا کہ بے شک اللہ تعالیٰ اس سے پوچھ لے گا اس چیز کے بارہ میں جو اس نے کئی۔ انتہی۔

لور السید المرتضیٰ الزییدیؒ نے کہا کہ ابن المدنیؒ کا یہ کہنا کہ بے شک اللہ تعالیٰ اس سے پوچھ لے گا تو اس میں کوئی شک ہی نہیں، ہر آدمی اپنے قول و فعل میں جواب دہ ہوگا۔ لور اس نے تو جواب تیار کر رکھا ہے۔ لور اس نے نصوص کو باہم متعارض نہیں رہنے دیا۔ لرح۔ (اس لیے کہ اس نے ایسی توجیہ لور ان کے مفہوم ایسے بیان کیے ہیں کہ تمام نصوص اپنی اپنی جگہ فٹ اور مناسب ہیں۔) پھر الزییدیؒ نے متعصبوں کا رد بہت تفصیل سے عقود الجواهر المصنفہ کی دوسری جز کی ابتداء میں کیا اور اس مسئلہ میں لولہ کو مکمل طور پر بیان کیا۔ لور ذکر کیا کہ اس حدیث کے اس مفہوم میں ان (امام ابو حنیفہؒ) کے ساتھ سلف کی ایک جماعت ہے جن میں ابراہیم النخعیؒ، سفیانؒ، ثوریؒ اور مالکؒ وغیرہم ہیں۔ لور الجوہر النقی میں اس بات کو کھول کر بیان کر دیا گیا ہے جو البیہقیؒ کی کتاب میں پوشیدہ ہے۔ لور اگر ابن المدینیؒ جواب دینے میں ابن ابی داؤد کے طریق پر چلتا جیسا کہ ابن الجوزیؒ کی مناقب احمدؒ کی شرح میں ہے لور اس طریقہ سے جواب دینے کی کوشش کرنا تو اس کے لیے اچھا ہوتا۔ لور ہم سمجھتے ہیں کہ اس کے جواب کو شمار میں لایا ہی نہیں جاسکتا۔ لور رہا فقیہ الملت کا معاملہ تو اس پر کیے گئے اعتراض کا جواب ہمارے ہاتھوں میں اس قدر وضاحت کے ساتھ موجود ہے کہ اس کے حق میں دلائل کے لحاظ سے ہر منصف مزاج آدمی کا شرح صدر ہو جاتا ہے۔

اعتراض ۵۵: (کہ ابو حنیفہؒ نے کہا کہ میرے ساتھیوں میں سے کون ہے جو قلتین میں پیشاب کرے لور وہ اپنی اس بات کے ساتھ اذا کان الماء قلتین لم ینحبس والی حدیث کا رد کر رہے تھے۔ لور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ امام ابو حنیفہؒ زبان کے لحاظ سے بھی پاکباز

تھے ان سے اس قسم کے الفاظ کا تصور نہیں کیا جاسکتا جبکہ روایت کے راوی بھی قلیل اعتماد نہیں ہیں۔)

اور خطیبؒ نے طبع لوئی کے ص ۳۸۹ اور طبع ثانیہ کے ص ۴۰۵ میں ابن دوماہ ابن سلمہ۔ اللہبار۔ ابوعمار المروزی الحسین بن حبیب کی سند نقل کر کے کہا کہ ابوعمار نے کہا کہ میں نے الفضل بن موسیٰ السینائی کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے ابوحنیفہؒ کو کہتے ہوئے سنا کہ میرے ساتھیوں میں سے کون ہے جو قلتین میں پیشاب کرے؟ اور وہ نبی کریم ﷺ کی حدیث اذا کان الماء قلتین لم ینجس کا رد کر رہے تھے۔

الجواب : میں کہتا ہوں کہ ہم ابن دوماہ الحسن بن الحسین بن العباس النعمانی کے حل کی طرف اشارہ کرتے کرتے آتا گئے ہیں مگر خطیبؒ ہے کہ وہ اس سے بکثرت روایات لے کر نہیں آئیا۔ حالانکہ اس کے بارہ میں خود خطیبؒ نے کہا ہے کہ اس کا معاملہ بڑھا ہوا کہ بے شک وہ سنی ہوئی اشیاء میں ان چیزوں کو بھی شامل کر لیتا تھا جو اس نے سنی نہیں ہوتی تھیں۔ اور سند میں ابن سلمہ اور اللہبار بھی ہیں اور وہ بہت زیادہ غریب روایات کرنے والا ہے اور ابوحنیفہؒ کے مطاعن میں خطیبؒ کی سند میں اس طرز کے راوی ہی ہونے چاہئیں تا کہ اس کو اللہ تعالیٰ ایسی روایت میں رسوا کرے جس کو وہ ناقلین کے ہاں محفوظ خیال کرتا ہے۔

اور قلتین والی روایت جو ہے اس کو تو ۲۰۰ھ سے پہلے فقہاء میں سے کسی نے لیا ہی نہ تھا۔ اس لیے کہ اس میں بہت زیادہ اضطراب ہے۔ اور قلیل لوگوں کے علاوہ کسی نے بھی اس کو صحیح نہیں کہا۔ اور اس کی تصحیح کچھ فائدہ بھی نہیں دیتی۔ اس لیے کہ قلتین کی مروای متعین نہیں۔ یہاں تک کہ ابن دقیق العید نے شرح عمدة الاحکام میں اس بارہ میں جو صحیح البخاری میں الماء الدائم والی حدیث ہے۔ اس کی وجہ سے حنفیہ کی دلیل کے مضبوط ہونے کا اعتراف کیا ہے۔ تو وہ لوگ ہم حنفی گروہ کو چھوڑ دیں۔ کیونکہ ہم حنفیات (نوٹیوں) سے وضو کرتے ہیں اور بدلی ہوئی رنگت والے پانی میں غوطہ نہیں لگاتے۔ اور یہ الفاظ جو یہاں ابوحنیفہؒ کی طرف منسوب کیے گئے ہیں، ان میں سے بعض خطیبؒ کی طرف سے یا اس کے استاذ ابن دوماہ کی طرف سے معلوم ہوتے ہیں اور ابوحنیفہؒ سے ان الفاظ کا صدور بعید ہے اس لیے کہ ابوحنیفہؒ کا اپنی زبان کو گناہوں سے محفوظ رکھنا معروف اور مشہور ہے۔

اعتراض ۵۶: (کہ ابو حنیفہؒ سے رکوع جلتے وقت رفع یدین سے متعلق پوچھا گیا تو اس نے کہا اڑنا چاہتا ہے تو رفع یدین کر لے۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر ان الفاظ کا ثبوت ہو جائے تو اس میں محض مزاح ہے اور اگر اس مزاح کی وجہ سے امام صاحب پر طعن ہے تو ابن المبارکؒ کا جواب دینا بھی اسی انداز کا ہے۔ لہذا دونوں پر طعن ہونا چاہیے جبکہ روایت کے رلوی بھی قائل احمد نہیں ہیں۔)

اور خطیبؒ نے طبع لوئی کے ص ۳۸۹ اور طبع جامیہ کے ص ۴۰۶ میں اللال۔ عبد اللہ بن عثمان الصغار۔ محمد بن خالد العباس بن محمد الدوری۔ ابراہیم بن شمس کی سند نقل کر کے کہا کہ ابراہیم نے کہا کہ میں نے وکیعؒ سے سنا وہ کہتے تھے کہ ابن المبارکؒ نے ابو حنیفہؒ سے رکوع کے وقت رفع یدین کے متعلق پوچھا تو ابو حنیفہؒ نے کہا کہ اڑنا چاہتا ہے تو رفع یدین کر لے۔ وکیعؒ نے کہا کہ ابن المبارکؒ محض مند آدمی تھا تو اس نے کہا کہ اگر پہلی مرتبہ رفع یدین کرنے والے اڑتا ہے تو بے شک وہ دوسری مرتبہ سے بھی اڑے گا۔ تو ابو حنیفہؒ خاموش ہو گئے اور کچھ نہ کہا۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ تینوں مطبوعہ نسخوں میں العباس بن محمد بن ابراہیم بن شمس ہے مگر درست العباس بن محمد عن ابراہیم بن شمس ہے جیسا کہ ہم نے اس کو درج کیا ہے۔ اور فقہی مسائل میں تو ابن المبارکؒ کا قاعدہ یہ تھا کہ اس مسئلہ کو لیتے تھے جس پر اس کے دو استدلال ابو حنیفہؒ اور ثوریؒ کا اتفاق ہوتا تھا۔ لیکن یہاں اس کا قاعدہ ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ دونوں کی اس مسئلہ میں مخالفت کر رہا ہے۔ حالانکہ ابن المبارکؒ کی رائے کے خلاف حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث میں حجت واضح ہے تو ابو حنیفہؒ نے اس سے مزاح کیا۔ اور اس مسئلہ میں ابن کے ساتھ امام مالکؒ بھی ہیں۔ جیسا کہ ابن القاسم کی روایت میں ابن کا مسلک مروی ہے اور اسی پر مالکیہ کا عمل ہے۔ کیونکہ رکوع جلتے وقت رفع یدین کی احادیث کی سندوں میں سے کوئی سند بھی علت (کنزوری) سے خالی نہیں ہے۔ بلکہ رفع کے بارہ میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے سوائے حضرت ابن عمرؓ کی حدیث کے مگر ان کا خود اس پر عمل نہ تھا جیسا کہ ابو بکر بن عیاش کی روایت میں ہے اور رلوی کا اپنی مروی روایت کو ترک کرنا ابو حنیفہؒ اور مالک اور ان کے اصحاب اور لائل نقد میں سلف کے نزدیک اس روایت کے منسوخ ہونے کی دلیل ہے۔ اور لائل علم میں سے بعض حضرات ایسے ہیں جو اس مسئلہ کو ان مسائل میں شمار کرتے ہیں جن کے دلائل مثبت اور منفی دونوں پہلوؤں میں برابر ہیں۔ اور فریقین میں سے جو غیر

معتصب ہیں ان پر تو کوئی ملامت نہیں ہے۔ اور ایسے اختلافی مسائل میں جو دور صحابہ سے لگاتار چلے آ رہے ہیں ان میں کسی ایک فریق کا اپنی جانب کو متواتر کرنے کا دعویٰ بالکل قتل سماعت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ تواتر سے تو یہ ثابت ہے کہ بے شک صحابہ کی ایک جماعت رفع یدین نہ کرتی تھی اور ان میں سے ایک جماعت رفع یدین کرتی تھی۔ تو یہ تفسیر اصلی پر دلالت کرتی ہے۔ اور ان کا اختلاف صرف افضل ہونے میں ہے۔ جیسا کہ اس کو ابو بکر الرازی نے بہت عمدہ تفصیل کے ساتھ احکام القرآن میں مثالوں سمیت ذکر کیا ہے۔ اور یہ بحث بہت طویل ہے اس کے بارہ میں دونوں جانبوں سے مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اور اس باب میں سب سے عمدہ تالیف نیل الفریقین اور بسط الیدین ہیں۔ یہ دونوں کتابیں مولانا علامہ علم کے سمندر محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی ہیں۔ اور انہوں نے ان دونوں کتابوں میں اس مسئلہ کا لب لباب نکل کر پیش کیا ہے اور اس پر شافی و کافی بحث کی ہے۔

اعتراض ۵: (کہ ابو حنیفہؒ نے بیچ صرف کے بارہ میں ایک مسئلہ بتلایا جب ان سے کہا گیا کہ حضور علیہ السلام کے صحابہؓ تو اس کے خلاف تھے تو انہوں نے مسئلہ پوچھنے والے سے کہا کہ جا میرے بتلائے ہوئے مسئلہ پر عمل کر۔ اگر اس میں گناہ ہوا تو مجھ پر ڈال دیتا۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر یہ حکمت ثابت ہو جائے تو یہ مسئلہ میں تحقیق اور دلیل پر اعتبار کا احتمالی درجہ ہے۔ ورنہ کون سا عقل مند ہے جو کسی دوسرے کے عمل کا وہیل اپنے ذمہ لینے کے لیے تیار ہوتا ہے۔)

اور خطیبؒ نے طبع لوئی کے ص ۳۸۹ اور طبع ثانیہ کے ص ۴۰۶ میں ابن رزق۔ عثمان بن احمد لدقاق۔ حنبل بن اسحاق۔ الحمیدی کی سند نقل کر کے کہا کہ الحمیدی نے کہا کہ میں نے سفیان سے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ میں کوفہ میں خضیب کی والدہ کے جنازہ میں شریک تھا تو ایک آدمی نے ابو حنیفہؒ سے بیچ صرف کے بارہ میں مسئلہ پوچھا تو انہوں نے اس کو مسئلہ بتلایا تو میں نے کہا کہ اے ابو حنیفہؒ بے شک حضرت محمد ﷺ کے صحابہؓ تو اس کے خلاف کرتے تھے تو وہ ناراض ہو گئے اور جس آدمی نے مسئلہ پوچھا تھا اس کو کہا کہ جا اس کے مطابق عمل کر۔ پس جو گناہ ہو گا وہ مجھ پر ڈال دیتا۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ ابن رزق وہی بوڑھا نابینا ہے جو الرزم کی کتابوں کا راوی ہے۔ اور اس خبر کا راوی عثمان بن احمد جو ہے وہ ابو عمرو بن السماک ہے جو ذہبی کے نزدیک رسوا کن روایت کے ساتھ مطعون ہے۔ اور حنبل غلطیل کرنے والا اور اپنے ہم مذہب بعض

لوگوں کے نزدیک بھی پسندیدہ شخص نہ تھا۔ اور الحمیدی وہی ہے جس نے مصر میں شوافع کے درمیان فساد والا تھا۔ اور محمد بن عبد الحکم نے لوگوں کے بارہ میں بات چیت کے متعلق اس کو جھوٹا کہا ہے۔ اگرچہ بعض حضرات نے اس کو رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے بارہ میں ثقہ کہا ہے اور یہ اس قدر متعصب تھا کہ عقلمند آدمی اس کے بارہ میں حیران رہ جاتا ہے۔

اور امام شافعیؒ کتاب الام ص ۳۸ ج ۶ میں فرماتے ہیں کہ متعصب لوگوں کی گواہی رد کر دی جائے گی اور اس بات کو صراحت سے فرمایا کہ بے شک سارے لوگ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں کوئی بھی اس کی بندگی سے خارج نہیں ہے اور ان میں سے حجت کے زیادہ لائق وہ ہے جو ان میں سے اس کا زیادہ فرماں بردار ہے اور اس کے فرمانبرداروں میں سے فضیلت کے زیادہ لائق وہ ہے جو مسلمانوں کی جماعت کو زیادہ نفع پہنچانے والا ہو یعنی عادل امام۔ مجتہد عالم۔ یا عوام الناس اور خواص کی مدد کرنے والا ہو۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اسلام کی وجہ سے جمع کیا اور ان کی نسبت اس کی طرف فرمائی (یعنی ان کو مسلمین فرمایا) اور جتنی نسبتیں ان کی طرف کی گئی ہیں، ان میں یہی نسبت سب سے زیادہ عمدہ ہے۔ پس جو شخص کسی سے محبت کرتا ہے تو وہ اسی اسلام ہی کی وجہ سے اس سے محبت کرے۔ اور پھر آگے انہوں نے نسب میں طعن اور نسب کی وجہ سے بغض رکھنا کہ بے شک وہ فلاں قبیلہ کا ہے تو یہ خالص عصبیت ہے جس کی وجہ سے گواہی مردود ہو جاتی ہے۔ لہٰذا۔ اور آدمی کی شہادت کا مردود ہونا تو اس کو زندوں میں شمار کرنے کے قتل ہی نہیں رہنے دیتا۔ اور اگر ان کلمات کو جو الحمیدیؒ نے ابو حنیفہؒ کے بارہ میں کہے ہیں ایک میدان میں جمع کر دیا جائے تو اس کی عصبیت کا پردہ چاک ہو جائے گا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے پردہ پوشی کی ہی درخواست کرتے ہیں۔ اور کتاب میں جب بھی الحمیدی کا ذکر آئے تو آپ اسی بحث کو پیش نظر رکھیں۔ اور ابو حنیفہؒ سے بغض رکھنے والے کا معاملہ شہادت کے رد ہونے سے بھی زیادہ خطرناک ہوگا۔ اس لیے کہ بے شک وہ تو عہدوت میں اور دینی فقہ کی نشر و اشاعت میں اور عوام اور خواص کو نفع دینے میں اس حیثیت کو پہنچے ہوئے ہیں کہ کوئی منصف مزاج اس کے ساتھ پوری صدی میں فقہ کے اماموں سمیت کسی کو ان علوات میں ان کے ساتھ برابر علیت نہیں کر سکتا۔ اور اللہ تعالیٰ ہی تعصب کرنے والوں سے حساب لینے والا ہے۔

اس کے علاوہ یہ بات بھی ہے کہ حضرات صحابہ کے درمیان بیچ صرف کے بارہ میں

اختلاف مشہور ہے جو کہ اس میں لوہار کرنے سے متعلق حضرت ابن عباسؓ وغیرہ کے درمیان ہے اور جمہور فقہاء نے اس بارہ میں حضرت ابن عباسؓ کے قول کو نہیں لیا بلکہ ان سے بھی اپنے قول سے رجوع نقل کیا گیا ہے۔ اور ابو حنیفہؒ کا کیا جرم ہے جو اس نے اس مسئلہ میں حضرت ابن عباسؓ کی رخصت کو نہیں لیا۔ اور مجتہد کا کیا جرم ہے جبکہ وہ صحابہ کرام کے کسی مسئلہ میں مختلف اقوال میں سے کسی ایک قول کو دلائل کے ساتھ رائج قرار دے کر اختیار کر لیتا ہے۔ لیے کہ نفی اور اثبات کو جمع کرنا تو محال ہے۔ پھر اگر ان راولیوں کو اعتماد تھا کہ واضح دلائل کے ساتھ ثابت ہونے والے مسئلہ کی اس نے مخالفت کی ہے تو انہوں نے اس مسئلہ کا ذکر کیوں نہیں کیا؟ اور مجتہد کے سامنے جب مسئلہ بالکل واضح ہو جائے جیسا کہ بیچ صرف میں جمہور کا حضرت ابن عباسؓ کی رائے کی مخالفت کرنا تو مجتہد کے لیے جائز ہے کہ وہ کہے کہ اگر اس مسئلہ میں کوئی گناہ ہوا تو مجھ پر ڈال دیتا۔ مگر یہ اس وقت ہے جبکہ فرض کر لیا جائے کہ ان سے یہ قول ثابت ہے۔

اعتراض ۵۸: (کہ ابو حنیفہؒ نے کئی احادیث کی مخالفت کی اور کہا کہ دین تو صرف اچھی رائے کا نام ہے۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر یہ روایت ثابت ہو جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ بعض احادیث کا صحت کے معیار پر نہ اترا اور ان کا رد کرنا حضور علیہ السلام کی احادیث کو رد کرنا نہیں کہلاتا اور پھر صحیح سند کے ساتھ امام ابو حنیفہؒ سے ثابت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جو اپنی مبارک زبان سے حضور علیہ السلام نے فرمایا وہ ہماری سر آنکھوں پر ہے۔ ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں نیز ان کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اس پر جو حضور علیہ السلام کی مخالفت کرتا ہے۔)

اور خطیبؒ نے طبع لوئی کے ص ۳۹۰ اور طبع ثانیہ کے ص ۳۰۷ میں القاضی ابو القاسم عبد الواحد بن محمد بن عثمان الجبلی۔ عمر بن محمد بن عمر بن القیاض۔ ابو طلحہ احمد بن محمد بن عبد الکریم المصطفیٰ۔ عبد اللہ بن خنیق۔ ابو صالح الفراء کی سند نقل کر کے کہا کہ عبد اللہ نے کہا کہ میں نے یوسف بن اسباط کو کہتے ہوئے سنا کہ ابو حنیفہؒ نے رسول اللہ ﷺ کی چار سو احادیث یا اس سے بھی زیادہ کو رد کیا۔ میں نے اس کو کہا کہ اے ابو محمد کیا تو ان احادیث کو جانتا ہے تو اس نے کہا ہاں۔ میں نے کہا کہ ان میں سے کچھ مجھے جانتا تو اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا گھوڑے کے لیے دو حصے اور پیڈل کے لیے ایک حصہ ہے۔ تو ابو حنیفہؒ نے کہا کہ میں تو جانور کا حصہ حومن آدمی کے حصہ سے زیادہ قرار نہیں دیتا۔ اور رسول اللہ

ﷺ نے اور آپ کے صحابہ نے بدنہ کو اشعار کیا (جانور کے پہلو میں معمولی سا زخم لگا کر خون کو مل دینا) اور ابو حنیفہؒ نے کہا کہ اشعار مثلاً (جانور کو بد شکل کرنا) ہے۔ اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ البیعان بالخیار مالم یتفرقا کہ ”ہائع اور مشتری جب تک ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں ان کو خیار ہوتا ہے۔“ اور ابو حنیفہؒ نے کہا کہ جب بیع واجب ہو جائے تو کوئی خیار نہیں رہتا۔ اور نبی کریم ﷺ نے جب سفر میں جانا ہوتا تو ساتھ لے جانے کے لیے اپنی عورتوں کے درمیان قرعہ ڈالتے اور آپ کے صحابہ بھی قرعہ ڈالتے تھے۔ اور ابو حنیفہؒ نے کہا کہ قرعہ اندازی جو کی ایک قسم ہے۔ اور ابو حنیفہؒ نے کہا کہ اگر مجھے نبی کریم ﷺ پا لیتے اور میں آپ کو پالیتا تو آپ میرے بہت سے اقوال کو لے لیتے اور دین تو صرف اچھی رائے کا نام ہے۔

الجواب : میں کہتا ہوں کہ اس کی سند میں عمر الفیاض بے اعتماد ہے اسی لیے اس کا فیض نہیں پھیلا۔ اور اس کے رلوی الوسلوسی کے بارہ میں بھی حضرات نے کلام کیا ہے پس اس کے وسوسوں کی طرف توجہ نہیں کی جائے گی۔ اور عبد اللہ بن خنیق صلح ہے مگر اس لحاظ سے صلح نہیں کہ اس سے کوئی چیز حاصل کی جائے سوائے اس کے کہ وہ کتاب سے پڑھ کر سنائے۔ اور ابو صلح الفراء کی حکایت کی طرف بھی بغیر کتاب کے توجہ نہیں کی جائے گی۔ اور یوسف بن اسباط عجلت لزار پیوند لگے لباس والا تھا اس کی کتابیں دفن کر دی گئیں اور اس کا حافظہ اچھا نہ تھا۔ اور بے فائدہ چیزوں میں ارسال کرتا تھا تو وہ ان لوگوں میں شمار ہوتا ہے جن سے دلیل پکڑنا درست نہیں۔ یہ تو اس خبر کا سند کے لحاظ سے حل ہے۔ اور رہی بات متن کے لحاظ سے تو خدا کی پناہ کہ ابو حنیفہؒ نے رسول اللہ ﷺ کے فرمان کا ایک کلمہ بھی رد کیا ہو۔ اور انہوں نے وہی کہا جس کو الموفق الخوارزمی نے اس سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ عن ابی حلد محمد بن ابی الریح المازنی۔ ابو الخلاء حلد بن لوریس۔ ابو المعین میمون بن محمد النسفی۔ ابو طاہر المہدی بن محمد الحسینی۔ الخلف ابو یعقوب بن منصور السیاری۔ اور دوسری سند میں خطیبؒ نے کہا کہ سمرقند سے میری طرف جو خط ابو حفص عمر النسفی نے لکھا اس میں بتلایا کہ ابو السیر البرزوی نے ابو یعقوب السیاری۔ ابو الفضل احمد بن علی السیلمانی۔ ابو سعید حاتم بن عقیلی الجوہری۔ الفتح ابن ابی علوان۔ محمد بن یزید۔ الحسن بن صلح۔ ابو مقاتل عن ابی حنیفہ کی سند نقل کر کے اور تیسری سند خطیبؒ نے نقل کی کہ ابو المعین نے کہا اخبرنا ابی عبد الکرم بن موسیٰ البرزوی۔ ابو منصور الماتریدی۔ ابو بکر احمد

بن اسحاق الجوزجانی۔ محمد بن مقاتل الرازی۔ ابو مقاتل حفص بن سلم السمرقندی جو کہ کتب العالم والمتعلم میں ہے۔ وہ ابو حنیفہؒ سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص قرآن کریم کے سوا کوئی اور بات نبی کریم ﷺ سے بیان کرتا ہے تو اس شخص کا رو نبی کریم ﷺ کا رد نہیں ہے اور نہ ہی اس کی وجہ سے آپ کی تکذیب ہوتی ہے۔ بلکہ اس شخص کا رد ہوتا ہے جو باطل بات نبی کریم ﷺ کی جانب منسوب کر کے بیان کرتا ہے اور تہمت اسی پر ہوتی ہے، نبی کریم ﷺ پر نہیں۔ اور ہر وہ چیز جس کے ساتھ نبی کریم ﷺ نے تکلم فرمایا خواہ اس کو ہم نے سنا ہو یا نہ سنا ہو وہ سر آنکھوں پر ہے۔ بے شک ہم اس پر ایمان بھی لاتے ہیں اور اس بات کی گواہی بھی دیتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے جیسا فرمایا ہے، وہی حق ہے۔

اور ابو حنیفہؒ کا تو یہ فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اس آدمی پر جو رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرتا ہے۔ انہی کی وجہ سے تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عزت بخشی ہے اور ان ہی کی وجہ سے ہمیں گمراہی اور عذاب سے بچایا ہے۔ ابن عبد البرؒ نے الانتقاء میں جو لکھا ہے ہم نے اس کے قریب قریب ہی نقل کر دیا ہے۔ اور بہر حال ان ان راویوں کا رد کرنا جو ایک ہی مقصد کو بیان کرتے ہوئے اپنے اپنے ذہنوں کے مختلف ہونے کی وجہ سے الفاظ مختلف نقل کرتے ہیں تو یہ بحث ہی مختلف ہے۔ جیسا کہ مذہب کی تفصیلی کتب میں اس کو ظاہر کیا گیا ہے۔ اور ابو حنیفہؒ پر اور ان کے علاوہ کسی اور پر لازم تو نہیں کہ وہ سندوں میں آنے والے راویوں کی پرکھ کیے بغیر اور روایات کا موازنہ کیے بغیر ہی ان لاکھوں راویوں کی تصدیق کریں جو روایت کرتے ہیں۔ ورنہ تو دین ضائع ہو جائے گا اور فقہ غافل لوگوں کے ہاتھ میں کھلونا بن جائے گی۔ اور ابو حنیفہؒ پر الزام دھرنے کے لیے اس قسم کی زلی دلیلوں کو رسول اللہ ﷺ کی چار سو احادیث کی مخالفت پر دلیل بنانا جبکہ صرف چار کا ذکر کیا گیا ہے اور ان میں سے بھی کوئی چیز اس قتل نہیں کہ جس الزام پر مخالف دلیل بنانا چاہتا ہے، اس پر دلیل بنائی جا سکے۔ گویا کہ مخالف کی نظر میں ایک ایک حدیث ایک ایک سو کے قائم مقام ہے۔

پس اس کا قول للفرس سہمان وللرجل سہم کہ ”گھوڑے کے لیے دو حصے اور پیہل کے لیے ایک حصہ ہے۔“ بعض روایات میں الفاظ اسی طرح آئے ہیں اور بعض روایات میں للفراس سہمان وللراجل سہم کے الفاظ ہیں کہ ”سوار کے لیے دو حصے اور پیہل کے لیے ایک حصہ۔“ اور ایسی روایات کو ابو حنیفہؒ نے ترجیح دی ہے۔ اور اس مفہوم کو ترجیح دی ہے جو حضرت مجمع بن جاریہؒ کی روایت میں ہے جو کہ سنن ابی داؤد کی روایت ہے

تو حدیث میں راویوں کے اختلاف کی صورت میں مجتہد کا روایات میں سے کسی ایک روایت کو ان ولائوں کی وجہ سے ترجیح دینا جو ترجیح کے لیے اس کے سامنے ظاہر ہوئے ہوں تو اس کو حدیث کی مخالفت نہیں کہتے۔ تو ابو حنیفہؒ نے جب راویوں کے الفاظ میں اختلاف دیکھا اور ان میں سے کسی نے ایک مفہوم کو اور دوسرے نے دوسرے مفہوم کو سمجھا تو انہوں نے غور و فکر کے بعد رائے قائم کی کہ بے شک شریعت نے جانور کو مالک بنانے کا نظریہ نہیں دیا تو انہوں نے فیصلہ دیا کہ للفرس سہمان والی روایت اپنے ظاہر کے اعتبار سے یہ فائدہ دیتی ہے کہ جانور کو اس حصہ سے دوگنا دیا جائے جس کا مالک آدمی کو بنایا گیا ہے۔ تو یہ راوی کی غلطی ہے کہ اس نے الفرس میں فا کے بعد الف کو حذف کر دیا اور پرانے لوگوں کے رسم الخط میں اعلام (ناموں) کے علاوہ بھی بعض رسموں میں لکھنے کا طریقہ اسی طرح ہے۔ تو اس غلطی کرنے والے نے فرسا ورجلا پڑھا حالانکہ واجب یہ تھا کہ فارسا ورجلا پڑھا جاتا تو راوی مسلسل غلطی کرتے چلے آئے اور دونوں مذکورہ لفظوں سے گھوڑا اور انسان مراد لیتے رہے۔ حالانکہ اس کا امکان موجود ہے کہ الفرس سے فارس مراد لیا جائے جیسا کہ جب قرینہ موجود ہو تو الحیل سے الحیل (گھوڑا سوار) مراد ہوتا ہے۔ اور امام صاحب نے یہ مفہوم دونوں قسم کی روایتوں کو جمع کرنے کے لیے اختیار کیا ہے۔ اور دوسرے حضرات اس حدیث کو صحیح قرار دیتے ہوئے حدیث کی روایت پر لگے رہے تو ابو حنیفہؒ نے ان لوگوں کو ان الفاظ کے ساتھ جواب دیا کہ بے شک میں مومن پر ایک جانور کو فضیلت نہیں دیتا تا کہ ان کو سمجھا سکیں کہ شریعت بھانم کو مالک نہیں بناتی۔ اور مجاز اصل کے خلاف ہے۔ اور یہی یہ بات کہ انہوں نے بھانم کو مومن پر فضیلت نہ دینے کی بات کی ہے حالانکہ وہ تو جانور کو کسی مومن کے برابر قرار دینے کے قائل بھی نہیں ہیں۔ اس لیے کہ جس حدیث میں راویوں کو غلطی لگی ہے اس میں فضیلت دینے کی بات ہے۔ تو انہوں نے نظر کو اس مقام پر ٹھہرایا اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ جانور اور مومن میں برابری کے قائل ہیں۔ اس لیے کہ مفہوم مخالف تو ان کے مذہب میں معتبر ہی نہیں ہے۔ اور کتاب الخراج میں ابو یوسفؒ "اور ان کی پیروی کرتے ہوئے امام شافعیؒ نے کتاب الام میں انتہائی زیادہ طعن کے ساتھ جو قول کیا ہے وہ فقیہ الملت کی کلام کے مقصد سے بعید ہے۔ جیسا کہ یہ بات ہر اس شخص کے سامنے واضح ہو جاتی ہے جو ہماری ذکر کردہ بحث میں غور و فکر کرے۔ اور بہر حال وہ روایات جن میں آتا ہے کہ بعض لڑائیوں میں سوار کا حصہ کئی گنا زیادہ تھا تو ابو حنیفہؒ اس کو تنفییل

پر محمول کرتے ہیں۔ (کہ امیر لشکر کا اپنی صوابدید پر بعض لشکریوں کو انعام دینا) تا کہ اس بارہ میں تمام دلائل جمع ہو جائیں اس لیے کہ بے شک مختلف لڑائیوں میں سواروں کی ضرورت بھی مختلف ہوتی ہے۔ کیا دلائل کو جمع کرنے کی خاطر کسی ایک روایت کو ترجیح دینے سے ابو حنیفہؒ رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرنے والے قرار پائیں گے؟ حاشا وکلا۔ اور امام صاحب کے اس بارہ میں دلائل مذہب کی کتابوں میں بالخصوص ابوبکر الرازیؒ کی احکام القرآن ص ۵۸ ج ۳ میں تفصیل سے مذکور ہیں۔ اور اس بارہ میں ابو حنیفہؒ کے دلائل نقل کرنے میں الفقیہ والحديث الحق العلامہ الشیخ ابو الوفاء الافغانیؒ نے بہت عمدہ طویل بحث کی ہے جو کہ مدرسہ نظامیہ حیدر آباد کے مدرس تھے۔ انہوں نے الرد علی سیر الازاعی پر جو حاشیہ لکھا ہے اس کے ص ۷۷ میں بہت عمدہ اور طویل بحث کی ہے۔ لیکن انہوں نے فقہاء کے اختلاف بیان کرتے ہوئے ابن جریر سے امام مالک کا جو یہ قول نقل کیا ہے کہ بے شک میں ہمیشہ سنتا آرہا ہوں کہ سوار کے دو حصے ہیں اور پیدل کا ایک حصہ ہے۔ تو یہ قول امام مالک کے اس قول کے خلاف ہے جو صراحتاً "ان سے منقول ہے تو ان کا صحیح قول یہ ہے کہ بے شک میں ہمیشہ سنتا آرہا ہوں کہ الفرس کے دو حصے اور پیدل کا ایک حصہ ہے۔ اور میں نے ہندوستان میں اس کتب کو طبع کروانے والے کو اس غلطی پر آگاہ کر دیا تھا تو اس نے کتب کے آخر میں تصحیح اغلاط کا جو نقشہ دیا اس میں اس کو بھی درج کر کے اس کی اصلاح کر دی ہے۔ اور رہا ابو حنیفہؒ کا یہ قول کہ الاشعار مثلة کہ "جانور کو اشعار کرنا مثله ہے" تو یہ صرف اس کا قول نہیں بلکہ یہ قول ان کا ہے جو حملو عن ابراہیم النخعیؒ سے اس کو روایت کرتے ہیں جیسا کہ اس کی طرف امام ترمذیؒ نے اپنی جامع میں ان میں سے بعض کے قول کی طرف اشارہ کیا ہے اور ان میں سے وکیعؒ بھی ہیں۔ اور ان کی مراد مطلقاً اشعار کا رد نہیں بلکہ ان کی مراد اپنے زمانہ کے لوگوں کا رد تھا جو اس میں مباخذ کرتے تھے۔ اور الاشعار میں الف لام معبود ہے جو ان کے زمانہ میں ہونے والے اشعار پر محمول کیا جائے گا۔ اور اس میں رسول اللہ ﷺ کا رد کہاں ہے؟

وكم من عائب قولاً صحيحاً وآفته من الفهم السقيم
 "اور کتنے ہی صحیح بات میں عیب ٹکانے والے ہوتے ہیں۔ اور مصیبت ان کو بیمار ذہن کی وجہ سے ہوتی ہے۔"
 علاوہ اس کے یہ بات بھی ہے کہ بے شک اعمش کہتے ہیں کہ ہم نے ابراہیم النخعیؒ

سے جو بھی سنا وہ روایت کر دیا گیا ہے جیسا کہ آپ اس سے ملتا جلتا قول ابو نعیم کی حلیہ میں پائیں گے۔ تو النخعی کا یہ قول اثر ہے اس کو دلیل بنایا جاسکتا ہے اور آپ کو معلوم ہی ہے کہ النخعی کے مراسیل کی قدر و قیمت ابن عبد البر وغیرہ کے ہاں کیا ہے۔

اور بہر حال بالغ اور مشتری کے جدا ہونے سے پہلے پہلے خیار و لای حدیث تو پہلے اس کا معنی واضح کیا جا چکا ہے اور یہ معنی کرنے میں ابو حنیفہ اکیلے نہیں بلکہ اس کے شیخ ربیعہ اور النخعی بھی اس مسئلہ میں اس کے ساتھ ہیں جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کر دیا ہے۔ پس اس بارہ میں کلام دوبارہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور رہا مسئلہ قرعہ کا تو بے شک ابو حنیفہ نے اس کو اپنے مورد پر بند رکھا ہے اور کہا کہ پختہ بات ہے کہ قرعہ اندازی صرف اس وقت ہو سکتی ہے جبکہ عورتوں میں سے کسی کو سفر میں ساتھ لے جانا ہو اور یا پھر اس تقسیم کے وقت ہے جس میں کسی ثابت شدہ حق کو باطل کرنا لازم نہ آتا ہو اس لیے کہ بے شک قرعہ اس بارہ میں خلاف القیاس ہے۔ (اور جو چیز خلاف القیاس ہو اس کو اپنے مورد پر بند رکھ کر اسی میں اس کے حکم کو ثابت کرتے ہیں۔ کسی اور چیز کو اس پر قیاس نہیں کر سکتے) اور قرعہ کے بارہ میں ابو حنیفہ کے مذہب کی تحقیق تحریر الحصری علی الجامع الکبیر میں مذکور ہے۔ تو کیا جو چیز خلاف القیاس ثابت ہو اس کو اپنے مورد پر بند رکھنے میں مخالفت کی ذرا بھی بو پائی جاتی ہے؟ اور یہ وہ چار احادیث ہیں جن کو رلوی نے اس دعویٰ پر پیش کیا ہے کہ ابو حنیفہ نے چار سو احادیث کی مخالفت کی ہے۔

اور بہر حال جو یہ بات ان کی طرف منسوب کی گئی ہے کہ انہوں نے کہا کہ اگر نبی ﷺ مجھے پالیتے یا میں ان کو پالیتا تو وہ میری بہت سی باتوں کو لے لیتے تو اس میں النبی کا لفظ بدلا البتہ سے ہوا ہے۔ اور صلی اللہ علیہ وسلم کا جملہ اس تعییف کو نقل کرنے والے کی طرف سے درج کیا گیا ہے۔ اور حق تو یہ تھا کہ جملہ نہ لکھا جاتا یا اگر لکھا جاتا تو بین القوسین لکھا جاتا تا کہ پتہ چل سکتا کہ یہ جملہ زائد ہے اور اس قسم کی تعییف بعض رلوویوں سے لام احمد کے زمانہ میں ہوئی تو انہوں نے اس پر ان کو تنبیہ فرمائی جیسا کہ اس کا ذکر خطیبؒ نے ص ۸۰ ج ۲ میں کیا ہے۔ اگرچہ اس (خطیب) کا خود اپنا خیال یہ ہے کہ تعییف نہیں ہے۔

اور بعض دفعہ یوسف بن اسباط اپنے اسی کمزور حافظہ اور انتہائی تعصب کی وجہ سے وہی لاعلمی میں تعییف کرنے والا ہوتا تھا جان بوجہ نہ کرنا تھا۔ اور یہ صرف دعویٰ ہی نہیں کہ النبی کا لفظ البتہ سے بدلا ہوا ہے اور نہ ہی محض احتمال کے درجہ میں ہے بلکہ حالات اس

کے شہد ہیں۔ اور یہ حکایت تو اس باب میں ذرا مجمل نہیں چھوڑتی کہ وہ مفہوم لیا جائے جو مخالف نے رہا ہے۔ اس لیے کہ بے شک ابوحنیفہؒ کو امت کے نصف بلکہ دو تہائی حصہ نے دین میں اپنا لام بنایا ہے اور زمانہ در زمانہ گزرنے کے باوجود یہ سلسلہ جاری ہے اور یہ سب اس کے دین اور اس کی پرہیزگاری اور علم کی وجہ سے ہے تو محل ہے کہ وہ اس جیسی کلام کریں جس جیسی کلام اس زمانہ میں بدترین قسم کے زعیق اور گمراہ لوگوں میں سے بھی کوئی نہیں کرتا اور اگر ایسا ہوتا تو اس کا معاملہ حکمرانوں کی طرف لے جا کر اس کی گرون اڑا دی گئی ہوتی۔ اور امت کے افراد اور علماء امت اس کے ارد گرد سے دور ہٹ گئے ہوتے۔ اسی طرح حالات اس واقعہ کے جھوٹا ہونے کی گواہی دیتے ہیں۔

اور بہر حال اصل واقعہ تو وہ ہے جس کو ابوسعید بن السمطانی نے سعید بن ابی الرجاء۔ ابوالحسن الاسکاف۔ ابو عبد اللہ بن منہ۔ الحارثی الحافظ۔ ابو طالب سعید بن محمد۔ الطحوی۔ بکار بن قتیبہ۔ ہلال بن یحییٰ۔ یوسف بن خالد السمتی کی سند سے روایت کیا ہے کہ بے شک اس نے ذکر کیا کہ وہ بصرہ کے عالم عثمان بن مسلم البتی کی مجلس میں کیسے آتا جاتا تھا۔ پھر وہ کیسے ابوحنیفہؒ تک جا پہنچا پھر اس نے کہا کہ ابوحنیفہؒ نے کہا کہ اگر البتی مجھے پالیتے تو اپنی بہت سی باتوں کو چھوڑ دیتے۔ جیسا کہ یہ واقعہ الموفق الملکی کی کتب مناقب ابی حنیفہؒ ص ۱۰۲ میں ہے۔ اور اس بارہ میں کی گئی روایات میں بعض جگہوں میں ابویوسفؒ ذکر کیا گیا ہے تو وہ لکھنے والے کی بھول ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ لفظ ابو کے بغیر یوسف ذکر کیا جائے۔ اس لیے کہ بے شک رلوی یوسف بن خالد ہے قاضی ابویوسفؒ نہیں۔ اور ابو المویذ الخوارزمی نے جامع المسانید میں پورے احتمال سے لکھا ہے کہ یہ غلطی خود خطیبؒ کو لگی ہے۔ واللہ اعلم۔

اور بہر حال جو یہ بات ابوحنیفہؒ کی طرف منسوب کی جاتی ہے کہ انہوں نے کہا کہ دین تو صرف اچھی رائے کا نام ہے تو کوئی شک نہیں کہ اس میں الدین بدلا ہوا ہے اری سے اس لیے کہ جب راء کے خط میں تھوڑا سا ٹیڑھا پن ہو تو بے وھرک لکھنے والا اس کو لدینا دیتا ہے اور یہ پرانے خطوط میں آسانی سے اس طرح ہو جاتا ہے اور ی کار سم الخطین کے ساتھ بہت ملتا جلتا ہے جبکہ نقطوں سے خالی ہو جیسا کہ پرانے خطوط میں اکثر اسی طرح پایا جاتا ہے۔ اور یہ بحث لکھائی میں دونوں کے درمیان انتہائی قرب ظاہر کرنے کے لیے کی گئی ہے تو اس طریقہ کے ساتھ لفظ اری بدل کر الدین ہو گیا۔ تو جب بدلے ہوئے لفظ کو اصل کی طرف لوٹائیں تو عبارت اس طرح ہو جائے گی۔ هل اری الا الراى الحسن تو یہ اپنے قول پر

ایک دلیل ہو جائے گی کہ ”اگر مجھے البتہ پالیتے تو وہ میری بہت سی باتوں کو اختیار کر لیتے۔“ اس سے مراد یہ ہے کہ بے شک البتہ راہی اور اجتہاد کے قائلین میں سے تھے تو کیسے میری باتوں کو قبول نہ کرتے جبکہ میں اچھی رائے ہی رکھتا ہوں۔ تو اس کے ساتھ کلام میں ربط بھی ہو جاتا ہے۔ اور حق بات اپنے ٹھکانے کو پہنچ جاتی ہے۔ اور تاریخ میں یہ بات واضح ہے کہ البتہ کے مذہب کا زوال امام زفر اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ مناظروں کی وجہ سے ہوا تھا۔ اور یہ اس وقت ہوا جب یوسف السمعی نے بصرہ کی طرف لوٹنے کے بعد حکمت عملی کا مظاہرہ نہ کرتے ہوئے ان کو مناظروں پر برا بکھینچہ کیا اور مناظروں میں کمزور رہے۔ اور ہم نے الدین کے لفظ کو بدلا ہوا ہونے پر اس ظاہری احتمال ہی کی وجہ سے محمول کیا ہے۔ اور ان قرآن کی وجہ سے جو اس کو ملے ہوئے ہیں جیسا کہ قدیمی رسم الخط کے ماہرین اور اس میں تصحیف کی وجہ جاننے والوں پر مخفی نہیں ہے۔ اور بہر حال اگر یہ تبدیلی جان بوجھ کر ہو بغیر اس کے کہ لکھنے والے پر تصحیف ہوئی ہو تو یہ بہت بڑی عار ہے ان لوگوں پر جو واقعہ کی لوگوں میں ترویج چاہتے ہیں۔ اس جیسی کھلی رسوائی کی جرات کون کر سکتا ہے۔ بلکہ اس قسم کا ارادہ کرنے والا صرف منافق ہی ہو سکتا ہے جو ان کے درمیان گھس جاتا ہے۔ پس اگر یہ تصحیف کی ہوئی روایت کسی چیز پر دلالت کرتی ہے تو صرف اس پر دلالت کرتی ہے کہ ابو حنیفہؒ کا مخالف انتہائی گھٹیا آدمی ہے اور ابو حنیفہؒ تو بہت بڑے عالم اور امت کے دلوں میں بہت بڑا مقام حاصل کیے ہوئے ہیں اور زمانے گزرنے کے باوجود مسلسل امت اس کے علم اور دین اور پرہیز گاری کی وجہ سے اس کی پیروی کرتی ہے اور مخالف یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ وہ تو یہ کلام کرتے تھے کہ اگر رسول اللہ ﷺ اس کو پالیتے تو اس کی آراء میں اس کی اتباع کرتے یا یہ کہ الدین جو کہ حکمت والی قتل تعریف ذات کی طرف سے نازل کیا گیا ہے وہ صرف لوگوں کی آراء کا نام ہے۔ اور وہ اس قول کے باوجود نہ ہلاک ہوا اور نہ ہی امت اس کے ارد گرد سے تڑپ رہی ہوئی۔ یہ ایسی چیز ہے جس کے وقوع کا تصور مخالفین میں سے ان لوگوں کی عقل میں ہی کیا جاسکتا ہے جو سینے کی بیماری (نفس وغیرہ) میں مبتلا ہوں۔ پس پاک ہے وہ ذات جو عقول کو تقسیم کرنے والی ہے۔

اعتراض ۵۹: (کہ ابو حنیفہؒ نے دو سوا احادیث کی مخالفت کی۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ دو سوا احادیث ذکر نہیں کی گئیں جو امام ابو حنیفہؒ نے روکی ہیں اگر وہ ذکر کر دی جاتیں تو ان کی حیثیت نمایاں ہو جاتی۔ نیز یہ بھی کہ فروعی مسائل میں ان دو سوا احادیث کو جو ان کے

نزدیک معیار پر نہیں اترتیں ان کو ترک کرنا کوئی قتل اعتراض نہیں ہے۔ وجہ ترجیح کو پیش نظر رکھتے ہوئے دیگر ائمہ سے بھی بہت سی احادیث کا ترک ثابت ہوتا ہے۔

اور خطیبؒ نے طبع لوئی کے ص ۳۹۰ اور طبع عانیہ کے ص ۴۰۷ میں ابن رزق۔ عثمان بن عمر بن خنیف الدرالج۔ محمد بن اسماعیل البعللانی اور دوسری سند البرقلانی۔ ابو حفص بن الزیات۔ عمر بن محمد الکفزی۔ ابوالسائب نقل کر کے کہا کہ ابوالسائب نے کہا کہ میں نے وکیعؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہم نے ابو حنیفہؒ کو دو سو احادیث کی مخالفت کرتے ہوئے پایا۔

الجواب : میں کہتا ہوں کہ ابو حنیفہؒ نے انتہائی وسعت علمی سے جو فروعی مسائل نکالے ہیں، ان میں کوئی تعجب کی بات نہیں کہ اتنے کثیر مسائل میں سے اتنی تعداد مسائل کی جتنی تعداد وکیعؒ نے کہی ہے، حدیث کے خلاف ہو۔ یہ فرض کر کے کہ ہر مسئلہ میں مستقل حدیث ہے۔ اور اگر ہر مسئلہ میں مستقل حدیث نہ ہو بلکہ ایک مسئلہ میں کئی کئی احادیث ہو سکتی ہیں بلکہ ان میں سے بعض مسائل ایسے ہیں کہ ان میں ہر مسئلہ میں دس دس احادیث بھی پائی جاتی ہیں جیسا کہ قراءۃ خلف اللام یا رفع الیدین فی الركوع وغیرہ جیسے مسائل ہیں تو مسائل کی تعداد ان احادیث کے مقابل میں بہت کم تعداد کی طرف اتر آئے گی۔ اور لام کا حق باقی رہے گا کہ اس عدد میں بھی ایسے انداز سے اپنی دلیل پیش کرے گا کہ اس کی خطاء ظاہر نہ ہوگی بلکہ وہ یقیناً روایات کے اندر پائی جانے والی علت بیان کریں گے اور روایات کو جمع کرنا پایا جاتا ہوگا۔ اور انہوں نے کسی صریح صحیح حدیث کی مخالفت نہیں کی جو ان کو پہنچی ہو۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی ہے کہ اخبار کو قبول کرنے کی شرائط ائمہ کے ہاں مختلف ہیں۔ پس بعض دفعہ ایک امام کے ہاں وہ صحیح ہوتی ہے اور دوسرے کے ہاں صحیح نہیں ہوتی۔ اور اس میں کوئی مانع نہیں ان لوگوں کے ہاں جو اجتہاد کے مواقع کو پہچانتے ہیں۔

اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کسی کے ہاں ان احادیث کو لینا ہوتا ہے (جبکہ وہ اس کی شرائط کے مطابق ہو) اور دوسروں کے ہاں ان کو نہیں لیا جاتا (اس لیے کہ وہ اس کی شرائط کے مطابق نہیں ہوتی) اس اعتبار سے کہ اس کے ہاں قبول کرنے کی شرائط اس حدیث میں جمع ہیں دوسروں کے نزدیک نہیں۔ اور جن احادیث میں اس امام کے ہاں قبول کی شرائط جمع نہ ہوں اس کو چھوڑ دینا یا کسی دوسری حدیث کو ترجیح دینا ان دلائل کی وجہ سے جو اس کے سامنے ظاہر ہوئے ہوں یا اس حدیث میں اس کے ہاں کوئی علت ظاہر ہوئی اور وہ علت دوسروں کے ہاں نہ سمجھی جاتی ہو۔ تو اس لحاظ سے یہ تعداد دو سو پر نہیں ٹھہرتی (بلکہ اس

سے بھی زیادہ ہوگی) اور وکیع اگر ان احادیث کو ذکر کر دیتے تو تب بھی اس کے کلام میں کوئی ایسی بات نہیں کہ مخالف اس کی وجہ سے خوش ہوتا تو کیسے خوش ہو سکتا ہے جبکہ انہوں نے ان احادیث کو ذکر ہی نہیں کیا۔

اور وکیعؒ تو ابو حنیفہؒ کے جلیل القدر ساتھیوں میں سے ہیں۔ خطیبؒ نے ص ۵۰۱ میں الصیرى۔ عمر بن ابراہیم المقرئ۔ کرم۔ علی بن الحسین بن حبان عن ابیہ۔ کی سند نقل کر کے کہا کہ علی کے باپ الحسین بن حبان نے کہا کہ میں نے یحییٰ بن معینؒ سے سنا ہے کہتے تھے کہ میں نے وکیعؒ بن الجراح سے افضل کسی کو نہیں دیکھا۔ اس سے کہا گیا کہ ابن المبارکؒ بھی نہیں تو انہوں نے کہا کہ ابن المبارکؒ کی اپنی فضیلت ہے لیکن میں نے وکیعؒ سے افضل کوئی نہیں دیکھا۔ وہ قبلہ کی جانب منہ کر لیتے اور حدیث یاد کرتے رہتے تھے اور رات کو قیام کرتے تھے اور مسلسل روزے رکھتے تھے اور ابو حنیفہؒ کے قول کے مطابق فتویٰ دیتے تھے۔ اور بے شک اس نے اس سے بہت سی چیزیں سنی ہیں۔ یحییٰ بن معینؒ نے کہا اور یحییٰ بن سعید القطانؒ بھی اس کے قول کے مطابق فتویٰ دیتے تھے۔ لہٰذا اور اسی کے مثل یحییٰ بن معینؒ سے الدورى کی روایت میں ہے۔

اور (بقول ابی حنیفہ) قول یہاں مصدر ہے اور مضاف ہے جو کہ عموم کا فائدہ دیتا ہے۔ اگرچہ تحفۃ الاحوذی دالا اس سے بے خبر ہے اور اس کی غیر معقول باتوں کی طرف پہلے اشارہ ہو چکا ہے۔ اور علم کی لمانت وکیعؒ پر تقاضہ کرتی ہے کہ وہی ذکر کرے جو اس کے سامنے ظاہر ہوا اور بے شک اس نے وہی کہا۔ اگر اس کی جانب منسوب بات صحیح ہو تب بھی اس کلام پر نہ تو کوئی غبار ہے اور نہ اس میں کوئی تعجب ہے۔ لیکن تعجب کی بات وہ ہے جو خطیبؒ نے ذکر کی۔ پہلے کہا کہ ابو حنیفہؒ نے چار سو احادیث کی مخالفت کی اور ذکر صرف چار حدیثیں کیں اور ان میں سے کسی ایک میں بھی اس کے لیے حجت نہیں ہے۔ پھر اس سے نیچے اترا اور روایت کی کہ بے شک اس نے دو سو احادیث کی مخالفت کی ہے اور مخالفت کی کوئی مثل پیش نہیں کی۔ پس یہ روایت بھی اور وہ بھی مخالف کو ذرا بھر فائدہ نہیں دیتی۔ اور اگر وہ دونوں روایتوں میں ذکر کر دیتا کہ وہ احادیث کون سی ہیں جن کی مخالفت ابو حنیفہؒ نے کی ہے جیسا کہ ابن ابی شیبہؒ نے اپنی کتاب میں ایک خاص باب میں ایک سو پچیس کے قریب حدیثیں جمع کی ہیں تو یہ قول اور وہ قول دونوں غور و خوض اور لینے اور رد کرنے کے لائق ہوتے جیسا کہ انہوں نے ابن ابی شیبہؒ کے ساتھ کیا۔ اور بہر حال دونوں روایتوں میں جو

کور چشتی ہے اس کے ہوتے ہوئے ان دونوں روایتوں کے متعلق بحث کرنے کی گنجائش نہیں مگر اسی قدر جو ہم نے ذکر کر دی ہے۔

اور یہاں ایک عجیب بات محمد بن حبان سے ہے جو فلسفی اور جرح و تعدیل والوں میں سے ہے۔ اس نے اس کلام میں جو وکیع کی طرف منسوب کی گئی ہے اس میں اضافہ کیا اور رائے میں تصرف کیا اور اپنی کتاب الصنعاء میں ابو حنیفہؒ کے ترجمہ میں کہا کہ ابو حنیفہؒ فی نفسہ تو بڑی شان والے تھے کہ جھوٹ بولتے لیکن حدیث اس کے بس میں نہ تھی۔ پس وہ روایت کرتے تو غلطی کرتے اس انداز سے کہ ان کو معلوم ہی نہ ہوتا اور اسناد کو اس انداز سے پلٹ دیتے کہ ان کو سمجھ ہی نہ آتی تھی۔ اس نے دو سو کے قریب احادیث بیان کیں تو ان میں سے صرف چار درست بیان کیں اور باقی میں یا تو ان کی سند پلٹ دی یا ان کے متن کو بدل دیا۔ اسی طرح کا قول ابن خزیمہ کے مولف نے ابو حنیفہؒ کے حافظ کے بارہ میں کیا ہے۔ جن کے علم دفعہ اور حفظ کے سامنے گردنیں جھک جاتی ہیں اور ان کے بارہ میں مشہور ہے کہ وہ کسی ایسے راوی کے لیے روایت کو جائز ہی نہ سمجھتے تھے جس پر ایک لمحہ کے لیے نسیان طاری ہوا ہو۔ اور اس روایت کا حفظ اس کے پاس روایت لینے کے وقت سے لے کر آگے اس کو دوسرے تک پہنچانے تک نہ ہو۔ اور اسی طرح وہ کسی راوی کے لیے لکھی ہوئی روایت کے مطابق اس وقت تک روایت جائز نہیں سمجھتے تھے خواہ اس نے خود لکھی ہو جب تک وہ اس کی روایت ذکر نہ کرے جیسا کہ قاضی عیاضؒ کے الامام وغیرہ میں ہے۔ اور ابو حنیفہؒ ایسے مجہول لوگوں کو ثقات کے زمرہ میں شمار نہ کرتے تھے جن کے احوال پڑھے پڑھائے نہ جلتے ہوں۔ جیسا کہ بہت عرصہ بعد زمانہ میں ابن حبان اپنے شیخ کی پیروی کرتے ہوئے کرتے تھے بلکہ وہ ان راویوں کے احوال پڑھتے پڑھاتے تھے جو اس کے اور صحابہ کے درمیان تھے پھر جس کو قبول کے قابل سمجھتے اس کی روایت قبول کرتے اور دوسروں کی رد کر دیتے۔ اور ان کے لوز صحابی کے درمیان اکثر ایک یا دو ہی راوی ہوتے تھے۔ پس اس جیسے آدمی پر بہت ہی آسان ہے کہ ان کے احوال کی معرفت میں بیدار ہو۔ اور یہ بات تو ان سے قوتاً سے ثابت ہے کہ وہ ایک رکعت میں قرآن کریم ختم کر دیتے تھے اور یہ ان کے حافظ کے قوی ہونے کی دلیل ہے۔ پس ابن حبان فلسفی جو جرح و تعدیل والوں میں سے ہے وہ اس عظیم امام کو جس کی ذہانت اور یادداشت زمین کے مشارق اور مغارب میں ضرب المثل ہے۔ اس کو اپنے ساتھیوں میں سے ایسے بے خبر آدمیوں کی طرح قرار دیتا ہے جو جلد قسم

کے راوی ہیں۔ (یعنی صرف الفاظ پر نظر رکھنے والے اور محلی سے بے خبر) اور اس کی کلام میں حقیقت کی ذرا سی بو بھی نہیں ہے۔ اور یقینی بات ہے کہ یہ تو تعصب کی ایک قسم ہے اور ابن حبانؒ کے بارہ میں کلام طویل ہے اور کم از کم جو اس کے بارہ میں کہا گیا ہے وہ ابن الصلاحؒ کا قول ہے کہ وہ اپنے تصرف میں بہت فحش قسم کی غلطیاں کرنے والا ہے۔ اور ذہبیؒ نے اس کے بارہ میں کہا کہ وہ فساد میں ڈالنے والا اور طعن دینے والا تھا۔ اور جن باتوں میں اس پر گرفت کی گئی ہے ان میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے بہت سے لوگوں کو ثقات میں ذکر کیا۔ پھر وہ بارہ ان ہی لوگوں کو مجروح راویوں میں ذکر کیا اور ان کے ضعیف ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور یہ اس کا ناقض اور اس کی غفلت کی وجہ سے ہے۔ اور کئی جگہ آپ دیکھیں گے کہ ایک ہی آدمی کو دو طبقوں میں شمار کر دیتا ہے۔ یہ وہم کرتے ہوئے کہ یہ دو آدمی ہیں۔ اور اس کا انداز توثیق میں سب سے کمزور ہے۔ اگرچہ اس بارہ میں اس کا شیخ ابن خزیمہ اس سے بھی سبقت لے گیا ہے اور وہ تعصب میں بہت کینہ پن اختیار کرنے والا ہے۔ انتہائی ضد اور حقیر تسلل کو جمع کرنے والا ہے۔ ایک جگہ میں کچھ اور دوسری جگہ میں کچھ اور لکھتا ہے۔ اور بعض حضرات نے اس کو کمزور دین والا قرار دیا ہے یہاں تک کہ بعض نے اس کو زندقہ (بے دینی) کی طرف منسوب کیا ہے۔ کیونکہ اس کا نبوت کے بارہ میں نظریہ یہ تھا کہ بے شک وہ علم اور عمل ہے۔ تفصیل کے لیے اس کا ترجمہ میزان الاعتدال اور معجم یاقوت اور ابن الجوزی کی کتاب المننظم میں دیکھیں۔ ان سے کینہ پن اور بدترین قسم کے تصرف میں اس آدمی کا حل واضح ہو جائے گا۔ ہم رسوائی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں۔

اعتراض ۶۰: (کہ ابو حنیفہؒ آثار اور سنت کی طرف متوجہ ہوتے پھر اپنی رائے کی وجہ سے ان کو رد کر دیتے تھے۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر یہ روایت ثابت ہو جائے تو یہ طعن کا باعث نہیں بلکہ تعریف کا باعث ہے کہ وہ کسی مسئلہ میں رائے قائم کرنے سے پہلے ہر پہلو پر آثار اور سنت کو دیکھ کر راجح پہلو کو لیتے تھے اور مسئلہ میں اپنی رائے ظاہر کرنے سے پہلے اپنی جماعت کی آراء اور ان کے دلائل سنتے تھے۔)

اور خطیبؒ نے طبع اولیٰ کے ص ۳۹۰ اور طبع ثانیہ کے ص ۴۰۷ میں علی بن احمد الرزاز۔ علی بن محمد بن سعید الموصلی۔ عیسیٰ بن فیروز الانباری۔ عبد الاعلیٰ بن حماد۔ حماد بن سلمہ کی سند نقل کر کے کہا کہ عبد الاعلیٰ نے کہا کہ میں نے حماد بن سلمہؒ کو کہتے ہوئے سنا کہ

ابو حنیفہؒ آثار کی طرف متوجہ ہوتے اور اپنی رائے کی وجہ سے ان کو پس پشت ڈال دیتے۔ اور دوسری سند ابو سعید محمد بن موسیٰ الصیرفی۔ محمد بن یعقوب الاصم۔ عبد اللہ بن احمد حنبل۔ احمد بن حنبل۔ مولیٰ بن اسماعیل کی سند نقل کر کے کہا کہ مولیٰ کہتے ہیں کہ میں نے حماد بن سلمہ کو کہتے ہوئے سنا جبکہ وہ ابو حنیفہؒ کا ذکر کر رہے تھے تو کہا بے شک ابو حنیفہؒ آثار اور سنن کی طرف متوجہ ہوتے پھر اپنی رائے کی وجہ سے ان کو رد کر دیتے۔ اور خطیبؒ نے تیسری سند۔ ابن دہل۔ ابن سلم۔ اللہار۔ محمود بن غیلان۔ مولیٰ نقل کر کے کہا کہ مولیٰ نے کہا کہ میں نے حماد بن سلمہؒ کو کہتے ہوئے سنا کہ ابو حنیفہؒ کے سامنے سنت پیش کی جاتی تو وہ اس کو اپنی رائے کی وجہ سے رد کر دیتے تھے۔

الجواب : میں کہتا ہوں کہ الرزاز کے بیٹے نے اس کے مسودات میں کئی سنی سنائی باتیں داخل کر دی تھیں اور اس کا اعتراف خطیبؒ نے بھی کیا ہے جیسا کہ پہلے کئی بار گزر چکا ہے۔ اور الموصلی ثقہ نہیں جیسا کہ خطیبؒ نے عیسیٰ بن فیروز کے ترجمہ میں کہا ہے۔ یہ حل تو پہلی سند کا ہے۔ اور رہی دوسری سند تو اس میں مولیٰ بن اسماعیل ہے جو بخاری کے ہاں متروک الحدیث ہے اور کتب السنہ کے مولف عبد اللہ بن احمد کی ابو حنیفہؒ کے بارہ میں تصدیق نہیں کی جاسکتی۔

اور تیسری سند میں ابن دہل ہے جو سنی ہوئی باتوں میں اور باتیں ملائے والا تھا۔ اور اس میں مولیٰ بھی ہے اور وہ متروک ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ پھر بے شک حماد بن سلمہؒ ان لوگوں میں سے نہیں ہے جو سنت کو لینے والے اور رو کرنے والے کے درمیان فرق کر سکے۔ اور یہی صفات باری کے بارہ میں ان پریشان کن روایات کا رلوی ہے جن میں سے ایک روایت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رویت ہوگی اور وہ ایک نوجوان کی صورت میں ہوگا۔ حالانکہ اس جیسی روایت کے بارہ میں ائمہ کو خاموشی لازم ہے تا کہ لوگ اس کو غلط طور پر نہ سمجھیں۔ (روایت کا حل تو یہ ہے مگر افسوس کہ) خطیبؒ کے ہاں محفوظ اسی طرح کی روایت ہوتی ہے۔

اعتراض ۶۱: (کہ ابو حنیفہؒ نے لا قطع فی ثمر ولا کثر ولی حدیث کے خلاف فتویٰ دیا۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ امام صاحبؒ سے صحیح روایات کے ساتھ جو اس بارہ میں ان کا نظریہ ثابت ہے۔ یہ فتویٰ اس کے خلاف ہے اس لیے اس کے من گھڑت ہونے میں کوئی شک نہیں)

اور خطیبؒ نے طبع لوئی کے ص ۳۹۱ اور طبع ثانیہ کے ص ۳۰۸ میں محمد بن الحسن
 بن محمد المصنفی۔ عثمان بن احمد الدقاق۔ احمد بن بشر المرعشی۔ رجاء بن السندی۔ بشر بن السری
 کی سند نقل کر کے کہا کہ بشر نے کہا کہ میں ابو عوانہ کے پاس آیا تو اس کو کہا کہ مجھے یہ بات
 پہنچی ہے کہ بے شک آپ کے پاس ابو حنیفہؒ کی کتب ہے تو اس کو نکالیں تو کہا اے میرے
 بیٹے تو نے مجھے یاد دلا دیا۔ پھر اپنے صندوق کی طرف اٹھے اور کتب نکال کر اس کو نکلے
 نکلے کر دیا پھر اس کو پھینک دیا۔ تو میں نے کہا کہ اس کا ردوائی پر تجھے کس چیز نے ابھارا
 ہے؟ اس نے کہا کہ میں ابو حنیفہؒ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ تو اس کے پاس بلو شاہ کی جانب سے
 جلد باز قسم کا قاصد آیا، گویا کہ انہوں نے لوہا گرم کر رکھا ہے اور انہوں نے چاہا کہ کام اس
 کے ذمہ کریں۔ تو اس نے کہا امیر کہتا ہے کہ ایک آدمی نے دوی (کھجور کے چھوٹے پودے یا
 کھجور کے گامبھے) چوری کیے تو اس کے بارہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟ تو اس نے توقف کیے
 بغیر کہا کہ اگر اس کی قیمت دس درہم ہو تو اس کے ہاتھ کٹ دو۔ پھر آدمی چلا گیا تو میں نے
 کہا اے ابو حنیفہؒ کیا تو اللہ سے نہیں ڈرتا؟ مجھے یحییٰ بن سعیدؒ نے محمد بن یحییٰ بن حبان کے
 واسطہ سے رافع بن خدیجؒ کی حدیث بیان کی ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ
 پھلوں میں اور کھجور کے چھوٹے پودوں میں چوری کی وجہ سے ہاتھ کاٹنا نہیں ہے۔ آدمی
 کے پاس پہنچ کر اس کو بتا لے ورنہ اس کا تو ہاتھ کٹ دیا جائے گا تو اس نے توقف کیے بغیر کہا
 کہ یہ ایک تقدیری معاملہ تھا جو اپنی انتہا کو پہنچ گیا۔ اور پھر آدمی کا ہاتھ کٹ دیا گیا پس یہ اس
 کی میرے پاس کتب ہے۔ اور خطیبؒ نے دوسری سند ابن دہل۔ ابن سلم۔ الابار۔ الحسن بن
 علی الجلولی۔ ابو عامر ابو عوانہ کی سند نقل کر کے کہا کہ ابو عوانہؒ نے کہا کہ میں ابو حنیفہؒ کے
 پاس تھا تو اس سے ایک آدمی نے ایسے آدمی کے متعلق مسئلہ پوچھا جس نے دوی (کھجوروں
 کے چھوٹے پودے یا کھجور کے گامبھے) چوری کیے تھے تو اس نے کہا کہ اس پر ہاتھ کاٹنے کی
 سزا ہے۔ ابو عوانہؒ نے کہا کہ میں نے اس کو کہا کہ مجھے یحییٰ بن سعیدؒ نے محمد بن یحییٰ بن حبان کے
 واسطہ سے رافع بن خدیجؒ کی روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پھلوں
 اور کھجوروں کے چھوٹے پودوں یا کھجور کے گامبھے میں ہاتھ کاٹنا نہیں ہے تو اس نے کہا کہ
 تو کیا کہتا ہے؟ میں نے کہا کہ ہاں میں نے یہ سنا ہے تو اس نے کہا کہ مجھے یہ حدیث نہیں
 پہنچی تو میں نے کہا کہ جس آدمی کو تو نے فتویٰ دیا ہے اس کو واپس بلا کر یہ بتا دے تو اس نے
 کہا کہ اس کو چھوڑ دے پس بے شک مضبوط نچر اس کو دوڑا کر لے گئے ہیں۔ ابو عامر نے

کہا کہ میں خوف کھاتا ہوں کہ وہ اس کے گوشت اور خون کے ساتھ دوڑیں گے۔
 الجواب: میں کہتا ہوں کہ پہلی سند میں ابو عمرو بن السہاک ہے جس کو ذہبی نے رسوا کن روایت کے ساتھ مطعون کیا ہے اور رجاہ بن السندی زبان دراز تھا اور صحاح ستہ والوں نے اس سے اعراض کیا ہے۔ اور بشر بن السری کے بارہ میں الحمیدی نے کہا کہ وہ جہمی تھا۔ جائز نہیں ہے کہ اس سے روایت لکھی جائے۔ اور دوسری سند میں ابن دوما المزور ہے۔ اور اس کی وجہ سے یہ روایت پہلے مرحلہ میں ہی گر گئی، اٹھنے کے قتل نہ رہی۔ اور اس میں ابن سلم اور الابار۔ اور الحلوانی بھی ہیں اور ان کے حالات مشہور ہیں۔ اور اس میں ابو عاصم الحلوانی بھی ہے اور وہ مکر الحدیث ہے۔ اور بہر حال ابو عوانہ، تو وہ ان لوگوں میں سے ہے جن کی مروی روایات میں سے قتل استدلال جن کر ایک جماعت کے نزدیک بیان کی جاسکتی ہیں لیکن اس کے بارہ میں علی بن عاصم نے کہا کہ یہ آدمی وضاع (حدیثیں گھڑنے والا) ہے۔ اور اس میں اسراف (اعتدال کی حد کو چھوڑنا) پایا جاتا ہے۔ نیز وہ پڑھتا تھا اور لکھتا نہیں تھا۔ اور اس کی کتاب صحیح تھی۔ پس جب وہ زہنی روایت کرتا تو غلطی کرتا تھا جیسا کہ وہ دوسرے لوگوں کی لکھی ہوئی تحریر پڑھنے میں غلطی کرتا تھا۔ اور جن لوگوں نے اس سے اس کی عمر کے آخری چھ سالوں میں روایات کی ہیں تو ان کا اعتقاد کیا جائے اس لیے کہ اس کو اختلاط کا عارضہ لاحق ہو گیا تھا۔ بلکہ سلیمان بن حرب خیال کرتا تھا کہ وہ بکریاں چرانے کے علاوہ کسی اور کام کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ پھر جو حدیث ابو عوانہ نے بیان کی ہے اس کی سند میں انقطاع ہے اس لیے کہ محمد بن یحییٰ بن حبان نے رافع بن خدیج کو نہیں پایا اور دوسری طرف صحیح سند کے ساتھ ابو حنیفہ کے پاس روایت تھی تو انہوں نے اس کو لیا ہے۔ اور ابو عوانہ تو واسطہ کے مقام میں بچپن میں اپنے مالک کی غلامی میں تھے۔ تو کیسے تصور کیا جاسکتا ہے کہ ابو حنیفہ اس کو اس حدیث کے بارہ میں کہیں کہ مجھے یہ حدیث نہیں پہنچی۔ امام محمد بن الحسن الشیبلی نے کتب الآثار میں کہا کہ ہمیں ابو حنیفہ نے حدیث بیان کی حملہ سے اور انہوں نے ابراہیم سے روایت کی کہ چور کا ہاتھ دھل کی قیمت سے کم چوری میں نہ کاٹا جائے گا اور اس کی قیمت اس دن دس درہم تھی۔ اور اس سے کم میں ہاتھ نہ کاٹا جائے گا۔ اور اس بارہ میں آثار بہت ہیں اور اس طرح بھی حدیث آتی ہے کہ دینار کے چوتھائی سے کم (مالیت کی چوری) میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

امام محمد نے الموطا میں فرمایا اور بے شک لوگوں نے اختلاف کیا کہ کتنی مالیت چوری

میں ہاتھ کاٹا جائے گا۔ تو اہل مدینہ نے کہا کہ دینار کے چوتھائی برابر مالیت میں اور انہوں نے احادیث روایت کیں۔ اور اہل عراق نے کہا کہ دس درہم سے کم میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور انہوں نے اس بارہ میں نبی کریم ﷺ اور حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور دیگر بہت سے حضرات سے روایات کیں۔ تو جب حدود کے بارہ میں اختلاف آیا تو پختہ بات کو لیا جائے گا اور وہ ابو حنیفہؒ اور ہمارے اکثر فقہاء کا قول ہی ہے۔ یعنی دینار کا چوتھائی تو تین درہم کے برابر ہوتا ہے اور حدود ان چیزوں میں سے ہیں جو شہادت کی وجہ سے ٹل جاتی ہیں تو ہاتھ کلٹنے میں دس درہم دلی روایت کو لینا زیادہ احتیاط ہے تو اس کو لیا جائے گا۔ کیونکہ اس بارہ میں ان مختلف اخبار میں تلخ اور منسوخ کا علم نہیں ہو سکا۔

اور اسی طرح امام محمدؒ نے کتاب الاثار میں ابو حنیفہؒ۔ البیہق بن ابی البیہق۔ الشعمی کی سند نقل کر کے کہا کہ شعمیؒ اس روایت کو نبی کریم ﷺ تک مرفوع کرتے ہیں کہ بے ننگ چور کا ہاتھ پھلوں اور کھجور کے چھوٹے پودوں میں نہ کاٹا جائے گا۔ امام محمدؒ نے کہا کہ نمر سے مراد وہ ہے جو درختوں پر لگا ہوا ہو۔ اور درخت گھروں میں محفوظ نہیں ہوتے۔ تو اس کی چوری کرنے والے پر قطع ید نہیں ہے اور اکثر سے مراد کھجور کے درخت کا گوند (گلابہ) ہے تو اس کو چوری کرنے والے پر قطع ید نہیں ہے۔ الخ۔ اور یہی قول ابو حنیفہؒ کا ہے۔ اور الحافظ ابو بکر بن المقرئؒ نے مسند ابی حنیفہؒ میں ابو حنیفہؒ عن الشعمیؒ کی سند سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی ہے۔ اور الودی (کھجوروں کے گوند) چوری کرنے کا واقعہ مروان بن الحکم کے زمانہ میں پیش آیا تو اس نے سمجھا کہ الودی کے سارق پر قطع ید ہے تو اس کو رافع بن خدیج نے حدیث بیان کی لا قطع فی ثمر ولا کثر تو اس نے ہاتھ کلٹنے سے درگزر کیا تو وہ الودی یعنی کھجور کا پودا تھا۔ جو ان کے ہاں پھل اور گوند پر قیاس تھا۔ اور بے شک امام محمد بن الحسنؒ نے الموطا میں بھی حضرت رافع بن خدیج کی یہ حدیث بیان کرنے کے بعد کہا اور مروان کا واقعہ الودی کے بارہ میں تھا۔ اور اسی کو ہم لیتے ہیں کہ درخت پر لگے ہوئے پھلوں اور الکثر کی چوری میں قطع ید نہیں۔ اور الکثر سے مراد الجناہ ہے اور نہ ہی ودی میں قطع ید ہے۔ اور نہ ہی درخت میں۔ اور یہی قول ہے ابو حنیفہؒ کا۔ اور ان میں قطع ید اس لیے نہیں کہ یہ محفوظ مال نہیں۔ اور سنت میں قطع ید کی شرطوں میں الحرم (مال کا محفوظ ہونا) بھی ہے۔ تو ظاہر ہو گیا کہ بے شک مذکورہ فتویٰ ابو حنیفہؒ

پر افتراء ہے۔ اور یہ واقعہ خالص جھوٹ ہے۔ اور وہ بات جس پر ہم مطمئن ہیں یہ ہے کہ ان دونوں حکایتوں میں دونوں سندوں کے حل کی وجہ سے ابو حوٰنہ بری الذمہ ہیں۔ اور پختہ بات ہے کہ ان کی نسبت اس سے نچلے درجے کے کسی راوی کی طرف ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

اعتراض ۳۳: (کہ ابو حنیفہؒ نے کہا کہ جس محرم کے پاس ازار نہ ہو تو اگر وہ شلوار پہن لے تو اس پر فدیہ ہے اور جس محرم کے پاس جو تا نہ ہو تو اگر وہ موزہ پہن لے تو اس پر دم آتا ہے۔ حالانکہ حدیث میں اس کے خلاف آتا ہے۔ اور یہ کہ روایت کا راوی جابر بن زید تھا اور ابو حنیفہؒ اس کو جابر بن عبد اللہ کہتے جب ان پر اعتراض ہوا تو کہا کہ کوئی پروا نہیں خواہ تم جابر بن زید سے بنا لو خواہ جابر بن عبد اللہؓ سے بنا لو۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر یہ روایات ثابت ہو جائیں تو امام ابو حنیفہؒ ازار نہ پانے والے محرم کے لیے شلوار اور نعلین نہ پانے والے کے لیے موزہ کو جائز سمجھتے ہیں اور اس کی وجہ سے اس پر فدیہ اور دم کے قائل ہیں جیسا کہ عذر کی وجہ سے سر ڈھانپنے والا فدیہ دے کر سر ڈھانپ سکتا ہے۔)

اور خطیبؒ نے طبع اولیٰ کے ص ۳۹۳ اور طبع ثانیہ کے ص ۴۰۹ میں الحلوٰنی۔ یزید بن ہارون۔ حملہ کی سند نقل کر کے کہا کہ حملہ نے کہا کہ میں ابو حنیفہؒ کے پاس موجود تھا اور ان سے ایسے محرم کے بارہ میں پوچھا گیا جس کے پاس ازار نہ ہو تو وہ شلوار پہن لے تو انہوں نے کہا کہ اس پر فدیہ ہے۔ تو میں نے کہا سبحان اللہ۔ اور دوسری سند ابن دوم۔ ابن سلم۔ الابار۔ ابو موسیٰ عیسیٰ بن عامر۔ عارم۔ حملہ۔ نقل کر کے کہا کہ حملہ نے کہا کہ میں مسجد حرام میں ابو حنیفہؒ کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو ایک آدمی نے آکر کہا اے ابو حنیفہؒ محرم جس نے جوتے نہ ہونے کی وجہ سے موزے پہن لیے ہوں تو اس کا کیا حکم ہے؟ تو اس نے کہا کہ اس پر دم آئے گا۔ حملہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا سبحان اللہ۔

ہمیں ابوب نے حدیث بیان کی کہ بے شک نبی کریم ﷺ نے ایسے محرم کے بارہ میں فرمایا جس کے پاس جوتے نہ ہوں تو وہ موزے پہن لے اس کو چاہیے کہ وہ فتنوں سے بچے۔ یحییٰ ان کو کٹ لے۔ پھر الحسن بن سفیان۔ ابراہیم بن الحجاج۔ حملہ بن زید کی سند سے روایت بیان کی اور ابو حنیفہؒ کا ذکر کیا جو کہ اس نے انھیں سے روایت کی۔ پھر حملہ بن زیدؒ کا کلام حجاج بن ارطاة کے لیے اور الحجاج کا قول ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ اس کو جہاں کرے۔ پھر خطیبؒ نے ابن دوم۔ ابن سلم۔ الابار۔ الحسن بن علی الحلوٰنی۔ نعیم بن حملہ۔ سفیان بن

عیسینہ کی سند نقل کر کے کہا کہ سفیانؒ نے کہا کہ میں کوفہ آیا تو میں نے ان کے سامنے عن عمرو بن دینار عن جابر بن زید کی سند کے ساتھ ابن عباسؓ کی حدیث بیان کی تو وہ کہنے لگے کہ بے شک ابو حنیفہؒ تو اس کو جابر بن عبد اللہ سے ذکر کرتے ہیں۔ سفیانؒ کہتے ہیں کہ میں نے کہا، نہیں اس کا راوی تو جابر بن زید ہی ہے۔ کہتے ہیں کہ انہوں نے اس کا ذکر ابو حنیفہؒ سے کیا تو اس نے کہا تم پرواہ نہ کرو اگر تم چاہو تو اس کو جابر بن عبد اللہ سے بنا لو اور اگر چاہو تو جابر بن زید سے بنا لو۔

الجواب : میں کہتا ہوں کہ خطیبؒ کا یہ کہنا کہ قل الحلولنی یعنی پہلی سند تو اس میں ابن دوملہ ابن سلم اور الابار ہیں اور ان کے ساتھ الحلولنی بھی ہے اور میں نہیں جان سکا کہ خطیبؒ ابن دوملہ کی سند کو ناقلین کے ہاں محفوظ روایات کے زمرہ میں شمار کرنے سے کیوں نہیں آکتا۔ حالانکہ یہ سنی ہوئی باتوں میں جھوٹ اور من گھڑت باتوں کا اضافہ کرنے والا تھا جس کا اعتراف خود خطیبؒ کو بھی ہے۔ اور اس کے ساتھ والی روایت کی سند میں بھی ابن دوملہ ابن سلمہ اور الابار ہیں اور ان کے ساتھ عارم ہے جو محمد بن الفضل ہے اور ۲۲۰ھ کے بعد بہت سخت اختلاط میں مبتلا ہو گیا تھا۔ اور عیسیٰ بن عامر نے اس سے اس کے بعد ہی روایات سنی ہیں۔ اور اس کے بعد والی سند میں کوئی خرابی نہیں سوائے اس کے کہ ابراہیم بن الحجاج قدری ہے تو اس کی بات ائمہ اہل السنۃ کے بارہ میں قبول کرنے میں توقف ہے۔ اور ابن اریطہ کی زبان درازی تو مشہور ہے۔ اور اس بارہ میں ابن عیینہ سے جو آخری سند نقل کی ہے تو اس میں ابن دوملہ ابن سلم اور الابار اور الحلولنی اور نعیم بن حمال ہیں۔

اور حقیقت یہ ہے کہ بے شک ابو حنیفہؒ ایسے محرم پر وجوب فدیہ کے قائل ہیں جو شلوار پہن لے اور بے شک جن صحیح احادیث میں ذکر کیا گیا ہے کہ کون کون سی چیز محرم نہیں پہن سکتا ان میں قمیص۔ شلوار۔ پکڑی اور سر ڈھتپ وینے والی ٹوپی یا کسی اور کپڑے کا ذکر ہے۔ پھر احادیث میں ذکر کیا گیا ہے کہ بے شک محرم کے پاس جب ازار نہ ہو تو شلوار پہن لے اور جب جو تانہ ہو تو موزہ پہن لے۔ تو یہ دونوں چیزیں ابو حنیفہؒ کے نزدیک عذر کی وجہ سے مباح ہیں۔ جیسا کہ اس آدمی کے لیے جس کو سر میں تکلیف ہو تو یہ ممانعت وجوب فدیہ کے بغیر مباح میں تبدیل نہ ہوگی۔ جیسا کہ وہ آدمی جس کو سر میں تکلیف ہو تو وہ پہن لے تو اس پر فدیہ واجب ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِّنْ رَّأْسِهِ فَعِدَّةٌ مِّنْ صَبَامٍ (بارہ ۲ رکوع ۸) اور حدیث میں کوئی ایسی

صراحت نہیں ہے جس سے پتہ چلے کہ معذور سے فدیہ ساقط ہو جاتا ہے۔ اور ابو حنیفہؒ سے دونوں پاؤں میں احلیث روایت کی گئی ہیں وہ روایات بھی ہیں جن میں محرم کے لیے ان اشیاء کا استعمال ممنوع ہے اور وہ روایات بھی ہیں جن میں ازار اور جو تانہ ہونے کی صورت میں شلوار اور موزہ پہننے کی اجازت ہے۔ اور انہوں نے دونوں پاؤں میں احلیث کو لیا ہے بغیر اس کے کہ ایسے محرم سے فدیہ کو ساقط کر دیا جائے جو ایسے عذر کی وجہ سے پہنتا ہے جس کی وجہ سے پہنتا مباح ہو جیسا کہ اس شخص کے لیے ہے جس کے سر میں تکلیف ہو تو وہ فدیہ وغیرہ دے کر سر کو ڈھانپ سکتا ہے۔ یہ بات نہیں ہے کہ ان کو وہ احلیث نہیں پہنچی تھیں جو نقل کی گئی ہیں۔ پھر ان کے پہنچنے کے بعد ان کی مخالفت کی۔ اور بہر حال وہ روایت جو ابن عبد البرؒ نے الانقیاء ص ۱۳۰ میں کی ہے کہ جب ابو حنیفہؒ سے کہا گیا کہ بے شک نبی کریم ﷺ نے کہا کہ محرم شلوار پہن سکتا ہے جبکہ اس کے پاس ازار نہ ہو تو انہوں نے کہا کہ اس بارہ میں میرے نزدیک رسول اللہ ﷺ سے کوئی بات درجہ صحت کو نہیں پہنچتی کہ اس کے مطابق میں فتویٰ دوں۔ اور ہر آدمی اپنی سنی ہوئی بات کی انتہاء کو پہنچتا ہے۔ تو ابن عبد البرؒ کا یہ قول ثابت نہیں ہے اس لیے کہ اس کی سند میں داؤد بن المجہر ہے جو بلا اتفاق متروک الحدیث ہے۔ اور اس کے الفاظ قبل للابی حنیفہؒ ہی سے انقطاع ثابت ہوتا ہے۔ بلکہ وہ حدیث جس میں جو تانہ پانے والے کے لیے موزہ اور ازار نہ پانے والے کے لیے شلوار پہننے کی اباحت ہے وہ ابو حنیفہؒ کی مسانید میں نقل کی گئی ہیں۔ (جو اس بات کا ثبوت ہے کہ ان کو یہ احلیث پہنچ چکی تھیں) پس ابو عمر البخاری الجارلی کی مسند میں ابوسعید بن جعفر۔ احمد بن سعید الشافعی۔ مغیرہ بن عبد اللہ۔ ابو حنیفہ۔ عمرو بن دینار۔ جابر بن زید کی سند سے حضرت ابن عباسؓ کی نبی کریم ﷺ سے روایت ہے کہ جس شخص کے پاس ازار نہ ہو تو وہ شلوار پہن لے اور جس کے پاس نعلین (ایسے جوتے جن میں پاؤں کا اوپر کا حصہ نگا رہتا ہو) نہ ہوں تو وہ موزے پہن لے۔ تو یہ حدیث اس سند کے ساتھ ان لوگوں کا رد کرتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اس باب میں ابو حنیفہؒ کو حدیث نہ پہنچی تھی اور ان لوگوں کا بھی رد ہے جو یہ خیال کرتے ہیں کہ ابو حنیفہؒ یہ روایت جابر بن عبد اللہ سے کرتے تھے۔ (بلکہ وہ تو جابر بن زید ہی سے روایت کرتے تھے) پس اس وضاحت کے ساتھ یہ سب گمان کرنے والوں کے گمان منہدم ہو جائیں گے۔ نیز خطیبؒ نے بالکل ان میں سے کسی کا ذکر نہیں کیا۔ جنہوں نے ابو حنیفہؒ سے پوچھا تھا جس کے جواب میں اس نے ان سے کہا کہ اگر تم چاہو تو قلاں

سے بٹلو اور اگر تم چاہو تو فلاں سے بٹلو۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح بہتوں تراشوں کو رسوا کرتا ہے۔

اعتراض ۶۳: (کہ احمد بن المفضل نے ابو حنیفہؒ کے خلاف اشعار کہے۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ ابن المفضل صرف شاعر ہی تھا لہذا اس کی بات کی کوئی وقعت نہیں ہے۔) اور خطیبؒ نے طبع اولیٰ کے ص ۳۹۳ اور طبع ثانیہ کے ص ۴۱۱ میں القاضی ابو عبد اللہ الصیرمی۔ عمر بن ابراہیم المرقی۔ مکر بن احمد۔ علی بن صالح البغوی کی سند نقل کر کے کہا کہ علی بن صالح نے کہا کہ ابو عبد اللہ محمد بن زید الواسطی نے میرے سامنے احمد بن المفضل کے اشعار پڑھے۔

ان كنت كاذبة الذی حدثتني
فعليك اثم ابی حنیفة او زفر
المائلین الى القیاس نعمدا
والراغبین عن التمسك بالخبر

”جو بات تو نے مجھ سے بیان کی ہے اگر تو اس میں جھوٹا ہے تو تجھ پر ابو حنیفہؒ یا زفرؒ کا گناہ ہے جو کہ جان بوجھ کر قیاس کی طرف رغبت کرنے والے تھے۔ اور حدیث سے دلیل پکڑنے میں اعراض کرتے تھے۔“

الجواب: میں کہتا ہوں کہ ان اشعار کا قائل احمد بن المفضل ہے اور المفضل ذال مفتوحہ مشددہ کے ساتھ ہے۔ اور یہی شخص عبد الملک بن الما جشونؒ سے فقہ حاصل کرنے کے بعد بصرہ میں سب سے پہلے امام مالکؒ کے نظریہ کا پرچار کرنے والا تھا اور اس کا شیخ جب مدینہ منورہ سے کوچ کر کے عراق گیا تو اس کے ساتھ وہ کچھ تھا جو اس کو بے نیاز کر دے۔ تو عراق کے لٹل علم نے اس میں دلچسپی لی۔ اور اس ابن المفضل کے ساتھ اسماعیل القاضی نے فقہ حاصل کی۔ اور بصرہ میں علم کے اندر زفر بن الہذیل کی مضبوط بلوشلی تھی۔ اور بے شک وہ اپنے ان مناظرات میں جن کے مقابلہ کی کسی میں سکت نہ تھی ان میں البتہ کے مذہب کے خلاف کرتے تھے جیسا کہ اللسان وغیرہ میں ہے۔ اور جب ابن المفضل بصرہ میں زفرؒ کے ساتھیوں سے ٹک ہو گیا تو اس کی اور اس کے شیخ کی ان دو اشعار میں مذمت کی۔ لیکن اگر اس گروہ (مالکیہ) کی قیاس میں وسعت کی انتہاء پر غور کیا جائے جیسا کہ اصول کی کتب میں

ہے اور اس میں جس کو اہل المدینہ کے عمل کا نام انہوں نے دیا ہے تو انہوں نے اس قیاس کی وجہ سے صرف الموطن کی مسند ستر کے قریب احادیث کو ترک کیا ہے اور یہ وہ کتاب ہے جس پر ان کا اور مدار ہے باقی کتابوں کو تو چھوڑیے۔ اور المصلحة المرسلۃ جس کو ان میں سے بہت سے حضرات نے اصول کو طور پر اپنایا ہے۔ یہ تو ہر چیز کو گرانے کا ذریعہ ہے اور اس مذمت والے اشعار سے بچنا تو اس کے اپنے لیے اور اس کے گروہ کے لیے بھی بہتر تھا۔ لیکن بے عقلی آدمی کو ہلاکت کی جگہوں میں پھینک دیتی ہے۔ اور یہ ابن المعطل وہی ہے جس کے بارہ میں اس کے بھائی عبد الصمد بن المعطل نے کہا۔

اضاع الفریضة والسنة فتاه علی الانس والجنة

”یہ ایسا آدمی ہے جو فرضوں اور سنتوں کو ضائع کرتا ہے۔ اور انسانوں اور جنوں ہر ایک کے خلاف فتویٰ دیتا ہے۔“ اور اس جیسے اور اشعار بھی اس نے کہے۔

اور میں یہاں اس کے مذہب کے شاذ قسم کے مسائل کا ذکر نہیں کرتا اور زقر لیل علم کے ہاں حفظ اور اقلان میں معروف ہیں۔ یہاں تک کہ ابن حبان جیسا آدمی جو اس سے کنارہ کش ہے اس نے بھی اس کا اعتراف کتاب الثقات میں کیا ہے۔ اور اس میں ورع کے لحاظ سے ذرا بھی انگلی اٹھانے کی جگہ نہیں ہے (یعنی اس کا نیک ہونا سب کے ہاں مسلم ہے) چہ جائیکہ اس کا شیخ جو اپنے علم اور پرہیزگاری کی وجہ سے آنکھوں کو چکاچوند کر دیتا ہے (اس کے متعلق ایسی باتیں کہی جائیں) لیکن خواہشات آنکھوں کو اندھا کر دیتی ہیں۔ اور مذمت کے اشعار بری الذمہ نیک لوگوں کو کچھ نقصان پہنچانے کے بجائے مذمت کرنے والے کو اوندھے منہ آگ میں گراتے ہیں۔ اور بے شک ابن عبد البر نے الاشقاء میں ذکر کیا ہے کہ بے شک ابو جعفر اللؤلؤی نے جب ان دونوں اشعار کو سنا تو کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ ان دونوں (ابو حنیفہ اور زفر) کی نیکیاں مجھے مل جائیں اور ان دونوں کے گناہ مجھ پر ڈال دیے جائیں۔ لہٰذا اور اس مذمت کے اشعار کہنے والے نے پہلے مصرع میں حضرت حسان بن ثابت کے شعر سے تفسیم کی ہے۔ (یعنی ان کے مصرع کو اپنے شعر میں شامل کر لیا ہے) اور کچھ لوگوں نے اس انتہاء پسندی اور حملہ پر اکتفا نہیں کیا یہاں تک کہ انہوں نے تیسرے مصرع کو ہی بدل ڈالا اور یوں کہنے لگے الوائبین علی القیاس تمردا۔ ”کہ وہ دونوں سرکشی کرتے ہوئے قیاس پر اچھلنے والے ہیں۔“ اور میں باطل کے مقابل باطل کو پیش نہیں

کرتے ہیں ان شعروں کے مقابلہ میں جو اشعار کہے گئے ہیں میں ان کو ذکر نہیں کرتے۔ کیونکہ ان میں مذمت امام مالکؒ کو جا پہنچتی ہے۔ پس میں اس کا بیان ہی کافی سمجھتا ہوں جو قاسم بن قطلوبغا الحافظ نے لوب کو ملحوظ رکھتے ہوئے جواب دیا ہے۔ اور وہ یہ اشعار ہیں۔

كذب الذی نسب الانتم للذی
قاس المسائل بالكتاب وبالاثر
ان الكتاب وسنة المختار قد
دلا عليه فذع مقالة من فشر

”وہ آدمی جھوٹ کھتا ہے جو گناہ کی نسبت ان لوگوں کی طرف کرتا ہے جو کتاب و سنت کے مطابق مسائل قیاس کرتے ہیں۔ بے شک مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور کتاب اللہ دونوں اس پر دلالت کرتی ہیں پس تو اس کو چھوڑ دے جو بیہودہ بکھتا ہے۔“

اور کتاب و سنت سے قیاس کرنے کی ویلیں اور صحابہ اور تابعین کے اقوال اپنے مقام میں اور بالخصوص امام ابو بکر الرازیؒ کے اصول میں تفصیل سے موجود ہیں۔ اور خطیبؒ بھی اس سے ثلوات نہیں ہے بلکہ اس نے اس کا ذکر اپنی کتاب الفقیہ والمنفقہ میں کیا ہے۔ اور وہ ساری بحث عمدہ ہے جو باسند ہے لیکن خطیبؒ پر خواہش نفسانی غالب آگئی جس نے اس کو ابن المعتز کی زبانی ان دو جلیل القدر اماموں کے خلاف پاک برتن میں کتے کے منہ ڈالنے کی طرح اور ان کی توہین اور مذمت پر آسلیا۔ جیسا کہ خطیبؒ سے متاخر لوگوں کی علوت ہے کہ وہ خطیبؒ کی زبانی بڑے بڑے علماء کی گستاخی کرتے ہیں جو اس نے اپنی کتاب تاریخ بغداد میں لکھ دی ہے۔ تو خطیبؒ نے اپنے آپ کو ائمہ کے مقتل لاکھڑا کیا اور امت کے چراغ تو ایسے مقام پر ہیں کہ قیامت کے دن کوئی اس کے خلاف حالت پر رشک نہیں کرے گا (بلکہ ان کے مقام پر رشک کرے گا) اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کے دلوں میں بات ڈال دے کہ وہ ان مذمت کرنے والوں سے درگزر کا معاملہ کریں۔ خوشخبری اس شخص کے لیے ہے جس نے اپنی وفات کے وقت اپنی خطاؤں کے صحیفوں کو لپیٹ دیا۔ (یعنی مرنے سے پہلے پہلے گناہوں کی معافی مانگ لی۔)

اعتراض ۶۴: (کہ ابو حنیفہؒ سے نشہ آور چیزوں میں سے کسی کے بارہ میں پوچھا گیا تو اس نے کہا حلال ہے۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ خطیبؒ نے جو الکسر کا لفظ ذکر کیا ہے وہ

سین کے فتوہ کے ساتھ ہے۔ سین کے ضمہ کے ساتھ نہیں ہے جس کا معنی ہے نشہ آور چیز اس لیے کہ وہ بالاتفاق حرام ہے۔ اور خمر کے علاوہ باقی اشربہ جبکہ نشہ کی حد تک نہ ہوں تو ان میں حرمت اجتہادی ہے اور امام صاحب کا اس بارہ میں اجتہاد یہ ہے کہ وہ حرام نہیں ہیں جیسا کہ ان کے دلائل کتابوں میں موجود ہیں۔)

اور خطیبؒ نے طبع اولیٰ کے ص ۳۴۳ اور طبع ثانیہ کے ص ۳۴۴ میں عبد اللہ بن یحییٰ السکری۔ الحسن بن ابی بکر۔ محمد بن عمر النری۔ محمد بن عبد اللہ بن ابراہیم الشافعی۔ محمد بن علی ابو جعفر۔ ابو سلمہ۔ ابو عوانہ کی سند نقل کر کے کہا کہ ابو عوانہ نے کہا کہ میں نے ابو حنیفہؒ کو کہتے ہوئے سنا جبکہ ان سے بعض پینے کی چیزوں سے متعلق پوچھا گیا، کہتے ہیں کہ جس چیز کے بارہ میں پوچھا جاتا تو وہ کہتے حلال ہے۔ یہاں تک کہ سکریا الکر کے بارہ میں پوچھا گیا ان دونوں کے بارہ میں ابو جعفر کو شک ہے کہ کونسا لفظ تھا۔ تو اس نے اس کے متعلق بھی کہا کہ حلال ہے۔ ابو عوانہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ یہ ایک عالم کی غلطی ہے اس سے اس چیز کو نہ لو۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ ابو بکر محمد بن عبد اللہ الشافعی تعصب میں حقیقت سے بہت دور جا پڑنے والا آدمی تھا۔ اور محمد بن علی ابو جعفر جو ہے وہ حمدان الوراق حنبلی ہے جو امام احمد کے جلیل القدر اصحاب میں سے ہے۔ اور ابو سلمہ جو ہے وہ موسیٰ بن اسماعیل النبوذکی ہے جو حماد بن سلمہ سے پریشان کن روایات کا راوی ہے۔ اور ابو عوانہ جو ہے وہ الوضاح بن عبد اللہ الواسطی ہے۔

اور اس کے قول مسئل عن الاشربة سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ سوال خمر (انگوری شراب) کے علاوہ اور چیزوں کے بارہ میں تھا جن میں علماء کا اختلاف ہے جبکہ وہ نشہ کی حد تک نہ ہوں۔ اور حنفی مذہب میں فتویٰ امام محمد کے قول پر ہے (کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے خواہ اس سے نشہ ہو یا نہ ہو) مگر بے شک انگوری شراب کے علاوہ باقی اشیاء کی حرمت اجتہادی ہے۔ اور اشربہ کے بارہ میں ابو حنیفہؒ کے دلائل تفصیلی کتابوں میں مدون ہیں۔ پس ان کی تفصیل کی یہاں ضرورت نہیں ہے اور اس بات کا کوئی احتمال ہی نہیں کہ الکر کو یہاں سین کے ضمہ سے لیا جائے۔ (جس کا معنی نشہ آور چیز ہے) اگرچہ خطیبؒ نے شک کے صیغہ کے ساتھ اس کو نقل کیا ہے اس لیے کہ بے شک وہ تو ابو حنیفہؒ کے نزدیک حرام ہے جیسا کہ یہ بات ان کے اپنے مذہب کی کتابوں میں بھی اور ان کے خلاف لکھی جانے والی

کتبوں میں بھی ان سے تواتر سے ثابت ہے تو یہ شک کے صیغہ سے لانا صرف وہم پیدا کرنے کے لیے ہے کہ بے شک وہ اس کو حلال سمجھتے تھے۔ حاشا وکلا۔ اور بہر حال الکفر سین اور کف دونوں کے فتح کے ساتھ تو وہ کھجوروں کے کچے پانی کو کہتے ہیں اور وہ بلا اتفاق حلال ہے جبکہ وہ سخت نہ ہوا ہو اور نہ اس میں جھاگ آئی ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے تَتَجَلَّوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَرِزْقًا حَسَنًا کہ ”تم ان کھجوروں اور انگوروں سے سکر اور اچھا رزق پیتے ہو۔“ (پارہ ۱۳ رکوع ۱۵)

اعتراض ۶۵: (کہ ابو حنیفہؒ نے کہا کہ اگر مرنے والے کے اہل مردہ کو دفن کرنے کے بعد اس کے کفن کے محتاج ہوں تو وہ قبر اکھاڑ کر اس کو نکال سکتے ہیں اور اس کو بیچ سکتے ہیں۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اس بارہ میں امام صاحب کا نظریہ ان کی کتابوں میں جو مذکور ہے یہ روایت اس کے خلاف ہے اس لیے اس کے من گھڑت ہونے میں کوئی شک نہیں۔) اور خطیبؒ نے طبع اولیٰ کے ص ۳۹۳ اور طبع ثانیہ کے ص ۳۳ میں محمد بن محمد بن حسنوبہ النری۔ موسیٰ بن عیسیٰ السراج۔ محمد بن محمد بن سلیمان الباغندی۔ اسحاق بن یعقوب المروزی۔ اسحاق بن راہویہ۔ احمد بن النضر۔ ابو حمزہ السکری کی سند نقل کر کے کہا کہ ابو حمزہ نے کہا کہ میں نے ابو حنیفہؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اگر کوئی مرجائے اور اس کو دفن کر دیا جائے پھر اس کے گھر والے کفن کی طرف محتاج ہوں تو اس کی قبر اکھاڑ کر کفن نکال کر اس کا بیچنا ان کے لیے جائز ہے۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ اس کی سند میں محمد بن محمد بن سلیمان الباغندی ہے اور بے شک باپ بیٹا دونوں ایک دوسرے کو جھوٹا کہتے تھے۔ اور جرح و تعدیل والوں میں سے بہت سے حضرات نے ان دونوں تکذیبوں میں ان کی تصدیق کی ہے (کہ وہ دونوں ایک دوسرے کو جھوٹا کہنے میں سچے تھے یعنی دونوں جھوٹے تھے) اور ابو حمزہ السکری اختلاط کا شکار تھا۔ اور صحاح ستہ والوں نے جو اس کی روایات لی ہیں تو وہ اس کے اختلاط کے عارضہ میں مبتلا ہونے سے پہلے کی ہیں۔ اور اس روایت کا متن اس (امام ابو حنیفہؒ) کے اس مذہب کے خلاف ہے جو اس سے نقل در نقل چلا آرہا ہے۔ تو اس کھلم کھلے جھوٹ کے رد میں کوئی لمبی چوڑی کلام کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی من گھڑت افسانے بنانے والوں بہتان تراشوں سے حساب لینے والا ہے۔

اعتراض ۶۶: (کہ امام ابو حنیفہؒ مسائل بتانے میں دیدہ دلیری کا مظاہرہ کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک آدمی نے کہا کہ میں آپ سے ایک لاکھ مسائل پوچھنے آیا ہوں تو کہنے لگے پیش کرو وہ کونسے ہیں اور یہ کس قدر دیدہ دلیری ہے۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر یہ روایت ثابت ہو جائے تو یہ امام صاحب کی دسعت علمی اور لوگوں کے ان پر اعتماد کی دلیل ہے کہ دور دراز سے ان سے مسائل دریافت کرنے آتے تھے۔ یہ ان کے حق میں طعن نہیں بلکہ مدح ہے۔)

اور خطیبؒ نے طبع لوئی کے ص ۳۹۲ اور طبع ثانیہ کے ص ۳۲۲ میں محمد بن عیسیٰ بن عبد العزیز البرزازی۔ صلح بن احمد النعمانی الحافظ۔ القاسم بن ابی صلح۔ محمد بن ایوب۔ ابراہیم بن بشار کی سند نقل کر کے کہا کہ ابراہیم نے کہا کہ میں نے سفیان بن عیینہؒ کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے ابو حنیفہؒ سے بڑھ کر اللہ کے سامنے دیدہ دلیری کرنے والا کوئی نہیں دیکھا۔ اور البتہ تحقیق اس کے پاس لکھ خراسان میں سے ایک آدمی آیا تو اس نے کہا اے ابو حنیفہؒ میں آپ کے پاس ایک لاکھ مسائل لایا ہوں، چاہتا ہوں کہ آپ سے دریافت کروں۔ تو وہ کہنے لگے کہ ان کو پیش کر۔ پس کیا تم نے اس سے زیادہ جرات کرنے والا کوئی سنا ہے۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ اس سند میں صلح بن احمد النعمانی ہے اور وہ ابن ابی مقاتل القیراطی ہے جو اصل میں ہرات کا تھا۔ خطیبؒ نے ابن حبان سے نقل کیا ہے کہ بے شک یہ حدیث چوری کرتا تھا۔ اور شاید دس ہزار احادیث سے زائد اس نے الٹ پلٹ کر دیں جو الابواب میں شیوخ سے اس نے نقل کی ہیں۔ تو اس سے کسی حال میں بھی دلیل پکڑنا درست نہیں ہے اور ابن عدی نے کہا کہ وہ احادیث چوری کرتا تھا۔ اور ایک جماعت کی احادیث کو دوسری جماعت کی احادیث سے ملا دیتا تھا۔ اور موقوف کو مرفوع اور مرسل کو متصل بنا دیتا تھا۔ اور دار قطنیؒ نے کہا کہ وہ کذاب اور دجل ہے۔ نہ سنی ہوئی روایات بھی بیان کر دیتا تھا۔ اور القاسم بن ابی صلح الخزاز کی فتنہ کے بعد کتابیں ضائع ہو گئی تھیں تو وہ لوگوں کی کتابوں سے پڑھتا تھا اور اس کی نظر بھی جاتی رہی تھی۔ جیسا کہ العراقی نے کہا ہے۔ اور اس کو ابن حجرؒ نے لسان المیران میں نقل کیا ہے۔ اور محمد بن ایوب بن ہشام الرازی کو ابو حاتمؒ نے جھوٹا کہا۔ اور ابراہیم بن بشار الرمادی کے بارہ میں امام احمد کا قول پہلے گزر چکا ہے اس میں جو اس نے ابن عیینہؒ سے روایت کی ہے۔ اور جو قول ابن عیینہؒ کی طرف

منسوب کیا گیا ہے اس میں انقطاع ہے، ان لوگوں کا ذکر نہیں جنہوں نے ساتھ اور سند کو دیکھتے ہوئے ابن عیینہ بالکل اس کلام سے بری ہیں۔ کیونکہ وہ توجہ کے احکام بتانے کے علاوہ باقی مسائل میں فتویٰ دینے میں انتہائی اجتناب کرتے تھے حالانکہ وہ فتویٰ دینے کی پوری استعداد رکھتے تھے۔ امام شافعی نے فرمایا کہ میں نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی میں فتویٰ کی اتنی استعداد جمع کر رکھی ہو جتنی استعداد ابن عیینہ میں تھی پھر بھی وہ فتویٰ دینے سے سکوٹ کرتے تھے۔ جیسا کہ اس کو خطیبؒ نے الفقیہ والمتفقہ میں اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے اور اس بارہ میں ابن عیینہ کی اپنی رائے تھی (کہ وہ فتویٰ دینے سے اجتناب کرتے تھے) لیکن اگر ائمہ فتویٰ دینے سے انکار کے ہی طریقہ پر چل نکلتے تو دین ضائع ہو جاتا۔ اور وہ فقہ نہ لکھی جاتی جس کی نورانیت سے آج جہاں والوں کی آنکھیں چکاچوند ہو جاتی ہیں۔ اور علماء اس دین میں اس قدر فہم حاصل نہ کرتے جو زمانوں اور صدیوں کے گزرنے کے باوجود نقل در نقل چلی آرہی ہے۔ اور اگر ثابت ہو جائے کہ بے شک ابو حنیفہؒ نے ان مسائل کا جواب دیا تو یہ اس کے عیب کو نہیں بلکہ اس کے مرتبہ کو ثابت کرتا ہے اور ابو حنیفہؒ کا کثرت سے فتویٰ دینا جرات اور دیدہ دلیری نہیں تھا بلکہ یہ تو صرف افتاء میں ان کے یگانہ ہونے کی وجہ سے تھا اور لوگوں کو مسائل بتانا ان پر ایسے واجب تھا جیسے کسی ذمہ دار پر ذمہ داری نبھانا واجب ہوتا ہے۔ اور خطیبؒ نے خود الفقیہ والمتفقہ میں ابن سلیم عن ابی یوسف تک سند کے ساتھ نقل کیا کہ ابو یوسفؒ نے کہا کہ میں نے ابو حنیفہؒ کو کہتے ہوئے سنا کہ جس شخص نے علم کی کسی چیز کے بارہ میں کلام کی اور اس کی پیروی کی گئی اور وہ یہ خیال کرتا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ اس سے نہیں پوچھیں گے کہ تو نے اللہ کے دین میں کس طرح فتویٰ دیا ہے تو اس پر اس کی جان اور دین آسان ہو جائے گا (یعنی اس نے اپنے نفس اور دین پر ملامت کا راستہ کھول دیا) اور اس نے اسی طرح اس سند کے ساتھ ابو حنیفہؒ سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ بے شک انہوں نے کہا کہ اگر علم کے ضائع ہو جانے پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے مواخذہ کا خوف نہ ہوتا تو میں کسی کو فتویٰ نہ دیتا۔ اس (فتویٰ طلب کرنے والے) کو بلا مشقت چیز مل جائے اور مجھ پر گناہ ہو۔

کیا پس اس جیسے آدمی کے بارہ میں تصور کیا جاسکتا ہے کہ اس کو فتوؤں پر دیدہ دلیری کرنے والا شمار کیا جائے۔ اور میں نہیں جان سکا کہ خطیبؒ نے اس جیسی خبر اس جیسی مذکورہ سند کے ساتھ کیوں نقل کر دی اور شاید کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی بصیرت کو ہی مٹا دیا تاکہ

اس کو ہر قدم میں اس کی رسوائی واضح کر کے اس کو اس چیز میں رسوا کرے جس کو وہ ناقلین کے ہاں محفوظ شمار کرنے کا دعوے دار ہے۔

یہ تو بحث اس میں سند کے لحاظ سے تھی۔ اور رہی بات متن کے لحاظ سے تو یہ حالات اس افسانہ کے جموٹا ہونے کے گواہ ہیں اور اس کی تکذیب ایسی ٹمپلیاں ہے کہ مزید بحث کی ضرورت ہی نہیں۔ اس لیے کہ بے شک اس افسانہ کا صرف تصور ہی ولالت کرتا ہے کہ یہ کھلم کھلا جھوٹ ہے۔ ایک آدمی جس کو خراسان سے بھیجا جاتا ہے تا کہ وہ ابو حنیفہؒ سے ایک لاکھ مسائل عشاء اور چاشت کے درمیان پوچھے اور ابو حنیفہؒ ان کا بغیر توقف اور مہلت کے جواب دیں (یہ اتنی محدود مدت میں پیش کیسے ہو سکتا ہے؟) یہ خبر ظاہر کے لحاظ ہی سے ساقط ہے، اس کو پھیلانے کی امید پر صرف وہی آدمی گھڑ سکتا ہے جو لاکھ کی گنتی سے ہی ثبوتِ اقف ہے کہ لاکھ ہوتا کتنا ہے؟ اور مسائل کی جو مقدار مذاہب کی کتابوں میں لکھی ہوئی ہے وہ زمانہ در زمانہ تفریعی مسائل شامل کر کے لکھی گئی ہے اور کتنی ہی جلدیں ایسی ہیں جن میں صرف مسائل کا ذکر ہے ان کے جوابات اور ان کے دلائل کا ذکر نہیں اور نہ ہی ان کے درمیان موازنہ کیا گیا ہے۔ اور کیا اتنی تعداد مسائل کی ممکن ہو سکتی ہے کہ ایک ایسا آدمی جو بے علم ہے وہ ان کو بیان کرے اور وہ خراسان سے آیا ہوتا کہ ابو حنیفہؒ سے ان مسائل کو دریافت کرے اور ان کے جوابات لے کر خراسان واپس جائے جو اس نے ان سے سن کر حاصل کیے؟ اور اس خیال کا تصور معقول حد سے بہت دور نکل جاتا ہے۔ پس پاک ہے وہ ذات جو عقلوں کو تقسیم کرنے والی ہے (جس نے ابو حنیفہؒ کے ان مخالفین کو عقل سے محروم رکھا)

اعتراض ۶۷: (کہ عروہ نے کہا کہ بنی اسرائیل درست نظریہ پر گامزن رہے یہاں تک کہ ان میں قیدیوں کی لولاد پیدا ہوئی اور انہوں نے رائے کو داخل کر کے ان کو برہاد کر دیا۔ اور اس امت کے معاملہ کو برہاد کرنے والے قیدیوں کی لولاد ابو حنیفہؒ اور ربیعہ وغیرہ ہیں۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ ان ائمہ کو قیدیوں کی لولاد میں شمار کرنا کھلم کھلا جھوٹ ہے۔ اور پھر مولیٰ کو مولیٰ کی حیثیت سے طعن دینے کی بھی شریعت اجازت نہیں دیتی۔)

اور خطیبؒ نے طبع لوئی کے ص ۳۹۳ اور طبع ثانیہ کے ص ۳۹۳ میں اس (امام ابو حنیفہؒ) کی رائے کی مذمت اور اس سے بچنے سے متعلق بعض علماء کے اقوال ذکر کیے ہیں۔ اور ابو الحسن علی بن احمد ابن ابراہیم البراز۔ ابو علی الحسن بن محمد بن عثمان الفسوی۔ یعقوب

بن سفیان۔ محمد بن عوف۔ اسماعیل بن عیاش الحمصی۔ ہشام بن عروہ عن ابیہ کی سند نقل کر کے کہا کہ عروہ نے کہا کہ بنی اسرائیل کا معاملہ ٹھیک ٹھاک تھا یہاں تک کہ ان میں قیدی جماعتوں کی اولاد پیدا ہوئی تو انہوں نے رائے کے مطابق دین کو اپنایا تو خود بھی ہلاک ہوئے اور دوسروں کو بھی ہلاک کیا۔ اور دوسری سند ابو نعیم الحافظ۔ محمد بن احمد بن الحسن الصواف۔ بشر بن موسیٰ۔ الحمیدی۔ سفیان۔ ہشام بن عروہ عن ابیہ نقل کر کے کہا کہ عروہ نے کہا کہ بنی اسرائیل کا معاملہ مسلسل اعتدال پر رہا یہاں تک کہ ان میں وہ لوگ پیدا ہوئے جو قیدی جماعتوں کی اولاد تھے تو انہوں نے اپنی رائے کے مطابق کٹنا شروع کر دیا تو پھر وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔

سفیان نے کہا اور مسلسل لوگوں کا معاملہ اعتدال میں تھا یہاں تک کہ ابو حنیفہؒ نے کوفہ میں اور البتہی نے بصرہ میں اور ربیعہ نے مدینہ میں اس کو تبدیل کر دیا پس ہم نے غور کیا تو ہمیں معلوم ہوا کہ یہ قیدی جماعتوں کی اولاد میں سے تھے۔

الجواب : میں کہتا ہوں کہ اس افسانہ کو گھڑنے والا چوتھے آدمی کو بھول گیا ہے اور وہ مکہ میں ابن عبینہؒ تھا۔ اس لیے کہ بے شک وہ ابن ہلال کے آزلو کردہ غلام تھے۔ اور خطیبؒ کا مذہب تو یہ ہے کہ صحابہ کا کلام حجت نہیں ہے چہ جائیکہ کلام تابعین یا تبع تابعین کا ہو۔ تو خطیبؒ کیسے یہاں دلیل کے زمرہ میں ہشام بن ابیہ کا کلام پیش کر رہا ہے۔ اور پختہ بات ہے کہ ہشام اس غصہ والی بات میں ارادہ ربیعہ اور اس کے ساتھی کا کر رہے ہیں اور اس کی وجہ امام مالکؒ کا وہ قول ہے جو انہوں نے اس بارہ میں اس کے عراق کی طرف کوچ کرنے کے بعد فرمایا تھا اور وہ قول وہ ہے جو الساجی نے احمد بن محمد البخاری۔ ابراہیم بن المنذر۔ محمد بن فلج کی سند نقل کر کے کہا کہ محمد بن فلج نے کہا کہ مجھے مالکؒ بن انس نے کہا کہ ہشام بن عروہ کذاب ہے۔ محمد بن فلج کہتے ہیں کہ پھر میں نے یحییٰ بن معینؒ سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ہو سکتا ہے کہ امام مالکؒ کی مراد یہ ہو کہ وہ لوگوں کے بارے میں کلام کرنے میں کذاب ہے۔ پس رہا حدیث کا معاملہ تو اس میں وہ ثقہ ہے۔ لہٰذا علاوہ اس کے یہ بات بھی ہے کہ اس روایت کی حالت اسرائیلی روایات جیسی ہے جن کا کوئی اعتماد نہیں ہوتا تو اس جیسی فتنہ انگیزی صرف جاہلیت کی طرف میلان کی وجہ سے ہوگی جس کی تردید اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کرتا ہے اِنْ اَکْزَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَنۡفَاقَکُمْ ”بے شک تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جس میں تقویٰ زیادہ پایا جاتا ہے۔“ اور جس کی تردید حجتہ الوداع کے خطبہ میں ہے جس کو

نبی کریم ﷺ کی جانب سے آپ کی ساری امت پر ذمہ داری شمار کیا جاتا ہے (کہ اس کو دوسروں تک پہنچائیں اور اس میں ہے کہ کسی عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر فضیلت نہیں ہے الا بالمدین والنقوی) اور امام شافعیؒ کا قول جو کتب الام میں ہے وہ بھی اس کی تردید کرتا ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ حالانکہ وہ مذہب میں خطیب کے امام ہیں۔ پس جو شخص اس جیسی نسبت کرنے اور احقانہ جاہلیت کی طرف میلان رکھ سکتا ہے تو وہ اپنے باپ کی شرمگاہ کو دانتوں سے پکڑتا ہے بغیر اس کے کہ اس کو کسی کنہیہ سے تعبیر کیا جائے۔

کیونکہ سرائی۔ اسرائیلی۔ قحطانی اور اصفہانی میں کوئی فرق نہیں ہے جو بھی کتاب و سنت سے مدد لیے بغیر رائے اختیار کرے گا تو وہ گمراہ ہوگا۔ اور ابولہب کو اس کے نسب نے کوئی فائدہ نہ دیا۔ اور نہ ہی سلمان فارسی کو اس کی جائے پیدائش نے کوئی نقصان دیا۔

امام حاکم نے المعروف ص ۹۵ میں ابوالحسن احمد بن محمد العنزی۔ عثمان بن سعید بن خالد الدارمی۔ ابراہیم بن ابی الیث۔ الالبی۔ سفیان ثوری۔ ہشام بن سعد۔ المقبری۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند نقل کر کے کہا کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”بے شک اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کے دور کا تکبر اور آباؤ اجداد کی وجہ سے فخر کرنا بھی ختم کر دیا ہے۔ لوگ سارے کے سارے آدم کی لولہا ہیں اور آدم مٹی سے تھے۔ اور آدمی یا تو مومن پرہیزگار ہوگا یا فاجر بد بخت ہوگا۔ البتہ ضرور بضرور کچھ قومیں ایسی حالت کو پہنچیں گی کہ وہ ایسے لوگوں کی وجہ سے فخر کا اظہار کریں گی حالانکہ پختہ بات ہے کہ وہ جہنم کے کونلوں میں سے کھٹے ہوں گے۔ یا یقیناً وہ اللہ کے ہل گوبر کے اس کھڑے سے بھی زیادہ ذلیل ہوں گے جو اپنے ناک کے ساتھ گندگی کو ہٹاتا ہے۔ الخ“

اور اسی وجہ سے بہت ہی بعید سمجھا جاتا ہے کہ ابن عبینہؓ ان ائمہ کے بارہ میں اس جیسی کلام کی ہو۔ ربیعہؓ تو مدینہ کے فقہاء کے شیخ تھے۔ اور عثمان البتیؓ بصرہ کے فقہاء کے شیخ تھے اور ابو حنیفہؓ کوفہ کے فقہاء کے شیخ تھے اگر اس وجہ سے ان پر طعن ہے کہ وہ عرب نہیں تھے تو ابن عبینہؓ خود بھی تو عرب میں سے نہیں تھے۔ وہ بھی ہلال غلاموں میں سے تھے۔ اور جس آدمی نے ان ائمہ کو قیدی یا قیدیوں کی لولہا میں شمار کیا اس نے یقیناً جھوٹ بولا ہے۔

اور ابن عبد البرؒ نے جامع بیان العلم ص ۱۳ ج ۲ میں موسیٰ بن ہارون کے واسطہ سے

الحمیدی سے روایت بیان کی ہے کہ ابن عبینہ نے کہا کہ ہمیشہ کوفہ والوں کا معاملہ احتیال میں رہا یہاں تک کہ ان میں ابو حنیفہ پیدا ہوا۔ موسیٰ یعنی ابن ہارون بن اسحاق الحمدرانی جو کہ الحمیدی کے ساتھی ہیں انہوں نے کہا اور وہ (ابو حنیفہ) قید کر کے لائی جانے والی جماعت کی لولاد میں سے تھے۔ اس کی ماں سند یہ اور اس کا باپ نبطی تھا۔ اور جن لوگوں نے رائے کی بدعت ایجاد کی ہے وہ تین شخص ہیں۔ اور وہ سارے کے سارے قیدیوں کی لولاد میں سے ہیں اور وہ مدینہ میں ربیعہ۔ بصرہ میں عثمان البتی اور کوفہ میں ابو حنیفہ ہیں۔ الخ۔

تو اس سے معلوم ہو گیا کہ بے شک روایت میں تبدیلی کی گئی ہے اور اس میں اضافہ کیا گیا ہے اور تبدیلی اور اضافہ ان لوگوں کی طرف سے ہے جو ابن عبینہ کے بعد ہیں اور وہ الحمیدی ہی ہو سکتا ہے۔ مگر بے شک راوی نے زیادتی پر آگاہ نہیں کیا تو خطیبؒ کی روایت میں اصل اور زیادتی کو ایک ہی طرح بیان کر دیا گیا۔ اور ابن عبد البرؒ کی روایت میں اس کی جگہ موسیٰ کو کر دیا گیا ہے۔ اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ بے شک ابو حنیفہ قیدیوں کی لولاد میں سے تھے تو اس کی تردید اسماعیل بن حمال کی بات کرتی ہے جو اس نے کہی کہ اللہ کی قسم ہم پر کبھی بھی غلامی کا دور نہیں آیا۔ اور ابو عبد الرحمن المقرئ کی حدیث مشکل الاثار للخلویؒ میں ہے کہ پختہ بات ہے کہ ابو حنیفہؒ کے متعلق جس دلاء کا ذکر آتا ہے اس سے مراد دلاء الموالاة ہے اس سے مراد نہ تو دلاء للاسلام ہے اور نہ ہی دلاء العتق۔ بلکہ ان کا دوا نعمان بن قیس بن المرزبان تو نموان کے دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا جھنڈا اٹھانے والے تھا۔ اور اسماعیل بن حمال تو وہ آدمی ہے جس کو محمد بن عبد اللہ الانصاری صحابہ کے بعد بصرہ کے تمام قاضیوں پر فضیلت دیتے تھے۔ اور مطبوعہ تینوں نسخوں میں راوی کا نام اسماعیل بن عباس لکھا ہے حالانکہ صحیح اسماعیل بن عیاش ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے اور اس کی روایت اہل نقد کے ہاں شامیوں کے علاوہ دوسروں سے مرود ہے۔ اور ہشام بن عروہ مدنی ہے اہل الشام میں سے نہیں ہے تو اس سے ابن عیاش کی روایت لازماً مرود ہوگی اور سند میں یعقوب بن سفیان ہے جس کے بارہ میں کہا جاتا ہے کہ وہ حضرت عثمان کے بارہ میں طعن کیا کرتا تھا۔ اور اس کا ایک راوی محمد بن عوف مجہول ہے اس لیے کہ بے شک وہ ابو جعفر الطائی الحمصی الخافض تو ہو نہیں سکتا کیونکہ اس کی ولادت اسماعیل بن عیاش کی وفات کے بعد ہے۔ یہ بحث تو پہلی سند کے متعلق تھی۔

اور بہر حال دوسری سند تو اس میں الحمیدی ہے۔ اور وہ ابو حنیفہؒ اور اس کے اصحاب

کے بارہ میں انتہائی تعصب کی وجہ سے ان لوگوں میں سے نہیں کہ ان کی تصدیق کی جا سکے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا۔ اور ابو نعیم اپنے شدید تعصب کی وجہ سے سنی اور نہ سنی ہوئی روایات کو ایک ہی طرز پر بیان کر دیتا ہے۔ اور یہی دونوں خبر کو رد کرنے میں کافی ہیں۔ پھر ابن عیینہ فتویٰ دینے میں انتہائی محتاط ہونے کی وجہ سے ان ائمہ کے خلاف اس انداز کی زبان و رازی کیسے کر سکتے ہیں۔ اور نہ ہی وہ ان لوگوں میں سے تھے جو ان ائمہ کے مرتبہ سے بتوائف تھے۔ اور نہ ہی وہ ان لوگوں میں سے تھے جو جاہلیت کی ان دفن شدہ علوات کو پھیلانے بعد اس کے کہ ان کو نبی کریم ﷺ نے اپنے مبارک قدموں کے نیچے روند ڈالا تھا۔ اور نہ ہی وہ ان لوگوں میں سے تھے جو اس بات سے بتوائف ہوں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد مسلمانوں کے شہروں میں علم کو اٹھانے والے اکثر آزلو کردہ غلام ہی تھے۔ پس حسن بصری۔ ابن سیرین۔ مجاہد۔ عطاء۔ مکحول۔ لوزاعی۔ یزید بن ابی حبیب۔ لیث بن سعد۔ طاؤس وغیرہم رحمہم اللہ بے شمار آزلو کردہ غلاموں میں سے تھے۔ یہاں تک کہ زہریؒ اور محمد بن اسحاقؒ کے نزدیک امام مالکؒ بھی ان میں سے تھے۔ اور یہاں تک کہ بعض اہل علم کے نزدیک امام شافعیؒ بھی ان میں سے تھے۔ پس خونی نسب کی وجہ سے اپنے آپ کو عزت ولا سمجھتا علماء کی شان نہیں ہے۔ اور امام حاکم نے معرفت علوم الحدیث میں ابو علی الحافظ۔ ابو عبد الرحمن محمد بن عبد اللہ البیہقی۔ محمد بن احمد بن مطر بن العطاء۔ محمد بن یوسف بن بشیر القرظی۔ الولید بن محمد المقرئ کی سند نقل کر کے کہا کہ ولید نے کہا کہ میں نے محمد بن مسلم بن شهاب الزہریؒ کو کہتے ہوئے سنا کہ میں عبد الملک بن مروان کے پاس حاضر ہوا تو اس نے مجھے کہا اے زہریؒ تو مکمل سے آیا ہے۔ تو میں نے کہا کہ ہے۔ وہ کہنے لگا تو پیچھے کس کو چھوڑ آیا ہے جو اس کے رہنے والوں کی سرداری کرے۔ زہریؒ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ عطاء بن ابی رباح کو۔ تو وہ کہنے لگا کہ وہ عرب سے ہے یا مولیٰ سے تو میں نے کہا کہ وہ مولیٰ (آزلو کردہ غلاموں) میں سے ہے۔ تو اس نے کہا کہ وہ ان کا سردار کیسے ہو سکتا ہے؟ میں نے کہا دیانت اور روایت میں۔ تو وہ کہنے لگا کہ بے شک دیانت اور روایت والے ہی سردار ہو سکتے ہیں تو پھر لیل یمن کا سردار کون ہوگا۔ تو میں نے کہا طاؤس بن کیسان۔ تو وہ کہنے لگا کہ وہ عرب میں سے ہے یا مولیٰ میں سے۔ تو میں نے کہا کہ وہ مولیٰ میں سے ہے۔ تو وہ کہنے لگا کہ وہ کس بات میں ان کا سردار ہے۔ میں نے کہا جس وجہ سے ان کا سردار عطاء ہے تو وہ کہنے لگا کہ بے شک وہ یقیناً ہو سکتا ہے۔ تو لیل مصر کا سردار کون ہے۔ تو میں نے

کہا کہ یزید بن ابی حبیب۔ تو وہ کہنے لگا کہ وہ عرب میں سے ہے یا مولیٰ میں سے۔ تو میں نے کہا وہ مولیٰ میں سے ہے۔ اس نے کہا پھر اہل شام کا سردار کون ہے؟ تو میں نے کہا کھول۔ تو وہ کہنے لگا کہ وہ عرب میں سے ہے یا مولیٰ میں سے۔ تو میں نے کہا کہ وہ مولیٰ میں سے ہے۔ وہ ریگستانی علاقہ کا غلام تھا۔ اس کو بڑیل قبیلہ کی ایک عورت نے آزاو کیا تھا۔ اس نے کہا کہ اہل جزیرہ کا سردار کون ہے۔ تو میں نے کہا میمون بن مہران۔ تو وہ کہنے لگا کہ وہ عرب میں سے ہے یا مولیٰ میں سے۔ تو میں نے کہا مولیٰ میں سے۔ اس نے کہا کہ خراسان کا سردار کون ہے؟ تو میں نے کہا انصاح بن مزاحم تو وہ کہنے لگا کہ وہ عرب میں سے ہے یا مولیٰ میں سے۔ تو میں نے کہا وہ مولیٰ میں سے ہے۔ اس نے کہا کہ اہل بصرہ کا سردار کون ہے تو میں نے کہا الحسن بن ابی الحسن۔ تو وہ کہنے لگا کہ وہ عرب میں سے ہے یا مولیٰ میں سے۔ تو میں نے کہا وہ مولیٰ میں سے ہے۔ اس نے کہا تیرے لیے ہلاکت ہو تو اہل کوفہ کا سردار کون ہے۔ تو میں نے کہا ابراہیم النخعی۔ تو وہ کہنے لگا کہ وہ عرب میں سے ہے یا مولیٰ میں سے۔ تو میں نے کہا وہ عرب میں سے ہے۔ اس نے کہا اے زہری تیرے لیے ہلاکت ہو تو نے میری پریشانی دور کر دی۔ اللہ کی قسم البتہ ضرور بضرور عرب پر مولیٰ سرداری کریں گے۔ یہاں تک کہ وہ منبر پر بیٹھ کر خطبہ دیں گے اور عرب ان سے نیچے بیٹھے ہوں گے۔ زہری کہتے ہیں کہ میں نے کہا اے امیر المومنین پختہ ہلت ہے کہ یہ اللہ کا اور اس کے دین کا معاملہ ہے۔ جو اس کی حفاظت کرے گا وہ سردار ہو گا۔ اور جو اس کو ضائع کرے گا تو وہ رجبہ سے گر جائے گا۔

اور ابو محمد الراہرمزیؒ نے المحدث الفاضل میں بکر بن احمد بن الفرغ الزہری۔ العباس بن الفرغ الریاشی۔ عبد الملک بن قریب کی سند نقل کر کے کہا کہ عبد الملک نے کہا کہ عبد الملک بن مروان مسجد حرام میں داخل ہوا تو وہاں علم اور ذکر کی مجالس دیکھیں تو ان پر تعجب کیا۔ پھر ایک مجلس کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ کس کی مجلس ہے تو اس کو بتایا گیا کہ یہ عطاء کی مجلس ہے اور دوسری مجلس دیکھ کر کہا کہ یہ کس کی مجلس ہے تو اس کو بتایا گیا کہ سعید بن جبیر کی۔ اور ایک اور مجلس کو دیکھ کر کہا کہ یہ کس کی ہے؟ تو بتایا گیا کہ میمون بن مہران کی۔ ایک اور مجلس کی طرف دیکھ کر پوچھا کہ یہ کس کی ہے؟ تو بتایا گیا کہ کھول کی۔ اور ایک اور مجلس کی طرف دیکھ کر پوچھا کہ یہ کس کی ہے؟ تو بتایا گیا کہ مجاہد کی۔ اور یہ سارے کے سارے فارسی النسل تھے۔ تو وہ اپنی منزل کی طرف لوٹا اور قریش کے قبائل

کی طرف پیغام بھیج کر ان کو جمع کیا پھر کہا اے قریش کے خاندان ہم جس حالت میں تھے تم یقیناً اس کو جانتے ہو پھر اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ اور اس کے دین کی وجہ سے ہم پر احسان کیا۔ پس تم اس دین کو حقیر سمجھنے لگے یہاں تک کہ فارسی النسل تم پر غالب آگئے تو اس کو علی بن الحسین کے علاوہ کسی نے جواب نہ دیا۔ پس بے شک اس نے کہا ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَاءُ ”یہ تو اللہ کا فضل ہے وہ جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔“ پھر عبد الملک نے کہا کہ میں نے اس فارسی خاندان کی طرح کوئی نہیں دیکھا کہ وہ اول زمانہ ہی سے بلاشبہ کرتے ہیں۔ پس وہ ہماری طرف محتج نہیں ہیں اور ہم نے ان کو سردار بنایا تو ہم ان سے ایک لمحہ بھی احتیاجی سے خللی نہیں ہیں۔ الخ

اور اسی طرح راہمزمیؒ نے موسیٰ بن زکریا۔ عمرو۔ الحسین۔ ابن علاش۔ حمید الطویل کی سند نقل کر کے کہا کہ حمید نے کہا کہ بصرہ میں ایک دیہاتی آیا تو اس کا سامنا خالد بن مهران سے ہوا تو اس نے اس سے کہا اے اللہ کے بندے! مجھے اس شہر کے سردار کے بارہ میں بتا کہ وہ کون ہے؟ تو خالد نے اس کو جواب دیا کہ وہ الحسن بن ابی الحسن ہے۔ اس نے پوچھا کہ کیا وہ عربی ہے یا آزاو کردہ غلام ہے۔ تو اس نے کہا کہ آزاو کردہ غلام ہے۔ اس نے کہا کہ وہ کس کا غلام تھا تو اس نے کہا انصار کل۔ اس نے پوچھا کہ کس وجہ سے وہ ان کا سردار بن گیا تو اس نے کہا کہ وہ اپنے دین میں اس کے محتج ہیں اور وہ ان کی دنیا سے بے نیاز ہے تو دیہاتی کہنے لگا کہ سرداری کے لیے یہی کافی ہے۔ الخ

اور ابن عبد ربہؒ نے العقد الفرید میں ذکر کیا ہے کہ بے شک عیسیٰ بن موسیٰ العباس نے محمد بن ابی لیلیٰ سے پوچھا کہ بصرہ کا فقیہ کون ہے؟ تو اس نے کہا کہ الحسن بن ابی الحسن۔ اس نے پوچھا کہ پھر اس کے بعد کون ہے؟ تو اس نے کہا محمد بن سیرین۔ اس نے پوچھا کہ وہ دونوں کون ہیں تو اس نے کہا کہ وہ دونوں مولیٰ میں سے ہیں۔ اس نے پوچھا کہ مکہ کا فقیہ کون ہے؟ تو اس نے کہا کہ عطاء بن ابی ریحٰلؒ اور مجلہؒ اور سعید بن جبیرؒ اور سلیمان بن یسارؒ ہیں۔ اس نے پوچھا کہ یہ کون ہیں تو اس نے کہا کہ یہ مولیٰ میں سے ہیں۔ اس نے پوچھا کہ مدینہ کے قضاہ کون ہیں؟ تو اس نے کہا زید بن اسلمؒ اور محمد بن المنکدرؒ اور ثلقؒ اور ابن ابی نجیعؒ۔ تو اس نے پوچھا کہ یہ کون ہیں تو اس نے کہا کہ مولیٰ میں سے ہیں۔ تو اس کی رنگت تبدیل ہو گئی پھر پوچھا کہ قبا والوں میں سب سے فقیہ کون ہے تو اس نے کہا کہ ربیعہ الرائیؒ اور ابن الزنادؒ تو اس نے پوچھا کہ یہ دونوں کون تھے تو اس نے کہا کہ مولیٰ

میں سے تھے۔ پھر اس کا چہرہ غصہ کی وجہ سے خاکستری ہو گیا۔ پھر کہا کہ یمن کا فقیہ کون ہے؟ تو اس نے کہا کہ طاؤس اور اس کا بیٹا اور ابن منبہ اس نے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ محمد بن لبی لیلی کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ وہ مولیٰ میں سے ہیں تو اس کی رگیں پھول گئیں اور اٹھ بیٹھا اور کہا کہ خراسان کا فقیہ کون ہے؟ تو اس نے کہا کہ عطاء بن عبد اللہ الخراسانی۔ تو اس نے کہا کہ عطاء کون ہے تو اس نے کہا کہ وہ آذلو کردہ غلام ہے۔ تو اس کا چہرہ مزید خاکستری ہو گیا پھر پوچھا کہ شام کا فقیہ کون ہے تو اس نے کہا کہ مکحول ہے تو اس نے کہا کہ مکحول کون ہے۔ تو اس نے کہا کہ موتی ہے۔ پھر اس نے پوچھا کہ کوفہ کا فقیہ کون ہے تو اس نے کہا کہ اگر اس کا ڈر نہ ہوتا تو میں کہہ دیتا کہ الحکم بن عقیبہ اور حماد بن سلیمان ہیں لیکن میں نے اس کی بری حالت دیکھی تو کہا کہ ابراہیم النخعی اور اسبغی ہیں۔ اس نے کہا کہ وہ دونوں کون ہیں تو میں نے کہا کہ وہ دونوں عربی ہیں۔ تو اس نے کہا اللہ اکبر۔ اور اس کا جوش ٹھنڈا ہو گیا۔ لے لے

اور ابن الصلاحؒ نے اپنے مقدمہ میں عبد الرحمن بن زید بن اسلم سے ذکر کیا کہ حبلولہ کے بعد مدینہ کے علاوہ باقی تمام شہروں میں فقہ مولیٰ میں منتقل ہو گئی (اور حبلولہ سے مراد عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ اور عبد اللہ بن عمرؓ اور عبد اللہ بن عباسؓ اور عبد اللہ بن الزبیرؓ ہیں۔ اور احتلف کے نزدیک عبد اللہ بن مسعودؓ اور عبد اللہ بن عمرؓ اور عبد اللہ بن عباسؓ ہیں) پس بے شک اللہ تعالیٰ نے مدینہ کو قرشی کے ساتھ خاص کیا تو وہ سعید بن المسیبؓ ہیں۔ لے لے اور اس روایت میں ہے کہ بے شک النخعیؒ اور اشعثیؒ دونوں عرب ہیں۔ اور لیل مدینہ کے سات فقہاء میں سے سلیمان بن یسارؒ کے علاوہ سارے کے سارے عرب ہیں۔ اور محمد بن المنکدرؒ کو مولیٰ میں شمار کرنا غلط ہے جیسا کہ بعض روایات میں نخعیؒ کو ان میں سے شمار کیا گیا ہے جو کہ غلط ہے۔ اور ابن المسیبؒ قریشی مخزومی تھے۔ اور سبہ قراءت کے ائمہ ساتوں چاند سوائے ابن عامر اور ابن العلاء کے مولیٰ میں سے تھے اور اس کی طرف امام شافعیؒ نے اشارہ کرتے ہوئے کہا

ابو عمرہم والیہ حصبی بن عامر صریح و باقینہم احاط بہ الولا

ان قراء سبہ میں سے ابو عمر اور ابن عامر خالص عربی ہیں اور باقی کو غلامی نے گھیرا تھا۔ اور اگر ہم فقہ اور حدیث و تفسیر و عربیت اور دیگر علوم کے ائمہ میں سے جو مولیٰ تھے

ان کے متعلق لکھنا شروع ہو جائیں تو کلام بہت لمبا ہو جائے گا۔ اور جو ہم نے ذکر کر دیا ہے یہی کافی ہے۔

اور خطیبؒ نے اس ضمن میں کچھ اور خبریں بھی نقل کی ہیں اور ان کی اسانید میں ابن رزق اور ابو عمرو بن السہاک اور الحمیدی ہیں اور ان کے بارہ میں کلام پہلے ہو چکا ہے۔ پس ہم یہاں اس کا اعلاہ نہیں کرتے اور بعض سندوں میں مجہول رلوی ہیں ہم نے بے فائدہ طوالت سے بچنے کی خاطر ان کے ذکر سے پہلو تھی کی ہے۔ بعد اس کے کہ حق واضح ہو چکا اور باطل مٹ گیا۔

اعتراض ۶۸: (کہ محمد بن مسلمہ نے کہا کہ ابو حنیفہؒ دجال من الدجاجلہ ہے اسی لیے اس کا مذہب مدینہ میں داخل نہیں ہوا۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اس واقعہ کے من گھڑت ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب کئی بار مدینہ منورہ میں داخل ہوئے جس کا اعتراض خود خطیبؒ کو بھی ہے۔)

اور خطیبؒ نے طبع لولی کے ص ۳۹۵ اور طبع ثانیہ کے ص ۴۱۵ میں ابن الفضل۔

علی بن ابراہیم المستملی۔ محمد بن ابراہیم بن شعیب الغازی۔ محمد بن اسماعیل البخاری کی سند نقل کر کے کہا کہ محمد بن اسماعیل نے کہا کہ ہمارا ایک ساتھی حمودیہ سے روایت کرتا تھا کہ اس نے کہا کہ میں نے محمد بن مسلمہ سے پوچھا کہ نعمان کا مذہب مدینہ کے سوا تمام شہروں میں داخل ہوا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ تو اس نے کہا کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس مدینہ میں دجال اور طاعون داخل نہیں ہو سکتے۔ اور وہ دجالوں میں سے ایک دجال ہے۔ اور دوسری سند محمد بن الحسین الاثرق۔ محمد بن الحسن بن زیاد المقرئ۔ ابو رجاہ المروزی۔ حمودیہ بن حنبلہ نقل کر کے کہا کہ حمودیہ نے کہا کہ محمد بن مسلمہ المدینی سے پوچھا گیا کہ ابو حنیفہؒ کے مذہب کو کیا ہے کہ تمام شہروں میں داخل ہو گیا ہے اور مدینہ میں داخل نہیں ہوا۔ تو اس نے کہا اس لیے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ مدینہ کے راستوں میں سے ہر راستہ پر ایک فرشتہ مقرر ہے جو دجال کو اس میں داخل ہونے سے روکتا ہے اور یہ (ابو حنیفہؒ کا مذہب) دجالوں کا کلام ہے پس اسی وجہ سے اس میں داخل نہیں ہو سکا واللہ اعلم۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ مطبوعہ تینوں نسخوں میں پہلی سند میں عبارت اس طرح ہے

انبانا ابن الفضل حدثنا علی بن ابراہیم بن شعیب حدثنا البخاری لیکن تصور نہیں کیا جاسکتا کہ ایک ہی واسطہ کے ساتھ ابن الفضل کی سند بخاری تک پہنچ جائے اس لیے کہ ابن الفضل کی وفات ۳۱۵ھ اور بخاری کی وفات ۲۵۶ھ ہے تو سند سے کئی نام ساقط ہیں۔ اور درست وہی ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے جیسا کہ خطیبؒ کی تاریخ کی ص ۳۲۲ ج ۳ اور ص ۳۵۲ ج ۱۰ سے معلوم ہوتا ہے تو عبارت اس طرح ہوگی انبانا ابن الفضل حدثنا علی بن ابراہیم المستملی حدثنا محمد بن ابراہیم بن شعیب الفازی حدثنا محمد بن اسماعیل البخاری اور امام بخاری کا کہنا کہ ہمارا ایک ساتھی روایت کرتا تھا تو یہ روایت مجھ سے ہے اور اگر وہ ساتھی بخاری کی شرط کے مطابق ہوتا جس سے وہ روایت کرتے ہیں تو اس کے نام کی صراحت ضرور کرتے۔ تو یہ انداز اس پر دلالت کرتا ہے کہ روایت ایسی ہے جس پر اٹھو نہیں۔ اور محمد بن مسلمہ متعصب مسکین ہے۔ جو کوئی بھی ہو۔ بے شک اس کا ثواب ضائع اور اس کا جواب کمزور ہو کر ساقط ہو جاتا ہے۔ پس اس کی کلام کی مخالفت ظاہر ہو جانے کے بعد کسی اور چیز کی طرف ضرورت ہی نہیں رہتی کیونکہ یقینی طور پر اس نے اعتراف کیا ہے کہ جو شخص مدینہ منورہ میں داخل ہو گیا تو وہ دجالوں میں سے نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مدینہ منورہ کے شرف کو اور زیادہ کرے۔ اور بے شک ابو حنیفہؒ نے بچپن کے قریب حج کیے اور مدینہ منورہ میں بے شمار دفعہ داخل ہوئے اور امام مالکؒ ان سے مسجد نبوی میں فقہ کا مذاکرہ کرتے تھے۔ ابن ابی العوام نے احمد بن محمد بن سلامہ۔ جبون بن سعید بن یزید۔ ایوب بن عبد الرحمن ابو ہشام۔ محمد بن رشید جو کہ ابن القاسم کا ساتھی اور سحنون سے عمر رسیدہ تھا۔ یوسف بن عمرو۔ عبد العزیز الدر اور ردی۔ یا ابن ابی سلمہ کی سند نقل کر کے کہا کہ در اور ردی یا ابن ابی سلمہ نے کہا کہ میں نے ابو حنیفہؒ اور مالکؒ بن انس کو رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں عشاء کی نماز کے بعد دیکھا کہ وہ دونوں تکرار کرتے اور پڑھتے پڑھاتے تھے یہاں تک کہ جب ان دونوں میں سے کوئی کسی بات میں شک کرتا جو اس کے صاحب نے کہی ہوتی تو دوسرا ناک چڑھائے اور غصہ کیے بغیر اور خطا کار قرار دیے بغیر دلیل پیش کرتا یہاں تک کہ وہ دونوں صبح کی نماز اپنی اسی جگہ میں ادا کرتے۔ اور اسی کے قریب قریب الصیمری کی عبارت ہے۔ اور امام مالکؒ نے بہت سے مسائل میں بلکہ اکثر مسائل میں اس کے ساتھ موافقت کی ہے۔ بلکہ ان کے پاس ابو حنیفہؒ سے حاصل کیے گئے مسائل میں سے ساٹھ ہزار مسائل تھے جیسا کہ الدر اور ردی نے ان سے روایت کی

ہے۔ اور پہلے گزر چکا ہے کہ امام شافعیؒ نے کتب الام ص ۲۳۸ ج ۷ میں کہا اور بے شک میں نے الدرد اور دی سے پوچھا کہ کیا لیل مدینہ میں سے کوئی ہے جس نے یہ قول کیا ہو کہ ریح دینار سے کم مہر نہیں ہوتا تو اس نے کہا نہیں۔ لیل کی قسم میرا مالکؒ سے پہلے اس نظریہ کا کوئی آدمی نہیں جانتا اور الدرد اور دی نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ یہ نظریہ امام مالکؒ نے ابو حنیفہؒ سے لیا ہے۔ الخ

اور ابو حنیفہؒ کے اصحاب اور اصحاب کے اصحاب زمانہ در زمانہ مدینہ میں داخل ہوتے رہے اور وہاں اپنی فقہ کی نشر و اشاعت کرتے رہے۔ اور تمام طبقات (علماء، قراء اور تاجر حضرات) میں حرمین کے اندر کتنے ہی اس کے اصحاب تھے اور مدینہ منورہ میں ابو حنیفہؒ کے اصحاب جن کا ذکر صرف ابن ابی العوامؒ کی کتب میں ہے، ان کی تعداد کوئی کم نہیں ہے اور اسی طرح ہی معاملہ تمام طبقات میں رہا تو کیا اس جیسے آدمی کو اور اس جیسے ساتھیوں کو کہا جا سکتا ہے کہ وہ دجل تھے اسی لیے وہ مدینہ میں داخل نہیں ہوئے۔ اور یہ تو چمکتے دن میں سورج کا انکار ہے۔ اور ہم آہستہ سے اس متعصب بیہودہ کو سے کان میں بات کر کے پوچھتے ہیں کہ اگر تو ابو حنیفہؒ کے کلام کو دجالوں کا کلام شمار کرتا ہے تو تیری رائے اپنے امام کے بارہ میں کیا ہے جس نے ابو حنیفہؒ کے کلام کو بہت سی جگہوں میں لیا ہے بلکہ اس کی فقہ کا تو تانا ہی ابو حنیفہؒ کی فقہ ہے۔ پس اگر تجھے اس سے انکار ہے تو تو یقیناً اختلافی کتابوں میں اس کی تفصیل پائے گا اور اس کثرت سے اس پر دلائل ہیں کہ ہر جانب سے تجھ پر سانس لینا دشوار ہو جائے گا۔ اور تجھے ذلیل ہو کر اس کا اعتراف کرنا ہی پڑے گا۔ اور خلاصہ یہ ہے کہ بے شک اس متعصب نے خود جو قاعدہ وضع کیا ہے اس کے مطابق اس نے اعتراف کر لیا کہ بے شک ابو حنیفہؒ اور اس کے اصحاب اور اس کے اصحاب کے اصحاب دجل نہیں ہیں اس لیے کہ بے شک وہ مدینہ منورہ میں داخل ہوتے رہے ہیں اور نہ ہی ان کی فقہ دجالوں کا دوسرہ ہے۔ اس لیے کہ وہ قدیم زمانہ سے اس کو اپنا وطن بنائے ہوئے ہیں۔ اور اس گھٹیا کلام کو زبان پر لانا اور اس کو کتابوں میں لکھنا جبکہ اس کا گھٹیا ہونا ثابت ہے تو یہ اس بات کی روشن دلیل ہے کہ مخالف انتہائی گھٹیا آدمی ہے۔ اور بے شک قدریہ کے ایک گروہ نے مدینہ کو امام مالکؒ کے زمانہ میں اپنا وطن بنائے رکھا۔ ان میں سے ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰ الاسلمی بھی ہے جس کے بارہ میں کتب جرح دالوں نے ہر قسم کی مذمت کی ہے اور وہ امام مالکؒ کے متعلق ہر قسم کی برائی کہتا تھا۔ بے شک اس کا علم وہاں پھیلا اور اس سے امام

شافعیؒ نے علم حاصل کیا جیسا کہ انہوں نے امام مالکؒ سے حاصل کیا۔ اور اس کے باوجود صحیح نہیں کہ ان میں سے کسی کے بارہ میں کہا گیا ہو کہ بے شک وہ وجل ہے بلکہ وجل وہ ہے جو اس بخاری اور بے وقوفی کے ساتھ دین کے اماموں کے بارہ میں کلام کرتا ہے۔ اور دوسری سند میں جو محمد بن الحسن ہے وہ النقاش المفسر المقری ہے جو مشہور کذاب اور مشہور مجسم ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے جسم ماننے والے گروہ میں سے ہے) اور ابو جہاء المروزی کی کلام منقطع ہے۔ اور اس نے مروی تاریخ میں منکر قسم کی عجیب باتیں درج کی ہیں۔

اعتراض ۶۹: (کہ امام مالکؒ نے کہا کہ لیل اسلام پر ابو حنیفہؒ کی یہ نسبت زیادہ ضرر رساں کوئی بچہ اسلام میں پیدا نہیں ہوا۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ صحیح روایات سے ثابت ہے کہ امام مالکؒ تو امام ابو حنیفہؒ سے علم کا مذاکرہ کرتے تھے اور ان کے حق میں تعریف کے کلمات کہتے تھے تو یہ روایت راویوں میں سے کسی کی کارستانی ہے۔)

اور خطیبؒ نے طبع لوئی کے ص ۳۹۱ اور طبع حانیہ کے ص ۳۱۵ میں ابن الفضل۔ عبد اللہ بن جعفر بن درستویہ۔ یعقوب بن سفیان۔ الحسن بن الصلاح۔ اسحاق بن ابراہیم الحنبلہ کی سند نقل کر کے کہا کہ اسحاق بن ابراہیم نے کہا کہ امام مالکؒ نے کہا کہ اسلام میں لیل اسلام پر ابو حنیفہؒ سے زیادہ نقصان نہ کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا اور وہ رائے پر عیب لگایا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی اس حل میں کہ دین کا امر مکمل ہو چکا تھا۔ پس پختہ بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے آثار ہی کی پیروی کی جائے۔ اور رائے کے پیچھے نہ چلا جائے۔ اور بے شک جب تو رائے کے پیچھے چلے گا تو کوئی اور آدمی آجائے گا جو تجھ سے زیادہ مضبوط ہوگا پھر تو اس کی پیروی کرے گا پس تیری حالت یہ ہوگی کہ جب کبھی کوئی آدمی آکر تجھ پر غالب ہوگا تو تو اس کی پیروی کرے گا اور یہ سمجھے گا کہ دین کا امر نام نہیں ہوا۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ عبد اللہ بن جعفر وہی ہے کہ جب اس کو کوئی چیز دی جاتی تو وہ نہ سنی ہوئی روایات بھی بیان کر دیتا تھا۔ اور الحسن بن الصلاح نسائی کے ہاں قوی نہیں ہے اور اسحاق بن ابراہیم الحنبلہ کو ابن الجوزیؒ نے ضعیف میں ذکر کیا ہے اور ذہبی نے کہا ہے کہ وہ عجیب عجیب حدیثیں بیان کرنے والا ہے۔ اور بخاری نے کہا کہ اس کی حدیث میں نظر ہے اور یہ کلمہ امام بخاریؒ کے نزدیک بہت سخت جرح کا کلمہ ہے۔ اور حاکمؒ نے کہا کہ ابو احمد

کی نظر بند ہو گئی تھی اور اس کی حدیث میں اضطراب ہوتا تھا۔ اور ابو حاتم نے کہا کہ اس کو احمد بن صالح پسند نہ کرتے تھے۔ اور نسائی نے کہا کہ ثقہ نہیں ہے۔ پس چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے وہ آدمی جو اس سند کے ساتھ یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ ائمہ ایک دوسرے کے خلاف باتیں کرتے تھے۔ علاوہ اس کے یہ بات بھی ہے کہ بے شک ابن جریر نے تہذیب الآثار میں الحسن بن الصلاح کی الحنبی سے یہ خبر ان الفاظ سے روایت کی ہے کہ بے شک مالک نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے وقت پائی اس حال میں کہ یہ معاملہ مکمل ہو چکا تھا۔ پس بے شک منسوب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے آثار کی پیروی کی جائے اور آخر تک خبر بیان کی جیسا کہ ابن عبد البر کی جامع بیان العلم ص ۳۴ ج ۲ میں ہے اور اس کی روایت میں ابو حنیفہ کا بالکل ذکر نہیں ہے۔ پس ابن درستیہ الدرر الہی ہی ہو سکتا ہے جس نے مرضی کے مطابق خبر کی ابتدا میں زیادتی کر دی ہے۔ اور مالک تو رائے میں عظیم الشان پیالے والے تھے (یعنی انہوں نے فقہ کے جام خوب بھر بھر کر پیئے) اور ان کے ساتھی جو فقہ میں مشہور ہیں وہ اہل الرا۱ میں شمار کیے جلتے ہیں۔ اور ان کی آراء الموطا میں ظاہر ہیں جو نسخہ الیشی کی روایت سے ہے۔ اور وہ احادیث جن کو خود انہوں نے صحیح سندوں سے الموطا میں روایت کیا اور ان کو رد کیا اور ان کے مطابق عمل نہ کیا وہ ستر سے زائد ہیں۔ اور بے شک یحییٰ بن سلام نے کہا کہ ابراہیم بن لاغلب کی مجلس میں میں نے عبد اللہ بن عاتم سے سنا وہ یسٹ بن سعد سے بیان کر رہے تھے کہ بے شک اس نے کہا کہ میں نے مالک بن انس کے ستر مسائل ایسے شمار کیے جو سارے کے سارے نبی کریم ﷺ کی سنت کے خلاف تھے اور ان میں مالک نے اپنی رائے کے مطابق عمل کیا۔ اس نے کہا کہ میں نے اس بارہ میں اس کی طرف کھل جیسا کہ ابن عبد البر کی جامع بیان العلم ص ۳۴ ج ۲ میں ہے۔ بلکہ ابن حزم نے اس بارہ میں پوری ایک جز لکھی ہے۔ اور اسد بن القرات کے سوالوں کے جوابات جو ابن القاسم نے دیے ہیں وہ تو رائے کا اعلان کرتے ہیں۔ بلکہ وہی امام مالک کے مذہب کی بنیاد ہے۔ اور جو ابو العباس محمد بن اسحاق السراج الثقفی نے اس کے مسائل مدون کیے ہیں وہ ستر ہزار تک پہنچنے والے ہیں جیسا کہ امام ذہبی کے طبقات الحفاظ ص ۳۹ ج ۲ میں ہے اور یہ چیزیں صراحت ہیں اس بات کی کہ وہ خود اہل الرا۱ میں سے تھے۔

اور امام مالک کے وہ ساتھی جو اندلس میں تھے وہ سارے کے سارے رائے میں باقی تمام لوگوں سے زیادہ سخت تھے اور بقی بن قلد جب اندلس میں مصنف بن ابی شیبہ لے کر

آیا تھا تو اس کے ساتھ جو انہوں نے سلوک کیا تھا وہ مشہور ہے۔ یہاں تک کہ الحافظ ابوالولید بن الفرضی نے ابوالقاسم اصمغ بن خلیل القرطبی سے روایت کی جس کا فتویٰ اندلس میں پچاس سال تک امام مالک کے مذہب کے مطابق چلتا رہا اور اس نے ۴۷۳ھ میں وفات پائی۔ بے شک اس نے کہا کہ اگر میرے ثبوت میں خنزیر کا سر رکھ دیا جائے تو وہ مجھے پسند ہوگا۔ بہ نسبت اس کے کہ اس میں مسند ابن ابی شیبہ رکھی جائے۔ اور یہ تو رائے میں انتہائی غلو ہے۔

اور ابن قتیبہ نے المعارف میں امام مالک اور ان کے اصحاب کو لالہ الرائے کے زمرہ میں شمار کیا ہے۔ اور اگر رائے نہ ہوتی تو امام مالک کو فقہ میں امامت ہی نہ ملتی۔ اور نہ ہی ان کی یہ شان ہوتی۔ اور اگر مالک کے شیخ ربیعہ الرائے نہ ہوتے تو مالک فقہ کا ذکر ہی نہ کرتے۔ اور بے شک رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو رائے پر اور پیش آنے والے غیر منصوص مسائل کو منصوص مسائل کی طرف لوٹا کر مثل کو مثل کے ساتھ ملا کر احکام کی تربیت دی۔ اور نبی کریم ﷺ کے صحابہ میں سے جو مجتہد تھے وہ رائے کے مطابق قول کرتے تھے اور اسی طرح تابعین فقہاء کا طریق تھا۔ اور خطیب جلدی ہی بھول گیا ہے اس کو جو اس نے الفقہ والمنفقہ میں سندوں کے ساتھ رائے کے اثبات میں لکھا ہے۔ اور یقینی بات ہے کہ وین کا معاملہ مکمل ہو گیا تھا لیکن اس کا نام اور کمال ہونا پیش آنے والے مسائل میں رائے اور افتاء سے نہیں روکتا۔ بلکہ یہ تمام اور کمال کا حصہ ہی ہے کیونکہ پیش آنے والے غیر منصوص تمام مسائل کا کتب و سنت میں ہونا محل ہے بلکہ پیش آنے والے مسائل تو جہاں ختم ہونے تک پیش آتے رہیں گے اور ان کے حل کے لیے لالہ استنباط اور رائے کی جانب احتیاجی ہوگی۔ اور رائے مطلقاً مذموم نہیں ہے بلکہ صرف وہ رائے مذموم ہے جو کتب و سنت و ولایت لغت سے مدد لیے بغیر خواہشات نفسانیہ کی وجہ سے ہو۔ اور جن ائمہ کی اتباع کی جاتی ہے ان میں یہ حالت کمال پائی جاتی ہے؟ اور مالک ہی تو ابو حنیفہ کے بارہ میں لیث بن سعد کو جواب دینے والے تھے جبکہ اس نے کہا تھا کہ میرا خیال ہے کہ آپ عراقی ہو گئے ہیں تو انہوں نے جواب میں کہا کہ اے مصری میں ابو حنیفہ کے ساتھ عراقی ہو گیا ہوں۔ بے شک وہ یقیناً فقیہ ہے۔ جیسا کہ اس کو قاضی عیاض نے البدارک کی ابتداء میں روایت کیا ہے۔ اور وہی مالک جن کے پاس صرف ابو حنیفہ سے حاصل کردہ ساٹھ ہزار کے قریب مسائل تھے جیسا کہ اس کو الطحاوی نے اپنی سند کے ساتھ عبد العزیز الدر لوروی سے روایت کیا

ہے۔ اور اس کو مسعود بن شیبہ نے کتاب التعلیم میں نقل کیا ہے۔ اور وہ ابو حنیفہؒ کی کتابوں سے استفادہ کرتے تھے جیسا کہ اس کا ذکر ابو العباس بن ابی العوامؒ نے اپنی سند کے ساتھ اس میں کیا ہے جو اس نے اپنے دادا کی کتاب میں اضافہ کیا ہے اور وہ کتاب ابو حنیفہؒ اور اس کے اصحاب کے فضائل میں ہے۔ اور کتب خانہ ظاہریہ دمشق میں موجود ہے۔ اور جب کبھی امام ابو حنیفہؒ مدینہ میں آتے تو امام مالکؒ ان سے مسجد نبویؐ میں رات گئے تک علم کا مذاکرہ کیا کرتے تھے جیسا کہ اس کا ذکر الموفقؒ الخوارزمیؒ وغیرہ نے کیا ہے۔ تو اس جیسا آدمی اس جیسی بات اس جیسے آدمی کے متعلق کیسے کہہ سکتا ہے؟ پس ایسی روایت سے اللہ کی پناہ ہے۔ اور بے شک البہائیؒ نے شرح الموطا میں اس جیسی فضول باتوں سے امام مالکؒ کو بالکل بری الذمہ قرار دیا ہے۔ اور وہ مالکؒ اور اس کے اقوال کو باقی لوگوں کی بہ نسبت زیادہ جانتے تھے۔ اور جو شخص یہ تصور کرتا ہے کہ امام مالکؒ نے فقیہ الملت جیسی شخصیت کے بارہ میں تو درکنار کسی عام شخص کے بارہ میں یہ کہا ہوگا کہ اسلام میں اہل اسلام پر اس سے زیادہ مضر کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا تو یہ تصور یقیناً بے تکی بات کرنا اور بن دیکھے تیر مارنا ہے۔

اور خطیبؒ نے یہ خبر ایک اور سند سے نقل کی ہے جو ابن رزق۔ ابن سلم۔ اللہبار۔ ابوالاذہر النسب ساموری۔ حبیب کاتب مالک۔ مالکؒ کی سند سے ہے جس میں ہے کہ امام مالکؒ نے کہا کہ اس امت پر ابو حنیفہؒ کا فتنہ ابلیس کے فتنہ سے بھی دو لحاظ سے زیادہ مضر ہے۔ ایک ارجاء کے لحاظ سے اور دوسرا اس لحاظ سے جو اس نے سنتوں کو توڑنے کے لیے قوانین وضع کیے ہیں۔ اور یہ تعصب کے سلسلہ کے طریق کا ایک اور بہتان ہے اور اس کی سند میں ابن رزق۔ ابن سلم اور اللہبار ہیں اور ان پر حبیب بن رزق کا اضافہ ہے جو کہ امام مالکؒ کا کاتب تھا۔ اس کے بارہ میں ابو داؤد کہتے تھے کہ یہ اکذب الناس ہے۔ اور ابن عدی نے کہا کہ اس کی ساری حدیثیں من گھڑت ہیں۔ اور امام احمدؒ نے کہا کہ یہ ثقہ نہیں ہے اور ابن حبان نے کہا کہ یہ ثقہ راویوں کا نام لے کر موضوع روایات روایت کرتا تھا جیسا کہ میزان الاعتدال میں ہے۔ اور اس کا راوی ابوالاذہر ہے اور اس کے آخر میں یاء نہیں ہے اور تینوں مطبوعہ نسخوں میں یاء کا اضافہ کر کے ابوالاذہر لکھا ہوا ہے تو یہ غلط ہے۔ اور بے شک پہلے یہ بات گزر چکی ہے کہ ابو حنیفہؒ کی طرف جس ارجاء کی نسبت کی جاتی ہے اور وہ جس معنی میں اس کا نظریہ رکھتے ہیں وہی خالص سنت ہے۔ اور اس کے خلاف یا تو خوارج کی طرف میلان ہو گا یا معتزلہ کی طرف۔ اور بہر حال سنتوں کو توڑنا تو یہ ائمہ متبوعین کی شان

نہیں ہے اگرچہ ان کے بارہ میں بعض ایسے لوگوں نے من گھڑت یہ بات منسوب کی ہے جن کا قسم ٹھک ہے اور ان کی طبیعت جلد ہے اور ان کے ذہن مضموموں کی باریکی سے دور ہیں۔ تو وہ ان کے بارہ میں بھٹک ہر وہ چیز کہتے رہیں جو ان پر ان کا جمل الماء کدائے۔

اعتراض ۵۷: (کہ عبد الرحمن بن مہدی نے کہا کہ دجل کے قتنہ کے بعد سب سے بڑا قتنہ ابو حنیفہ کی رائے ہے۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اس روایت کا مدار جھوٹے رلوں پر ہے جن کا اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔)

اور خطیبؒ نے طبع اولیٰ کے ص ۳۹۱ اور طبع ثانیہ کے ص ۳۲۱ میں الاذہری۔ ابو الفضل اشیبلی۔ عبد اللہ بن احمد الجصاص۔ اسماعیل بن بشر کی سند نقل کر کے کہا کہ اسماعیل نے کہا کہ میں نے عبد الرحمن بن مہدی کو کہتے ہوئے سنا کہ میں دجل کے قتنہ کے بعد اسلام میں کوئی قتنہ نہیں جانتا جو ابو حنیفہؒ کی رائے کے قتنہ سے بڑا ہو۔

الجواب: اس میں رلوی جو الاذہری ہے وہ ابو القاسم عبید اللہ بن احمد السلووی ہے اور اس کا شیخ ابو الفضل محمد بن عبد اللہ اشیبلی ہے جس کی وفات ۳۸۷ھ میں ہوئی۔ لوگ ان سے احادیث لکھتے رہے پھر اس کا جھوٹ ظاہر ہو گیا تو انہوں نے اس کی حدیث کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جیسا کہ تاریخ الخطیبؒ ص ۳۶۷ ج ۵ میں ہے اور وہ وہاں کہتا ہے کہ حدیثی عنہ ابو القاسم الاذہری اور یہ دلیل ہے اس بات کی کہ خطیبؒ کمزور دین والا تھا اس لیے کہ ایک جگہ اپنی تاریخ میں ایک آدمی کو بدترین قسم کا جھوٹا قرار دیتا ہے اور پھر اس کے واسطے سے اس شرانگیز قصہ کو ناقلین کے ہاں محفوظ کے زمرہ میں روایت کرتا ہے۔ خطیبؒ کی امانت اسی طرح کی ہے۔ اور ابو الفضل اشیبلی کو جھوٹا قرار دینا تو لائل نقد کے ہاں اتفق مقام ہے۔ اور اسماعیل بن بشر قدری ہے اور وہ تقدیر ماننے والوں سے دشمنی رکھتا تھا تو جس سند میں اس جیسا آدمی ہو وہ روایت ثابت نہیں ہوتی اور ابو الفضل جیسا آدمی اس قول کو ابن مہدی کی طرف منسوب کرتا ہے تو یہ اسی طرح ثابت نہیں ہو سکتا جس طرح وہ قول ثابت نہیں ہو سکتا جو ابو نعیم نے الحلیہ میں رستہ کی سند سے منسوب کیا ہے۔ اور رستہ کے بارہ میں بحث آگے آ رہی ہے۔

اعتراض ۵۸: (کہ سفیان نے کہا کہ اسلام میں سب سے بڑی شر ابو حنیفہؒ نے پھیلائی۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ سفیان سے صحیح روایات سے امام ابو حنیفہؒ کی تعریف ثابت ہے اور

یہ روایت ان صحیح روایات کا مقابلہ نہیں کر سکتی اس لیے اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔
 اور خطیبؒ نے طبع لونی کے ص ۳۹۱ اور طبع حانیہ کے ص ۴۲۱ میں ابن الفضل۔
 ابن درستیہ۔ یعقوب۔ احمد بن یونس کی سند نقل کر کے کہا کہ احمد نے کہا کہ میں نے فہیم
 کو کہتے ہوئے سنا کہ سفیان نے کہا کہ اسلام میں جس قدر شرا ابو حنیفہؒ نے پھیلائی اتنی کسی
 اور نے نہیں پھیلائی سوائے اس آدمی کے جو سولی لٹکایا گیا۔

الجواب : میں کہتا ہوں کہ فہیم بن حملو کو بہت سے ثقہ متکلمین نے مجسمہ میں شمار کیا ہے
 اور اس کی الجمیہ کے رد میں تیرہ کتابیں تھیں اور اس نے ان کی طرف التجلی کو دعوت دی تو
 اس نے ان سے اعراض کیا جیسا کہ اس کے بیٹے کے سوالات میں ہے۔ اور ہمیں کوئی شک
 نہیں کہ بے شک وہ حدیثیں گم کرنے والا طعن کرنے والا تھا جیسا کہ ابوالفتح الازدی اور ابو بشر
 الدولابی وغیرہ نے کہا ہے۔ اور فہیم نے اپنی منکر روایات کی وجہ سے لال نقد کو جس قدر
 تھکایا ہے اور سند علی کرنے کی خاطر بڑے بڑے حضرات اس سے روایت کرنے والے پائے
 جاتے ہیں۔ اگر راوی کی شان گھٹیا نہ ہو تو تب بھی یہ (بڑے لوگوں کا سند علی کرنے کے لیے
 اس سے روایت لینا) اس کی حالت کو بلند نہیں کرتا (تو جب راوی ہی مجروح ہو تو یہ چیز اس
 کو کیسے قائمہ دے سکتی ہے) اور جو شخص اس کا دفاع کرنے کا ارادہ کرے گا تو اس کے
 سامنے بڑے بڑے صحراء ہوں گے۔

اور سند میں جو احمد بن یونس ہے وہ الیربوعی ہے۔ اور ابن درستیہ الدر امی ہے بے
 شک اس کے بارہ میں بات پہلے گزر چکی ہے۔ اور سفیان بن عیینہ تو نیک آدمی تھا خدا کی
 پناہ کہ اس نے یہ بے نگی بات کی ہو اور ابو حنیفہؒ کے بارہ میں اس جیسی بات کہی ہو۔ اور
 اس کا اس کی تعریف کرنا اور اس کے بارہ میں اچھے کلمات کہنا دونوں باتیں مشہور ہیں۔ بلکہ
 خود خطیبؒ سے ص ۳۳۶۔ ص ۳۳۷ اور ص ۳۵۳ میں اس کی تعریف کے بارہ میں جو
 روایات گزر چکی ہیں وہ اس جیسی کمزور سند کے ساتھ نہیں ہیں لیکن اس کے مطاعن کے
 زمرہ میں یہ روایت یہاں ذکر کرنے پر خواہش نے ہی اس کو ابھارا ہے۔ اور یہ بات اس سے
 کوئی عجیب نہیں ہے بعد اس کے کہ آپ اس کو دیکھیں گے کہ وہ ابو حنیفہؒ کے سب سے
 خاص ساتھیوں ابو یوسف اور ابن المبارک اور وکیع جیسے حضرات کی زہنی مختلف خبریں نقل
 کرتا ہے اور سبط ابن الجوزیؒ کی الاختصار والترجیح میں ابو فہیم الامصطالی تک سند کے ساتھ ہے
 کہ اس نے القاضی محمد بن عمر۔ امیر ایم بن محمد بن داؤد۔ اسحاق بن یسول کی سند نقل کر کے

کہا کہ اسحاق نے کہا کہ میں نے سفیان بن عیینہ کو کہتے ہوئے سنا کہ میری آنکھوں نے ابو حنیفہؒ جیسا کوئی نہیں دیکھا حالانکہ بے شک سفیان نے شافعیؒ اور احمدؒ کو دیکھا تھا۔ لہٰذا میں کہتا ہوں بلکہ اس نے اوزاعیؒ، ثوریؒ اور مالکؒ کو بھی دیکھا تھا جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔

اور بے شک ابن ابی العوامؒ نے ابراہیم بن احمد بن سہل الترمذی۔ القاسم بن غسان۔ اسحاق بن ابی اسرائیل کی سند کر کے کہا کہ اسحاق نے کہا کہ ایک دن ایک جماعت نے ابو حنیفہؒ کا ذکر سفیان بن عیینہ کے سامنے کیا تو ان میں سے کسی نے اس کی توہین کی تو سفیان نے کہا کہ خبردار ابو حنیفہؒ لوگوں میں زیادہ نماز پڑھنے والے تھے اور ان میں لمانت کے لحاظ سے اعظم اور مروت کے لحاظ سے سب سے اچھے تھے۔ اور ابن ابی العوامؒ نے ہی محمد بن احمد بن حملو۔ محمد بن سعدان۔ سوید بن سعید۔ سفیان بن عیینہ کی سند نقل کر کے کہا کہ سفیان نے کہا کہ مجھے سب سے پہلے حدیث کے لیے ابو حنیفہؒ نے بٹھلایا۔ میں کوفہ میں آیا تو ابو حنیفہؒ نے لوگوں سے کہا کہ بے شک یہ شخص عمرو بن دنیار کی احادیث کو دیگر لوگوں کی بہ نسبت زیادہ جاننے والا ہے۔ تو لوگ میرے پاس جمع ہو گئے تو میں نے ان سے حدیثیں بیان کیں۔ پھر اس نے ابو حنیفہؒ کی تعریف پر مشتمل اور بھی خبریں اس (سفیان) سے سندوں کے ساتھ نقل کیں۔ اور ابن عبد البرؒ نے بھی الانشاء ص ۴۸ میں ابو حنیفہؒ کی تعریف پر مشتمل خبریں ابن عیینہ سے نقل کی ہیں۔ لیکن (اس تمام کے بلوجود خطیبؒ نے جو کیا) خواہشات اندھا اور بہرہ کر دیتی ہیں۔

اعتراض ۷: (کہ شریک نے کہا کہ اگر ہر قبیلہ میں شرابی ہو تو یہ بہتر ہے اس سے کہ اس میں ابو حنیفہؒ کے اصحاب میں سے کوئی ہو۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اول تو یہ الفاظ شریک سے ثابت ہی نہیں اور اگر ثابت ہو بھی جائیں تو اس میں مذمت خود شریک کی ہے نہ کہ ابو حنیفہؒ کی۔)

اور خطیبؒ نے طبع اولیٰ کے ص ۳۹۷ اور طبع ثانیہ کے ص ۴۲۱ میں ابوالفرج الانصاری۔ علی بن عبد الرحمن البکالی۔ عبد اللہ بن زیدان۔ کثیر بن محمد الحیاط۔ اسحاق بن ابراہیم ابو صالح الاسدی کی سند نقل کر کے کہا کہ اسحاق بن ابراہیم نے کہا کہ میں نے شریک کو کہتے ہوئے سنا کہ اگر ہر قبیلہ میں شراب فروش ہو تو یہ بہتر ہے اس سے کہ اس میں ابو حنیفہؒ کے اصحاب میں سے کوئی ہو۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ اس کے اس بارہ میں اور الفاظ بھی ہیں اور وہ یہ ہیں کہ اس نے

کہا کہ اگر کوفہ کا ایک چوتھائی حصہ شراب فروش ہو جو شراب بیچے تو یہ بہتر ہے اس سے کہ اس میں کوئی ایک ایسا آدمی ہو جو ابو حنیفہؒ کے قول کے مطابق نظریہ رکھتا ہے۔ اس کی سند میں ابن دوما اور اس کے شرکاء ہیں۔ اور پہلی سند میں کئی مجہول راوی ہیں۔ اور اگر ہم فرض کر لیں کہ بے شک شریک نے یہ الفاظ کہے ہیں تو اس نے اس کلام کے ساتھ صرف اپنے آپ کو نقصان پہنچایا ہے جو معمولی وزن سے بھی خارج ہے۔ اس لیے کہ معروف قول کے مطابق ابو حنیفہؒ اور اس کے اصحاب لوگوں کو خر کے علاوہ باقی اشرہ کے پینے سے بھی روکتے تھے اور شریک کا نظریہ اس کے خلاف تھا اور ان کا قول اشرہ کے بارہ میں صرف اس لیے تھا تا کہ بعض صحابہ کو فاسق قرار دینا لازم نہ آئے۔ جیسا کہ اپنے مقام میں اس کی تشریح موجود ہے۔

تو شریک کو نیز کا گھونٹ بھرنے سے ابو حنیفہؒ کے اصحاب کا منع کرنا اچھا نہیں لگتا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے تمنا ظاہر کی کہ ہر قبیلہ میں شراب فروش ہو تا کہ وہ جیسے چاہے نشہ کرے۔ نیز کے بارہ میں اس کے قول کی تفصیل ابو محمد الرامزمزیؒ کی کتاب المحدث الفاصل میں دیکھیں اور اشتقاق المغنی میں منقول ہے اور شریک ان لوگوں میں سے ہے جو زبان درازی میں مشہور ہیں اور ابو حنیفہؒ کے بارہ میں اس کے اقوال متروک ہیں۔ مدح بھی ثابت ہے اور مذمت بھی ہے۔ اور اہل نقد کا اس کے بارہ میں قول مشہور ہے۔ ”اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔“

اعتراض ۳۷: (کہ ایوبؒ السخبلانی نے ابو حنیفہؒ کو دیکھ کر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تترتر ہو جاؤ تا کہ وہ اپنی بیماری ہمیں نہ لگا دے۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اول تو یہ روایت ثابت ہی نہیں اور اگر یہ ثابت بھی ہو جائے تو یہ الفاظ ایوبؒ کی جانب سے اپنے مخاطبین کو مزاح اور چوٹ کرنے کے طور پر ہوں گے اور ایوبؒ کی طبیعت میں مزاح پلایا جاتا تھا۔)

اور خطیبؒ نے طبع لوئی کے ص ۳۹۷ اور طبع ثانیہ کے ص ۴۱۷ میں سعید بن عامر۔ سلام بن ابی مطیع کی سند نقل کر کے کہا کہ سلام بن ابی مطیع نے کہا کہ ایوبؒ مسجد حرام میں بیٹھے ہوئے تھے تو ان کو دیکھ کر ابو حنیفہؒ ان کی طرف آئے تو جب ایوبؒ نے ان کو اپنی جانب آتے ہوئے دیکھا تو اپنے ساتھیوں سے کہا کہ یہ اپنی بیماری ہمیں نہ لگا دے۔ اٹھو۔ اٹھو پس جدا جدا ہو جاؤ۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ اس کی سند میں سعید بن عامر ہے اور اس کی حدیث میں کچھ

غلطیاں ہوتی تھیں۔ جیسا کہ ابن ابی حاتمؒ نے کہا ہے۔ اور سلام بن ابی مطیع کے بارہ میں ابن حبانؒ نے کہا کہ جب یہ روایت میں اکیلا ہو تو اس کو دلیل بنانا جائز نہیں ہے۔ اور حاکم نے کہا کہ غفلت اور کمزور حافظہ کی طرف اس کی نسبت کی گئی ہے۔ اور اس جیسا آدمی اس روایت کے معارضہ کی قوت نہیں رکھتا جو خطیبؒ نے ص ۳۴۱ میں پہلے بیان کی ہے اور نہ ہی یہ اس کا مقابلہ کر سکتا ہے جو ابن عبد البرؒ نے ص ۴۵ میں حملہ بن زید تک اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ حملہ نے کہا کہ ایوب السخینیؒ نے کہا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ بے شک اللہ کو فہ کے فقیہ ابو حنیفہؒ حج کا ارادہ رکھتے ہیں۔ پس جب تو اس سے ملے تو اس کو میری طرف سے سلام کہہ۔ اور یہ روایت اس روایت کے بھی خلاف ہے جو ابن عبد البرؒ نے ص ۳۰ میں حملہ بن زید سے نقل کی ہے اللہ کی قسم بے شک میں ابو حنیفہؒ سے اس لیے محبت رکھتا ہوں کہ ایوب کو ان سے محبت ہے۔ اور حملہ بن زید نے ابو حنیفہؒ سے بہت سی احادیث روایت کی ہیں۔ الخ۔

اور اگر سند میں ذرا سی بھی قوت ہوتی تو کچھ ہلت ہوتی۔ اور ایوبؒ ان لوگوں میں سے تھے جن کی طبیعت میں مزاح اور لطیفے ہوتے تھے۔ تو ہم کہیں گے کہ بے شک انہوں نے ان بعض لوگوں سے مزاح کیا ہوگا جو ابو حنیفہؒ کے بارہ میں اپنی زبان کی حفاظت نہ کرتے تھے اور اس کے بارہ میں کہا کہ وہ خارش کی ایسی بیماری ہے جو متعدی ہوتی ہے اور دوسروں کو لگ جاتی ہے جیسا کہ خطیبؒ نے اس کے بعد شریک سے نقل کیا ہے۔ ایوبؒ کی مراد اس سے یہ تھی کہ وہ اپنی رائے کی طرف بکھرت لوگوں کو سمجھ لاتے تھے اور جو خبر خطیبؒ نے شریک کی طرف منسوب کی ہے اس کی سند میں ابن درستیہ ہے اور آپ اس کا حل جانتے ہی ہیں۔

اعتراض ۴: (کہ امام لوزائیؒ نے کہا کہ ابو حنیفہؒ نے اسلام کے کڑے کا ایک ایک حلقہ توڑ ڈالا ہے۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ صحیح روایات سے امام لوزائیؒ سے امام ابو حنیفہؒ کی تعریف ثابت ہے۔ اس لیے یہ روایت من گھڑت ہے اور اگر ثابت ہو بھی جائے تو یہ جرح غیر مفسر ہے جس کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔)

اور خطیبؒ نے طبع اولیٰ کے ص ۳۹۷ اور طبع ثانیہ کے ص ۴۱۸ میں ابن رزق۔ البرقانی۔ محمد بن جعفر بن الہیثم الانباری۔ جعفر بن محمد بن شاکر۔ رجاء بن السندی۔ سلیمان بن الحسن الحلیؒ کی سند نقل کر کے کہا کہ سلیمان نے کہا کہ میں نے لوزائیؒ سے بے شمار

دفعہ سنا وہ کہتے تھے کہا کہ ابو حنیفہؒ نے اسلام کے کڑے کی طرف ارلہ کیا پھر اس کا ایک ایک حلقہ توڑ ڈالا۔

الجواب : میں کہتا ہوں کہ خطیبؒ نے اس کے ہم معنی ایک اور خبر بھی نقل کی ہے ابن رزق۔ ابن سلم۔ اللہبار۔ الحسن بن علی الحلولنی۔ ابو توبہ۔ سلمہ بن کلثوم کی سند سے کہ سلمہ بن کلثوم نے کہا کہ جب ابو حنیفہؒ کی وفات ہوئی تو لوزاعیؒ نے کہا اللہ کا شکر ہے بے شک یہ آدمی اسلام کا ایک ایک حلقہ توڑتا تھا۔ اس کا رلوی محمد بن جعفر ہے اس میں کچھ خرابی تھی جیسا کہ خطیبؒ نے کہا ہے۔ اور جعفر بن شاکر نوے سال کی عمر کو پہنچا اور اس کی یادداشت میں گزرب پیدا ہو گئی تھی۔ اور سلیمان بن الحسن کے بارہ میں ابو حاتم نے کہا کہ میں نے اس کے بارہ میں ابن ابی غالب سے پوچھا تو اس نے کہا کہ میں اس کو نہیں جانتا۔ اور نہ ہی میں نے دیکھا ہے کہ بغداد والوں نے اس سے روایت کی ہو۔

اور دوسری سند میں تین ساتھی (ابن رزق۔ ابن سلم اور اللہبار) اور الحلولنی ہیں۔ اور اس کو امام احمدؒ اچھا نہ سمجھتے تھے جیسا کہ خطیبؒ نے اس کا ذکر کیا ہے۔ اور سلمہ بن کلثوم کے بارہ میں دار قطنی نے کہا کہ یہ کثیر الوہم تھا۔ اور امام لوزاعیؒ کی شان بہت بلند ہے اس بات سے کہ وہ مسلمانوں کے ائمہ میں سے کسی امام کے بارہ میں بے فکری بات کہیں اور ایسی جرح کریں جو مفسر نہیں ہے اور اس کی وضاحت بھی نہ کریں۔ یعنی اسلام کے کونے کڑے کو ابو حنیفہؒ نے توڑا ہے۔ اور بے شک صحیح روایات میں تو لوزاعیؒ سے ابو حنیفہؒ کی تعریف کرنا ثابت ہے۔ جیسا کہ خطیبؒ نے اپنی سند کے ساتھ ص ۳۳۸ میں لکھا ہے۔ لیکن یہاں خطیبؒ کو خواہش نے رسوا کر دیا۔ اور اگر فرض کر لیا جائے کہ اس کا اس کے قائل سے ثبوت ہے تو یہ صرف غلطی ہے جس کے قائل پر مواخذہ کیا جاسکتا ہے اور کلام کی ایسی لغزش ہے جس سے توبہ کرنا واجب ہے۔ اور اس کے مثل ابن شہاب الزہریؒ کا قول پہلے گزر چکا ہے اس میں جو اس نے احمد بن زحیر۔ احمد بن یونس۔ ابن ابی ذئب۔ لازہری کی سند سے نقل کیا کہ زہریؒ نے کہا کہ میں نے کوئی قوم نہیں دیکھی جو لٹل مکہ سے بڑھ کر اسلام کے کڑے کو توڑنے والی ہو۔ اور ابن عبد البرؒ نے کہا کہ حقیقت تو اللہ ہی جانتا ہے میرا خیال ہے کہ اس نے یہ قول ان کے بارہ میں ہی صرف اور عورتوں کے حنفیہ کی وجہ سے کیا ہے۔ لٹل اور عجیب بات ہے کہ جب کسی موضوع میں کسی عالم سے جلد بازی میں کوئی کلام نکلتی ہے تو اس کے بعد بہت سے لوگ اس کلمہ کو عظیمی کا کلمہ سمجھتے ہوئے اس کی لغزش دلی

کلام کو بلا تکلف کرتے جاتے ہیں۔ لیکن بعض دفعہ وہ اس کو سنتوں کے بل آگ میں لوندھا ڈال دیتی ہے۔ جبکہ وہ کھلم کھلا بہتان ہو جیسا کہ یہاں ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سلامتی چاہتے ہیں۔

اعتراض ۵۷: (کہ سفیان ثوریؒ نے جب ابو حنیفہؒ کی وفات کی خبر سنی تو کہا اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مسلمانوں کو اس سے آرام پہنچایا۔ اس نے اسلام کا کڑا ایک ایک حلقہ کر کے توڑا اور اس سے بڑھ کر کوئی منحوس اسلام میں پیدا نہیں ہوا۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ صحیح روایات سے ثابت ہے کہ سفیان تو امام ابو حنیفہؒ کی تعریف کیا کرتے تھے اور یہ روایت ان پر بہتان ہے۔)

اور خطیبؒ نے طبع اولیٰ کے ص ۳۹۸ اور طبع ثانیہ کے ص ۲۱۸ میں ابن الفضل۔ ابن درستیہ۔ یعقوب اور دوسری سند ابوسعید بن حسنوبہ۔ عبد اللہ بن محمد بن عیسیٰ الحشاب۔ احمد بن ممدی۔ فیم بن حملو۔ ابراہیم بن محمد الفراری نقل کر کے کہا کہ یعقوب کی سند میں ہے کہ ابراہیم نے کہا کہ ہم تھے اور ابن ممدی کی روایت میں ہے کہ میں تھا سفیان ثوریؒ کے پاس جبکہ اس کے پاس ابو حنیفہؒ کی موت کی خبر آئی تو اس نے کہا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے مسلمانوں کو اس سے آرام پہنچایا۔ البتہ تحقیق اس نے اسلام کا کڑا ایک ایک حلقہ کر کے توڑ ڈالا۔ اہل اسلام پر اس سے زیادہ منحوس کوئی بچہ اسلام میں پیدا نہیں ہوا۔ اور پھر دوسری روایت ابن حسنوبہ الحشاب۔ احمد بن ممدی۔ احمد بن ابراہیم۔ سلیمان بن عبد اللہ۔ جریر۔ ثعلبہ کی سند نقل کر کے بیان کی کہ ثعلبہ نے کہا کہ میں نے سفیان ثوریؒ کو کہتے ہوئے سنا کہ اہل اسلام پر اس سے زیادہ منحوس کوئی بچہ اسلام میں پیدا نہیں ہوا۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ اگر اس کی سند میں صرف فیم بن حملو ہی ہوتا اور کوئی نہ ہوتا تو خبر کو رو کرنے کے لیے یہی کافی تھا۔ کیونکہ وہ ابو حنیفہؒ کے بارہ میں مطاعن گھڑنے والا تھا جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اور دوسری سند میں ثعلبہ بن سہیل القاضی ہے جو کہ ضعیف ہے اور جریر بن عبد الحمید مضطرب الحدیث ہے۔ اور وہ سلیمان بن حرب کے نزدیک سوائے بکریاں چرانے کے کسی اور کام کا نہیں۔ اور وہ کمزور حافظہ والا تھا۔ اور الاخرس والی موضوع روایت بیان کرنے میں منفرد ہے۔ اور اس کے بارہ میں کلام طویل ہے۔ اور وہ اس لائق نہیں کہ اس کی خبر کو ان روایات کے زمرہ میں نقل کیا جائے جو ناقصین کے ہاں محفوظ

روایات ہیں سوائے خطیب کے مذہب کے کہ وہ اس کو محفوظ روایات میں شمار کرتا ہے۔ اور سلیمان بن عبد اللہ جو ہے وہ ابو الولید الرقی ہے۔ ابن معین نے کہا کہ وہ لبس بشی ہے۔ اور ثوری کا مرتبہ بہت بلند ہے اس سے کہ وہ اس جیسی بے ٹکی بات کریں۔ اگرچہ ان کے اور ابو حنیفہ کے درمیان کچھ شکر رنجی تھی جو عموماً ہم عصر لوگوں میں پائی جاتی ہے۔ بلکہ ثوری تو اختلافی مسائل میں ابو حنیفہ کی آراء کی بقی لوگوں کی بہ نسبت زیادہ اہلج کرنے والے تھے جیسا کہ اختلاف مذاہب پر لکھی جانے والی کتب سے ظاہر ہے۔ یہاں تک کہ جب ابو یوسف کو خبر پہنچی کہ ثوری ابو حنیفہ کے بارہ میں کلام کرتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ وہ تو مجھ سے زیادہ ابو حنیفہ کی اتباع کرنے والے ہیں۔ اور خطیب کی اپنی عبارت میں ص ۳۴۱ کے حوالہ سے پہلے بیان ہو چکا کہ ثوری کس قدر ابو حنیفہ کی تعظیم کرتے تھے۔ اور ابن عبد البر نے الانتقام ص ۴۷ میں بہت سی خبریں نقل کی ہیں جو دلالت کرتی ہیں کہ ثوری کے ہاں ابو حنیفہ کا مرتبہ کتنا بلند تھا۔ اور خلاصہ یہ ہے کہ بے شک ثوری ان دونوں بے ٹکی باتوں سے بالکل بری الذمہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کی زبان کلمے جو اس پر بہتان بلند ہوتا ہے۔

اعتراض ۷۶: (کہ لوزائی نے کہا کہ اسلام میں لکل اسلام پر ابو حنیفہ سے بڑھ کر زیادہ نقصان پہنچانے والا کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ روایت بھی من گھڑت ہے۔)

اور خطیب نے طبع لوئی کے ص ۳۹۸ اور طبع غانیہ کے ص ۴۱۹ میں ابو نصر احمد بن ابراہیم المقدسی۔ عبد اللہ بن محمد بن جعفر جو صاحب الحان کے ساتھ مشہور تھے۔ محمد بن ابراہیم الدیلمی۔ علی بن زید۔ علی بن صدقہ۔ محمد بن کثیر کی سند نقل کر کے کہا کہ محمد بن کثیر نے کہا کہ میں نے لوزائی سے سنا وہ کہتے تھے کہ ابو حنیفہ سے زیادہ اسلام کو نقصان پہنچانے والا اسلام میں کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ اس کی سند میں محمد بن کثیر المصیعی ہے جس کو امام احمد نے بہت ضعیف کہا ہے اور ابو حاتم نے کہا کہ وہ میرے نزدیک ثقہ نہیں ہے۔ اور علی بن صدقہ بہت زیادہ غریب روایات لانے والا ہے۔ اور علی بن زید الغرائسی کے بارہ میں محدثین نے کلام کیا ہے۔ اور اللہ ہی جانتا ہے اس کے حال کو جس کے بارہ میں اس سے زیادہ معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ ارمیہ میں صاحب الحان تھا (یعنی اس کا حال مکان علم سے بعید ہے لہذا وہ مجہول

الصفت ہے) تو ان وجوہات کی بنا پر اس روایت کا سقوط ظاہر ہو گیا۔

اعتراض ۷: (کہ: لوزاعیؒ اور سفیانؒ ثوریؒ نے کہا کہ ابو حنیفہؒ سے بڑھ کر زیادہ منحوس اور محمد بن عبد اللہ شافعیؒ نے کہا کہ زیادہ شریر اسلام میں کوئی پیدا نہیں ہوا۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ قصہ بھی من گھڑت ہے اور سند اور متن اس کے من گھڑت ہونے کی وضاحت کر رہے ہیں۔)

اور خطیبؒ نے طبع لوی کے ص ۳۹۸ اور طبع ثانیہ کے ص ۳۸ میں ابو الطاء محمد بن الحسن الوراق۔ احمد بن کامل القاضی اور دوسری سند محمد بن عمر النری۔ محمد بن عبد اللہ الشافعی۔ عبد الملک بن محمد بن عبد اللہ الواصف۔ احمد بن الفضل بن خریجہ۔ ابو اسامہ حیل الترمذی۔ ابو توبہ۔ الفراری کی سند نقل کر کے کہا کہ الفراری نے کہا کہ میں نے لوزاعیؒ اور سفیانؒ دونوں کو کہتے ہوئے سنا کہ اسلام میں زیادہ منحوس اور (محمد بن عبد اللہ) شافعیؒ نے روایت کرتے ہوئے کہا کہ ان دونوں نے کہا کہ لیل اسلام پر ابو حنیفہؒ سے بڑھ کر کوئی شریر اسلام میں پیدا نہیں ہوا۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ اس واقعہ میں شافعیؒ سے مراد محمد بن عبد اللہ ہے جو سند میں مذکور ہے۔ اور النری کا شیخ ہے۔ اور خطیبؒ پر واجب تھا کہ اس کا نام ذکر کرتا تا کہ وہم نہ رہتا کہ اس سے مراد امام شافعیؒ نہیں کیونکہ ان دونوں میں نام کے لحاظ سے مناسبت ہے۔ اور شاید خطیبؒ کا مقصد وہم و التباسی تھا۔ اور اس کی سند میں کمال ہے جو ضبط میں کچھ نہ تھا۔ اس کے ساتھ وہ قسائل بھی تھا جیسا کہ پہلے کئی مرتبہ بیان ہو چکا ہے۔ اور محمد بن عبد اللہ الشافعیؒ جو ہے وہ ابو بکر البراز ہے اس سے مصنف نے ابو حنیفہؒ پر مطاعن دلی روایات بکثرت بیان کی ہیں۔ اور یہ اس بات کو پسند کرتا تھا کہ اس کو الشافعیؒ کہہ کر پکارا جائے اور مذہب الشافعیؒ میں اس کا عمل مجہول قسم کے زلوٹوں سے روایت لے کر فقیہ الملت پر طعن کرنے کے سوا کچھ نہ تھا۔ اور اسی طرح اس نے خود بھی اس کے مطاعن بیان کیے۔ اور اس کا اپنے آپ کو شافعی مذہب کی طرف منسوب کرنا اس لیے نہ تھا کہ اس مذہب کو پورا کرے (یعنی اس کی خدمت کرے) بلکہ اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ ابو حنیفہؒ کے مطاعن دلی من گھڑت روایات کو بیان کرنے کا موقع مل جائے۔ تو ہم اس کی طرف توجہ کرتے ہیں اور آپ کو معلوم ہے کہ لیل نقد میں سے بہت سے حضرات لوگوں کا ایک

دوسرے کے بارہ میں کلام قبول نہیں کرتے جبکہ ان کا آپس میں مذہب کا اختلاف ہو۔ خواہ وہ اختلاف فروع میں ہو یا اصول میں۔ اور بالخصوص جبکہ اس سے تعصب ظاہر ہو۔ یہاں تک کہ امام شافعیؒ نے کتاب لام میں لکھا ہے کہ متعصب کی شہادت ہی قبول نہ کی جائے گی جیسا کہ ان کی عبارت پہلے نقل کی جا چکی ہے۔

اور بے شک ابن عبد البرؒ نے سعید بن المسیبؒ کے واسطہ سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت نقل کی ہے کہ علم تمہیں جہاں سے بھی ملے حاصل کرو اور فقہاء کے آپس میں ایک دوسرے کے بارہ میں جو اقوال ہیں ان کو قبول نہ کرو۔ پس بے شک وہ ایک دوسرے پر غیرت کھاتے ہیں جیسے بکرے بارہ میں غیرت کھاتے ہیں۔ اور خلیبؒ نے الکفایہ میں سند کے ساتھ شعبہ سے روایت کی ہے کہ بے شک اس نے کہا کہ محدثین نے آپس میں ایک دوسرے پر جو غیرت کھائی ہے اس سے بچو پس ان کی غیرت بکروں کی غیرت سے بھی زیادہ سخت ہے۔ لہٰذا۔ اور اس کا روی احمد بن الفضل ثقہ نہیں ہے۔ اور محمد بن اسماعیل المزیلی کے بارہ میں ابو حاتمؒ نے کلام کیا ہے اور الفزاری کا حل تعصب میں وہ ہے جس کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔ اور ہم نے پہلے بیان کر دیا کہ یہ دونوں (اوزاعیؒ اور سفیانؒ) امام اس قسم کی کھٹیا کلام سے بالکل بری الذمہ ہیں اور اس جیسی کلام سے صرف اس کا کہنے والا ہی مرتبہ میں گرتا ہے کیونکہ یہ کلام بے سوچے بچے کلام کرنے کو متضمن ہے۔

پس حدیث میں جن تین چیزوں (عورت، مکان اور گھوڑا) میں نحوست پائے جانے کا ذکر ہے کیا ان کے علاوہ بھی کسی چیز میں نحوست ہو سکتی ہے؟ اور اگر بالفرض پائی جاسکتی ہے تو مخوس کو پہنچانے کا کیا طریقہ ہے؟ اور اگر یہ بھی فرض کر لیں کہ معلوم ہو سکتا ہے تو یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ ہمارے امام مخوسوں کے اعلیٰ درجہ میں ہیں؟ تو کیا وحی کے علاوہ اس کو جاننے کا کوئی اور طریقہ ہے؟ اور وحی تو بند ہو چکی ہے البتہ شیطانی وحی جاری ہے۔ اور بے شک ان افسانہ نویسوں نے بڑی بے باکی کے ساتھ اس جیسی نازیبا کلام قریب قریب الفاظ کے ساتھ بہت سے ائمہ بلکہ چوٹی کے ائمہ سے روایت کی ہیں حالانکہ وہ سارے کے سارے اس سے بری الذمہ ہیں۔ اور ان ائمہ تک پہنچنے والے راویوں کی سندیں ہی ان کے من گھڑت ہونے کا اعلان کرتی ہیں جیسا کہ آپ ملاحظہ کر سکتے ہیں اور اسی طرح متن سے بھی ان کا من گھڑت ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی ان روایات کو گھڑنے والوں سے حساب لینے والا ہے۔

اور خطیبؒ اس جیسی ایک روایت حماد بن سلمہ سے کر کے بڑا حوس ہوا حالانکہ اس کی سند میں تین ساتھی (ابن رزق۔ ابن سلم اور الابرار) اور ایوب بن محمد انصاری۔ اور یحییٰ بن انس ہیں۔ اور اس یحییٰ کو صلح جزرہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔ اور خطیبؒ نے ابن عبینہ سے بھی اس جیسی روایت کی ہے اس کی سند میں بھی ابن رزق اور اس کے ساتھی ہیں اور ابو عمرو بن السماک یا ابو نعیم الاصبہانی اور الحمیدی ہیں۔ اور الحمیدی کے بارہ میں محمد بن عبد الحکم نے کہا کہ یہ حدیث میں تو نہیں مگر جب لوگوں کے بارہ میں کلام کرے تو جھوٹا ہے۔

اور خطیبؒ نے ابن عون سے بھی اسی قسم کی روایت کی ہے اس میں الحسن بن ابی بکر ہے جس کے بارہ میں خود خطیبؒ نے کہا ہے کہ وہ نیز پیتا تھا۔ اور مولیٰ بن اسماعیل ہے اور وہ بخاری کے ہل حروک ہے۔ اور (یہ روایت اس روایت کے ساتھ معارض ہے جو صحیح سند کے ساتھ ہے) بے شک ابو عبد اللہ الحسین بن علی الصمیری۔ احمد بن محمد الصیرفی۔ محمد بن احمد المسکی۔ علی بن محمد النخعی۔ محمد بن سعدان۔ ابوسلیمان الجوزجانی۔ خارجہ بن مضعب کی سند نقل کر کے بیان کیا کہ خارجہ نے کہا کہ میں نے عبد اللہ بن عون سے سنا جبکہ وہ ابو حنیفہؒ کا ذکر کر رہے تھے تو اس نے کہا کہ وہ رات بھر عبادت کرنے والے اور بکثرت عبادت میں مشغول رہنے والے تھے۔ خارجہ کہتے ہیں کہ اس کے ہم مجلس لوگوں میں سے کسی نے کہا کہ بے شک وہ آج کوئی بات کہتا ہے اور پھر اگلے دن اس سے رجوع کر لیتا ہے۔ تو ابن عون نے کہا کہ یہی تو پرہیزگاری کی دلیل ہے۔ اس لیے کہ دیندار آدمی ہی اپنی بات سے دوسری بات کی طرف رجوع کرتا ہے اور اگر یہ بات نہ ہو تو اس کی خطائیں غالب آتی رہیں گی اور اس کو راہ راست سے ہٹاتی رہیں گی۔ پھر اگر یہ کلام ان ائمہ سے ثابت ہو جائے تو خطیبؒ پہلے زمانہ کے علماء اور امت کے پیشواؤں کے بارہ میں اس بات کی تشریح کرنا چاہتا ہے کہ وہ اپنے سینوں کا غصہ آپس میں ایک دوسرے کو گالیں دے کر اور لعنتیں بھیج کر ٹھنڈا کرتے تھے جس کا اکثر بازاری لوگ بھی انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ علماء کی شان تو یہ ہے کہ وہ اپنے مقاصد میں صرف دلیل کا جواب دلیل سے دیں۔

اور بے شک جو بحث ہوئی اس سے ظاہر ہو گیا کہ وہ اس عار سے بری الذمہ ہیں۔ پس ہائے اللہ کی شان کہ ان راولوں کا دین کتنا کمزور ہے یہاں تک کہ انہوں نے ان روی عیب والے کلمت کی نسبت انتہائی کمزور سندوں کے ساتھ لوزامی۔ مالک۔ ثوری۔ ابن عبینہ۔ اور ابن عون رحمہم اللہ جیسے حضرات کی طرف کر دی۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ سب

حضرت ابو حنیفہؒ کی اس کی شان کے لائق تعریف کرنے والے تھے۔ اور ہم نے ابن عبد البرؒ کی کتب اور خود خطیبؒ کی تاریخ اور ابن ابی العوام کی کتب وغیرہ کتب کے حوالہ سے کئی جگہ ابو حنیفہؒ کے بارے میں ان حضرات کے تعریفی کلمات کا اشارہ کیا ہے۔ اور اس سلسلہ میں اتنی کافی ہے۔

اعتراض ۷۸: (کہ سلیمان بن حرب نے کہا کہ ابو حنیفہؒ اور اس کے اصحاب اللہ کے راستہ سے روکتے تھے۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب نہ تو جہلو سے روکتے تھے اور نہ ہی دین کی کسی اور بات سے روکتے تھے تو یہ کلمات کہنے والے کی مراد ہی غیر واضح ہے اور یہ اس صورت میں ہے جبکہ فرض کر لیا جائے کہ روایت ثابت ہے حالانکہ یہ روایت ثابت ہی نہیں ہے)

اور خطیبؒ نے طبع اولیٰ کے ص ۳۹۹ اور طبع ثانیہ کے ص ۴۲۰ میں ابن الفضل۔ ابن درستیہ۔ یعقوب۔ سلیمان بن حرب۔ حماد بن زید کی سند نقل کر کے کہا کہ حماد بن زید نے کہا کہ ابن عون نے کہا کہ مجھے خبر دی گئی ہے کہ بے شک تم میں اللہ کے راستہ سے روکنے والے لوگ ہیں۔ سلیمان بن حرب نے کہا کہ ابو حنیفہؒ اور اس کے اصحاب اللہ کے راستہ سے روکتے تھے۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ میں ابن درستیہ الدار ہی کا ذکر کر کے آتا گیا ہوں مگر خطیبؒ نہیں آتا۔ وہ اس کی سند سے جو چاہتا ہے نقل کرتا جاتا ہے۔ پس ہائے اللہ کی شان کہ ابو حنیفہؒ اور اس کے اصحاب کب اللہ کے راستہ سے روکتے تھے؟ کیا جب انہوں نے جہلو اور سیر کے احکام پر مشتمل کتابیں لکھیں تو کیا ان سے پہلے وہ احکام موجود نہ تھے؟ اگر قائل کی مراد سبیل اللہ سے وہ معنی ہے جو جلدی ذہن میں آنے والا شرعی معنی ہے تو وہ کب اس سے روکتے تھے؟ اگر اس کی مراد اس کے علاوہ ہے تو اس کی وضاحت چاہیے تا کہ اس کو جواب سے پاش پاش کیا جائے اور اس کو نیند سے بیدار کرے۔ اور منہ سے نکلی ہوئی ہر بات کو اس حالت میں نہیں چھوڑنا مگر وہی آدمی جو خواہش کے پیچھے چلنے والا ہو۔ اور بے شک یحییٰ بن سعید القطانؒ نے شعبہؒ سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا کہ بے شک یہ حدیث تمہیں اللہ کے ذکر اور نماز سے روکتی ہے۔ پس کیا تم باز آنے والے ہو۔ جیسا کہ جامع بیان العلم ص ۳۰ ج ۲ میں ہے۔ تو جب ایسے لوگ ہو سکتے ہیں جو حدیث کو اللہ کے ذکر سے

روکنے والا شمار کریں تو کوئی مانع نہیں ہے کہ ایسے لوگ ہوں جو فقہ کو اس طرح شمار کریں۔
ہم اللہ تعالیٰ سے حفاظت کی درخواست کرتے ہیں۔

اعتراض ۷۹: (کہ البتیٰ نے کہا کہ ابو حنیفہؒ نے اپنا دین بچانے میں غلطی کی ہے تو اس کا کیا حل ہوگا۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اول تو یہ روایت ثابت ہی نہیں اور اگر بالفرض تسلیم کر لیا جائے کہ یہ روایت ثابت ہے تو یہ یوسف بن خالد السمیعی کے سخت رویہ کے خلاف ان کا رد عمل تھا۔)

اور خطیبؒ نے طبع لوئی کے ص ۳۹۹ اور طبع طابہ کے ص ۴۲۰ میں الخلل۔ یوسف بن عمر القواس۔ محمد بن عبد اللہ المسنعبی۔ علی بن حرب۔ ابان بن سفیان۔ حملہ بن زید کی سند نقل کر کے کہا کہ حملہ نے کہا کہ البتیٰ کے سامنے ابو حنیفہؒ کا ذکر کیا گیا تو اس نے کہا کہ یہ ایسا آدمی ہے جس نے اپنے دین کی حفاظت میں غلطی کی ہے، اس کا حل کیا ہوگا۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ اس کی سند میں ابان بن سفیان ہے۔ ابن حبان نے کہا کہ یہ ثقہ راویوں کے نام لے کر موضوع روایات کرتا تھا۔ اور دار قطنیؒ نے کہا کہ یہ حروک ہے۔ اور پھر منقطع بھی ہے۔ (اس لیے کہ نہ تو حملہ نے کہا ہے کہ میں نے البتیٰ سے خود سنا ہے اور نہ یہ کہا کہ میں موجود تھا تو اس تک یہ روایت جس واسطہ سے پہنچی اس کا ذکر نہیں ہے۔) اور عثمان بن مسلم البتی بصرہ کے فقیہ ہیں جن کی وفات ۱۳۳ھ میں ہوئی جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اور ان کے اور ابو حنیفہؒ کے درمیان خط و کتابت رہتی تھی۔ اور اس کی طرف ابو حنیفہؒ نے اپنا مشہور رسالہ بھیجا جو ارجاء کے مسئلہ میں تھا۔ اور یوسف بن خالد السمیعی جب ابو حنیفہؒ سے فقہ حاصل کر کے بصرہ واپس لوٹے تو اس نے البتی اور اس کے اصحاب کو ان کے اقوال میں سخت انداز میں جواب دینے شروع کر دیے اور اپنے استاذ کی نصیحت کو فراموش کر دیا۔ یہاں تک کہ وہ اس کے مقابلہ میں اٹھ کھڑے ہوئے اور عوام الناس کی نظروں سے اس کو مختلف ذریعوں سے گرانے کی کوشش کرنے لگے۔ جو اس کی مخالفت کا بدلہ تھا۔ اس نے فقہ کی جانب دعوت میں حکمت کو اختیار نہ کیا تھا۔

لیکن جب لام زفر بصرہ میں آئے تو انہوں نے ان کے ساتھ مناظروں میں حکمت سے کام لیا یہاں تک کہ ان کی طرف ابو حنیفہؒ کی فقہ محبوب ہو گئی اور یہ زیادتی کی حالت دور ہو گئی۔ اور البتی کا مذہب آنکھوں سے لوجھل ہو گیا اب وہ صرف ہمارے اصحاب کی اختلاف

مذہب پر لکھی گئی کتابوں کے اندر ہی زندہ ہے جیسا کہ معروف ہے۔

اعتراض ۸۰: (کہ سوار بن عبد اللہ سے کہا گیا کہ ابو حنیفہؒ کی کلام اور اس کے فیصلوں کو دیکھ لیا کر تو اس نے کہا کہ میں ایسے آدمی کا کلام کیوں دیکھوں جس کو اپنے دین میں نری نہیں دی گئی۔)

اور خطیبؒ نے طبع لوہی کے ص ۳۹۹ اور طبع ثانیہ کے ص ۴۲۰ میں ابراہیم بن محمد بن سلیمان الاصبغی۔ ابوبکر بن المقرئ۔ سلامت بن محمود القیس۔ ابراہیم بن ابی سفیان۔ الطریابی کی سند نقل کر کے کہا کہ الطریابی نے کہا کہ میں نے سفیانؒ سے سنا وہ کہتے تھے کہ سوار سے کہا گیا کہ آپ ابو حنیفہؒ کے کلام سے کچھ اور اس کے فیصلوں کو دیکھ لیا کریں تو اس نے کہا کہ میں ایسے آدمی کی کلام میں کیونکر غور کروں جو اپنے دین میں نری نہیں دیا گیا۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ سوار بن عبد اللہ القاضی العنبری البصری لعل کوفہ کے بارہ میں انتہائی متعصب اور زبان دراز تھا تو آپ اس کو چھوڑ دیں کیونکہ وہ ایسی باتیں بھی کہتا پھرتا تھا جن سے بعد میں توبہ کرتا تھا۔ جب اس کے سامنے درست بات واضح ہو جاتی تو اس کی طرف رجوع کر لیتا تھا۔

اعتراض ۸۱: (کہ مالک بن انس سے کعب کے اس قول کے متعلق پوچھا گیا جو اس نے حضرت عمر کے سامنے کہا تھا کہ عراق میں لاعلاج بیماری ہے تو اس نے کہا کہ اس سے مراد دین میں ہلاکت ہے اور ان میں سے ابو حنیفہؒ بھی ہے۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اس روایت کی سند ہی اس کے من گھڑت ہونے کا ثبوت دے رہی ہے۔)

اور خطیبؒ نے طبع لوہی کے ص ۳۹۹ اور طبع ثانیہ کے ص ۴۲۰ میں ابراہیم بن محمد العل۔ محمد بن احمد بن ابراہیم الحسینی۔ القاسم بن المغیرہ۔ الجوهری۔ مطرف ابو معصب الاشم کی سند نقل کر کے کہا کہ مطرف نے کہا کہ حضرت عمرؓ کے سامنے کعب نے جو کہا کہ عراق میں لاعلاج بیماری ہے تو اس قول کے بارہ میں مالک بن انسؒ سے پوچھا گیا (کہ اس سے کیا مراد ہے) تو اس نے کہا کہ اس سے مراد دین میں تباہی کرنے والے ہیں اور ان میں سے ابو حنیفہؒ بھی ہے۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ خطیبؒ نے ایک اور خبر امام مالکؒ سے ابن رزق کے طریق سے

نقل کی ہے کہ ابو معمر نے ولید بن مسلم سے روایت کی ہے کہ مجھے مالک نے کہا کیا تمہارے اندر کوئی ایسا آدمی ہے جو ابو حنیفہ کے نظریہ کے مطابق کلام کرتا ہو؟ تو میں نے کہا ہاں تو اس نے کہا کہ تمہارے شہر میں رہتا ہی مناسب نہیں ہے۔ پھر خطیبؒ نے الصواف عبد اللہ بن احمد۔ ابو معمر۔ ولید بن مسلم کی سند سے اس جیسی ایک اور خبر نقل کی ہے۔ اور پہلی سند میں محمد بن احمد الحنفی ہے۔ البرقلی نے کہا کہ اس کی احادیث میں منکر باتیں ہوتی تھیں۔ اور اس کا رولوی ابو مصعب مطرف الاصم کے بارہ میں ابن عدی نے کہا کہ وہ ابن ابی ذئب اور مالک سے منکر روایات کرتا تھا۔ اسی لیے ابو الولید الباہی نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ اور دوسری سند میں ابن رزق اور ابو معمر اسماعیل بن ابراہیم اللؤلؤی ہے اور یہ ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے آزمائش کے دور میں حکومتی نظریہ قبول کر لیا تھا۔ اور کہا کفرنا و خرجنا کہ ہم نے کفر اختیار کیا اور بیخ نقل۔ اور کہا جاتا ہے کہ ابن معین نے کہا کہ یہ اللؤلؤی رقبہ کی طرف چلا گیا تھا اور اس نے پانچ ہزار حدیثیں بیان کیں تو ان میں سے تین ہزار میں غلطیاں کیں۔ اور اس کا رولوی ولید بن مسلم جو ہے اس کے بارہ میں ابن عدی نے کہا کہ یہ تدلیس فاحش کیا کرتا تھا۔ اور تیسری خبر میں عبد اللہ بن احمد ابن دونوں (ابو معمر اور ولید بن مسلم) کے ساتھ ہے تو یہ سندیں ہی بیاہنگ دہل کہہ رہی ہیں کہ بے شک یہ خبر لام مالک سے ثابت ہی نہیں ہے۔

اعتراض ۸۲: (کہ لام مالک نے کہا کہ اگر ابو حنیفہ اس ستون کو سونے کا کئے تو وہ اس کو ثابت کر کے دکھائے گا۔ ابو محمد نے کہا کہ اس سے مالک کی مراد یہ ہے کہ ابو حنیفہ کے سامنے بے شک حق ظاہر ہو جائے تو وہ حق کی طرف نہیں لوٹتا بلکہ اپنی خطا کے باوجود دلیل سے اپنی بات کو ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ لام مالک کا یہ کلام لام ابو حنیفہ کی ذہانت اور اپنی بات کو دلیل سے ثابت کرنے کی مہارت ظاہر کرنے کے لیے تھی مگر بعد کے رولوی ابو محمد نے اس کی غلط تفسیر کر دی جس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔)

اور خطیبؒ نے طبع اولیٰ کے ص ۳۰۰ اور طبع ثانیہ کے ص ۳۲۱ میں احمد بن العنقی۔ الحسین بن جعفر السملی۔ الحسن بن علی الجوهری۔ علی بن العزیز البزعی۔ ابو محمد عبد الرحمن بن ابی حاتم الرازی حدیث ابی۔ ابن ابی سرج۔ الشافعیؒ کی سند نقل کر کے کہا کہ لام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے مالک بن انس کو یہ کہتے ہوئے سنا جب کہ اس سے پوچھا

گیا کہ کیا آپ ابو حنیفہؒ کو جانتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا ہاں تمہارا اس شخص کے بارہ میں کیا خیال ہے کہ اگر وہ اس ستون کو سونے کا کئے اور اس کو ثابت کرنے پر آمادہ ہو جائے تو اس کو سونے کا کر دکھائے گا اگرچہ وہ ستون لکڑی کا ہو یا پتھر گلہ ابو محمد نے کہا کہ ان کی مراد یہ تھی کہ بے شک وہ غلطی پر ڈٹے رہتے تھے اور اس پر دلیلیں دیتے رہتے تھے اور صحیح بات ان کے سامنے ظاہر بھی ہو جاتی تو اس کی طرف نہ لوٹتے تھے۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ ابن ابی حاتمؒ نے متن کے الفاظ تبدیل کرنے کے بعد از خود ہی اس کی تفسیر کی ہے اور پہلے خطیبؒ نے ہی ص ۳۳۸ میں نقل کیا ہے کہ بے شک مالکؒ نے کہا ہاں۔ میں نے ایسے آدمی کو دیکھا ہے کہ اگر وہ تیرے ساتھ اس ستون کے بارہ میں کلام کرے تو اپنی دلیل کے ساتھ وہ اس کو سونے کا کر دکھائے گا۔ لہٰذا۔ اور ابن ابی سرج نے مالکؒ تک اپنی سند کے ساتھ جو الفاظ نقل کیے ہیں جس کو ابو محمد حیان نے ابو العباس الجمل سے روایت کیا ہے وہ الفاظ یہ ہیں کہ ہاں میں نے ایسے آدمی کو دیکھا ہے کہ اگر وہ اس ستون کو دیکھے حالانکہ وہ پتھر کا ہے تو وہ کہے کہ بے شک وہ سونے کا ہے تو وہ اپنی دلیل کے ساتھ اس کو ثابت کر دکھائے گا۔ اور اسی کے مثل ابو اسحاق اشیرازی کی طبقات الفقہاء میں ہے۔ اور ابن الجوزی نے المنظم میں کہا ہے کہ ابو حنیفہؒ کی ذہانت اور اس کی فہمیت کے بارہ میں لوگوں کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ سفیان ثوریؒ اور ابن المبارک دونوں کہا کرتے تھے کہ ابو حنیفہؒ فقہ الناس ہیں۔ اور مالکؒ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ نے ابو حنیفہؒ کو دیکھا ہے تو انہوں نے کہا کہ میں نے ایسے آدمی کو دیکھا ہے کہ اگر وہ تیرے ساتھ اس ستون کے متعلق کلام کرے کہ وہ سونے کا ہے تو وہ اپنی دلیل سے ثابت کر دکھائے گا۔ اور امام شافعیؒ نے کہا کہ سارے لوگ فقہ میں ابو حنیفہؒ کے محتج ہیں۔ لہٰذا۔ پس آپ دیکھیں گے کہ ابن الجوزیؒ بلوچوں کے ابو حنیفہؒ اور اس کے اصحاب سے کنار کش تھے وہ امام مالکؒ کے کلام کو ابو حنیفہؒ کی فہمیت اور ذہانت پر دلیل کے ضمن میں نقل کر رہے ہیں اور اسی طرح سبط ابن الجوزیؒ کی کتاب الاختصار و الترجیح میں ہے۔

اور ابن عبد البرؒ نے الانشاء ص ۳۶ میں احمد بن محمد ابو عمر بن الحباب۔ احمد بن الفضل الدنعوری۔ محمد بن جریر۔ احمد بن خالد الخلال۔ الشافعیؒ کی سند نقل کر کے کہا کہ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ ایک دن امام مالکؒ سے عثمان البتی کے بارہ میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کان رجلا مقاربا کہ ”وہ درمیانہ درجہ کا آدمی تھا“ اور ان سے ابن شبرمہ کے متعلق پوچھا

کیا تو فرمایا کہ وہ درمیانہ درجہ کا آدمی تھا۔ تو ان سے پوچھا گیا پس ابو حنیفہ کیسے ہیں تو انہوں نے کہا کہ اگر وہ تمہارے ان ستونوں کے پاس آئے پھر وہ تمہیں قیاس سے قائل کرنے لگے کہ بے شک وہ ستون لکڑی کے ہیں (حالانکہ وہ لکڑی کے نہ ہوں) تو تم یقین کر لو گے کہ بے شک وہ لکڑی کے ہیں۔ الخ

اور یہ ساری خبریں اس بات پر دلالت کے لیے نقل کی گئی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ابو حنیفہؒ کو عمدہ رائے اور معانی کی تہہ تک پہنچنے اور علم میں وسعت کی قوت دے رکھی تھی۔ عدالت کی وجہ سے اس میں عیب پر دلالت کے لیے نہیں نقل کی گئی۔ اور جس طرح مالکؒ نے ابو حنیفہؒ کی تعریف کی ہے اسی جیسی تعریف بعض حضرات نے امام شافعیؒ کی بھی طرح کرتے ہوئے کی ہے نہ کہ اس میں عیب بتانے کے لیے۔ لیکن روایت میں رلوی ابن ابی حاتم المسکین جس کے بارہ میں کہا جاتا تھا کہ بائیں جانب والے کتب نے اس کے خلاف کچھ نہیں لکھا۔ (یعنی وہ بہت زیادہ پرہیزگار تھا) پھر اس کو حرب بن اسماعیل السیرجانی نے اختلاف میں بہار کر دیا یہاں تک کہ وہ لال حق متکلمین کے خلاف کمر بستہ ہو گیا اور کہنے لگا کہ بے شک یہ کہنا کہ قرآن کے الفاظ مخلوق ہیں تو یہ بھی کفر ہے۔ اس طرح کہنے والا ملت سے نکل جاتا ہے اور کتاب الرد علی الجہمیہ میں وہ چیزیں ذکر کی گئی ہیں جو اس کی عقل کی خرابی پر دلالت کرتی ہیں اور وہ بے پناہ دشمنی چھپاتا تھا ان لوگوں کے بارہ میں جو قرآن کریم کے الفاظ کو مخلوق کہتے تھے۔ پس عقلیں تقسیم کرنے والی ذات بڑی پاک ذات ہے۔

پس آپ دیکھیں گے کہ وہ اسی وجہ سے امت کے حفاظ کے شیخ بخاری کے بارہ میں بھی کلام کہنے سے نہ بچتا تھا۔ اس کو ابو زرہ اور ابو حاتم نے ترک کر دیا تھا۔ پس جب اس کی یہ حالت حدیث کی روایت کرنے والوں کے بارہ میں ہے تو پھر اس کی رائے لال فقہ اور روایت کے بارہ میں کیا ہوگی۔ اور اس نے خود اعتراف کیا کہ وہ علم کلام سے بے واقف ہے۔ جیسا کہ کتاب الاسماء والصفات ص ۳۶۹ میں ہے مگر اس کے باوجود آپ دیکھیں گے کہ وہ علم اصول الدین کی تنگ جگہوں میں داخل ہوتا ہے۔ تفویض (کہ مقدمات کے ظاہر پر ایمان رکھنا اور مفہوم کو اللہ کی طرف سونپ دینا) اور تزییمہ (جو چیزیں اللہ تعالیٰ کے لیے لائق نہیں ان سے اس کو منہ مانتا) کے نظریہ سے دور ہٹنے والا تھا تو اس کے قدم پھسل گئے۔ اس کی حالت یہ تھی کہ جو کلام اس نے کیا ہوتا اس کے متعلق ممکن کرتا کہ اس نے نہیں کیا۔ اور وہ روایت بالمعنی نقل کرتا تو اس کو بالکل ہی بدل دیتا۔ اور یہی وہ شخص ہے جس کے

بارہ میں بے تکی باتیں کہنے والے کہتے تھے کہ بے شک کاتب شمل وہ چیز پاتا ہی نہیں جو اس کے خلاف لکھے (یعنی انہوں نے اس کو اتنا پارسا مشہور کر رکھا تھا)

بے شک کاتب الجرح والتعديل میں اس نے کہا کہ ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی نے میری طرف ابو عبد الرحمن المقرئ سے جو روایت لکھ کر بھیجی اس میں لکھا کہ ابو عبد الرحمن المقرئ نے کہا کہ ابو حنیفہؒ نے ہمارے سامنے حدیثیں بیان کیں۔ پھر جب حدیث سے فارغ ہوئے تو کہا یہ سب جو کچھ تم نے سنا ہے وہ سب ہوا اور بے اصل ہیں۔ پھر کہا کہ ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی نے مجھے لکھ کر بھیجا کہ مجھے اسحاق بن راہویہ نے بیان کیا کہ میں نے جریر کو کہتے ہوئے سنا کہ محمد بن جابر الیمامی نے کہا کہ ابو حنیفہؒ نے مجھ سے حملہ کی کتابیں چوری کیں۔ پھر کہا کہ ہمیں احمد بن منصور المروزی نے بتلایا کہ میں نے سلمہ بن سلمان سے سنا وہ کہتا تھا کہ عبد اللہ یعنی ابن المبارک نے کہا کہ بے شک میرے ساتھی ابو حنیفہؒ سے روایت کرنے کے بارہ میں مجھے طامت کرتے ہیں۔ اور یہ اس لیے کہ بے شک اس نے محمد بن جابر کی کتاب لی جس میں اس نے حملہ بن ابی سلیمان سے مروی روایات لکھی ہوئی تھیں پھر وہ روایات حملہ سے کرنے لگے حالانکہ انہوں نے وہ روایات اس سے نہیں سنی تھیں۔ اور ابن ابی حاتم باقی لوگوں کی بہ نسبت زیادہ جانتے ہیں کہ بے شک الجوزجانی لٹل کوفہ سے کنارہ کش تھے۔ یہاں تک کہ لٹل نقد کی اس کے بارہ میں رائے پختہ ہو گئی کہ لٹل کوفہ کے بارہ میں اس کی بات قائل قبول نہیں ہے۔ اور وہ نامی خبیث حریری مذہب کا تھا۔ اس کی ایک لونڈی نے چوڑہ لیا تا کہ اس کو ذبح کرائے تو اس نے اس کو ذبح کرنے والا کوئی نہ پلایا تو یہ کہنے لگا سبحان اللہ ایک چوڑے کو ذبح کرنے والا نہیں ملتا اور علیؑ ایک صبح میں بیس ہزار سے زائد مسلمانوں کو ذبح کر دیتا تھا۔ الخ۔ (حضرت علیؑ کے بارہ میں اس کا ایسا نظریہ تھا، معاذ اللہ) پس اس جیسے خبیث آدمی کی بات کی تصدیق کیا ابو حنیفہؒ کے بارہ میں کوئی متقی پرہیزگار کر سکتا ہے؟ پھر اس روایت میں محمد بن جابر الیمامی لائے ہیں جس کے بارہ میں امام احمد نے کہا کہ اس سے صرف وہی آدمی حدیث بیان کرے گا جو اس سے بھی زیادہ شریر ہوگا اور ابن معینؒ اور نسائیؒ نے اس کو ضعیف کہا۔ پس ابن ابی حاتمؒ اس جیسے آدمی کی سند سے ابو حنیفہؒ کو (علم و عمل سے) خلی کر دینے کا ارادہ رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ اپنی ان روایات میں پائی جانے والی باتوں سے بھی خلی کرنا چاہتا ہے جو اس نے اپنے ایسے شیخ سے بیان کی ہیں جس کا ساتھ اس کو عرصہ دراز تک حاصل رہا اور اس کی وجہ سے وہ روایات فقہ میں پیش کی جاتی ہیں۔ لیکن

تعبص اسی طرح دن کو رات بناتا رہتا ہے۔ علاوہ اس کے یہ بات بھی ہے کہ ابو حنیفہؒ کے مذہب کے مطابق تو راوی کے اپنے خط کا بھروسہ نہیں ہوتا جب تک وہ اس کا ذکر نہ کرے جس سے روایت کی گئی ہے تو محمد بن جابر لااعمی کی کتاب پر کیسے بھروسہ ہو سکتا ہے جس کے بارہ میں معلوم ہی نہیں کہ اس کی کتاب کس نے لکھی۔ اور اگر ہم اس چیز سے پروے ہٹانے شروع کریں جو ابن ابی حاتم نے روی قسم کے اعتقاد چھپا رکھے تھے اور جن کو لال حق کے مقابلہ میں اٹھائے پھرتا تھا تو کلام طویل ہو جائے گی۔ پس اسی اشارہ پر انکشاف کرتے ہیں تا کہ معلوم کیا جاسکے کہ اس سے اس کے فن کی صرف وہی بات لی جاسکتی ہے جس میں اس کا تعبص بھڑکا ہوا نہ ہو۔ پس جو شخص یہ کہتا ہے کہ بے شک لال آدمی کا کاتب مثل اس کے خلاف کچھ نہیں لکھتا تو اس قول کی وجہ سے تو جرأت کے ساتھ غیوب پر جا پڑتا ہے (یعنی اس کو غیب کا علم ہے جس سے اس نے معلوم کیا کہ اس کا بائیں جانب کا فرشتہ اس کے خلاف کچھ نہیں لکھتا) نیز یہ تو تعریف میں مبالغہ کرنا ہے اور ان دونوں چیزوں کا ہر دہندار آدمی انکار کرتا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے حفاظت کی درخواست کرتے ہیں۔

اعتراض ۸۳: (کہ امام مالکؒ نے کہا کہ ابو حنیفہؒ کا دالین ہے اور جو کا دالین ہو اس کا دین نہیں ہوتا۔ نیز کہا کہ ابو حنیفہؒ الداء العضل ہے اور الداء العضل سے مراد دین میں ہلاکت ہے۔ نیز کہا کہ ابو حنیفہؒ سے زیادہ منحوس اسلام میں کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ خود مالکیہ میں سے بہت سے حضرات نے تردید کی ہے کہ اس قسم کے الفاظ امام مالکؒ سے ثابت نہیں ہیں اور اگر بالفرض ثابت بھی ہوں تو یہ وقتی کیفیت کا نتیجہ ہوں گے جن کو بیان کرنے کی علماء اجازت نہیں دیتے۔)

اور خطیبؒ نے طبع لوئی کے ص ۴۰۰ اور طبع چانیہ کے ص ۴۲۲ میں ابن محمد المصلیٰ۔ ابو علی بن الصواف۔ عبد اللہ بن احمد بن حنبل۔ منصور بن ابی مزاحم کی سند نقل کر کے کہا کہ منصور بن ابی مزاحم نے کہا کہ میں نے مالکؒ بن انس کو یہ کہتے ہوئے سنا جبکہ ابو حنیفہؒ کا ذکر ہو رہا تھا کہ وہ کا دالین ہے کا دالین ہے۔ اور پھر دوسری سند ابن رزق۔ ابو بکر الشافعی۔ جعفر بن محمد بن الحسن القاضی۔ منصور بن ابی مزاحم کو نقل کر کے کہا کہ منصور نے کہا کہ میں نے امام مالکؒ کو کہتے ہوئے سنا کہ بے شک ابو حنیفہؒ کا دالین ہے اور جو کا دالین ہو اس کا کوئی دین نہیں ہوتا۔ اور پھر تیسری سند جعفر بن الحسن بن علی الحلوانی۔ مطرف نقل کر کے کہا کہ مطرف نے کہا کہ میں نے مالکؒ کو کہتے ہوئے سنا الداء العضل

سے مروین میں ہلاکت ہے اور ابو حنیفہؒ الداء العضال میں سے ہے۔ اور پھر جو تھی سند ابو الفرج اللاتیمی۔ عمر بن احمد الواعظ۔ محمد بن زکریا العسکری۔ علی بن زید الفرائسی۔ الحسینی نقل کر کے کہا کہ الحسینی نے کہا کہ میں نے مالکؒ کو کہتے ہوئے سنا کہ اسلام میں ابو حنیفہؒ سے بڑھ کر کوئی منحوس بچہ پیدا نہیں ہوا۔

الجواب : میں کہتا ہوں کہ پہلی سند میں عبد اللہ بن احمد ہے جو ان گہوں کا راوی ہے جو اس نے اس کتب میں نقل کی ہیں جس کا ہم اس نے السنہ رکھا ہے۔ جو شخص اس پر اطلاع پاتا چاہتا ہو اس کو وہ کتب دستیاب ہو سکتی ہے۔ اور جو شخص اس کے مندرجات کے مطابق اعتقاد رکھتا ہے اور اس کی طرف دعوت دیتا ہے تو ہم ابو حنیفہؒ کے بارہ میں اس کی تصدیق نہیں کر سکتے۔ اور یقیناً اس کی وجہ سے وہ قتلہ میں پڑا ہوا ہو گا۔ اور اس کا راوی منصور بن ابی مزاحم الترمذی جو بھلاور تیز رفتار قتلہ۔ وہ اس (طوسی) میدان کے آدمیوں میں سے نہیں ہے۔ اور دوسری سند میں ابن رزق اور ابو بکر الشافعیؒ ہیں اور تیسری سند میں ان دونوں کے بعد الحلوئی اور مطرف ہیں اور جو تھی سند میں علی بن زید الفرائسی اور الحسینی ہیں اور ان تمام کے بارہ میں پہلے کلام ہو چکا ہے۔ اور جن لوگوں نے اس (ابو حنیفہؒ) کی طرف کلام الدین ہونے کی نسبت کی ہے تو میں نہیں جان سکا کہ انہوں نے یہ نسبت کیوں کی ہے؟ بلو جو دیکھ وہ نہ تو طہارت کے بارہ میں سستی برتنے والے تھے اور ان سے جتنی روایات بھی مروی ہیں ان میں سے کسی ایک روایت میں بھی وہ مسح علی الخفین سے بھی انکاری نہ تھے اور نہ ہی وہ جعدہ اور عیدین چھوڑنے والے تھے۔ اور نہ ہی کتوں کا گوشت حلال کہنے والے تھے۔

اور نہ ہی انفار کو مہلج کہنے والے تھے اور نہ ہی رائے کی وجہ سے سد ذریعہ میں وسعت رکھنے والے تھے اور نہ ہی بینہ کے بغیر سزاؤں میں سے کسی کو سزا دینے کی جرات کرنے والے تھے۔ اور نہ ہی وہ ان روایات کو معطل کرنے والے تھے جو قیلولہ کی جگہ نہ ہو (یعنی جو روایات اپنے اپنے مقام پر فٹ ہوں ان کو معطل کرنے والے نہ تھے) اور نہ ہی مصلحت مرسلہ کا نظریہ رکھنے والے تھے بلکہ وہ وہیں ٹھہرتے جہاں کتاب و سنت و اجماع اور قیاس ٹھہرتے۔ پھر دلیل ظاہر ہو جاتی اور راہبہ واضح ہو جاتی اور جو کلمات روایت کیے گئے ہیں ان کے بارہ میں قسم ماکلیہ میں بڑے بڑے حضرات سے ان کلمات کے بارہ میں تین رائے پائی جاتی ہیں۔

پہلی رائے امام ابو یوسفؒ محمد بن نصر الدودی کی ہے جو کہ الموطا پر الٹائی لکھنے والے

ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جو ذکر کیا گیا ہے اگر وہ غلطی سے محفوظ ہے اور امام مالکؒ سے ثابت ہے تو پھر ہو سکتا ہے کہ امام مالکؒ کے سامنے ابو حنیفہؒ کے بارہ میں کوئی ایسی چیز ذکر کی گئی ہو جس کو وہ اچھا نہ سمجھتے ہوں تو اس وقت ان کے بارہ میں سینہ تنگ ہو گیا ہو تو انہوں نے یہ بات کہہ دی ہو۔ اور عالم آدمی پر کبھی تنگ دلی کی حالت آجاتی ہے۔ پھر وہ ایسی بات کہہ دیتا ہے جس سے قصہ دور ہو جانے کے بعد استغفار کرتا ہے۔ اور دوسری رائے ابن عبد البرؒ کا قول ہے جو کہ الانتقاء ص ۱۵۸ میں ہے اس کو امام مالکؒ سے حدیث بیان کرنے والے تقریباً تمام حضرات نے روایت کیا ہے اور بہر حال امام مالکؒ کے وہ اصحاب جو لیل الرائے ہیں تو وہ امام مالکؒ سے اس قسم کی باتیں روایت نہیں کرتے۔ لہٰذا تو فقہاء کے علاوہ اس کے راوی منفرد ہیں اور ان کے انفرادی طرف نظر موڑنا کافی ہے۔ اور فقہاء تو مالکؒ کے رازدان تھے۔ تیسری رائے ابو الولید البلیجی کا قول ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ وہ الموطا کی شرح المنتقی میں اس جیسی روایات کا امام مالکؒ سے ثبوت کا ہی سختی سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ امام مالکؒ نے قضا کے بارہ میں قطعاً کچھ نہیں کہا۔ انہوں نے تو صرف بعض روایتوں کے بارہ میں قصہ کے مطابق کلام کیا ہے۔ پھر اس نے ذکر کیا کہ امام مالکؒ ابن المبارکؒ کی کس قدر تعظیم کیا کرتے تھے جو کہ ابو حنیفہؒ کے خاص ساتھیوں میں سے تھے۔ جیسا کہ محمد بن الحسن نے امام مالکؒ سے جو الموطا روایت کیا ہے اس میں مذکور ہے۔ اور البلیجی کو اس کی روایت سے الموطا ابو ذر المہروسی کی سند سے پچاس کے آخر تک جو اس نے وہاں ذکر کیا ہے۔ تو اس سے ظاہر ہو گیا کہ بے شک یہ اقوال بالفرض اگر ثابت بھی ہو جائیں تو ان کا قائل ہی مجرم ہے تو مجرم کی تقلید اس کے جرم میں کیونکر کی جاسکتی ہے؟ اور اگر یہ روایات من گھڑت ہیں تو ان روایات کی کمزوری بیان کیے بغیر ان کو روایت کرنے والا مکناہ میں گھڑنے والے کے ساتھ شریک ہوگا اگرچہ ان کے گھڑنے میں شریک نہیں ہے۔ پس ایسے آدمی کے راستہ پر نہیں چلنا چاہیے جس کے پیشوا مکناہ گار ہوں۔

اعتراض ۸۴: (کہ ابو حنیفہؒ نے کہا کہ ابو حنیفہؒ ایک مسئلہ بیان کرتے پھر کچھ عرصہ بعد اس سے رجوع کر لیتے تو میں نے کہا کہ جس دین سے دوسری طرف تھکل ہونا پڑے اس کی کوئی ضرورت نہیں تو میں نے اپنے کپڑے بھاڑ دیے پھر اس کی طرف نہ لوٹ کر گیا ہو۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ تو امام ابو حنیفہؒ کی انتہائی دیانت ہے کہ وہ اپنے نظریہ کے خلاف دلیل قائم ہو جانے کی وجہ سے اپنے نظریہ سے رجوع کر لیتے تھے جیسا کہ صحابہ کرام کا طریق

کار تھا تو یہ بات تعریف کو ظاہر کرتی ہے مگر خلیبؒ نے ناسمجی سے اس کو مطاعن میں ذکر کر دیا۔

اور خلیبؒ نے طبع لوئی کے ص ۴۹ اور طبع ثانیہ کے ص ۴۲۳ میں القاضی ابو بکر احمد بن الحسن الحرشی المیری۔ ابو محمد حاجب بن احمد اللوسی۔ عبد الرحیم بن فیب۔ عفلان کی سند نقل کر کے کہا کہ عفلان نے کہا کہ میں نے ابو عوانہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں ابو حنیفہؒ کے پاس آتا جاتا تھا یہاں تک کہ میں نے اس کی کلام میں مہارت حاصل کر لی۔ پھر میں حج کو چلا گیا تو جب میں آیا اور اس کی مجلس میں گیا تو اس کے اصحاب مجھ سے وہ مسائل پوچھنے لگے جو میں جانتا تھا اور انہوں نے ان مسائل میں میری مخالفت کی تو میں نے کہا کہ میں نے تو یہ مسائل ابو حنیفہؒ سے اسی طرح سنے ہیں جس طرح میں نے بیان کیے ہیں تو جب وہ مجلس میں آئے تو میں نے ان مسائل کے بارہ میں ان سے پوچھا تو اس وقت انہوں نے ان مسائل سے رجوع کر لیا ہوا تھا تو کہا کہ میں نے اس سے زیادہ اچھی مسئلہ کی صورت دیکھ لی تھی تو میں نے کہا کہ ہر ایسا دین جس سے دوسری طرف پھرا جائے تو مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ تو میں نے اپنے کپڑے بھاڑ دیے پھر اس کی طرف لوٹ کر نہ گیا۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ اس کی حد میں حاجب بن احمد اللوسی ہے جس کے بارہ میں حاکم نے کہا کہ اس نے کبھی حدیث نہیں سنی بلکہ اس کا چچا تھا اس نے حدیث سنی۔ پس ایک دفعہ البلاذری اس کے پاس آیا تو اس نے کہا کہ کیا تو اپنے چچا کے ساتھ مجلس میں حاضر ہوتا تھا تو اس نے کہا ہاں۔ پھر اس نے اپنے چچا کی کتابوں سے اس کے لیے حدیثیں منتخب کیں۔ اور کہا جاتا ہے کہ بے شک وہ ایک سو آٹھ سال کی عمر کا تھا جیسا کہ وہابیؒ نے اس کا ذکر کیا ہے۔ اور عبد الرحیم کی عفلان سے نقل میں انقطاع ہے۔ علاوہ اس کے یہ بات بھی ہے کہ بے شک ابو عوانہ وہ نہیں ہے جو المسند و للا ہے بلکہ یہ ابن عبد اللہ الواسطی الموضیح ہے یہ جرجان کے قیدیوں میں سے تھا۔ تو اگر فرض کر لیا جائے کہ اس کی ولادت ۳۲ھ ہے جیسا کہ مشہور ہے تو بھی اس کا حسن بصری کو اور ابن سیرین کو دیکھنا درجہ صحت کو نہیں پہنچتا اور نہ ہی ابو حنیفہؒ کے پاس اس کا آنا جانا درجہ صحت کو پہنچتا ہے۔ اس لیے کہ بے شک ابو عوانہ واسطی کلنی عرصہ اپنے مولیٰ یزید بن عطاء کی غلامی میں رہے اور اس کی آزادی کی حکایت مشہور ہے۔ تو ممکن نہیں کہ کوفہ کی طرف اس کا سفر ہو اور اس کا ابو حنیفہؒ کے پاس آنا جانا ہو۔ اور سلیمان بن حرب اس کے بارہ میں کہتے ہیں کہ یہ سوائے بکریاں چرانے کے کسی اور

کلام کا نہیں ہے اور ابو حاتم نے کہا کہ جب وہ زہلی بیان کرتا تو بہت غلطیاں کرتا تھا۔ نیز وہ پڑھ تو سکتا تھا مگر لکھ نہیں سکتا تھا۔

اس کے علاوہ یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ مجتہد پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے جبکہ وہ ایک رائے سے دوسری رائے کی طرف رجوع کر لے جبکہ اس کے سامنے درست بات ظاہر ہو جائے؟ اور اس بارہ میں پہلے ہم نے ابن عوان کا قول نقل کیا ہے۔ اور خود خطیبؒ نے الفقیہ والمنفقہ میں ایک مستقل باب خاص طور پر باندھا ہے جس میں صحابہ کرامؓ کا اپنے فتوؤں سے رجوع کا ذکر کیا ہے۔ تو کیا خطیبؒ کی یا ابو عوانہ کی مجال ہے کہ اس کی وجہ سے ان پر طعن کریں۔ اور ابو عوانہ جیسے آدمی کو فقہ سے کیا سروکار؟ پس اس کے لیے اور لوگ ہیں اور روایات کے لیے اور قسم کے لوگ ہیں۔

پھر خطیبؒ نے نصر بن محمد سے روایت کی جس میں یہی صاحب ہے جس کا ذکر ہوا ہے۔ بے شک اس نے شام کے ایک ایسے باشندے کو جو ابو حنیفہؒ کی فقہ سیکھ کر شام گیا تھا اس کو کہا کہ تو بہت بڑی شراٹھا کر لایا ہے۔ اور صاحب کا حل ظاہر ہے جیسا کہ حاکم نے ذکر کیا ہے اور ابو عبد اللہ النصر بن محمد المروزی کو امام بخاریؒ نے اپنی الصغیر میں ضعیف کہا ہے۔ لیکن نسائی نے اس کی توثیق کی ہے۔ اور وہ ابو حنیفہؒ کے فقیہ اصحاب میں سے ہیں۔ اور اس سے بکثرت روایات کرنے والوں میں سے ہے۔ اگر فرض کر لیا جائے کہ اس حکایت کا ثبوت اس سے ہے تو اس کے حل کو دیکھتے ہوئے اس کے قول سے مراد ان اہل شام پر چوٹ کرنا ہو گا جن کے بارہ میں اس زمانہ میں مشہور تھا کہ وہ ابو حنیفہؒ کی فقہ کو شر سمجھتے ہیں، حالانکہ وہ خالص خیر ہے۔ اور خطیبؒ کلام کے انداز کو نہ سمجھ سکا اور اس کو مطاعن میں نقل کر دیا۔ پھر خطیبؒ نے ابو حنیفہؒ کے بارہ میں اس کا قول نقل کیا کہ اللہ کی قسم میں نہیں جانتا شاید کہ وہ باطل ہو جس میں کوئی شک نہیں جبکہ اس سے پوچھا گیا اس چیز کے بارہ میں جو اس نے اپنی کتابوں میں درج کی ہے ایسی سند کے ساتھ جس میں ابن درستیہ الدر الہی اور الحسن بن ابی بکر نمینہ پینے والا اور ابن کمال ہے جو روایت میں قلیل ہے۔ اور ابو حنیفہؒ کا کیا قصور ہے اگر ان لوگوں نے سچ کہہ دیا ہے؟ اور مجتہد اپنی رائے کو حتیٰ تھوڑا ہی سمجھتا ہے بلکہ وہ غلبہ ظن پر مدار رکھتا ہے (اور غیر منصوص مسائل میں عمل کے لیے اسی کو علماء امت کافی سمجھتے ہیں) جیسا کہ اپنے مقام پر اس کی وضاحت ہو چکی ہے۔

اعتراض ۸۵: (کہ ابو حنیفہؒ نے خود ابو یوسفؒ کو منع کیا کہ میری ہر بات کو نہ لکھا کرو کیونکہ

میں ایک رائے اختیار کرتا ہوں اور اگلے دن اس کو چھوڑ دیتا ہوں۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ بھی ان کی حیانت داری کا ثبوت ہے۔)

اور خلیفہؒ نے طبع لوئی کے ص ۴۰۲ اور طبع ثانیہ کے ص ۴۲۴ میں علی بن القاسم بن الحسن البصری۔ علی بن اسحاق المدائنی۔ العباس بن محمد الدوری۔ ابو نعیم الفضل بن وکیع۔ کی سند نقل کر کے کہا کہ ابو نعیم نے کہا کہ میں نے زفر کو کہتے ہوئے سنا کہ ہم ابو حنیفہؒ کے پاس آتے جلتے تھے اور ہمارے ساتھ ابو یوسفؒ اور محمد بن الحسن بھی ہوتے تھے تو ہم ان سے سنی ہوئی باتوں کو لکھا کرتے تھے تو ایک دن ابو حنیفہؒ نے ابو یوسفؒ سے کہا اے یعقوب! تجھ پر افسوس ہے مجھ سے ہر سنی ہوئی بات کو نہ لکھا کر۔ پس بے شک میں آج ایک رائے اختیار کرتا ہوں تو اگلے دن اس کو چھوڑ دیتا ہوں۔ اور اگلے دن کوئی رائے رکھتا ہوں تو اس سے اگلے دن چھوڑ دیتا ہوں۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ ابو حنیفہؒ اپنے ساتھیوں کو اجازت نہ دیتے تھے کہ وہ بحث کو ہر لحاظ سے مضبوط ہونے سے پہلے اس کے مسائل لکھیں اور یہ ان کی انتہائی پرہیز گاری تھی اور بے شک ابن ابی العوام نے طحاوی۔ محمد بن عبد اللہ الریثی۔ سلیمان بن عمران۔ اسد بن الفرات کی سند سے نقل کیا ہے کہ اسد بن الفرات نے کہا کہ مجھے اسد بن عمرو نے کہا کہ وہ (یعنی فقہ مدون کرنے میں امام ابو حنیفہؒ کے ساتھی) ابو حنیفہؒ کے پاس کسی مسئلہ کے جواب میں مختلف جوابات دیتے تھے تو ایک اور جواب دیتا اور دوسرا اور جواب دیتا۔ پھر وہ اس کے سامنے پیش کرتے اور اس مسئلہ کے بارہ میں اس سے پوچھتے تو وہ کتابوں میں درج کرتے اور وہ ایک ایک مسئلہ میں تین تین دن تک ٹھہرے رہتے تھے پھر اس کو رجسٹر میں لکھتے اور اسی طرح ابو حنیفہؒ کے اصحاب میں سے جو کتابوں کو لکھتے تھے وہ چالیس آدمی تھے اور اسد بن عمرو ان کے لیے تیس سال ان مسائل کو لکھتے رہے۔ الخ۔ اور الصیرمی نے العباس بن احمد الحاشی۔ احمد بن محمد المسکی۔ علی بن محمد النخعی۔ ابراہیم بن محمد البلیغی۔ محمد بن سعید الخوارزمی۔ اسحاق بن ابراہیم کی سند نقل کر کے کہا کہ اسحاق بن ابراہیم نے کہا کہ ابو حنیفہؒ کے ساتھی ایک ایک مسئلہ میں اس کے ساتھ غور و خوض کرتے تو جب اس محفل میں عافیہ موجود نہ ہوتے تو ابو حنیفہؒ کہتے کہ عافیہ کے آنے تک اس مسئلہ کا فیصلہ مت کرو۔ پس جب عافیہ حاضر ہوتے اور ان کے ساتھ مسئلہ میں اتفاق کرتے تو پھر وہ اس مسئلہ کو درج کرتے۔ اور اگر وہ ان سے موافقت نہ کرتے تو ابو حنیفہؒ کہتے کہ اس کو درج نہ کرو۔ الخ

تو اس طریقہ کے ساتھ ایسی حیثیت سے ان کے مسائل پختہ ہو گئے کہ اگر اس کے ساتھ کوئی کھولے تو وہ اس کی سرکی چوٹی پر جا پڑتے ہیں۔ اور خطیبؒ نے یہاں جو روایت نقل کی ہے وہ میں نے یحییٰ بن معین کی تاریخ میں العباس بن محمد الدوري کی اس سے روایت دیکھی ہے۔ جو دمشق کے مکتبہ ظاہریہ میں خط قدیم کے ساتھ لکھی ہوئی ہے۔ اور اس کے بعد دلی خبر میں (اللہ کی قسم مجھے معلوم نہیں کہ ہو سکتا ہے کہ وہ ایسا بطل ہو جس میں کوئی شک نہیں) جو ابو حنیفہؒ کی طرف منسوب کی گئی ہے تو وہ قطعی طور پر کسی ایک خاص مسئلہ کے بارے میں ہی ہو سکتی ہے۔ اور اس سے بعد دلی سند میں ابن رزق۔ ابن سلم اور ابراہیم الجوهری ہیں۔ اور ابراہیم کی طرف الحافظ حلاج بن الشاعر نے یہ منسوب کیا ہے کہ وہ سویا ہوا علم حاصل کرتا تھا۔ (یعنی استدلال سے علم حاصل کرتے وقت سو جاتا تھا) اس کے علاوہ یہ بات بھی ہے کہ بے شک حفص بن غیاث ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے عرصہ دراز تک ابو حنیفہؒ کو لازم پکڑے رکھا اور اس کی وفات کے بعد فقہ کے لمحوں میں شمار ہوتے تھے۔ ہاں ائمہ کے ہاں یہ صورت پائی جاتی رہی ہے کہ ایک ہی مسئلہ کے کئی جوابات ان سے روایت کیے جاتے رہے جیسا کہ امام مالکؒ صاحب سے مسیح علیٰ الحنفین کے بارے میں چھ روایات ہیں۔ اور امام شافعیؒ کی کتاب الام میں شفعہ کے متعلق کئی جوابات ہیں اور جیسا کہ حنبلی مذہب میں ابن احمد کی کتاب الرعایہ الکبریٰ میں عشر اٹھانے سے متعلق کئی جوابات ہیں اور یہی صورت بہت سے ابواب میں پائی جاتی ہے۔ رہا امام ابو حنیفہؒ کا مذہب تو آپ ہر مسئلہ میں ظاہر الروایہ مسائل میں ان کا صرف ایک ہی قول پائیں گے۔ اور کتب نوادر کے مسائل کا حکم ظاہر الروایہ کے مسائل کے پہلو میں ہے اور ان کا حکم ایسے ہی ہے جیسا کہ قراءات متواترہ کے مقابلہ میں قراءات مشدودہ کا حکم ہے۔ تو ان میں اس کا جو قول ہے اس کو شمار نہیں کیا جائے گا مگر اسی صورت میں کہ اس مسئلہ میں ظاہر الروایہ میں ان سے کوئی روایت نہ پائی جائے۔ پھر یہ بات بھی ہے کہ روایات نوادر کی قدر و منزلت کا مدار اس کے راویوں کی قدر و منزلت پر ہوگا۔ (یعنی جس منزلت کا راوی ہوگا اسی کے مطابق روایت کا درجہ ہوگا)

اعتراض ۸۶: (کہ ابو حنیفہؒ نے کہا کہ میں تم سے جو بیان کرتا ہوں اس کا اکثر خطا ہوتا ہے۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر یہ روایت المقری سے ثابت ہوتی تو وہ کبھی ابو حنیفہؒ سے روایت نہ کرتے حالانکہ وہ تو ان سے بہت سماعت کرنے والے ہیں تو یہی اس بات کی

دلیل ہے کہ یہ روایت من گھڑت ہے۔)

اور خطیبؒ نے طبع لوی کے ص ۳۰۲ اور طبع ثانیہ کے ص ۳۲۵ میں عبد اللہ بن عمر البغوی۔ ابن المقرئ۔ المقرئ کی سند نقل کر کے کہا کہ المقرئ نے کہا کہ میں نے ابو حنیفہؒ کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے عطاءؒ سے افضل کوئی نہیں دیکھا اور جو میں تمہیں اس کے بارہ میں بیان کرتا ہوں وہ اکثر غلط ہوتا ہے۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ خطیبؒ نے اس کو دو سندوں سے پیش کیا ہے۔ پہلی سند میں البغوی ہے اور اس کے بارہ میں ابن عدیؒ کہتے تھے کہ بے شک بغداد کے مشائخ کا اس کی تضعیف پر اتفاق تھا۔ اور دوسری سند میں دمج ہے اور اس کے پاس ابوالحسن العطار اور علی بن الحسن الرضائی جیسے لوگ کئی چیزیں داخل کرتے تھے اور اس میں لاہار بھی ہے۔ اور یہ روایت بھی دمج کی کاہوائی ہو سکتی ہے۔ اور شاید کہ ابن المقرئ کے بعد والے کسی روای نے حدیث میں ہمزہ زائد کر کے احسنکم کر دیا ہو اور ان کا کلام رلوپوں میں سے کسی رلوی کی غلطی کے ضمن میں تھا۔ اور رلوی ابن المقرئ سے اس کی عبارت ضبط نہ کر سکا ورنہ تو تصور نہیں کیا جاسکتا کہ ابو عبد الرحمن بن عبد اللہ بن یزید المقرئ ابو حنیفہؒ کو اس واقعہ کے بعد بھی لازم پکڑے رکھے اور ایسا کلام سننے کے بعد بھی اس سے سماعت کرتے رہے۔ جبکہ حل یہ ہے کہ وہ اس سے بہت زیادہ سماعت کرنے والوں میں سے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی ہے کہ اس جیسی کلام بالکل کسی عقلمند سے صلور نہیں ہو سکتی اور ابو حنیفہؒ کی عقل کا وزن اگر اس کے طبقہ کے اہل عقول کے ساتھ کیا جاتا تو وہ اس سے بھاری ہوتی تھی اور اس کی شہادت ان کے مخالفین بھی دیتے ہیں۔ اور شاید یہ قصہ گھڑنے والے نے یہ قصہ گھڑتے وقت غور نہ کیا تا کہ اللہ تعالیٰ اس کو گواہوں کی جماعت کے سامنے رسوا کرے۔

اعتراض ۸۷: (کہ وکیع نے کہا کہ ہمیں ابو حنیفہؒ نے بیان کیا کہ بے شک اس نے عطاءؒ سے سنا ہے۔ اگر اس نے اس سے سنا ہے۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ وکیع تو امام ابو حنیفہؒ کی عطاءؒ سے سماعت کو ثابت کرتے ہیں جیسا کہ خود خطیبؒ نے اس کی صراحت کی ہے تو یہ شک کے الفاظ ذکر کرنا بعد والے کسی رلوی کا کام ہے۔)

اور خطیبؒ نے طبع لوی کے ص ۳۰۲ اور طبع ثانیہ کے ص ۳۲۵ میں الحمیدی وکیعؒ

کی سند نقل کر کے کہا کہ وکیع نے کہا کہ ہم سے ابو حنیفہؒ نے بیان کیا کہ بے شک اس نے عطاء سے سماعت کی ہے۔ اگر اس نے اس سے سماعت کی ہے۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ میرے خیال کے مطابق ان کان سمعہ کا لفظ وکیع کے بعد والے کسی راوی نے درج کر دیا ہے اور غالب یہی ہے کہ یہ الحمیدی کے الفاظ ہیں اور بالکل دکیع کے الفاظ نہیں ہیں۔ اس لیے کہ بے شک محمد بن ابیہ اور محمد بن سلام اور یحییٰ ابن جعفر وغیرہ جو دکیع کے خاص اصحاب ہیں وہ تو دکیع سے روایت کرتے ہیں کہ ابو حنیفہؒ کی عطاء سے سماعت ثابت ہے۔ جیسا کہ آپ مسنید ابی حنیفہؒ کی احادیث میں اس کا مصداق پائیں گے اور ابن حبان نے یقین کے صیغے کے ساتھ ابو حنیفہؒ کی عطاء سے سماعت کا ذکر کیا ہے۔ اور خود خطیبؒ نے بھی ترجمہ کی ابتداء میں یقین کے صیغہ کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہے تو یہاں اس کے مخالف روایت نہ جانے کیسے ذکر کر رہا ہے؟

اور قدیم زمانہ سے لے کر ابوالحجاج النریؒ امام ذہبیؒ اور علامہ ابن حجرؒ تک جتنے حضرات نے امام ابو حنیفہؒ کا تذکرہ کیا ہے۔ ان تمام کے کلمات اس بارہ میں ایک ہی جیسے ہیں کہ ابو حنیفہؒ کی عطاء بن ابی رباح سے سماعت ثابت ہے۔ اور لوگوں کے ہاں یہ بات بالکل محل نزاع نہیں ہے۔ اور اگر کسی اشعبلہ کی وجہ سے کسی نے بظاہر اس سے اس کی سماعت کا انکار کیا ہے تو اس نے ایسا جواب پلایا جس سے اس کا شبہ دور ہوتا گیا۔ پس اگر اشعبلہ عمر کے لحاظ سے ہے تو کم از کم ابو حنیفہؒ کی ولادت کے بارہ میں جو قول کیا گیا ہے وہ ۸۰ھ ہے اور ابن حبان نے ۷۰ھ ذکر کیا ہے۔ اور ابن فداو نے جو روایات کی ہیں ان میں ۱۱۷ھ ہے اور ان میں سے جو قول بھی لیا جائے اس کے مطابق تصور نہیں کیا جاسکتا کہ اس نے عطاء کو نہ پلایا ہو اس لیے کہ عطاء کی وفات ۱۱۳ھ ہے اور یہ بات مشہور ہے کہ ابو حنیفہؒ نے بچپن جج کیے ہیں اور امام ترمذیؒ نے کتاب العطل میں ابو حنیفہؒ کا قول ذکر کیا ہے کہ میں نے عطاء سے افضل کوئی نہیں دیکھا یعنی اہل مکہ میں سے۔ اور ابن عبد البرؒ نے جامع بیان العلم ص ۳۵ ج ۱ میں اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ ابو حنیفہؒ نے ۱۱۳ھ میں جج کیا پس جب ان کا جج اس سن میں ثابت ہے تو کیسے تصور کیا جاسکتا ہے کہ انہوں نے عطاءؒ جو کہ مکہ کے عالم تھے ان سے ملاقات نہ کی ہو۔ پس ظاہر ہو گیا کہ اس سماع کے بارہ میں طعن کرنے والا عطاء سے ابو حنیفہؒ کی روایت کے بارہ میں اندھا نہیں بلکہ اپنی ذاتی بیماری کی وجہ سے اندھی راہ چلنے والا ہے اور اس کے بعد قارئین کرام یہ بھی جان لیں کہ بے شک اس خبر کی سند میں ابن رزقؒ اور

ابی عمرو بن السماک اور الحمیدی جیسے حضرات ہیں جن کا کھلا تعصب تفصیل سے معلوم ہو چکا ہے جس کی یہل بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ مگر یہ بتانا ضروری ہے کہ بے شک ابن ابی حاتم نے یہ روایت اپنے باپ سے اور اس نے الحمیدی سے روایت کی ہے تو زیادتی الحمیدی سے ہے اور وہ اکثر ابن عیینہ کا کلام جب روایت کرتا ہے تو اس کی کلام ختم ہونے پر خاموش نہیں رہتا بلکہ اس کی کلام کے متصل کلام کرتا جاتا ہے تو مخاطب کو کلام کی ابتداء اور اس کی انتہاء کا پتہ ہی نہیں چلتا۔ (تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہل بھی الحمیدی نے ایسا ہی کیا ہے تو ان کا سمعہ کی زیادتی الحمیدی کی جانب سے ہے۔)

اعتراض ۸۸: (کہ محمد بن حمال نے خواب میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ کیا میں ابو حنیفہ کی رائے پر عمل کروں تو آپ نے فرمایا، نہیں نہیں نہیں۔ تو پھر پوچھا کہ کیا حدیث پر عمل کروں تو آپ نے فرمایا۔ ہاں ہاں ہاں۔ پھر آپ نے مجھے دعا سکھائی مگر میں بیدار ہونے پر وہ دعا بھول گیا۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ باقی لوگوں کی خوابیں اگر سچی ہوں تو ان کا زیادہ سے زیادہ درجہ الہام کا ہے اور ان سے علمی مسائل اور شرعی احکامات میں دلیل پکڑنا درست نہیں ہے تو جب سچی خوابوں کا یہ حل ہے تو من گھڑت خوابوں سے کسی کی کردار کشی کرنے کی اجازت کیسے ہو سکتی ہے؟)

ادبہ خطیب نے طبع اولیٰ کے ص ۴۰۲ اور طبع ثانیہ کے ص ۴۲۵ میں البرقانی۔ ابو بکر احمد بن ابراہیم الجلبلی۔ الخوارزمی۔ ابو محمد عبد اللہ بن ابی القاسمی کی سند نقل کر کے کہا کہ ابو محمد نے کہا کہ میں نے محمد بن حمال کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے خواب میں نبی کریم ﷺ کو دیکھا تو میں نے پوچھا یا رسول اللہ آپ کا ابو حنیفہ اور اس کے اصحاب کے کلام میں نظر کرنے کے بارہ میں کیا فرمان ہے، کیا میں اس میں نظر کروں اور اس کے مطابق عمل کروں تو آپ نے فرمایا نہیں نہیں نہیں۔ آپ نے تین مرتبہ نہیں فرمایا۔ تو میں نے پوچھا کہ کیا آپ کی حدیث اور آپ کے اصحاب کی حدیث میں نظر کروں اور اس کے مطابق عمل کروں تو آپ نے فرمایا ہاں ہاں ہاں۔ آپ نے تین مرتبہ ہاں فرمایا۔ پھر میں نے کہا یا رسول اللہ مجھے کوئی دعا سکھائیں تاکہ میں وہ دعا کیا کروں تو آپ نے مجھے دعا سکھائی اور تین مرتبہ میرے سامنے دہرائی تو جب میں بیدار ہوا تو اس دعا کو بھول گیا۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ اب خوابوں کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے اور ابو حنیفہ کے مخالف اس

میں بھی اتنے آگے نکل چکے ہیں کہ ان تک پہنچا نہیں جاسکتا۔ اور اس خواب کا راوی محمد اللہ بن ابی القاضی ایسا ہے کہ ہم نے اس فن کے آدمیوں میں سے کسی کو نہیں دیکھا کہ اس نے اس کی توثیق کی ہو۔ اور امام بخاریؒ نے الضعفاء میں اس سے روایت لی ہے اور بہر حال جن لوگوں نے یہ خیال کیا ہے کہ امام بخاریؒ نے اس سے اپنی صحیح میں روایت لی ہے تو انہوں نے وہم کیا ہے کیونکہ وہ اس کی شرط کے مطابق نہیں ہے اور نہ ہی اس سے صحاح ستہ والوں میں سے کسی نے روایت لی ہے۔ اور محمد بن حمالو کہ مقاتل بن سلیمان الموزنی شیخ الجسہ کے اصحاب میں سے ہے وہ مشہور وضلع ہے۔ اور اس (زعفران سے رنگے ہوئے) رنگین خیال کے بطلان کی وضاحت میں صرف اتنا ہی کافی ہے۔ اور بہر حال سچے لوگوں کی سچی خوابیں تو ان کے بارہ میں زیادہ سے زیادہ جو کہا جاسکتا ہے وہ یہ ہے کہ بے شک وہ امام کے قبیل سے ہیں۔ تو دیکھنے والوں کے لیے صرف اپنی ذات کی حد تک اس پر عمل کرنا جائز ہے بشرطیکہ وہ کسی شرعی حکم سے متصلاً نہ ہو نیز یہ کہ اس نے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس شرط کے مطابق دیکھا ہو جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کی ہے جو کہ شامل تنزیہ میں ہے اور اس سچی خواب کے ذریعہ سے بھی مسائل ملیہ اور احکام شرعیہ میں دلیل پکڑنا صحیح نہیں ہے۔ اور اہل حق کے نزدیک امام علم کے اسباب میں سے نہیں ہے۔ اور جو کتابیں ابو حنیفہؒ کے مناقب میں لکھی گئی ہیں ان میں سے کئی کتابوں میں اس خواب کے برعکس خوابوں کا ذکر ہے۔ لیکن ہم یہاں ان کو نقل نہیں کرنا چاہتے اس لیے کہ یہ اہل علم کا طریق نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہمیں راہ راست پر گامزن رکھے۔ اور اہل سنت کے ائمہ میں سے کئی ایسے پائے جاتے ہیں جو انبیاء کرام علیہم السلام کی خوابوں کے علاوہ دیگر لوگوں کی خوابوں کو باطل خیال سمجھتے ہیں۔

اور عجیب بات ہے کہ بے شک مخالفین کے پاس جب کوئی دلیل نہ رہی تو وہ کلیوں اور طعن پر اتر آئے۔ پھر خوابوں کا سارا لیا پھر اس میں جس کو وہ چاہتے ہیں دلیل بنا لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ آپ دیکھیں گے کہ ان میں سے بعض نے نبی کریم ﷺ کو اس محفل میں بھی حاضر کر دیا جس میں خطیبؒ نے اپنی تاریخ کو پڑھا۔ وہ تاریخ جو لوگوں کی خبروں سے متعلق کھلم کھلے جموئے واقعات کی وجہ سے اور ان موضوع احادیث کی وجہ سے غصہ دلانے والی ہے جن کو خطیبؒ نے ان کے وضع ہونے کی وضاحت کیے بغیر ہی نقل کر دیا ہے جیسا

کہ اہل علم پر عقلی نہیں ہے اور اس کا دار و مدار صرف کمزور دینی اور چھپے ہوئے فتنوں پر ہے جبکہ اس جیسی چیز سے صرف وہی آدمی دھوکہ دہی سے کام لیتا ہے جس کی عقل میں فتور ہو یا اس کا ایمان کمزور ہو۔ ہم اللہ تعالیٰ سے عاقبت طلب کرتے ہیں۔

اعتراض ۸۹: (کہ عبد اللہ بن المبارکؒ نے کہا کہ ابو حنیفہؒ نے کتاب الحیل میں اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال اور حلال کردہ چیزوں کو حرام قرار دیا ہے۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ کتاب الحیل کی امام ابو حنیفہؒ کی طرف نسبت کرنا کھلم کھلا جھوٹ ہے)

اور خطیبؒ نے طبع لوٹی کے ص ۴۰۳ اور طبع ثانیہ کے ص ۴۲۱ میں محمد بن عبید اللہ الحنفی۔ محمد بن عبد اللہ الشافعی۔ محمد بن اسماعیل السلمی الترمذی۔ ابو توبہ الریح بن نافع۔ عبد اللہ بن المبارکؒ کی سند نقل کر کے کہا کہ عبد اللہ بن المبارکؒ نے کہا جو آدمی ابو حنیفہؒ کی کتاب الحیل دیکھے گا تو وہ پائے گا کہ اس نے اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال اور حلال کردہ چیزوں کو حرام قرار دیا ہے۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ اس کی سند مرکب ہے اور اس میں محمد بن اسماعیل السلمی ہے جس کے بارہ میں ابن ابی حاتم نے کہا کہ حضرت محمد بن اسماعیل نے اس پر کلام کیا ہے اور اس کا ردی محمد بن عبد اللہ الشافعی تو انتہائی متعصب تھ۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ابو حنیفہؒ کا ذکر اس روایت میں بہت عرصہ بعد درج کیا گیا ہے۔ اور لازہری کی سند جو آری ہے اس میں ہے اور وہ لوگ جو ان سے روایت کرتے ہیں بے شک وہ کتاب الحیل میں کلام کرتے ہیں۔ پختہ بات ہے کہ وہ ایسی کتاب کے بارہ میں کلام کرتے ہیں جو ایسے مسائل پر مشتمل ہے جو صریح کفر تک پہنچانے والے ہیں اور حق کو باطل اور باطل کو حق کرنے والے اور واجب کو ساقط کرنے والے ہیں۔ اور تشریعی احکامات سے متعلق ہیں۔ اس کا چرچا وہ لوگ کرتے ہیں جو اس زمانہ میں بے حیا مشہور تھے۔

بہر حال اس مذکورہ کتاب کی نسبت ابو حنیفہؒ کی طرف کرنا بالکل باطل ہے اس لیے کہ بے شک اس کے اصحاب میں سے جو اس کی تعلیقات کے ردی ہیں ان میں سے کسی نے بھی کسی ایسی کتاب کا ذکر نہیں کیا اور نہ ہی ثقہ ردیوں میں سے کسی نے صحیح سند کے ساتھ اس سے یہ روایت کی ہے۔ پس جس نے اس کتاب کی نسبت اس کی طرف کی ہے تو اس نے جھوٹ اور غلط نسبت کی ہے اور کتنے ہی لوگ ایسے پائے جاتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ

کی طرف ایسی باتیں منسوب کرتے ہیں جن سے وہ بری الذمہ ہیں۔ جب یہ صورت حل ہے تو امت محمدیہ کا عالم کیسے اس صورت حال سے بچ سکتا ہے۔ اور خلیفہؒ نے ابن المبارکؒ سے اور روایت بھی نقل کی ہے جس کی سند میں الخراز ہے اور اس کا پہلے کئی دفعہ ذکر ہو چکا ہے۔ اس روایت میں ہے کہ ابن المبارکؒ نے کہا کہ جس شخص کے پاس ابو حنیفہؒ کی کتب الجلیل ہے اور وہ اس کے مطابق عمل کرتا یا اس کے مطابق فتویٰ دیتا ہے تو اس کا حج باطل ہو گیا اور اس کی بیوی اس سے ہائے ہو گئی اور اس سند میں ایک راوی ہدیہ ہے اور یہ لفظ یاء کے ساتھ ہے اور اس کی دلیل کہ ابو حنیفہؒ کا ذکر اس میں بعد میں درج کیا گیا ہے ابن المبارکؒ کے مولیٰ کا قول ہے جو اس نے اس کلام کو سننے کے بعد کہا۔ اے عبد الرحمن (یعنی ابن المبارک) میں نہیں خیال کرتا کہ کتب الجلیل صرف شیطان نے ہی وضع کی ہے تو ابن المبارکؒ نے کہا جس نے کتب الجلیل وضع کی ہے وہ شیطان سے بھی زیادہ شریر ہے اور اس کے درج ہونے کی دلیل یہ ہے کہ جن حضرات نے ابو حنیفہؒ کے حالات لکھے ہیں ان میں سے کسی نے بھی اس کا ذکر نہیں کیا جیسا کہ ابن ابی حاتمؒ۔ العسقلیؒ۔ ابن عدیؒ اور ابن حبانؒ وغیرہ۔ حالانکہ ان میں سے کئی ابو حنیفہؒ کے بارہ میں انتہائی متعصب ہیں۔ اگر ان کے پاس کوئی دلیل ہوتی جس کی وجہ سے وہ اس کتب کی نسبت ابو حنیفہؒ کی طرف کر سکتے تو وہ ڈھول پیٹتے اور بانسریاں بجا کر اس کی تشییر کرتے جیسا کہ ان کی عادت مشہور ہے۔ تو اس سے ظاہر ہو گیا کہ دونوں روایتوں میں ابو حنیفہؒ کا ذکر بہت عرصہ بعد درج کیا گیا ہے۔ ہاں ابن عبد البرؒ اور ابن ابی العوامؒ اور الصیمریؒ وغیرہ ثقہ لوگوں کی کتابوں میں کچھ تخریج کیے ہوئے مسائل ابو حنیفہؒ سے روایت کیے گئے ہیں لیکن ان میں سے کوئی مسئلہ بھی ایسا نہیں ہے جو کسی حکم شرعی سے ٹکراتا ہو بلکہ سارے کے سارے مسائل حق کو باطل اور باطل کو حق ثابت کیے بغیر تنگ مقلات سے جان چھڑانے کے طریق پر مشتمل ہیں۔ اور اسی کی طرف کتب و سنت نمائندگی کرتی ہیں بلکہ وہ تمام حیلہ جات جو اس کے اصحاب سے صحیح سندوں کے ساتھ اس ضمن میں روایت کیے گئے ہیں وہ اسی قبیل سے ہیں۔

اور امام ذہبیؒ نے امام محمد بن الحسن الشیبلیؒ کے ترجمہ میں ذکر کیا ہے کہ وہ کتب الجلیل سے بری الذمہ ہیں۔ اور اس نے صراحت کی ہے کہ وہ اس کے اصحاب کی کتابوں میں سے نہیں ہے۔ پس جو آدمی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ کتب الجلیل ابو حنیفہؒ کی ہے تو وہ اس کا ذکر

صراحت کے ساتھ اس کے ایسے اصحاب اور اصحاب کے اصحاب کے طریق سے صحیح اسناد سے ثابت کرے جو کہ اس کی فقہ کے حامل ہیں۔ درنہ یہ کھلم کھلا بہتان ہوگا اور بعض کذابوں نے ابو حنیفہؒ سے حیلہ جلت میں ایک کتب زلویت کرنے کا ارادہ کیا ایسی سند کے ساتھ جو مرکب ہے تو وہ اس میں رسوا ہوئے اور وہ ابوالطیب محمد بن الحسین بن حمید بن الربیع ہے جو کہ کذاب ابن کذاب ہے۔ اس نے تین سو سال بعد دعویٰ کیا کہ بے شک اس نے ابو عبد اللہ محمد بن بشر الرقی عن خلف بن بیان کی سند سے ۲۵۸ھ میں کتب اخیل سنی ہے۔ اور مطین نے کہا کہ بے شک یہ محمد بن الحسین کذاب ابن کذاب ہے اور ابن عقدہ نے اس کی تائید کی۔ پھر ابن عدی نے تائید کی اور ابو احمد الحاکم ابن عقدہ اس میں ہے اور ابن عدی نے ابن عقدہ کے معاملہ کو قوی قرار دیا ہے اور ان لوگوں کا رد کیا ہے جنہوں نے اس کے بارہ میں کلام کیا ہے بلکہ امام سیوطی نے التبعات ص ۵۷ میں کہا کہ ابن عقدہ بڑے حفاظ میں سے ہے اس کو لوگوں نے ثقہ کہا ہے۔ اور اس کو ضعیف صرف اس کے ہم عصر بعض متعصب لوگوں ہی نے کہا ہے۔ الخ۔

پھر محمد بن الحسین کا شیخ مجہول الصفت ہی نہیں بلکہ مجہول العین ہے اور اس کے شیخ کا شیخ بھی مجہول ہے بلکہ اس کا کوئی وجود ہی نہیں۔ اور اس سے زیادہ کیا رسوائی ہو سکتی ہے کہ ابو حنیفہؒ کی طرف کتب منسوب کی جائے جن کے اصحاب دنیا کے کونے کونے میں موجود ہیں ایسی روایت کے ساتھ جو مجہول شخص سے ہو اور وہ بھی ایسے مجہول سے روایت کر رہا ہو جس کا اس سند کے سوا کسی اور روایت میں کوئی وجود ہی ابو حنیفہؒ سے روایت کرنے والے راویوں میں نہیں ملتا بلکہ مطلقاً راویوں میں اس کا نام نہیں ملتا۔ اور ابن ابی العوامؒ نے محمد بن احمد بن حنبل۔ محمد بن شجاع کی سند سے نقل کیا ہے کہ محمد بن شجاع نے کہا کہ میں نے اپنے اصحاب الحسن بن ابی مالک اور ابو علی الرازی وغیرہ سے سنا جو کہ ابو یوسفؒ کے اصحاب میں سے تھے اور وہ آپس میں ایسے آدمی کے بارہ میں مذاکرہ کر رہے تھے جو دوسرے کو کفر کا حکم دیتا ہے تو میں نے ان کو دیکھا کہ وہ اس پر متفق تھے کہ بے شک ابو حنیفہؒ اور ابو یوسفؒ کا قول ہے کہ جس نے کسی دوسرے کو کفر کا حکم دیا تو وہ حکم کرنے کی وجہ سے ہی کافر ہو جاتا ہے اور اگر اس نے کفر کا ارادہ کیا تو وہ ارادہ کی وجہ سے کافر ہو جاتا ہے اس لیے کہ بے شک کفر کا حکم دینا کفر ہے اور کفر کا پختہ ارادہ کرنا بھی کفر ہے۔ پس کفر کا حکم دینے کا ارادہ

کرنے والا ایسا ہی ہے جیسا کہ کفر کا پختہ ارادہ کرنے والا۔ یہ قول ہے ابو حنیفہؒ کا۔ اور میں نے ان کو نہیں دیکھا کہ انہوں نے اس میں اختلاف کیا ہو۔ محمد بن شجاع نے کہا کہ میں نے الحسن بن ابی مالک سے سنا جو مجلس میں اپنے اصحاب سے کہہ رہا تھا اور وہ اس پر متفق تھے کہ بے شک ابویوسفؒ نے ابو حنیفہؒ سے نقل کیا ہے کہ اگر کوئی شخص کعبہ کے علاوہ کسی دوسری طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا ارادہ کرتا ہے مگر اس کی غلطی سے اتفاق سے منہ کعبہ کی طرف ہی رہا (مثلاً) وہ کعبہ کی جانب کو اپنے خیال کے مطابق کوئی اور جانب سمجھ کر نماز پڑھتا ہے) تو بے شک وہ اس کی وجہ سے کافر ہو جاتا ہے۔ اور میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ اس نے اس کا انکار کیا ہو۔ الخ۔ تو ابو حنیفہؒ کی کتاب میں ایسی باتیں کیسے ہو سکتی ہیں جو خلیفہؒ نے نقل کی ہیں اور جس کتاب کی نسبت اس کی طرف کی ہے وہ کتاب اس کی کیسے ہو سکتی ہے؟

اعتراض ۹۰: (کہ حفص بن غیاثؒ نے کہا کہ ایک ہی دن میں ایک ہی مسئلہ میں ابو حنیفہؒ نے پانچ قول کیے تو میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ حفص بن غیاثؒ کا لام ابو حنیفہؒ کو چھوڑ دینے کا قول بالکل باطل ہے اور پہلے گزر چکا ہے کہ مجتہد پر اپنی رائے بدلنے کی وجہ سے کوئی طعن نہیں ہو سکتا)

اور خلیفہؒ نے طبع لوئی کے ص ۳۰۳ اور طبع ثانیہ کے ص ۲۲۷ میں حفص بن غیاثؒ سے نقل کیا ہے کہ میں ابو حنیفہؒ کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو میں نے اس سے سنا کہ اس سے ایک مسئلہ کے بارہ میں ایک ہی دن میں کئی بار پوچھا گیا تو اس نے اس کے بارہ میں پانچ مختلف اقوال سے فتویٰ دیا۔ تو جب میں نے یہ دیکھا تو اس کو ترک کر دیا اور حدیث پر توجہ کرنے لگا۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ حدیث پر متوجہ ہونے کی وجہ سے اس (حفص) پر کوئی ملامت نہیں ہے۔ اور ہر حال اس کا ابو حنیفہؒ کو چھوڑ دینا تو یہ اس پر جھوٹ ہے کیونکہ وہ تو اس کی زندگی اور مرنے کے بعد اس کے حلفاء میں سے بہت ہی زیادہ اس سے سلوک کرنے والا تھا۔ اور اس واقعہ کی سند میں ابن رزق۔ اللہ بار اور ابراہیم بن سعید ہیں اور مطبوعہ نسخوں میں ابن سلم اور ابراہیم بن سعید کے درمیان سے اللہ بار چھوٹ گیا ہے اور یہ چولیس کا تیسرا پتھر ہے۔

احتراس ۹: (کہ عبد اللہ بن المبارکؒ نے کہا کہ میں نے ابو حنیفہؒ سے جو چیز بھی روایت کی ہر چیز کو چھوڑ دیا۔ پھر اللہ سے بخشش مانگی اور توبہ کی۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر عبد اللہ بن المبارکؒ کے ابو حنیفہؒ کو چھوڑ دینے کی روایت صحیح ہوتی تو اس کے چھوڑنے کا علم عبد اللہ بن المبارکؒ کے ساتھیوں کو ضرور ہوتا حالانکہ انہوں نے اس بارہ میں کوئی تذکرہ نہیں کیا تو یہی اس روایت کے من گھڑت ہونے کے لیے کافی ہے۔)

اور خطیبؒ نے طبع لوئی کے ص ۴۰۴ اور طبع ثانیہ کے ص ۴۲۸ میں زکریا۔ الحسین بن عبد اللہ نیسابوری۔ کی سند نقل کر کے کہا کہ الحسین نے کہا کہ میں عبد اللہ یعنی ابن المبارکؒ پر ایسی شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے اس کے بارہ میں پوچھیں گے کہ بے شک اس نے مجھ سے کہا اے حسین بے شک میں نے ہر وہ چیز جو ابو حنیفہؒ سے روایت کی اس کو ترک کر دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگی اور توبہ کی ہے۔

الجواب : میں کہتا ہوں کہ اس روایت کا راوی زکریا جو ہے وہ ابن سہل المروزی ہے اور اس تک سند دی ہے جو پہلی روایت کی سند ہے تو اس میں عمر بن محمد الجوهری ہے اور وہ السدلی ہے جو الحسن بن عرفہ۔ یزید بن ہارون۔ حماد بن سلمہ۔ قتادہ۔ عکرمہ۔ ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن اللہ کی سند سے روایت نقل کرنے میں مفرد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”میں اللہ ہوں“ میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے، جس نے میرا کلمہ پڑھا میں اس کو اپنی جنت میں داخل کروں گا اور جس کو میں اپنی جنت میں داخل کروں گا تو وہ میرے عذاب سے امن پائے گا اور قرآن میرا کلام ہے اور مجھ سے نکلا ہے۔“ اور امام ذہبیؒ نے خطیبؒ کی سند سے اس کو نقل کرنے کے بعد کہا کہ یہ موضوع روایت ہے اور جو موضوع روایت کرنے میں مفرد ہو تو اس سے بہت ممکن ہے کہ وہ ابو حنیفہؒ کے بارہ میں ابن المبارکؒ کی زبان سے جو چاہے کہتا پھرے۔ اور سند میں کتنے بڑے بڑے متنبہ ہیں۔ اور ابوبکر المروزی نے کتب الورع میں ذکر کیا ہے جو احمد کی روایت سے ہے کہ بے شک ابن راہویہ نے ابن المبارکؒ کی کتابوں سے تین سو سے زائد ایسی حدیثیں منتخب کیں جو ابو حنیفہؒ کے مذہب کی دلیلیں تھیں اور ان کو ابن المبارکؒ کی وفات کے بعد عراق لے کر آیا تا کہ ان کے بارہ میں اہل علم سے پوچھے اور وہ خیال کرتا تھا کہ روئے زمین پر کوئی بھی ایسا آدمی نہیں ہے جو ابو حنیفہؒ کا رد کر سکے۔ تو وہ بصرہ میں عبد الرحمن بن مہدیؒ سے ملا تو ابن مہدیؒ نے ابو تمیلہ

کا مرہیہ اس کے سامنے پڑھا جو اس نے ابن المبارکؒ کی وفات پر کہا تھا۔ اور وہ مرہیہ طویل ہے اور ابن مہدیؒ مرہیہ سن کر روتا رہا کیونکہ اس کے دل میں ابن المبارکؒ کی بہت قدر و منزلت تھی اور جب وہ اس کے اس شعر تک پہنچا۔

وبرأى النعمان كنت بصيرا حين يوتى مقاييس النعمان

”اے ابن المبارکؒ تو نعمان کی رائے کو بہت اچھی طرح جاننے والا تھا جبکہ نعمان کے قیاسی مسائل پیش کیے جاتے تھے۔“ تو اس نے یہ کہتے ہوئے اس کی کلام کو قطع کر دیا کہ بے شک تو نے شعر بگاڑ دیا ہے اور کہا کہ ابن المبارکؒ کا عراق میں ابو حنیفہؒ سے روایت کرنے کے علاوہ اور کوئی گناہ نہیں ہے جیسا کہ یہ حکایت تفصیل سے ابن قتیبہؒ کی کتاب الاختلاف فی اللفظ کے مقدمہ میں بیان کی گئی ہے اور ابو حنیفہؒ سے اس کے انحراف کی وجہ بھی ذکر کی گئی ہے۔ اور اگر ابن مہدیؒ کو علم ہوتا کہ ابن المبارکؒ نے ابو حنیفہؒ سے روایت کرنے سے رجوع کر لیا تھا تو وہ تو صحیح صحیح کر اس کا ذکر کرتا اور اس جیسی شخصیت کا ابو حنیفہؒ سے انحراف اور ابن المبارکؒ کے پاس ابن مہدیؒ کا اہتمام سے آنا جانا تو اس لائق ہے کہ اگر اس (ابن المبارکؒ) نے رجوع کیا ہوتا تو اس (ابن مہدیؒ) کو رجوع کا علم ہوتا۔ اور اسی طرح اگر ابن المبارکؒ کا ابو حنیفہؒ سے علم حاصل کرنے اور روایت لینے سے رجوع کر لینا صحیح ہوتا تو ابو تمیلہ اپنے مرہیہ میں ان الفاظ سے اس کی مدح نہ کرتا کہ تو نعمان کی رائے کا بہت اچھی طرح واقف تھا۔ اور آدمی کے شہر والے اس کے حالات کو بہتر جانتے ہیں۔ اور ابن عبد البرؒ نے الانتقاء ص ۱۳۲ میں اپنی سند کے ساتھ ابن المبارکؒ کا واقعہ ذکر کیا ہے کہ بے شک انہوں نے ایک ایسے آدمی سے کہا جس نے ان کی مجلس میں ابو حنیفہؒ پر طعن کیا تھا کہ چپ ہو جا۔ اللہ کی قسم اگر تو ابو حنیفہؒ دیکھتا تو یقیناً غلغلہ اور علی نسب کو دیکھتا اور بے شک ابن المبارکؒ ابو حنیفہؒ کا ذکر اچھے کلمات سے کرتے تھے اور ان کی تعریف اور مدح کرتے تھے۔ اور ابو اسحاق الفراءؒ ابو حنیفہؒ سے بغض رکھتا تھا اور جب وہ جمع ہوتے تو ابو اسحاق کو جرات نہ ہوتی تھی کہ ابن المبارکؒ کے سامنے ابو حنیفہؒ کے بارہ میں ذرا بھی کچھ ذکر کر سکے۔

اور ابو القاسم بن ابی العوامؒ نے محمد بن احمد بن حنبلہ۔ احمد بن القاسم البرقی۔ ابن ابی رزمہ۔ عبدان کی سند نقل کر کے کہا کہ عبدان نے کہا کہ میں نے عبد اللہ بن المبارکؒ کو کہتے ہوئے سنا کہ لوگ جب ابو حنیفہؒ کا تذکرہ برائی سے کرتے ہیں تو مجھے یہ بات بری لگتی

ہے اور میں ان پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا خوف کھاتا ہوں۔ اس کے علاوہ اور بھی ان سے ایسے اقوال موجود ہیں جن سے بہتان تراشوں کی بہتان تراشی کا بھید کھل جاتا ہے۔

اور بہرحال خطیبؒ نے جو اس کے بعد روایت کی ہے (کہ ابو داؤد نے کہا کہ ابن المبارکؒ نے کہا کہ ابو حنیفہؒ کی مجلس حضور علیہ السلام پر درود شریف پڑھنے سے خلل ہوتی تھی اور ہم ابو حنیفہؒ کی مجلس میں سفیان ثوری سے چوری چھپے جلتے تھے تو اس کی سند مقطوع ہے۔ اس لیے کہ ابو داؤد نے ابن المبارکؒ کو نہیں پایا اور ان کے درمیان بیابان ہیں۔ نیز ابو داؤد تک سند بیان کرنے میں بھی خطیبؒ منفرد ہے۔ اور ابو صالح محمد سعید بن حملو الجلودی نے جو کہا ہے قل ابو داؤد تو یہ بھی انقطاع کا صیغہ ہے۔ اور ابو داؤد تو ابو حنیفہؒ کی لہانت کا اقرار کرنے والے لوگوں میں سے ہیں جیسا کہ ابن عبد البرؒ کی روایت میں پہلے گزر چکا ہے۔ بلکہ ابو بشر الدوبلیؒ کی روایت میں ہے جو کہ ابراہیم الجوزجانی۔ عبدان کی سند سے ہے کہ ابن المبارکؒ نے کہا کہ مجھے ثوری کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا اچھا لگتا تھا۔ میں جب چاہتا تو اس کو نماز پڑھتے ہوئے اور جب چاہتا تو عجلت میں اور جب چاہتا تو فقہ میں دقیق مسائل حل کرتے ہوئے دیکھتا لٹ۔ یہاں ابو حنیفہؒ کے ذکر کا ذرا بھی اشارہ کیے بغیر ابن المبارکؒ کا قول ہے۔ اور بہتان تراش نے خبر میں ہیر پھیر کر دی اور مرضی کے مطابق اضافہ کر دیا یہاں تک کہ ابو حنیفہؒ کی مجلس کو ایسا بنا دیا کہ اس میں نہ تو نبی کریم ﷺ کا ذکر ہوتا اور نہ ہی آپ پر درود شریف ہوتا۔ اے اللہ تیری ذات پاک ہے۔ یہ ابن المبارکؒ پر ایسا بہتان تراشی کا بہتان ہے جس کا پردہ چاک ہے۔ جب مخالفین کی روایات کے مطابق یہ بات ثابت ہے جو کہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں (ابن المبارکؒ) نے ابو حنیفہؒ سے چار سو حدیثیں حاصل کیں اور کوئی حدیث ایسی نہیں جس کی روایت میں نبی کریم ﷺ کا ذکر اور آپ پر درود شریف نہ ہو تو یہ دعویٰ (کہ ابو حنیفہؒ کی محفل درود شریف سے خلل ہوتی تھی) انتہائی بے شرمی کی بات ہے۔

اور بے شک ابن ابی العوامؒ نے ابراہیم بن احمد بن حنبل۔ القاسم بن غسٹن۔ عن ابیہ۔ بشر بن یحییٰ۔ ابن المبارکؒ کی سند سے بیان کیا ہے کہ ابن المبارکؒ نے کہا کہ میں نے ابو حنیفہؒ سے بڑھ کر اپنی مجلس میں زیادہ حلم والا اور اچھی عادت والا اور بلو قار نہ کسی عالم کو اور نہ غیر عالم کو دیکھا ہے۔ اور البتہ تحقیق ہم ایک دن جامع مسجد میں اس کے ساتھ تھے تو

ہمیں پتہ ہی نہ چلا کہ اچانک ایک سناپ جمعیت سے گر کر ابو حنیفہؒ کی گود میں جا کر اتار انہوں نے دامن جما کر اس کو پھینک دینے سے زیادہ کوئی عمل نہ کیا اور ہم میں سے ہر آدمی بھاگ گیا تو ابن المبارکؒ سے پوچھا گیا کہ اے ابو عبد الرحمن آپ بھی بھاگ گئے تھے تو اس نے کہا کہ میں تو بھاگنے میں ان سب سے زیادہ تیز تھا۔ پھر وہ شروع ہوئے ابو حنیفہؒ کی اور اس کے اخلاق کی تعریف کرنے لگے۔ اچھا۔ تو کیا اس جیسا آدمی وہ کچھ کہہ سکتا ہے جو ابو حنیفہؒ کے بارہ میں اس سے خطیبؒ نے نقل کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تعصب کا ستیاں کرے۔

اعتراض ۴۳: (کہ محمد بن عبد الوہاب نے کہا کہ ابو حنیفہؒ کی مجلس لغو اور بے وقار ہوتی تھی اور سفیان ثوری کی مجلس میں وقار، سکون اور علم ہوتا تھا تو میں نے اسی کو اختیار کر لیا۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ محمد بن عبد الوہاب القتلہ تو وہ ہیں جو مسانید میں امام ابو حنیفہؒ سے بکثرت روایت کرنے والے ہیں۔ اگر انہوں نے امام ابو حنیفہؒ کی مجلس اختیار نہ کی ہوتی یا ترک کر دی ہوتی تو وہ کیسے ان روایات کو بیان کرتے اور یہی بات خطیبؒ کی اس روایت کے رد کے لیے کافی ہے۔)

اور خطیبؒ نے طبع لوئی کے ص ۴۰۴ اور طبع چامپے کے ص ۴۲۹ میں ابو نصر احمد بن الحسین القاضی۔ ابوبکر احمد بن محمد اسحاق السبی الخفاف۔ عبد اللہ بن محمد بن جعفر۔ ہارون بن اسحاق۔ کی سند نقل کرتے ہوئے کہا کہ ہارون بن اسحاق نے کہا کہ میں نے محمد بن عبد الوہاب القتلہ کو کہتے ہوئے سنا کہ میں ابو حنیفہؒ کی مجلس میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ یہ مجلس لغو ہے، اس میں کوئی وقار نہیں ہے۔ اور میں سفیان ثوریؒ کی مجلس میں حاضر ہوا تو اس میں وقار اور سکون اور علم تھا تو میں نے اس مجلس کو لازم پکڑ لیا۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ القتلہ تو ان لوگوں میں سے ہے جو مسانید میں ابو حنیفہؒ سے بکثرت روایت کرنے والے ہیں۔ اور خطیبؒ کی روایت کے جھوٹا ہونا پر یہی دلیل کافی ہے۔ اور عبد اللہ بن محمد بن جعفر وہ نہیں ہے جو الشیخ بن حیان کا باپ ہے اس لیے کہ اس نے ہارون بن اسحاق الحمدانی کو نہیں پایا جس کی وفات ۲۵۸ھ میں ہوئی۔ بلکہ یہ عبد اللہ بن محمد القاضی القرونی ہے جو کہ کذاب مشہور ہے جس نے امام شافعیؒ کی جانب منسوب کر کے دو سو کے قریب ایسی حدیثیں وضع کیں جن میں سے کسی کو امام شافعیؒ نے بالکل بیان نہیں کیا۔ لیکن خطیبؒ پر ہیز نہیں کرتا بلکہ وہ اس کے طریق سے ابو حنیفہؒ کے مطاعن کی روایات کرتا جاتا

ہے جیسا کہ وہ اس کی روایت سے لام شافعیؒ کے مناقب میں روایت لینے سے نہیں ڈرتا۔
 اور بے شک اسی طرح کیا ہے اس نے احمد بن عبد الرحمن بن الجارود الرقی کے بارہ میں جس
 کو اس نے خود تاریخ ص ۶۶-۶۹ ج ۲ اور ص ۲۳۷ میں جھوٹا قرار دیا ہے۔ اور اگر یہ کھلے
 امور نہ ہوتے تو ایسے تیر نہ ہستے جو سیدھے خطیبؒ کی گردن تک پہنچ رہے ہیں تاکہ اس
 کو قتل کرنے کے مقام تک پہنچادیں۔

اور خطیبؒ نے اس کے بعد محمد بن عبد اللہ الحضری کے طریق نے ثوری سے حکایت
 کی ہے کہ بے شک وہ ابو حنیفہؒ کے پاس اٹھنے بیٹھنے سے روکتے تھے۔ اور ثوری کا اس کی
 مجلس سے روکنے کا ابو حنیفہؒ پر کیا اثر پڑتا ہے؟ یہ فرض کر کے کہ ابن رزق کو ضبط ہے اور یہ
 فرض کر کے کہ بے شک محمد بن ابی شیبہ کا مطین الحضری کے بارہ میں طعن درست نہیں
 ہے اور اس قسم کا روکنا تو ہم مصر لوگوں کے درمیان بکثرت پایا جاتا ہے۔ اور یہی حل اس خبر
 کا ہے جو اس کے بعد ہے۔ اور یہی تیسری سند تو اس میں الہیاتی ہے جس کے بارہ میں
 خطیبؒ خود کہتا ہے کہ اس کے اصول کمزور تھے اور وہ بکثرت غلطیاں کرتا تھا اور وہ غفلت کا
 شکار تھا اور اس کے ساتھ ساتھ وہ علم حدیث سے بالکل کور تھا۔ (تاریخ ص ۷۵ ج ۲) (۵)

اور اس کا ردی الجہود ایسا ردی ہے جو ایسی باتوں کو بھی روایت کرنا تھا جن کا اس کو
 سماع نہیں ہوتا تھا۔ جس کی صراحت الدار قطنیؒ نے کی ہے جیسا کہ خطیبؒ کی تاریخ ص ۱۹
 ج ۲ میں ہے۔ بے شک احمد بن سلیمان نے دوسرے کی کتب سے ان چیزوں کو بیان کیا جو
 اس کے اصول کے مطابق نہ تھیں جو کَعْلٌ وَلَعْلٌ کے ساتھ ہی ہیں۔ تو اس طریق کے
 ساتھ خطیبؒ کی ثوری کے بارہ میں یہ روایت ساقط ہو جاتی ہے کہ بے شک وہ ابو حنیفہؒ کی
 رائے میں غور کرنے سے منع کیا کرتے تھے۔ اور کہا کرتے تھے کہ بعض دفعہ ابو حنیفہؒ میرے
 سامنے آ جاتے تو مجھ سے کوئی مسئلہ پوچھتے تو میں اس کا جواب تو دے دیتا تھا مگر اس بات کو
 اچھا نہ سمجھتا تھا اور میں نے اس سے کبھی کوئی چیز دریافت نہیں کی۔ یہ بات کیسے درست ہو
 سکتی ہے حالانکہ علی بن مسرور سے صحیح روایت سے ثابت ہے کہ بے شک وہ ابو حنیفہؒ کی
 کتابیں ثوری کے پاس اس کے طلب کرنے پر لے کر جاتے تھے اور جب اس سے ابو حنیفہؒ
 نے اس کو منع کیا تو ثوری نے ابو حنیفہؒ کی مجلس میں اس حل میں حاضر ہونا شروع کر دیا کہ
 اپنا سروصاحب رکھا ہوتا تھا۔ اور ابن ابی العوامؒ اور ابو عبد اللہ الصیمریؒ کی کتابوں میں ان

روایات کو بیان کیا گیا ہے جن کو یہاں نقل کرنے سے بحث طویل ہو جائے گی اور عنقریب ابو حنیفہؒ کے بارہ میں ثوری کی روایت المرتدہ والی حدیث میں آرہی ہے۔ اور اس کے بعد والی خبر جس میں ہے کہ سفیان ثوری نے کہا کہ ابو حنیفہؒ علم اور سنت کے بغیر ہی امور میں بے سوچے سمجھے باتیں کیا کرتے تھے تو اس کی سند میں محمد بن الحسین بن حمید الریج ہے جو کذاب ابن کذاب ہے اور اس سند میں جو محمد بن عمر ہے وہ ابن ولید البیہقی ہے اور مطبوعہ تمام نسخوں میں ولید کی جگہ دلیل لکھ دیا گیا ہے جو کہ تصحیف ہے اور اس کے بارہ میں ابن حبان نے کہا کہ وہ لام مالکؒ سے ایسی باتیں نقل کرتا تھا جو اس کی حدیث میں سے نہ ہوتی تھیں تو اس سے احتجاج جائز نہیں ہے۔ اور ابو حاتمؒ نے اس کے معاملہ کو مضطرب خیال کیا ہے اور ابن الجوزیؒ نے اس کو الصففاء میں ذکر کیا ہے۔ اور اس کے بعد والی خبر جس میں ہے کہ سفیان کی مجلس میں لوگوں نے ابو حنیفہؒ کا تذکرہ کیا تو اس نے کہا کہ 'کہا جاتا تھا کہ نبطی جب عرب بن جائے تو اس کے شر سے پناہ مانگو۔ تو اس کی سند میں تینوں ساتھی ابن رزق اور ابن سلم اور اللہبار ہیں۔ اور بے شک ان کے تذکرے پہلے ہو چکے ہیں اور سفیان بن وکیع نے اس روایت کو بگاڑ کر خوش منظر بنا دیا ہے تو یہ روایت ایسی ہو گئی کہ اہل جرح کے ہاں اس کے ساتھ احتجاج درست نہیں ہے۔ اور ابو حنیفہؒ اصل فارسی النسب ہیں جو کہ بعد میں عرب بن گئے جیسا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام سریانی تھے تو عرب بن گئے تھے۔ اور النبط تو وہ لوگ ہیں جو آرامی ہیں جو کہ عراق کے اصلی باشندے ہیں اور اسی لیے تو النبطی کا لفظ عراقی پر استعمال کیا جاتا ہے۔ خواہ وہ ان کے نسب سے نہ ہو۔ جیسا کہ یہ بات انسب السمعانی سے معلوم کی جاسکتی ہے۔ تو یہ صحیح ہے کہ ابو حنیفہؒ کے بارہ میں کہا جائے کہ وہ لبلی تھے اس معنی کہ میں کہ وہ عراقی تھے اور یہ ایسے ہی ہیں کہ ان لوگوں کو رومی کہا جائے جو ترک کے بلاد عثمانیہ سے ہوں۔ یہ اعتبار کر کے کہ بے شک یہ بلاد اس کے اصلی باشندوں کے ساتھ مشہور ہیں اور وہ روم ہے۔ علاوہ اس کے یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ ہر لبلی جو عرب بن جائے اس سے پناہ مانگنا تو زری جمالت ہے اور جاہلیت کی وجہ سے ہے۔ اور ائمہ کے درمیان کتنے ہی الزعفرانی جیسے تھے جو لام شافعیؒ سے کنارہ کش رہتے تھے۔ (تو جیسے اس کی وجہ سے لام شافعیؒ پر کوئی طعن نہیں تو اگر بالفرض ثابت بھی ہو جائے کہ سفیان ثوریؒ ابو حنیفہؒ سے کنارہ کش ہو گئے تھے تو اس کی وجہ سے ابو حنیفہؒ پر بھی کوئی

طعن نہیں ہے)

اعتراض ۳۹۰: (کہ قیس بن ربیع نے کہا کہ ابو حنیفہ گزری ہوئی باتوں میں اجمل الناس تھے اور جو باتیں نہ ہوئی ہوں ان کے زیادہ عالم تھے۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ علم تو صرف اس ذات کو ہو سکتا ہے جس کا علم گزری ہوئی اور ہونے والی باتوں کو محیط ہو اس کا علم قیس بن ربیع کو کیسے ہو سکتا ہے اور یہی واضح بات اس روایت کے من گھڑت ہونے کے ثبوت کے لیے کافی ہے۔)

اور خطیبؒ نے طبع لوئی کے ص ۴۰۵ اور طبع ثانیہ کے ص ۴۳۰ میں الأبار۔ ابراہیم بن سعید الجوهری۔ عبد اللہ بن عبد الرحمن کی سند نقل کر کے کہا کہ عبد اللہ بن عبد الرحمن نے کہا کہ قیس بن ربیع سے ابو حنیفہؒ کے بارہ میں پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ وہ گزری ہوئی باتوں میں تمام لوگوں سے زیادہ جلیل تھے اور جو باتیں نہیں ہوئیں ان کو زیادہ جانتے تھے۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ اس کی سند میں ابن رزق اور ابن سلم اور الأبار کے علاوہ ابراہیم بن سعید بھی ہے جو کہ نیند کی حالت میں علم حاصل کرتا تھا۔ اور قیس بن الربیع تو ایسا آدمی ہے جس کو بہت سے حضرات نے چھوڑ دیا تھا۔ اور اس کا بیٹا لوگوں کی احادیث لیتا، پھر ان کو اپنے باپ کی کتب میں داخل کر دیتا تھا تو اس کا باپ قیس باطنی سلامتی کی وجہ سے ان کو روایت کر دیتا تھا۔ اور اس جیسی نکتہ چینی اس کی کاروائی نہیں ہو سکتی۔ اور ابن عبد البرؒ نے اس جیسا قول رقبہ بن معقلہ کی طرف منسوب کیا ہے اور وہی اس کے لائق ہے اور ہر حالت میں کوئی طاقت نہیں رکھتا کہ وہ اس جیسی گواہی دے سوائے اس ذات کے جس کا علم گزری ہوئی باتوں اور نہ گزری ہوئی باتوں کو محیط ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ خطیبؒ نے یہ خیال کر لیا ہو کہ قیس بن الربیع کو ان تمام گزری ہوئی اور نہ گزری ہوئی باتوں کا علم تھا۔ (مگر یہ خیال باطل ہے اس لیے کہ) وہ ذات بزرگ و برتر ہے جس کا علم ہر چیز کو محیط ہے اور اس کے بعد ولی خبر بھی اس جیسی ہے اور اس کی سند میں سنید اور الحجج الاعور۔ اور یہی قیس ہے جس کا ذکر ہوا۔ اور سنید نے حجاج سے اس وقت روایات لی ہیں جبکہ وہ سخت قسم کے اختلاط میں مبتلا ہو چکا تھا۔ اور بے شک اہل علم نے اس کو دیکھا کہ اس کی ایسی حالت ہو گئی تھی کہ وہ حجاج کو بتاتا جاتا تو وہ اس کے مطابق کہتا جاتا تھا۔ اور اہل جرح کے نزدیک ملحق (جو تلفظ کرتا جائے) بھی سقوط میں اسی درجہ میں ہے جس طرح متعلق (جس

کو تلفظ کر لیا جائے) ہے۔ اور نسائی نے اس کے بارہ میں کہا کہ وہ غیر ثقہ ہے۔

اعتراض ۹۴: (کہ ابن لوریس نے کہا کہ دنیا کے اندر میری خواہش یہ ہے کہ کوفہ سے ابو حنیفہؒ کی فقہ اور نشہ آور چیزوں کا پینا اور حمزہ قاری کی قراءت نکل دی جائے۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر یہ روایت ثابت ہو جائے تو ابن لوریسؒ کی خواہش خاک میں مل گئی اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ابو حنیفہؒ کی فقہ کو صرف کوفہ میں ہی نہیں بلکہ اطراف عالم میں پھیلایا اور اس کی حفاظت فرمائی۔)

اور خطیبؒ نے طبع لوئی کے ص ۴۰۵ اور طبع ثانیہ کے ص ۴۳۰ میں البرقانی۔ محمد بن احمد بن محمد اللادی۔ محمد بن علی اللادی۔ زکریا بن یحییٰ الساجی کی سند نقل کر کے کہا کہ زکریا نے کہا کہ ہمارے بعض اصحاب نے کہا کہ ابن لوریس نے کہا کہ بے شک میں دنیا کے اندر اس بات کی خواہش رکھتا ہوں کہ کوفہ سے ابو حنیفہؒ کی فقہ اور نشہ آور چیزوں کا پینا اور حمزہ قاری کی قراءت نکل جائے۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ آپ دیکھیں گے کہ البرقانی نے اپنے آپ کو کیسے لوگوں کی صف میں بیان کیا ہے۔ پھر محمد بن احمد بن محمد اللادی جیسے آدمی سے روایت کرتا ہے جو کہ اہل الساجی کا راوی ہے۔ اور وہ صدوق نہ تھا۔ کتابوں میں اپنے لیے ان چیزوں کی سماعت کا دعویٰ بھی کرتا تھا جو اس نے نہ سنی ہوتی تھیں اور وہ بے ہودہ کو تھا جیسا کہ خطیبؒ نے خود اس کا بیان کیا ہے۔ اور بہر حال الساجی تو اس کی حالت کا بیان پہلے ہو چکا ہے۔ اور اس کا شیخ مجہول ہے اس کے اور عبد اللہ بن لوریس اللادی کے درمیان تو جنگلات ہیں (یعنی درمیان میں بہت سے نامعلوم راوی ہیں) اور اس حکایت کو ابن لوریسؒ کی زبان پر گھڑنے والا بے شرم اور کمزور دین والا ہے کہ اس نے نشہ آور چیز کے پینے اور فقہ کو اور القراءۃ المواترہ کو ایک جیسا شمار کیا ہے۔ اور تا کہ اس واضح کا دل مطمئن ہو جائے اس بات کی وجہ سے کہ بے شک وہ دونوں (یعنی ابو حنیفہؒ کی فقہ اور حمزہ قاری کی قراءت) کوفہ سے نکل جائیں اس کے علاوہ زمین کے مشرق اور مغرب میں بے شک پھیلتی جائیں اور ان کی شر و اشاعت ہوتی رہے۔

اعتراض ۹۵: (کہ ابوعاصم نے کہا کہ ابو حنیفہؒ کی فقہ سے توبہ کرنی چاہیے۔)

اور خطیبؒ نے طبع لوئی کے ص ۴۰۵ اور طبع ثانیہ کے ص ۴۳۱ میں کہا کہ زکریا نے کہا کہ میں نے محمد بن الولید البسری سے سنا وہ کہتے تھے کہ بے شک میں ابو حنیفہؒ کی فقہ یاد کیا کرتا تھا تو ایک دن میں ابو عاصم کے پاس تھا تو میں نے اس کے سامنے ابو حنیفہؒ کے مسائل میں سے کچھ پڑھے تو اس نے کہا کہ تیرا حافظہ کس قدر اچھا ہے لیکن تجھے کیا ضرورت پڑی کہ تو ایسی چیز یاد کرتا ہے جس کی وجہ سے تجھے اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرنے کی ضرورت پیش آئے؟

الجواب: میں کہتا ہوں کہ اس کی سند میں الادبی اور زکریا الساجی ہیں اور پہلے خطیبؒ نے ہی ص ۴۳۲ میں خود ابو عاصم سے عمدہ سند کے ساتھ ایسا واقعہ نقل کیا ہے جو اس کے مثالی ہے۔ اور ابو عاصم النبیل تو بصرہ میں امام زفر کے اصحاب میں سے تھے اور ان لوگوں میں سے تھے جو ابو حنیفہؒ کی فقہ کو بہت ہی زیادہ پسند کرتے تھے مگر کذاب لوگ (جموئی روایات کر کے) اسی طرح اپنے آپ کو رسوا کرتے ہیں۔

اعتراض ۹۶: (کہ حملو نے کہا کہ ابو حنیفہؒ کا علم تو میری ڈاڑھی کے خضاب سے بھی زیادہ حادث ہے۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر یہ روایت حملو سے ثابت بھی ہو جائے تو اس کی وجہ سے اعتراض کی کون سی بات ہے اس لیے کہ کون ابو حنیفہؒ کے علم کو قدیم مانتا ہے نیز حملو کی وفات امام ابو حنیفہؒ کی وفات سے سترہ سال بعد ہوئی تو کیا حملو جوں میں ہی خضاب لگانا شروع ہو گئے تھے۔)

اور خطیبؒ نے طبع لوئی کے ص ۴۰۶ اور طبع ثانیہ کے ص ۴۳۱ میں ابن رزق۔ ابن سلم۔ اللہبار۔ احمد بن عبد اللہ الفکی۔ ابو عبد الرحمن۔ معصب بن خارجہ بن معصب کی سند نقل کر کے کہا کہ معصب نے کہا کہ میں نے جامع مسجد میں حملو کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ابو حنیفہؒ کا علم کیا ہے؟ اس کا علم تو میری اس ڈاڑھی کے خضاب سے بھی زیادہ حادث ہے۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ اس کی سند میں تینوں ساتھی ابن رزق اور ابن سلم اور اللہبار اور ان کے ساتھ احمد بن عبد اللہ الفریانی المروزی ہے جس کے بارہ میں ابو نعیم نے کہا کہ یہ حدیثیں گھڑنے میں مشہور ہے۔ اور نسائی نے کہا کہ وہ ثقہ نہیں ہے اور ابن عدیؒ نے کہا کہ وہ الفضیل اور ابن المبارکؒ وغیرہ سے منکر روایات کرتا تھا۔ اور دار قطنیؒ نے کہا کہ وہ

متروک الحدیث ہے۔ اور ابن حبانؒ نے کہا کہ وہ ثقہ راویوں سے ایسی احادیث بیان کرتا تھا جو ان سے نہ ہوتی تھیں۔ اور ثبت راویوں سے ایسی روایات کرتا تھا جو انہوں نے بیان نہ کی ہوتی تھیں۔ اور ابن السمطیؒ نے کہا کہ وہ ثقہ راویوں سے ایسی احادیث بیان کرتا تھا جو ان کی احادیث نہ ہوتی تھیں۔ اور محمد بن علی الحافظؒ اس کے بارہ میں اچھی رائے نہ رکھتا تھا۔ اور وضاع (روایات گھڑنے والے) پر لاہار جیسے جیب کترے کے سوا کون اچھا کر سکتا ہے جس کو لکھنے کی مزدوری ملتی تھی۔ اور تینوں مطبوعہ نسخوں میں العسکری کی جگہ انکی لکھا ہوا ہے مگر صحیح العسکری ہے جیسا کہ ابن السمطیؒ کی کتاب انساب میں ہے۔ اور خارجہ بن معصب خود تو معروف ہے لیکن اس کا بیٹا معصب مجہول الصفت ہے جیسا کہ ابو حاتمؒ نے کہا ہے۔ اور اس سند میں حملو جو ہے وہ حملو ابن سلمہ ہے۔ اگر یہ واقعہ درست مان لیا جائے تو اس سے لازم آتا ہے کہ اس نے اپنے آپ پر آزمائش کا ذکر کیا حالانکہ اس پر لازم تھا کہ وہ لوگوں کے بارہ میں کلام کرنے سے اپنے آپ کو باز رکھے۔ اور دنیا میں کوئی ایسا آدمی نہیں پایا جاتا جو یہ دعویٰ کرتا ہو کہ ابو حنیفہؒ کا علم قدیم ہے۔ اور اس کے علم کے حلوٹ ہونے میں تو کسی کو کلام ہی نہیں۔ رہی بات اس کے اس کا حملو ابن سلمہ کی داڑھی کے خضاب سے بھی زیادہ حلوٹ ہونے کی جس کی وفات اس (ابو حنیفہ) سے تقریباً سترہ سال بعد ہے تو اس روایت کا تصور صرف اس صورت میں کیا جاسکتا ہے کہ حملو جونی میں ہی خضاب لگانے والا ہو۔ لیکن آدمی پرواہ نہیں کرتا کہ اس کے منہ سے کیا نکلتا ہے۔ (اور اگلی روایت میں جو یہ ہے کہ سفیان بن سعید اور شریک بن عبد اللہ اور الحسن بن صالحؒ نے کہا کہ ہم نے ابو حنیفہؒ کو اس طرح پایا کہ وہ فقہ میں ذرا بھی معروف نہ تھے، ہم تو اس کو صرف مناظروں میں پہچانتے ہیں) تو ابو حنیفہؒ پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے جبکہ کئی لوگوں نے اس کو اس وقت پایا جبکہ وہ فقہ میں مشہور ہونے سے پہلے مناظروں میں مشہور تھے۔ اور وہ خبر جو امام شافعیؒ کی طرف منسوب کی گئی ہے کہ بے شک ابو حنیفہؒ جب مناظرہ کرتے تھے تو اپنی آواز بلند کرتے تھے تو اس روایت کی سند صحیح نہیں ہے۔ پس اگر امام شافعیؒ تک سند کو صحیح مان بھی لیا جائے تو تب بھی اعتبار نہیں اس لیے کہ امام شافعیؒ اور ابو حنیفہؒ کے درمیان سند مذکور نہیں ہے۔ اور شوافع حضرات تو منقطع خبر کو دلیل نہیں مانتے۔ اور بہر حال وہ روایت جو ابن المبارکؒ سے کی گئی ہے کہ بے شک ایک آدمی نے ان سے پوچھا کہ کیا ابو حنیفہؒ مجتہد تھے یعنی بہت زیادہ

عبادت گزار تھے تو انہوں نے جواب میں کہا کہ ایسا کرنا اس کی عادت نہ تھی۔ وہ تو صبح سے ظہر تک اور ظہر سے عصر تک اور عصر سے مغرب تک اور مغرب سے عشاء تک گفتگو میں جست و چلاک رہتے تھے تو وہ مجتہد کیسے ہو سکتے تھے؟ اور وہ عبارت ابو قتادہ کی یوں ہے کہ میں نے سلمہ بن سلیمان سے سنا اس نے کہا کہ ایک آدمی نے ابن المبارکؒ سے کہا تو اس کی سند میں انقطاع ہے اور راوی مہول ہے۔ اس لیے کہ اس نے وضاحت نہیں کی کہ بے شک اس نے آدمی کو کہتے ہوئے خود سنا کہ وہ قصہ کے وقت حاضر تھا جیسا کہ اس نے اس کی وضاحت نہیں کی کہ وہ آدمی کون تھا؟ پس اللہ کی ذات پاک ہے کہ ابو حنیفہؒ کا مخالف بھی اس کے بارہ میں یہ تو اعتراف کر رہا ہے کہ بے شک وہ صبح سے عشاء تک سارا وقت فقہ اور علم سکھانے میں گزارتے تھے۔ مگر وہ اس کے بلوغ اس کی کثرت عبادت کا اعتراف نہیں کرتا۔ اور فرائض ادا کرنے کے بعد لوگوں کو ان کے دین کی فقہ سکھانے سے زیادہ پسندیدہ عبادت اللہ تعالیٰ کے ہاں اور کون سی ہو سکتی ہے؟ اور اگر ابو حنیفہؒ اور اس کے اصحاب نہ ہوتے تو فقہ کا پھل اس انداز کا نہ پکتا اور ہو سکتا ہے کہ راوی نے روایت بالمعنی کرتے ہوئے اس میں تغیر و تبدل کر دیا ہو۔ اور ابن المبارکؒ کا قول بہت احتمال رکھتا ہے کہ اس میں بہت زیادہ مدح ہو مگر الفاظ ایسے ہیں جو کہ مذمت کے مشابہ ہیں اور خاص کر اس ذکر کے بعد جس کو خطیبؒ نے اس باب میں معمر بن کدام سے نقل کیا ہے۔ جہاں اس نے ص ۳۵۵ میں محمد بن احمد بن رزق۔ القاضی ابو نصر اور دوسری سند الحسن بن ابی بکر۔ القاضی ابو نصر احمد بن نصر بن محمد بن اشکاب البخاری۔ محمد بن خلف بن رجا۔ محمد بن سلمہ۔ ابن ابی معاذ۔ معمر بن کدام کی سند نقل کر کے کہا کہ معمر بن کدام نے کہا کہ میں ابو حنیفہؒ کے پاس اس کی مسجد میں آیا تو میں نے اس کو دیکھا کہ اس نے صبح کی نماز پڑھی پھر وہ لوگوں کو علم سکھانے بیٹھ گئے، یہاں تک کہ ظہر کی نماز پڑھی، پھر وہ عصر تک بیٹھے۔ پس جب عصر کی نماز پڑھ لی تو مغرب تک بیٹھے پھر جب مغرب کی نماز پڑھ لی تو عشاء کی نماز پڑھنے تک بیٹھے۔ تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ شخص اس مصروفیت میں کب عبادت کے لیے فارغ ہوتا ہوگا؟ آج رات ضرور ضرور اس کی نگرانی کروں گا۔ اس نے کہا کہ پھر میں نے اس کی نگرانی کی تو جب لوگوں کی آمد و رفت ختم گئی تو وہ مسجد کی طرف نکلے تو نماز کے لیے کھڑے ہوئے یہاں تک کہ فجر طلوع ہو گئی پھر اپنے گھر گئے اور کپڑے بدل کر مسجد کی طرف آگئے

اور صبح کی نماز پڑھی پھر لوگوں کے لیے ظہر تک بیٹھے رہے۔ پھر آخر تک روایت بیان کی۔
 نسخ۔ اس کی حالت دن اور رات میں اسی طرح تھی۔ اور اگر وہ فرائض کی اوائلی کے بعد
 صرف لوگوں کو فقہ کی تعلیم ہی دیتے رہتے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے تو اللہ تعالیٰ کی یہی
 اطاعت اور عبادت اس کے لیے کافی ہوتی تو کیا شان ہے جبکہ وہ عبادت میں رات کو بھی
 گزارنے والے تھے جیسا کہ آپ نے معلوم کر لیا۔

پھر عجیب بات یہ ہے کہ دعویٰ کرنے والا یہ دعویٰ کر رہا ہے اور ابو حنیفہؒ کے بارہ میں
 کہہ رہا ہے کہ انہوں نے عطاء کو چھوڑ دیا تھا اور ابو العطف کی جانب متوجہ ہو گئے تھے
 حالانکہ ابو حنیفہؒ کی احادیث میں جو سترہ مسانید لکھی ہوئی ہیں ان میں سے ہر مسند میں اس کی
 عطاء سے ہی روایات بکثرت ہیں۔ اور بہر حال ابو العطف جراح بن منحل الجزریؒ تو اس کی
 وفات ابو حنیفہؒ کی وفات سے تقریباً اٹھارہ سال بعد ہے اور اس سے تو ابو حنیفہؒ کی روایات
 بہت ہی کم ہیں۔ اور جب تک اس پر غفلت طاری نہ ہوئی تھی اس سے پہلے پہلے اس سے
 روایت لینے میں کوئی مانع بھی نہیں ہے۔ اور امام احمدؒ نے اس کے بارہ میں صرف غفلت کا
 ذکر کیا ہے اور ابن معین نے کہا کہ وہ لبس بھنی ہے اور وہ یہ الفاظ بکثرت اس زاوی
 کے بارہ میں کہتے تھے جس کی حدیثیں کم ہوں۔ اور جس آدمی کا خیال یہ ہے کہ ابو حنیفہؒ میں
 اتنا علم نہیں تھا کہ وہ غفلت والے یا تھمت والے آدمی اور اس کے غیر کے درمیان فرق کر
 سکیں حالانکہ اس کو اس کے ساتھ صحبت بھی حاصل تھی تو بے شک اس شخص نے باطل
 خیال کیا۔ اور ابو حنیفہؒ تو عطاء بن ابی رباح سے بکثرت روایت کرتے تھے بلکہ حملو بن ابی
 سلیمان کے بعد اس کے شیوخ میں سے کوئی ایسا نہیں جس سے ابو حنیفہؒ کی روایات عطاء
 سے زیادہ ہوں۔ اور بہر حال ابو العطفؒ تو اس سے اس کی روایات ساری کی ساری صرف
 پانچ کے قریب روایات ہیں۔ ایک کپڑے میں نماز پڑھنے والی روایت اور روزے کی حالت
 میں سیٹگی لگوانے والی اور نخی عن نبی و شرط والی روایت اور آزاد مسلمان اور کتالی کی دیت
 برابر ہونے والی روایت اور مہینہ کے انتیس دن یا تیس دن کا ہونے والی روایت اور یہ ایسی
 روایات ہیں کہ اس کے علاوہ بھی کئی حضرات سے کئی طریقوں سے موجود ہیں۔ (روایت کی
 حالت تو یہ ہے مگر اس کے باوجود اس کو گھڑنے والا اور بیان کرنے والے بیان کرتے جا رہے
 ہیں) اور یہی ہوتا ہے کھلا جھوٹ۔ اور ابن المبارکؒ دونوں روایتوں سے بری ہیں۔ وہ تو

ابو حنیفہؒ کے بارہ میں یوں کہتے تھے کہ بے شک وہ افقہ الناس تمام لوگوں سے زیادہ فقیہ و اعیانہم اور ان میں زیادہ عبادت گزار و اور عہم اور ان میں زیادہ پرہیزگار تھے جیسا کہ خود خطیبؒ نے ص ۳۴۲، ۳۵۵، ۳۵۹ میں پہلے بیان کیا ہے۔ اور بھول جانا تو خطیبؒ کی عادت ہے۔ اور پہلے ابن عون سے گزر چکا ہے کہ بے شک ابو حنیفہؒ رات کو زندہ رکھنے والے اور عبادت گزار تھے۔ بلکہ ان کا عبادت میں انتہائی درجہ کو پہنچا ہوا ہونا تو لوگوں میں ضرب المثل ہے۔ تفصیل کے لیے ابن عبد البرؒ کی الاشقاء دیکھیں۔

اعتراض ۷۹: (کہ حماد بن سلمہؒ ابو حنیفہؒ کو ابو حنیفہ (مردار کا باپ) کہتے تھے۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر یہ الفاظ حماد سے ثابت ہو جائیں تو اس کو ان الفاظ کی وجہ سے تو تعزیر لگنی چاہیے تھی اس لیے کہ حضرت عمرؓ نے اس سے بھی کم الفاظ سے توہین کرنے والے کو تعزیر لگائی تھی۔ اس لیے ان الفاظ کی وجہ سے تو کہنے والے کی توہین ہوئی چاہیے اس لیے کہ اس نے شرعی حکم وَلَا تَنَابَرُوا بِالْأَلْقَاب کی مخالفت کی ہے مگر متعصب اس لی بت کو بڑے فخر سے بیان کر رہے ہیں۔)

اور خطیبؒ نے طبع اولیٰ کے ص ۴۰۶ اور طبع ثانیہ کے ص ۴۳۲ میں الازہری۔ محمد بن العباس۔ ابو القاسم بن بشار۔ ابراہیم بن راشد اللادی۔ ابو ربیعہ فہد بن عوف کی سند نقل کر کے کہا کہ ابو ربیعہ نے کہا کہ میں نے حماد بن سلمہ کو سنا کہ وہ ابو حنیفہؒ کی کنیت ابو حنیفہ رکھتے تھے۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ قارئین کرام اس کی وجہ سے ابو حنیفہؒ کے مخالفین کا اس کے ساتھ اوب کا درجہ دیکھ لیں گے اور ہم جانتے ہیں کہ بے شک خطیبؒ متعصب ہے اور الازہری بھی متعصب ہے لیکن ہمیں یہ خیال نہ تھا کہ بے شک یہ دونوں ابو حنیفہؒ اور اس کے اصحاب کے بارہ میں اس جیسی احمقانہ بات لکھ کر غصہ کا اظہار کریں گے۔ اور وہ بھی محمد بن العباس الخزازی جیسے آدمی کی سند سے جس سند میں ابراہیم بن راشد اللادی ہے جو کہ ابن عدی کے ہاں منہم ہے جیسا کہ اس کا ذکر امام ذہبیؒ نے کیا ہے۔ اور ابو ربیعہ فہد بن عوف کو تو ابن المدینیؒ نے جھوٹا قرار دیا ہے۔ اور حماد بن سلمہ جس کی طرف یہ احمقانہ بات منسوب کی گئی ہے وہ ان آفت زدہ روایات کا راوی ہے جو ان کتابوں میں ہیں جو موضوعات پر لکھی گئی ہیں اس کی کتابوں میں اس کے لے پالک نے اپنی مرضی سے بہت کچھ داخل کر

دیا تھا جو رسولی کا باعث ہے جیسا کہ ابن الجوزیؒ نے کہا ہے۔ اور بخاریؒ نے اس سے اجتناب کیا اور مسلمؒ نے اس کی صرف وہ روایات ذکر کی ہیں جو اس کے اختلاط کے عارضہ میں مبتلا ہونے سے پہلے کی ہیں اور تخلیط سے محفوظ ہیں۔ اور وہ اپنی فضیلت اور اچھی شہرت کے باوجود عربیت میں مسکین تھے۔ اس کی ابتدائی شہرت اچھی نہ تھی۔ اور وہ آخر عمر میں حشویہ کے ہاتھوں میں بڑا خطرناک ہتھیار بن گیا تھا اور اس کی مروی روایات میں یہ روایت بھی ہے کہ میں نے اپنے رب کو ایک بے ریش جوان آدمی کی صورت میں دیکھا جس کے بال بہت گھنگھریالے تھے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے بہت ہی بلند ہے اور جن لوگوں نے اس کا دفاع کیا ہے تو لازمی بات ہے کہ وہ یا تو اس کے حل سے بے خبر ہوں گے یا کج رو ہوں گے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سلامتی چاہتے ہیں۔ اور اگر یہ کلمہ اس سے ثابت ہو جائے تو اس حماقت پر تو اس پر تعزیر واجب ہوگی جس حماقت کو زبان پر لانے سے بازاری آدمی بھی انکار کرتا ہے۔ اور آپ کو علم ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حلیہ کو تعزیر لگائی تھی جبکہ اس نے زیرقان کے بارہ میں یہ اشعار کہے تھے۔

المکارم لا نرحل لبغینہا واقعہ فانک انت الطاعم الکاسی
”بزرگیوں کو چھوڑ دے اور ان کی تلاش میں سفر نہ کر۔ اور بیٹھا رہ کیونکہ بے شک تو بہت ہی کھانے والا پہننے والا ہے۔“

جیسا کہ اس کا بیان پہلے بھی ہو چکا ہے اور یہ اشعار تو اس احتقانه جملہ (ابو حنیفہ) کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں۔ اور خطیبؒ کے ہاں انصاف کی برہداری ہے کہ وہ ابو حنیفہؒ کے مطاعن میں اس جیسی باتیں ذکر کر رہا ہے۔ پختہ بات ہے کہ مناسب تو یہ تھا کہ یہ بات حملہ بن سلمہ کی انتہائی بے لوثی پر اطلاع دینے کے لیے اور اس کی بے ہودہ گوئی واضح کرنے کے لیے اس کے مطاعن میں ذکر کرتا۔ بشرطیکہ خطیبؒ کی نظر میں اس حکایت کا ثبوت فرض کر لیا جائے۔ اور ہو سکتا ہے کہ عبد اللہ بن المبارکؒ نے اس فحش کلام کرنے والے کے رد کا ہی ارادہ کیا ہو جبکہ اس نے کہا:

الا یا حنیفہ تعلقک جیفہ واعیا قاری ما فی صحیفہ

”خبردار اے گلی سڑی مرواز لاش اس کا بدبودار ہونا تجھ پر چھا جائے۔ اور اے وہ شخص

جو اس چیز کو پڑھنے سے عاجز ہے جو قرآن میں لکھی ہوئی ہے۔“

امثلک لا ھدیت ولست نہدی یعیب اخا العفاف اباحنیفہ

”کیا تیرے جیسا آدمی بھی راہنمائی کر سکتا ہے حالانکہ تو خود راہ راست پر نہیں ہے۔
پاک وامنی والے ابو حنیفہؒ پر عیب لگاتا ہے۔“

اور اس نے آخر تک ان اشعار کو پڑھا جو ابن ابی العوامؒ الحافظ نے العباس بن الفضل۔ یوسف بن ابی یوسف کی سند سے عبد اللہ بن المبارکؒ سے نقل کیے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ ابو حنیفہؒ کی جانب سے ابن المبارکؒ کو جزاء خیر عطا فرمائے کہ اس نے ظالم کو اس کی زیادتی کے مطابق بدلہ دے دیا۔

اعتراض ۹۸: (کہ حمیدی لوگوں کے سامنے ابو حنیفہؒ کو ابو حنیفہؒ کہتے تھے۔ اور اس کا جواب بھی اس سے پہلے اعتراض میں ہو چکا ہے۔)

اور خطیبؒ نے طبع اولیٰ کے ص ۴۰۷ اور طبع ثانیہ کے ص ۴۳۲ میں ابن رزق۔ عثمان بن احمد۔ حنبل بن اسحاق۔ کی سند نقل کر کے کہا کہ حنبل بن اسحاق نے کہا کہ میں نے الحمیدی کو سنا کہ جب وہ ابو حنیفہؒ کی کنیت بیان کرتے تو ابو حنیفہؒ کہتے اور اس کو چھپاتے نہ تھے اور مسجد حرام میں اپنے حلقہ میں اس وقت ظاہر کرتے جبکہ لوگ اس کے ارد گرد ہوتے تھے۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ اگر اس روایت کو ابن رزق نے ضبط کیا ہے اور ابن السماک ابو عمرو عثمان بن احمد کی مصیبتوں میں سے یہ روایت نہیں ہے اور نہ ہی یہ روایت حنبل کے تصرفات کا نتیجہ ہے تو عبد اللہ بن الزبیر الحمیدی اس حرام کردہ برے لقب کو علانیہ کہنے کی وجہ سے درجہ قبول سے ساقط ہو جائے گا اور خصوصاً جبکہ وہ مسجد حرام میں ایسے الفاظ کہتے۔ اور الحمیدی انتہائی تعصب میں مشہور ہے۔ اور اس کی بات کو ترک کر دیا گیا بلکہ محمد بن عبد الحکم نے اس کو جھوٹا قرار دیا جبکہ وہ لوگوں کے بارہ میں کلام کرے۔ اگرچہ حدیث میں اس کی توثیق کی گئی ہے۔ اور جب امام شافعیؒ نے مصر کی جانب جلتے وقت صرف اس وجہ سے اس کو اپنا ساتھی بنانا چاہا کہ وہ ابن عبینہ سے روایت کرنے والا ہے تو یہ طبع کرنے لگا کہ شافعیؒ اس کو اپنی وفات کے بعد اپنا خلیفہ بنا دیں۔ اور جب اس نے معلوم کر لیا کہ بے شک

اس کے اصحاب اس کو پسند نہیں کرتے اس لیے کہ وہ فقہ سے بالکل نا بلد تھا تو اس نے شافعی سے یہ نقل کیا کہ بے شک اس کی جماعت میں سے اس کے مقام کا زیادہ حقدار ابو یعلیٰ ہے۔ تو محمد بن عبد الحکم نے اس کی تکذیب کی۔

اور امام شافعیؒ ایسے آدمی نہ تھے کہ دنیا والوں میں سے کسی کو اس چیز کا راز دان بناتے جس کو وہ اپنی جماعت سے چھپاتے تھے۔ اور اگر ان کی رائے ہوتی کہ ان کے بعد ان کا خلیفہ ابو یعلیٰ ہو تو وہ اس کو اپنی جماعت کے سامنے واضح کر دیتے تا کہ اس کے بعد وہ اختلاف نہ کریں۔ اور ابو یعلیٰ نے اس مقصد کے لیے ایک ہزار دینار خرچ کیے۔ اور جماعت کے دلوں کو مائل کرنے کے لیے ہزار دینار کثیر رقم ہے۔ جیسا کہ حافظ ابن حجر نے توالی التانیس میں اس سے نقل کیا ہے۔ اور رشوت کے لیے مختلف کاروائیاں ہوتی ہیں۔ اور الحمیدی کی دلی خواہش ابو یعلیٰ کے ساتھ تھی کیونکہ وہ دونوں جھگڑے کی جگہ میں ایک دوسرے کے قریب اور فقہ کی گمراہیوں میں غور و خوض سے دونوں دور تھے۔ بخلاف الزنی اور ابن عبد الحکم جیسے آدمیوں کے۔ اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ یہ ابن عیینہ سے روایت کرنے والوں میں سے ہے تو لوگ اس کے شدید تعصب کی وجہ سے اس کی پرواہ نہ کرتے اور نہ ہی اس کی بد زبانی کی وجہ سے اس کی حدیث کی پرواہ کرتے۔ اور شاید کہ امام شافعیؒ رضی اللہ عنہ نے اس کے رد کا ارادہ فرمایا ہے۔ ان اشعار کو پڑھ کر جو کہ ابن المبارکؒ نے کہے تھے جن کا پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اور امام شافعیؒ نے فرمایا:

الا یا جیفۃ تملوک جیفۃ واعیا قارئ ما فی صحیفۃ

”خبردار اے مردار لاشے اس کا بدبو دار ہونا تجھ پر چھا جائے۔ اور اے ایسے شخص جو اس کو پڑھنے سے عاجز ہے جو قرآن کریم میں ہے۔“

امثلک لا ہدیت ولست نہدی یعیب اخا العفاف اباحنیفۃ

”کیا تیرے جیسا آدمی بھی راہنمائی کر سکتا ہے حالانکہ تو خود راہ راست پر نہیں۔ پاک وامنی والے ابو حنیفہؒ پر عیب لگاتا ہے۔“

تعیب مشمرًا سہر اللیلالی وصام نہارہ للہ خیفۃ

”تو ایسے آدمی پر عیب لگاتا ہے جو راتوں کو جاگنے پر کمر بستہ رہتا تھا۔ اور اللہ کے

خوف کی وجہ سے اس کا دن روزہ کی حالت میں گزرتا تھا۔“

وضان لسانہ عن کل افک وما رزالت جوارحه عفیفة
 ”اور اس نے اپنی زبان کو ہر قسم کے جھوٹ سے بچائے رکھا۔ اور اس کے اعضاء
 ہمیشہ گناہوں سے بچتے رہے۔“

وغض عن المحارم والمناهی ومرضاة الاله له وظیفہ
 ”اور اس نے حرام اور ممنوع چیزوں سے اپنی آنکھیں بند رکھیں اور اس نے اپنے
 لیے رب تعالیٰ کی رضا کو لازم پکڑے رکھا۔“

فمن کابی حنیفة فی نداه لاهل الفقر فی السنة الحبیفة

”پس کون ہے ابوحنیفہ جیسا اپنی سخاوت میں۔ فقراء کے لیے قحط سالی میں۔“
 اور بے شک میں نے علامہ الشیخ عبد اللہ بن عیسیٰ الکوکیلی الیمانی کے مجموعہ میں
 دیکھا جس کی وفات ۲۲۲ھ ہے اور اس نے الملل والنحل کی شرح میں اپنے خط کے
 ساتھ لکھا۔ امام المہدی باللہ الیمانی نے لکھا ہے کہ بے شک امام شافعی رضی اللہ عنہ نے
 جب اس آدمی سے سنا جو ابوحنیفہ کے بارہ میں ظالمانہ کلام کر رہا تھا تو انہوں نے اس آدمی کو
 تنبیہ کرنے اور ڈانٹنے کے بعد یہ اشعار کہے۔ پھر اس نے ان اشعار کو ذکر کیا اور اس کے
 ساتھ دس کے قریب اور اشعار ذکر کیے۔ لیکن ظاہر بات یہ ہے کہ بے شک امام شافعی نے
 ابن المبارک کے اشعار ہی کہے ہیں جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے اور یہ ان کی اپنی نظم میں سے
 نہیں ہیں۔ اگرچہ جن لوگوں نے ان اشعار کو بیان کیا ہے انہوں نے یہ خیال کیا کہ یہ شعر
 انہوں نے خود کہے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ اور ہم اس عیب لگانے والے فحش گو کے
 جواب میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہنا چاہتے وہی کافی ہے جو کچھ امام شافعی نے اس کے
 جواب میں اشعار کہہ دیے ہیں اور اس میں عبرت ہے۔

اعتراض ۹۹: (کہ عبد الرحمن بن مہدی نے کہا کہ ابوحنیفہ اور حق کے درمیان پردہ حائل
 ہے۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ بالکل بے تکی بات ہے اس لیے کہ اگر حق سے مراد
 اللہ تعالیٰ کی ذات ہے تو حق تعالیٰ اور صرف ابوحنیفہ کے درمیان ہی پردہ حائل نہیں بلکہ

سب کے درمیان ہے اور اگر حق سے مراد اعتقادی مسائل ہیں تو ان میں دیگر حضرات بھی اس کے ساتھ شریک ہیں اور اگر حق سے مراد فروعی مسائل ہیں تو تقریباً "تین تہائی مسائل میں دیگر ائمہ ان کے ساتھ متفق ہیں اور اگر بعض فروعی مسائل کو حق سے تعبیر کیا ہے اور ان کی وجہ سے کہتا ہے کہ حق اور ابو حنیفہ کے درمیان پردہ حائل ہے تو یہ انتہائی تعصب ہے اس لیے کہ ایسی حالت تو دیگر ائمہ کی بھی ہے۔)

اور خطیبؒ نے طبع لوئی کے ص ۴۰۷ اور طبع ثانیہ کے ص ۴۳۲ میں العتقی۔ یوسف بن احمد بن الصیدلانی۔ محمد بن عمرو العقیل۔ زکریا بن یحییٰ الحلولانی کی سند نقل کر کے کہا کہ زکریا نے کہا کہ میں نے محمد بن بشار العبیدی بندار کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ بہت کم ایسا ہوتا تھا کہ عبد الرحمن بن محمدی نے ابو حنیفہؒ کا ذکر کیا ہو اور یہ نہ کہا ہو کہ اس کے اور حق کے درمیان پردہ حائل ہے۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ اگر حق سے مراد حق تعالیٰ کی ذات ہے تو کون ہے کہ جس کے اور حق کے درمیان پردہ نہیں ہے اور اگر حق سے مراد مسائل کا درست ہونا ہے تو اعتقاد میں اس کا کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے کہ اس کا خلاف گمراہی نہ ہو (یعنی اس کے بیان کردہ مسائل حق ہیں اور ان کا خلاف گمراہی ہے) اور بہر حال فروعی مسائل، تو ہستی ائمہ متبوعین کے فقہ میں مشغول ہونے سے پہلے ہی اس نے بھی اور اس کے دیگر اصحاب اصول نے اصول وضع کیے اور اپنے دلائل کے ساتھ فروعی مسائل نکالے۔ اور وہ (باقی ائمہ) فقہ کے تین تہائی مسائل میں اس کے ساتھ موافق ہیں جیسا کہ ان کتابوں میں ہے جو اختلافی مسائل پر لکھی گئی ہیں۔ ان میں ائمہ کے اتفاقی مسائل کے مقلات اور اختلاف کے مقلات پڑھے پڑھائے جاتے ہیں۔ اور فقہ کے باقی ایک چوتھائی مسائل میں اختلاف مسلسل ہے۔ پس مطلقاً یہ کہنا کہ اس کے اور حق کے درمیان پردہ حائل ہے تو یہ بے بنی بات ہے جو سراسر بے اعتبار ہے اس کو ساقط کرنے کی جانب ضرورت ہی نہیں۔ اور اگر حق سے مراد بعض معمولی حصہ ہے جس کے بارہ میں مختلف کا نظریہ ہے کہ ابو حنیفہؒ نے اس میں غلطی کی ہے تو اس کے بارہ میں بہت کرنے کی گنجائش ہے۔ علاوہ اس کے یہ بات بھی ہے کہ پہلی اور دوسری سند میں ایک راوی بندار ایسا ہے کہ پہلے لوگوں نے اس کے بارہ میں کلام کیا ہے اور یہاں تک کہا ہے کہ وہ منہم با کذب اور حدیثوں کا چور تھا۔ پھر متاخرین نے اس کی

روایات سے منتخب کر کے لینے کا عمل اختیار کیا اور تیسری سند میں اس کے ساتھ ساتھ ابن درستیہ بھی ہے۔ (جس کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔)

اعترض ۱۰۰: (کہ عمر بن قیس نے کہا کہ جو حق راستہ چاہتا ہے وہ ابو حنیفہؒ اور اس کے اصحاب کی مخالفت کرے۔ اور اس کا جواب بھی اس سے پہلے اعترض کے ضمن میں ہو گیا ہے۔)

اور خلیفہؒ نے طبع اولیٰ کے ص ۴۰۷ اور طبع ثانیہ کے ص ۴۳۳ میں ابن رزق۔ ابن سلم۔ اللہبار۔ سلمہ بن شیبہ۔ الولید بن عقبہ۔ مولیٰ بن اسماعیل کی سند نقل کر کے کہا کہ مولیٰ نے کہا کہ عمر بن قیس نے کہا کہ جو شخص حق چاہتا ہے تو وہ کوفہ میں جا کر دیکھے اور جو کچھ ابو حنیفہؒ اور اس کے اصحاب نے کہا ہے تو یہ ان کے خلاف کرے۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ بے شک پہلے یہ بات گزر چکی ہے کہ ابو حنیفہؒ اور اس کے اصحاب کی بات اعتقاد میں حق ہی ہے، اہل حق اس سے علیحدہ نہیں ہیں۔ پس آپ اس کا عقیدہ اس کتاب میں دیکھیں جو ابو جعفر الخوافیؒ نے لکھی ہے پس کیا اس میں کوئی ٹیڑھا پن ہے؟ اور بہر حال فروعی مسائل تو ائمہ متبوعین نے اس کے بعد اس کے اکثر مسائل میں اس کے ساتھ اتفاق کیا ہے اور کسی امام کے ساتھ اس کے اختلافی مسائل کی تعداد ایک چوتھائی سے زائد نہیں ہے۔ تو ظاہر ہو گیا کہ جو شخص ابو حنیفہؒ اور اس کے اصحاب کی اعتقاد میں یا ان مسائل میں مخالفت کرے گا جن میں ائمہ دین میں سے کسی نے اس کے ساتھ نزاع نہیں کیا تو یہ یقیناً حق کی مخالفت ہوگی۔ اور جس نے کسی واضح دلیل کے بغیر کم فہمی کی وجہ سے ان مسائل میں ان کی مخالفت کی جن میں انہوں نے اختلاف کیا ہے اور ان کو اس کی وجہ سے گمراہی پر شمار کرتا ہے تو ایسا آدمی ان صحیح اور صریح احادیث کی مخالفت کرنے والا ہے جن میں آتا ہے کہ بے شک مجتہد کو درست اور غلطی دونوں حالتوں میں اجر ملتا ہے۔ یا وہ آدمی اس بات سے ناواقف ہے کہ اہل حق کے ہاں مسائل اجتہادیہ کا حکم کیا ہے؟ اور اگر فرض کر لیا جائے کہ مجتہد کی غلطی ثابت ہے تو اس کے باوجود غلطی کرنے والے مجتہد کو گناہ گار قرار دینے کا قول گمراہ لوگوں کا ہے۔

اور رہا معاملہ خبر کی سند کا تو اس میں تینوں ہم پیشہ ابن رزق اور ابن سلم اور اللہبار ہیں۔ اور اس میں مولیٰ بن اسماعیل بھی ہے اور وہ بخاری کے نزدیک متروک الحدیث ہے

اور بہرحال عمر بن قیس تو اگر وہ الماصر الکوفی ہے تو مولیٰ الکی نے اس کو نہیں پایا اور اگر ابو جعفر عمر بن قیس الکی ہے تو وہ منکر الحدیث ہے اور ساقط الاعتبار ہے جیسا کہ اہل جرح و تعدیل میں سے بہت سے حضرات نے ذکر کیا ہے۔ اور یہ وہی ہے جس کی طرف ابن سعد نے یہ بات منسوب کی ہے کہ بے شک اس نے کسی حاکم کے سامنے امام مالکؒ کے بارہ میں کہا کہ یہ شیخ کبھی غلطی کرتا ہے اور کبھی درست نہیں کہتا۔ تو مالکؒ نے کہا کہ لوگوں کی یہی شان ہے۔ پھر امام مالکؒ کو یہ بات پہنچی کہ اس نے اس بات میں اس کو غافل ثابت کرنے کا ارادہ کیا تھا تو کہا اللہ کی قسم میں اس سے کبھی کلام نہیں کروں گا۔ اور یہی ہے جس کے بارہ میں کہا جاتا ہے کہ اس نے امام مالکؒ سے یہ بھی کہا ای مالک انت ہالک ”اے مالک تو تو برباد ہے۔“ رسول اللہ ﷺ کے شہر میں بیٹھ کر بیت اللہ کا حج کرنے والوں کو گمراہ کرتا ہے تو لوگوں سے یہ کہتا ہے کہ افراؤ کرو۔ اللہ تجھے اکیلا کرے۔ تو مالکؒ کے ساتھیوں نے اس سے گفتگو کرنے کا ارادہ کیا تو امام مالکؒ نے کہا کہ اس سے کلام نہ کرو کیونکہ یہ نشہ آور چیز پیتا ہے۔ الخ۔ جیسا کہ تہذیب التہذیب میں ہے۔ اور بعض حضرات نے پہلی حکایت کے بارہ میں نسبت کی ہے کہ یہ معاملہ رشید کی موجودگی میں ابو یوسفؒ اور امام مالکؒ کا ہے۔ واللہ اعلم۔ علاوہ اس کے یہ بات بھی ہے کہ مولیٰ کی عبارت میں انقطاع ہے۔ اور اس کے بعد جو عمار بن زریق کا قول نقل کیا ہے کہ اس نے کہا کہ تو ابو حنیفہؒ کی مخالفت کر پس یقیناً تو حق پالے گا۔ تو یہ عمار وہ ہے جو عبد اللہ بن شبرمہ کا چچا زاوہ ہے جس کے بارہ میں السیلمانی نے کہا کہ وہ رافضی تھا۔ اور اس سند میں ایک راوی الاحوص بن الجواب النضبی ہے جو کہ ابن ابی لیلیٰ کے اصحاب میں سے ہے اور وہ ابن معین کے ہاں قوی نہ تھا۔ اور اس کے ساتھ ولی روایت کی سند میں ابن درستیہ ہے جو یعقوب سے روایت کر رہا ہے اور اس نے ابن نمیر سے روایت کی کہ اس نے کہا کہ ہمارے کسی ساتھی نے ہمارے سامنے بیان کیا تو یہ راوی مجہول ہے اور وہ عمار بن زریق سے روایت کرتا ہے جس پر السیلمانی نے جرح کی ہے۔

اور اس کے بعد ولی روایت جو البرقلانی سے الحسن بن اوریس تک کی سند کے ساتھ ہے اس نے کہا کہ ابن عمار نے کہا کہ جب تو کسی چیز میں شک کرے تو ابو حنیفہؒ کے قول کو دیکھ۔ اگر تو نے اس کے خلاف کیا تو وہی حق ہوگا۔ یا اس نے کہا کہ برکت اس کے خلاف

میں ہے۔ اور ابن عمار جو ہے وہ محمد بن عبد اللہ الموصلی التاجر ہے جس کی کتاب العلل و معرفۃ الشیوخ ہے۔ ابن عدی نے کہا کہ میں نے ابو یعلیٰ کو دیکھا کہ وہ اس کے بارہ میں اچھا قول نہیں کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ اس نے میرے ماموں کے خلاف جھوٹی گواہی دی تھی۔ اور اس کی لیل موصول سے غریب اور مفرد روایات ہیں۔ الخ

اور ابو یعلیٰ الموصلی تو باقی لوگوں کی بہ نسبت اس کو زیادہ جاننے والے تھے اور اس کا اس کے بارہ میں کلام تو دوسروں کے کلام پر فیصلہ کن ہے۔ اور الحسین بن لوریں الحروی صاحب التاریخ ہے جس کے بارہ میں ابن ابی حاتم نے اس کی باطل احادیث ذکر کرنے کے بعد کہا کہ میں نہیں جانتا کہ معیبت اس کی طرف سے ہے یا خالد بن عیاج کی طرف سے ہے۔ الخ۔ اور الحروی اور خالد دونوں کو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے مگر وہ ان کے حالات سے ثلوث تھل۔ اور توثیق میں وہ تسلسل ہے اس لیے اس کی توثیق اہل نقد کے ہاں مردود ہے۔ تفصیل کے لیے اللسان کی طرف رجوع کریں۔ اور اگر فرض کر لیا جائے کہ اس خبر کا ثبوت اس کے قائل سے ہے تو یہ بے تکی بات اس کے قائل کے بارہ میں کمزور دینی کی اطلاع دیتی ہے۔

اعتراض ۱۹: (کہ مساور کو جواب دیتے ہوئے کسی شاعر نے کہا کہ ابو حنیفہؒ نے کئی حرام شرمگاہوں کو حلال کر دیا تھا۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک مجہول شاعر کے کلام کی کیا قدر و قیمت ہو سکتی ہے؟)

اور خطیبؒ نے طبع لوئی کے ص ۴۰۸ اور طبع ثانیہ کے ص ۴۳۴ میں کہا کہ مساور کو کسی شاعر نے یوں جواب دیا:

فکم من فرج محصنة عفيف
احل حرامها بابی حنیفہ

”پس کتنی ہی پاک حرمت والی شرمگاہیں۔ جن کو حرام ہونے کے باوجود ابو حنیفہؒ کی وجہ سے حلال کر لیا گیا۔“

الجواب: میں کہتا ہوں کہ اس خبر کی سند میں ہدیہ بن عبد الوہاب ہے اور ہدیہ یاء کے ساتھ ہے ہاء کے ساتھ نہیں ہے جیسا کہ مطبوعہ تینوں نسخوں میں لکھ دیا گیا ہے۔ اور اس خبر میں زیادہ سے زیادہ یہ بات ہے کہ ایک مجہول شاعر نے فقیہ الملت کی توہین کی ہے تو اس کی

مذمت کوئی کی کیا قیمت ہو سکتی ہے سوائے اس کے کہ وہ لوندھے منہ آگ میں گرے۔ اور اگر مذمت کرنے والا اپنے چہرہ سے نقاب ہٹا کر اپنی پہچان کراتا اور جس مسئلہ کو وہ پسند نہیں کرتا تھا اس کی صراحت کرتا اور جس مسئلہ میں وہ حرام کو حلال کرنا شمار کر رہا ہے اس کی صراحت کرتا تو اس کے بارہ میں بات کہنے اور اس کے اعتراض کا جواب دینے کا امکان تھا۔ تو جب تک کہنے والا مجہول ہے اور وہ مسئلہ بھی نامعلوم ہے تو ہم کیا بات کریں۔ اس کے حق میں دعاء ہی کرتے ہیں کہ جہالت کا پردہ اس کی عقل سے ہٹے تا کہ کوئی مجہول دوبارہ کسی مجہول مسئلہ کی وجہ سے مسلمانوں کے ائمہ میں سے کسی امام کے بارہ میں تنقید کے درپے نہ ہو اور باب النکاح میں محارم کی تو صراحت موجود ہے اور ابو حنیفہؒ مصاہرت اور رضاعت کی وجہ سے حرمت کے بارے میں (باقی ائمہ سے) زیادہ سخت نظریہ رکھتے ہیں (ان کے نزدیک تو کسی عورت کی شرمگاہ کو نظر شہوت سے دیکھنے سے ہی حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے) تو ان کا مذہب نکاح کے باب میں باقی مذاہب سے زیادہ احتیاط والا ہے اور اس میں کسی کوئی شک کی بھی گنجائش نہیں ہے لیکن شاعر ہر دادی میں حیران و سرگردان ہی پھرتا ہے۔

اعتراض ۱۰۲: (کہ ابوبکر بن عیاش نے اسماعیل بن حملو سے کہا کہ تیرے دوا نے کتنی ہی حرام شرمگاہیں کو حلال کر دیا تھا۔)

اور خطیبؒ نے طبع اولیٰ کے ص ۳۰۹ اور طبع ثانیہ کے ص ۳۳۵ میں کہا کہ ابوبکر بن عیاش نے اسماعیل بن حملو سے کہا کہ کتنی ہی حرام شرمگاہیں تھیں جن کو تیرے دوا نے مباح قرار دے دیا تھا۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ عبارت میں کم لا کر کثرت کو ظاہر کیا گیا ہے مگر اس میں سے کوئی ایک مثل بھی ذکر نہیں کی گئی تا کہ ہم اس کی طرف توجہ کرتے اور اس خبر کی سند میں ابن رزق اور ابو عمرو بن السماک ہیں اور سند میں یوں کہنا کہ ہمارے ایک ساتھی نے بیان کیا ہے جہ ثقہ ہے تو یہ محدثین کے ہاں راوی کی جہالت کو دور نہیں کرتا بلکہ اس کی وجہ سے راوی میں ہی رہتا ہے۔ تو اس جیسی سند کے ساتھ ابن عیاش سے بالکل خبر ثابت نہیں ہو سکتی۔ اور اس کے بعد دالی خبر میں تینوں ساتھی (ابن رزق۔ ابن سلم اور اللباب) ہیں۔ اور اس سے بعد دالی سند میں محمد بن العباس الخزاز اور ابو معمر اسماعیل بن ابراہیم الروی ہیں اور خطیبؒ نے خود پہلے ص ۳۲۷ میں ابوبکر بن عیاش کا قول نقل کیا ہے کہ اس نے کہا کہ بے شک

ابو حنیفہؒ کو اس لیے مارا گیا کہ اس نے قضاء تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا اور یہاں کہہ رہا ہے کہ اس لیے مارا تھا کہ اس نے کپڑا بننے والے جولاہوں کا چودھری بننے سے انکار کر دیا تھا۔ حالانکہ پہلی خبری صحیح ہے اور یہاں ابو بکر بن عیاش پر بہتان باندھا گیا ہے۔ علاوہ اس کے یہ بات بھی ہے کہ قضاء تسلیم کرنے سے انکار کی وجہ سے اس کو مارا جانا تو اترا سے ثابت ہے۔ بے شک خطیبؒ کا ناک خاک آلود ہو۔ اور یہی بعینہ رسوائی ہے۔

اعتراض ۱۰۳: (کہ اسود بن سالم نے ابو عبیدہ سے مرتے دم تک صرف اس لیے کلام کرنا چھوڑ دیا تھا کہ اس نے مسجد میں ابو حنیفہؒ کا تذکرہ کیا تھا۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اگرچہ روایت ثابت ہو جائے تو اسود بن سالم پر ہیز گار ہونے کے باوجود دسوس کا شکار تھا تو اس کی بات کو کیسے جت بنایا جاسکتا ہے۔)

اور خطیبؒ نے طبع اولیٰ کے ص ۴۰۹ اور طبع ثانیہ کے ص ۴۳۵ میں الحسن بن علی بن عبد اللہ المقرئ۔ محمد بن بکران البزاز۔ محمد بن خالد۔ محمد بن فضال الدوری کی سند نقل کر کے کہا کہ الدوری نے کہا کہ میں نے ابو عبیدہ کو کہتے ہوئے سنا کہ میں الاسود بن سالم کے ساتھ رصافہ کی جامع مسجد میں بیٹھا ہوا تھا تو وہاں لوگوں نے کسی مسئلہ میں تکرار کیا تو میں نے کہا کہ بے شک ابو حنیفہؒ اس کے بارہ میں ایسا کہتے ہیں تو الاسود نے مجھے کہا کہ تو مسجد میں ابو حنیفہؒ کا ذکر کرتا ہے؟ پھر اس نے مرتے دم تک میرے ساتھ کلام نہ کیا۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ الاسود بن سالم کا ابو عبیدہ کے مقابلہ میں کیا مقام ہو سکتا ہے جو کہ ہر علم میں امام تھا۔ اور الاسود بن سالم پر ہیز گار اللہ کے مقبول بندوں میں سے تھا مگر اس کو علم میں وسعت نہ تھی۔ اور نہ ہی فقہ میں اس کی گہری نظر تھی۔ تو اس کے بارہ میں یہ گمان کرنا مشکل ہے کہ وہ مسجد میں اللہ کے ذکر کے بغیر کسی اور کام میں مشغول ہو۔ وہ یہ احساس کرنے والا نہ تھا کہ فقہ کا پڑھنا پڑھانا بھی اللہ کے ذکر میں شامل ہے۔ اور اس بارہ میں اس کی اپنی رائے تھی اور لیل علم کی اپنی رائے ہے۔ نیز وہ ایسا آدمی نہیں ہے کہ اس جیسی من گھڑت بات میں اس کے قول کو دلیل بنایا جاسکے۔ اور میں نہیں جان سکا کہ خطیبؒ نے اس سے روایت کرنے کی تکلیف کیوں اٹھائی ہے حالانکہ اس کا حال اس کو معلوم ہے جیسا کہ خود خطیبؒ نے ص ۳۶ ج ۷ میں الحسین بن علی اللاتنجیری۔ محمد بن علی بن سید الموثوب۔ عثمان بن اسماعیل بن بکر السکری۔ جش بن برد کی سند نقل کر کے کہا کہ جش بن برد نے کہا

کہ اسود بن سالم صبح سے نصف النہار تک اپنا چہرہ دھوتا رہتا تھا تو اس سے پوچھا گیا کہ تیرا واقعہ کیا ہے؟ تو اس نے کہا کہ میں نے آج ایک بدعتی کو دیکھا ہے تو میں اس وقت سے اب تک اپنا چہرہ دھو رہا ہوں۔ اور میرا خیال ہے کہ وہ ابھی تک صاف نہیں ہوا۔ الخ

اعتراض ۱۰۴: (کہ علی بن عمامہ نے کہا کہ ابو حنیفہؒ نہ دین میں حجت ہے اور نہ دنیا میں۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر یہ روایت ثابت ہو جائے تو جب خلیفہؒ کے امام، امام شافعیؒ نے ابو حنیفہؒ کی مروی حدیث سے دلیل پکڑی ہے تو پھر خلیفہؒ کی اس کہانی کی کیا وقعت رہ جاتی ہے؟)

اور خلیفہؒ نے طبع اولیٰ کے ص ۴۰۹ اور طبع ثانیہ کے ص ۴۳۵ میں محمد بن احمد بن یعقوب۔ محمد بن نعیم النضی اور یہ حاکم ہے جس کی نسبت اس کے دادا کی طرف کی گئی ہے۔ محمد بن خالد البرزازی۔ الحسن بن منصور۔ محمد بن الوہاب کی سند نقل کر کے کہا کہ محمد بن عبد الوہاب نے کہا کہ میں نے علی بن عمامہ سے پوچھا کہ ابو حنیفہؒ حجت ہے؟ تو اس نے کہا نہ دین کے معاملہ میں اور نہ دنیا کے معاملہ میں۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ اللہ کے دین میں حجت تو اپنی شرطوں کے ساتھ کتاب اللہ اور سنت اور اجماع اور قیاس ہے۔ اور دنیا میں حجت عادل گواہوں کی گواہی ہے اور مدعا علیہ کا اقرار ہے اور محدثین کی اصطلاح جو الحجہ ہے وہ تو نئی اصطلاح ہے (امام ابو حنیفہؒ کے دو بیٹے یہ اصطلاح نہ تھی) تو یہاں اس حکایت کو ذکر کرنے کا کیا مقصد ہے اور اگر مراد یہ ہے کہ اس کی روایت سے دلیل نہیں پکڑی جاسکتی تو یہ جرح غیر مفسر ہے۔ (اور جرح غیر مفسر کا اعتبار نہیں ہوتا) علاوہ اس کے یہ بات بھی ہے کہ امام شافعیؒ نے کتاب الامام میں اس کی مروی حدیث سے دلیل پکڑی ہے اور وہ تو خلیفہؒ کے امام ہیں۔ اور وہ جس قدر ابو حنیفہؒ کی تعریف کرتے تھے وہ ابن عبد البر کی کتاب الانشاء سے ظاہر ہے۔ بلکہ اس کی ثقاہت اور لمانت اور لمانت تو متواترات میں سے ہے۔ تو اس کے بارہ میں طعن صرف کج رو آدمی ہی کر سکتا ہے جیسا کہ دوسرے مقام میں اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔ پھر علی بن عمامہ تک سند میں محمد بن عبد الوہاب الفراء ہے اور وہ ہدایت کے معاملہ میں ابو۔ علی الحلیلی کے نزدیک مطول ہے جیسا کہ من الامہات فی ابا صوفیا فی الرجال میں ہے۔

اور حاکم کا تعصب اور اختلاط مشہور ہے اور علی بن عمامہ مسلم کے راویوں میں سے

ہے اور حاشیہ میں جس نے یہ کہا ہے کہ یہ مجہول ہے تو اس کو وہم ہو اسے۔ تفصیل کے لیے دیکھیں خلاصہ الخرزجی جو کہ رجال میں چھوٹی سی کتب ہے تا کہ معلوم کیا جاسکے کہ وہ مجہول نہیں ہے۔

اعتراض ۱۰۵: (کہ محمد بن علی بن النعمان شیعہ نے جس کو شیطان الطلاق کہا جاتا تھا اس نے ابو حنیفہؒ کو گفتگو میں لاجواب کر دیا تھا۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر یہ روایت ثابت ہو جائے تو کس قدر الفسوس کی بات ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے خلاف شیطان الطلاق جیسے آدمی کی بات کو درج کر کے پھیلایا جاتا ہے حالانکہ اس کے ساتھیوں نے تو امام شافعیؒ کے خلاف بھی بات کچھ کہا ہے۔)

اور خلیفہؒ نے طبع لوٹی کے ص ۳۰۹ اور طبع ثانیہ کے ص ۳۳۵ میں ابو حازم محمد بن احمد بن ابراہیم العبدوی الحافظ۔ محمد بن احمد بن الغفری العبدی۔ محمد بن علی البلی۔ محمد بن احمد النسمی۔ عبد اللہ بن محمد بن جعفر الاساسی کی سند نقل کر کے کہا کہ ابو حنیفہؒ شیطان الطلاق کو رجعت کے ساتھ منہم کرتے تھے (حضرت علیؑ کے بارہ میں بعض لوگوں کا نظریہ ہے کہ وہ دوبارہ زندہ ہو کر اسی دنیا میں آئیں گے۔ اس نظریہ کو رجعت سے تعبیر کیا جاتا ہے) اور شیطان الطلاق ابو حنیفہؒ کو تلخ کے نظریہ کے ساتھ منہم کرتا تھا۔ (بعض لوگوں کا نظریہ ہے کہ جب آدمی مرجاتا ہے تو اس کی روح کسی دوسرے جانور میں داخل کر دی جاتی ہے اور یہ نظریہ ہندوؤں کا ہے۔ شیطان الطلاق نے ابو حنیفہؒ کی طرف میں اس کی غلط نسبت کی ہے) عبد اللہ بن محمد نے کہا کہ ابو حنیفہؒ بازار گئے تو اس کے سامنے شیطان الطلاق آیا اور اس کے پاس کپڑا تھا جس کو وہ بیچنا چاہتا تھا تو اس کو ابو حنیفہؒ نے کہا کیا تو یہ کپڑا مجھ پر بیچتا ہے۔ اور جب حضرت علیؑ دوبارہ آئیں گے تو اس وقت تو مجھ سے رقم لے لیتا۔ (گویا یہ اس کے نظریہ پر چوٹ تھی) تو اس نے کہا اگر تو مجھے کوئی ضامن دے کہ تو بدر کی صورت میں تبدیل ہو کر نہ آئے گا تو میں تجھ پر یہ کپڑا بیچ دیتا ہوں تو ابو حنیفہؒ اس کی یہ بات سن کر لاجواب ہو گئے۔ عبد اللہ بن جعفر نے کہا کہ جب جعفر بن محمد علیہ السلام کی وفات ہوئی تو شیطان الطلاق اور ابو حنیفہؒ کی ملاقات ہوئی تو ابو حنیفہؒ نے اس کو کہا کہ تیرا امام تو فوت ہو گیا تو شیطان الطلاق نے اس کو کہا کہ بیشک تیرے امام (ابلیس) کو تو قیامت کے دن تک سلسلہ ملی ہوئی ہے۔

الجواب : میں کہتا ہوں کہ خطیب دیوانہ ہو گیا ہے کیونکہ اس نے ابو حنیفہؒ کے بارہ میں وہ باتیں شروع کر دی ہیں جو باتیں شیطان الطلاق جیسے آدمی کی طرف منسوب کی گئی ہیں تا کہ خطیبؒ اپنے غصہ کو ٹھنڈا کرے۔ اور اوب ہمیں مانع ہے اس بات سے کہ ہم وہ کچھ نقل کریں جو شیطان الطلاق کے حواتیوں نے اس (خطیب) کے لام (شافعی) کے متعلق کہی ہیں۔ اور بحار الانوار اور روضات الجنات میں اس قسم کی بہت سی باتیں مذکور ہیں۔ کیا ان باتوں میں دلوں کی شفاء ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ اس میں تو دلوں کی بیماریاں ہیں۔ اور اس خبر کا رلوی ابن الغریف کی روایات کو محدثین نے منکر کہا ہے۔ جیسا کہ لسان المیزان میں ہے۔

اور محمد بن علی بن الحسین البلیغی البروی کی اکثر روایات منکر ہیں۔ اور محمد بن احمد النمیمی العامری المصری کذاب تھا۔ کتابوں سے موضوع روایات کرتا تھا۔ جیسا کہ ابن یونس نے کہا ہے اور یہ بات دیکھتے ہوئے کہ اس کی وقت ۳۴۳ھ میں ہے تو اس کے شیخ کی ولادت تیسری صدی کے نصف آخر میں ہی ہوگی تو اس کے شیخ محمد بن جعفر الاساسی اور شیطان الطلاق کے درمیان بیابان ہیں اور شیطان الطلاق تو ابو حنیفہؒ کا ہم عصر ہے۔ سند میں ظاہراً تو اتصال نہیں۔ ہاں ایسا کوئی رابطہ ہو جو شیاطین کے درمیان ہوتا ہے تو وہ الگ بات ہے۔ ہم شیاطین سے بھی اور جن پر یہ اپنی روایات میں اعتماد کرتے ہیں ان سب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔

اعتراض ۱۰۶: (کہ سفیان ثوریؒ نے کہا کہ ابو حنیفہؒ گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ روایت من گھڑت ہے۔)

اور خطیبؒ نے طبع لوئی کے ص ۴۱۰ اور طبع ثانیہ کے ص ۴۳۶ میں ابو نعیم الحافظ ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن جعفر بن حیان۔ سالم بن عمام۔ رستہ عبد الرحمن بن عمر۔ موسیٰ بن السور۔ جبر (اور وہ محمد بن عمام بن یزید الاصہلانی ہے) کی سند نقل کر کے کہا کہ جبر نے کہا کہ میں نے سفیان ثوریؒ کو کہتے ہوئے سنا کہ ابو حنیفہؒ ضل و مضل ہے۔

الجواب : میں کہتا ہوں کہ اس خبر کے رلوی خطیبؒ اور ثوریؒ کے علاوہ باقی سب اصہلانی ہیں۔ ابو نعیم اپنے تعصب کے ساتھ ساتھ متکلم فیہ ہے اور اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اور اسی طرح اس کے شیخ کو ابو احمد الحاصل نے ضعیف کہا ہے جو اس کا ہم شہر تھا اور سالم بن

عصام تو غریب روایات والا ہے اور رستہ امہلی کی ولادت ۸۸ھ ہے اور اس کے پیچھے کی روایت کے مطابق اس کی ولادت ابن مہدی کی وفات سے صرف دس سال پہلے ہے۔ اور یہ بعید ہے کہ اس کا جتہا اس کی سن ولادت سے متوافق ہو اور اس کے باوجود کہا جاتا ہے کہ بے شک اس نے ابن مہدی سے تیس ہزار احادیث روایت کی ہیں تو اتنی کثرت سے احادیث لینا دس سال کی عمر کے بچہ سے تصور نہیں کیا جاسکتا۔ اور صحاح ستہ والوں میں صرف ابن ماجہ نے اس سے روایت کی ہے۔ ابو موسیٰ المدینی نے کہا کہ اس کے بارہ میں ابو مسعود نے کلام کیا ہے جو کہ الحافظ البارع احمد بن القرات الرازی ہے۔ اس نے ری والوں کو خط لکھا اور ان کو اس سے روایت کرنے سے منع کیا۔ نیز وہ اپنی حدیث میں بکثرت غریب حدیث لاتا ہے۔ اور ابو محمد بن حیان نے کہا کہ اس کی غریب احادیث زیادہ ہیں۔ اور موسیٰ بن الساور ابو الہیثم الضبی الحلیہ کے راویوں میں سے ہے اور مجہول الحال ہے اور میں نے کوئی آدمی نہیں دیکھا جس نے اس کی توثیق کی ہو۔ اور جبر کا تلفظ جیم اور باء مشدود کے فتح کے ساتھ ہے۔ اور اگر فرض کر لیا جائے کہ سفیان ثوریؒ نے ابو حنیفہؒ کو ضل (گمراہ) شمار کیا ہے تو اس کی کوئی وضاحت نہیں کہ اس نے کس وجہ سے ایسا کہا ہے۔ اگر ایمان کی کسی بات میں کہا ہے تو ایمان سے متعلق عقائد تو ان کے خالص ہدایت ہیں جیسا کہ پہلے اس کی تحقیق ہو چکی ہے۔ اور اگر اس کے علاوہ کسی اور وجہ سے ہے تو ہمیں معلوم نہیں کہ ان دونوں کے درمیان کسی اعتقادی مسئلے میں اختلاف ہوا ہو۔ اور ایسا جملہ تو اعتقادی مسئلہ میں اختلاف کی وجہ سے ہی کہا جاسکتا ہے۔ اور پہلے خطیبؒ نے خود ص ۳۴۱ میں ثوریؒ سے ابو حنیفہؒ کی تعریف پر مشتمل روایت بیان کی ہے اور ابن عبد البر نے الاثناء ص ۴۷ میں کئی روایات نقل کی ہیں جن میں ثوریؒ نے ابو حنیفہؒ کی تعریف کی ہے۔ اور یہاں سند کا جو حل ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔ اور اگر ہم فرض کر لیں کہ ایمان کا معاملہ ثوریؒ پر مخفی تھا تو اس نے ابو حنیفہؒ کو اس وجہ سے ضل و مضل شمار کیا ہے تو ابو حنیفہؒ پر اس کا کیا اثر پڑتا ہے؟ اور اس کے بعد والی روایت میں عبد اللہ بن لوریس کا قول کہ ابو حنیفہؒ ضل اور مضل ہے اور ابو یوسفؒ کا قول کہ وہ فاسقوں میں سے ایک فاسق ہے تو اس کی سند میں الداعی یوب بن اسحاق السافری ہے جس کے بارہ میں ابن یونس نے کلام کیا ہے اور اس کی سند میں رجاہ ابن السندی بھی ہے اور غیبت میں اس کی زبان کھلی رہتی تھی۔ اور صحاح ستہ والوں نے اس

سے اعراض کیا ہے۔ اور عبد الغنی المقدسیؒ کو مغالطہ ہوا ہے جو اس نے کہا کہ بخاریؒ نے اس سے روایت لی ہے جیسا کہ الرزیؒ وغیرہ نے کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ عبد اللہ بن اوریس اللادویؒ کو معاف فرمائے کہ وہ اپنی سمجھ کے مطابق معمولی وجہ سے لوگوں کو گمراہ کہہ دیتا تھا۔ اور اس کے بعد دلی خبر میں ایوب بن اسحاق بن سافری السافری بھی ہے۔

اور ہم یہی سمجھتے ہیں کہ اس نے ایوب الواسطیؒ پر جھوٹ ہی پاندھا ہے کیونکہ اس نے یزید بن ہارون کی جانب یہ بات منسوب کی ہے کہ بے شک اس نے کہا کہ میں نے ابو حنیفہؒ کے ساتھیوں سے زیادہ عیسائیوں کے ساتھ مشابہت رکھنے والا کوئی نہیں دیکھا۔ حالانکہ صحیح سند کے ساتھ تو یزید بن ہارون سے ابو حنیفہؒ کی شان میں انتہائی تعریف ثابت ہے جیسا کہ خو خطیبؒ نے ص ۳۴۲ میں روایت نقل کی ہے۔ اور یہ کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ ابن عبد البر نے الحکم بن المنذر۔ یوسف بن احمد۔ محمد بن علی السمنانی۔ احمد بن حنبل۔ القاسم بن عجلو۔ محمد بن علی۔ یزید بن ہارون کی سند نقل کر کے کہا کہ یزید بن ہارون نے کہا کہ مجھ سے خالد بن عبد اللہ الطحان الواسطیؒ نے کہا کہ تو ابو حنیفہؒ کی کلام دیکھا کرتا کہ تجھے فقہ حاصل ہو جائے کیونکہ تجھے ضرورت ہے۔ یا کہا کہ تو اس کی طرف محتاج ہے۔ اور خالد الواسطیؒ نے اس سے بہت سی احادیث روایت کی ہیں۔ پس اے مخاطب ذرا سمجھ سے کلام لے کہ کیا کوئی شخص اپنے شیخ کی نصیحت کو ان لوگوں کے حق میں قبول کر سکتا ہے جن کو وہ نصاریٰ کی طرح سمجھتا ہو۔ اللہ کی قسم یہ تو خالص بہتان ہے۔

اور بے شک ابن ابی العوام نے جعفر بن محمد ابن اعین۔ یعقوب بن شیبہ۔ یعقوب بن احمد۔ الحسن بن علی۔ یزید بن ہارون کی سند نقل کر کے کہا کہ یزید بن ہارون نے کہا جبکہ اس سے کسی آدمی نے پوچھا کہ اے ابو خالد تو سب سے زیادہ فقیہ کس کو سمجھتا ہے؟ تو اس نے کہا ابو حنیفہؒ کو۔ اور ابو حنیفہؒ تو ان کے اکابر کا یقیناً استاد ہے۔ اور میری خواہش ہے کہ میرے پاس اس کے مسائل میں سے ایک لاکھ مسائل ہوتے اور اس نے کہا کہ میں نے اس کے ساتھ یہ مجلس موت سے صرف ایک ہفتہ پہلے کی ہے۔ لہٰذا۔ اور ابن ابی العوام نے اسی طرح ابراہیم بن احمد بن سہل۔ القاسم بن غسان۔ ابراہیم بن عبد اللہ الہرویؒ کی سند نقل کر کے کہا کہ عبد اللہ نے کہا کہ میں نے یزید بن ہارون کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے ایک ہزار فقہاء کو پایا اور ان میں سے اکثر سے لکھا تو میں نے ان میں سب سے زیادہ فقیہ سب سے زیادہ حلیم اور سب سے زیادہ پرہیزگار پانچ آدمیوں کو پایا۔ ان میں پہلا نمبر ابو حنیفہؒ کا ہے۔

الخ۔ پس اللہ کی پناہ کہ یزید بن ہارون نے اپنی زبان سے وہ بات کہی ہو جس کو خطیبؒ نے اس کی طرف منسوب کر کے بیان کیا ہے۔ اور یہ صرف ابن سافری کی شرات ہی ہو سکتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی اس سے حساب لے گا اور ان لوگوں سے بھی جنہوں نے اس کی روایت کو موضوع ہونے کی نشاندہی کیے بغیر روایت کیا ہے۔ حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ خبر جھوٹی ہے۔

اعتراض ۱۰: (کہ امام شافعیؒ نے کہا کہ میں نے ابو حنیفہؒ کے اصحاب کی کتابوں میں ایک کتب دیکھی جس کے ایک سو تیس لوراق تھے تو ان میں سے میں نے اسی لوراق ایسے شمار کیے جو کہ کتب وسنت کے خلاف تھے۔ ابو محمد نے کہا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ بنیادی غلط تھی تو جو مسائل ان سے نکالے گئے تو وہ بھی غلط ہی رہے۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر یہ روایت امام شافعیؒ سے ثابت ہو جائے تو پھر امام شافعیؒ نے اس کتب اور اس کے مولف کا نام ذکر کیوں نہیں کیا اور اس کے غلط مسائل کی نشاندہی کیوں نہیں کی۔ نیز امام شافعیؒ نے خود اپنے بے شمار مسائل سے رجوع کیا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ ان کو کتب وسنت کے خلاف سمجھتے تھے ورنہ وہ ان سے رجوع نہ کرتے۔)

اور خطیبؒ نے طبع لوئی کے ص ۴۱۰ اور طبع حانیہ کے ص ۴۳۷ میں احمد بن محمد العیثی۔ الحسن بن جعفر السہاسی۔ الحسن بن علی الجوهری۔ علی بن عبد العزیز البرزعی۔ ابو محمد عبد الرحمن بن ابی حاتم۔ محمد بن عبد اللہ بن عبد الحکم کی سند نقل کر کے کہا کہ محمد بن عبد اللہ نے کہا کہ مجھ سے محمد بن لوریس الشافعیؒ نے کہا کہ میں نے ابو حنیفہؒ کے اصحاب کی کتابوں میں ایک کتب دیکھی جس کے ایک سو تیس لوراق تھے تو میں نے اس میں اسی لوراق ایسے شمار کیے جو کتب وسنت کے خلاف تھے۔ ابو محمد نے کہا اس لیے کہ بے شک اصل ہی غلط تھا تو فروع بھی غلطی پر ہی رہے۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ خطیبؒ نے ابو حنیفہؒ کا ترجمہ شروع کرنے سے لے کر یہاں تک صبر کیا کہ امام شافعیؒ سے ابو حنیفہؒ پر عیب والی کوئی روایت ذکر نہ کی۔ حالانکہ اس نے ابو حنیفہؒ کے خاص اصحاب کی اس بارہ میں روایات ذکر کی ہیں۔ اور یہاں اس نے اپنے دل کو ٹھنڈا کیا اور امام شافعیؒ سے چار روایات اس ضمن میں ذکر کی ہیں۔ اور بے شک البرزعی جن حالات میں گھرا ہوا ہے، ان کو واضح کر کے میں پہلی روایت کی سند میں کلام نہیں کروں گا۔

اور نہ ان وجوہ کو بیان کروں گا جو جرح میں اس کے شیخ کا ضد بازی میں مشہور ہونا ثابت ہے۔ اور نہ اس کو بیان کروں گا۔ جو اس پر اس کا وہ اعتقاد الماء کرواتا تھا جو اس نے حرب بن اسماعیل سے سیکھا تھا۔ اور نہ ہی وہ باتیں نقل کروں گا جو ابن عبد الحکم کے بارہ میں الحمیدی اور الربیع الموزن نے کہی ہیں۔ بلکہ میں متعین کرتا ہوں کہ بے شک اس روایت کا متن جس کو امام شافعیؒ نے محمد بن عبد الحکم کے پاس راز رکھا یہ تو اس روایت کے خلاف ہے جو امام شافعیؒ سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ سارے لوگ فقہ میں ابو حنیفہؒ کے محتاج ہیں۔ اور یہ بھی تواتر سے ثابت ہے کہ انہوں نے امام محمد بن الحسنؒ سے اس قدر کتابوں کا علم حاصل کیا جو ایک اونٹ کا بوجھ بن جاتا ہے اور یہ کہ انہوں نے کہا کہ فقہ میں تمام لوگوں سے بڑھ کر احسان مجھ پر امام محمدؒ کا ہے۔ اور اس کے علاوہ بھی صریح روایات موجود ہیں جو ثل علم کی کتابوں میں اسناد کے ساتھ لکھی ہوئی ہیں۔ اور خود خطیبؒ نے اپنی تاریخ میں ان کو لکھا ہے۔ بلکہ میں یہاں صرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ تینوں مطبوعہ نسخوں میں ابو دار الکتب المصریہ کے قلمی نسخہ میں اس مقام پر جو نص نقل کی گئی ہے وہ غلط ہے۔ اور یہ اس لیے کہ اس میں کتب کا کلمہ نکرہ واقع ہے جو کہ ابو حنیفہؒ کے تمام اصحاب کی طرف منسوب نہیں کیا جاسکتا جیسا کہ ان اوراق کو اصحاب ابی حنیفہؒ کی تمام کتب قرار نہیں دیا جاسکتا۔ کیونکہ روایت کے الفاظ ہیں کہ وہ ایسی کتابیں تھیں جن کے صرف ایک سو بیس ورق تھے بلکہ اوراق کی یہ تعداد تو بتلاقی ہے کہ وہ کوئی چھوٹی سی کتاب ہی ہوگی۔ اور یہ چھوٹی سی کتاب ابو حنیفہؒ کے تمام اصحاب کی تالیف تو نہیں ہو سکتی بلکہ صرف کسی ایک کی ہوگی اور یہ تو میرے خیال کے مطابق بالکل ظاہر اور واضح بات ہے۔ تو شاید اصل روایت یوں ہو کہ میں نے ابو حنیفہؒ کے کسی ساتھی کی ایک چھوٹی سی کتاب دیکھی جس کے ایک سو تیس اوراق تھے تو میں نے اس میں اسی اوراق کتاب و سنت کے خلاف شمار کیے۔ تو اصل عبارت کے نقل کرنے میں یا تو لکھنے والے نے غلطی کی یا راویوں میں سے کسی سے غلطی ہوئی۔ یہاں تک کہ عبارت کی وہ شکل بن گئی جو بیان ہوئی ہے۔ اور ہم امام شافعیؒ کی شان بہت بلند سمجھتے ہیں اس سے کہ انہوں نے کوئی غیر معقول بات کہی ہو۔ پس امام شافعیؒ نے صرف محمد بن الحسنؒ سے جو علم حاصل کیا وہ کتابیں پورے ایک بختی اونٹ کا بوجھ ہیں۔ اور اس کا اعتراف خود ان کو ہے۔ اور امام محمد بن الحسنؒ کی جن کتابوں کا مطالعہ امام شافعیؒ نے کیا وہ بھی تمام اصحاب ابی حنیفہؒ کی کتابیں نہ تھیں بلکہ انہوں نے ابو یوسفؒ کی

کتابوں کا بھی مطالعہ کیا ہے اور ان کتابوں میں صرف الاملی کی تین سو کے قریب جلدیں ہیں جیسا کہ کہا جاتا ہے۔ اور امام شافعیؒ نے وکیع بن الجراحؒ اور اسد بن عمروؒ اور یوسف بن خالد التمیمیؒ وغیرہ اصحاب اہل حنفیہؒ سے بہت کچھ سنا ہے اور ان کی کتابوں سے تو کتب خانے بھرے ہوئے ہیں۔ اور بعض بعض کتابیں تو ایسی ہیں کہ ان کے لوراق اتنے ہیں کہ امام شافعیؒ کی تمام تالیفات کے کلمات اور جملے بھی اتنے نہ ہوں گے۔ تو اس صورت میں یہی ثابت ہوتا ہے کہ بے شک اس کا قول صرف ایسی چھوٹی سی کتاب کے بارہ میں ہے جس کے صرف اتنے لوراق ہوں تو اگر وہ اس مذکورہ کتاب کا صراحت سے ذکر کر دیتے اور اس کے مسائل میں سے جو کتاب وسنت کے خلاف تھے ان کو ظاہر کر دیتے تو اس میں امام شافعیؒ کا کیا بگڑتا تھا۔ جبکہ وہ اس کتاب کے دو ٹکٹ مسائل تھے۔ پس اگر وہ ایسا کر دیتے تو ہو سکتا ہے کہ اس کتاب کا مولف اگر زندہ ہوتا تو صحیح بات کی طرف رجوع کر لیتا۔ یا وہ اس کا جواب دے دیتا اور اگر مر گیا ہوتا تو اس کے شاگردوں میں سے ہی کوئی اٹھ کھڑا ہوتا جو اس کا جواب لکھ دیتا تو اس کو لینے یا جواب دینے کا نفع عام ہو جاتا اور مسائل میں سے غلط اور درست واضح ہو جاتے۔

اور اگر فرض کر لیا جائے کہ ابو حنیفہؒ کے اصحاب میں سے کسی نے ایک چھوٹی سی کتاب میں اکثر مسائل غلط لکھے ہیں تو اس کی وجہ سے ابو حنیفہؒ پر کیا اعتراض ہے؟ اور خود امام شافعیؒ نے ان مسائل سے رجوع کیا جو کتاب الحجہ میں جمع ہیں جو سارے کے سارے ان کے قدیم مسائل مشہور ہیں اور اس کو دھو ڈالنے اور اس سے اعراض کرنے کا حکم دیا۔ اور وہ تو بہت بڑی جلد ہے جس کے لوراق آٹھ سو سے کم نہ ہوں گے۔ اور اگر امام شافعیؒ ان قدیم اقوال کو کتاب وسنت کے خلاف نہ سمجھتے تو ان سے رجوع نہ کرتے اور نہ ہی اس بارہ میں اتنا تشدد کرتے۔ تو امام شافعیؒ کے لیے کیسے گنجائش ہو سکتی ہے کہ وہ کسی کو ایسی خطا پر عار دلائیں جو خطا ان کی اپنی خطا کا دسواں حصہ بھی نہیں ہے۔ اور یہ عالم جس کی خطا فرض کی گئی ہے اس نے تو ابھی تک اپنی خطا کا اعتراف کیا ہی نہیں جیسا کہ اعتراف امام شافعیؒ نے اپنے قدیم مسائل کی غلطی کا کیا ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس چھوٹی سی کتاب کے لکھنے والے کے پاس ایسے دلائل ہوں جو معترض کے اعتراض کو دفع کر سکیں۔ اگر یہ معلوم ہو جاتا کہ وہ اعتراض کیا تھے؟ اور علماء میں یہ پلایا جاتا ہے کہ وہ جلد بازی میں کسی بات کو کتاب وسنت کے خلاف ہونے کا حکم دے دیتے ہیں۔ مگر جب گہری نظر سے اس کلام میں

خور کیا جاتا ہے تو ظاہر ہو جاتا ہے کہ جس کو کتب و سنت کے خلاف قرار دیا گیا ہے وہ تو کتب و سنت کے بالکل موافق ہے۔ اور یہی بات درست ہے۔ اور ہل پہل ایک راوی محمد بن عبد اللہ بن عبد الحکم جو امام شافعیؒ سے اس روایت کا راوی ہے اس نے خود ایک کتب لکھی جس کا نام اس نے رکھا ما خالف فیہ الشافعی کتاب اللہ وسنتہ رسولہ (یعنی اس کتب میں وہ مسائل بتلائے گئے ہیں جن میں امام شافعیؒ نے کتب اللہ اور سنت رسول کی مخالفت کی ہے) جیسا کہ اس کا ذکر ابن السبکی وغیرہ نے کیا ہے۔ تو کیا ہم اس کی اس بات کی بھی تصدیق کریں صرف یہ دیکھتے ہوئے کہ اس راوی کی تعریف میں ابن خزیمہ نے بہت مبالغہ کیا ہے۔ کیونکہ اس نے کہا ہے کہ آسمان کے نیچے کوئی آدمی ایسا نہیں ہے جو محمد بن عبد اللہ بن عبد الحکم سے زیادہ صحابہ اور تابعین کے اختلاف کو جاننے والا ہو۔ اور اگر اصل حکایت میں عبارت یوں ہوتی کہ امام شافعیؒ نے کہا ہوتا کہ میں نے ابو حنیفہؒ کی کتب میں دیکھا تو پھر سند کی خرابی سے چشم پوشی سے کام لیتے ہوئے وہ معنی درست ہو سکتا تھا جو مخالف لے رہا ہے۔ مگر بے شک کلام مرسل ہے جو کچھ منہ میں آیا کہہ دیا گیا ہے اس کی وضاحت کیے بغیر کہ ابو حنیفہؒ کی کتابوں میں سے وہ کونسی کتب تھی؟

اور بہر حال وہ روایت جو خلیفہؒ نے امام شافعیؒ سے کی ہے کہ بے شک اس نے کہا کہ ابو حنیفہؒ پہلے غلط مسئلہ گھڑتے ہیں پھر ساری کتب کو اس پر قیاس کرتے ہیں۔ تو ہم اس کی سند کے راویوں کے بارہ میں کلام نہیں کرتے۔ اگرچہ ان میں پہلی سند کے راویوں کے ساتھ الریح المرادی بھی ہے جس کے بارہ میں ابو یزید القزطیسی کلام کرتے ہیں۔ پھر جو اس نے کہا ہے ہم بھی اعتراف کرتے ہیں کہ بے شک مجتہد کبھی فروعی مسائل میں غلطی کر جاتا ہے۔ اور ابو حنیفہؒ کے بھی فقہ میں بعض ابواب اس قبیل سے ہیں۔ پس کتب الوقف میں انہوں نے قاضی شریح کے قول کو لیا اور اس کو بنیاد بنا کر اس کے مطابق مسائل نکالے تو اس کتب کے فروع غیر مقبول ٹھہرے۔ یہاں تک کہ ان مسائل کو ان کے دونوں ساتھیوں (ابو یوسف اور محمد) نے بھی رد کر دیا۔ اور اسی طرح انہوں نے کتب المزاعہ میں ابراہیم النخعیؒ کے قول کو بنیاد بنایا تو اس پر فروعی مسائل نکالے لیکن ابو حنیفہؒ کے اس قبیل سے جو مسائل ہیں ان کی تعداد تو ایک ہاتھ کی انگلیوں تک بھی نہیں پہنچتی۔ بخلاف اس کے کہ عیب لگانے والے (یعنی امام شافعیؒ، اگر ان سے یہ حکایت ثابت ہو جائے) کے مسائل اس قبیل سے اس کثرت سے ہیں کہ ان کے ہم مذہب بڑے بڑے فقہاء حیران رہ جاتے ہیں تو

آپ ان کو دیکھیں گے کہ وہ عمل کے لیے مذہب میں قدم اور جدید مسائل کے درمیان سے مسئلہ انتخاب کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اور جن مسائل میں ان کے لہجوں کے دو دو قول پائے جاتے ہیں ان کے جواہریت دیتے ہیں۔ پھر وہ شکوکہ کرتے ہیں کہ یہاں اصول کے مطابق فروع میں طریق اختیار نہیں کیا گیا اور اصل اور فروع میں مطابقت نہیں ہے۔ اور اس کی وضاحت کا یہ موقع نہیں۔ اس کا مقام اور ہے۔

اور بہر حال ابو جعفر لایلی نے جو لام شافعیؒ کی طرف منسوب کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ بے شک وہ کسی آدمی کو نہیں جانتے کہ اس نے کتب لکھی ہو اور وہ اس کے قول کی کمزوری پر دلالت کرتی ہو۔ جتنا کہ ابو حنیفہؒ کی کتب اس کے قول کی کمزوری پر دلالت کرتی ہے اور اس سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بے شک ابو حنیفہؒ ضعیف کے مقلد میں اپنے کلام میں افتاء کے طریق پر نہ چلتے تھے (یعنی اگر قول میں کچھ کمزوری ہوتی تو وہ اس کمزوری کو چھپاتے نہیں تھے) اور یہ تو علم میں اس کی لمانت داری ہے۔ اور جو اس نے یہ قول اس کی طرف منسوب کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے ابو حنیفہؒ کی رائے کو جلاوگر کے دھاگے کے مشابہہ دیکھا ہے اور کھینچتا ہے تو سبز ہوتا ہے، اور کھینچتا ہے تو زرد ہو جاتا ہے۔ تو اس حکایت کی سند میں ابن رزق اور ابو عمرو بن السماک ہیں تو ہم یقین نہیں کر سکتے کہ لام شافعیؒ نے ابو حنیفہؒ کی فقہ کے بارہ میں اس قسم کی کلام کی ہو۔ حالانکہ آپ کو علم ہے کہ وہ اور اس کے اصحاب اپنی کتب میں اس کا ذکر تعریف کے ساتھ اور ان کے حق میں دعاء کے ساتھ ہی کرتے ہیں۔ اور جن باتوں کا جواب دینا چاہتے ہوں ان کا جواب دلیل سے دینے میں عاجز نہ تھے کہ وہ بے حیاء لوگوں جیسے شور شرابے کی پناہ لیتے۔ نیز یہ بات بھی ہے کہ یہ بات مثالی ہے اس کے جو پہلے بیان ہو چکی کہ بے شک (اگر ابو حنیفہؒ کی کلام میں کوئی عیب ہوتا تو وہ اپنے کلام میں عیب کو واضح چھوڑتے تھے تا کہ دیکھنے والا اس کی رائے کو دیکھ سکے، پھر وہ غلطی میں نہ پڑے جیسا کہ یہ علت ہوتی ہے ان لوگوں کی جو اپنے دین کے معاملہ میں اللہ سے ڈرتے ہیں۔ ہاں یہ بات ہے کہ ابو حنیفہؒ اپنے اصحاب کے ساتھ مسائل کا مذاکرہ کرنے کے دوران مسئلہ میں ایک احتمال ذکر کرتے تو وہ لوگ ان کی تائید کرتے جو ان کے ارد گرد ہوتے تھے۔ پھر وہ اپنے اصحاب سے پوچھتے کہ ان کے پاس اس سے معارض کوئی صورت ہے تو پیش کرے تو جب وہ محسوس کرتے کہ یہ لوگ اس صورت کو ماننے کے راستہ پر چل پڑے ہیں تو خود اس کے الٹ صورت پیش کرتے جو پہلے پیش کی ہوتی تھی۔ اور وہ

اس انداز سے پیش کرتے تھے کہ سامعین ان کی دوسری رائے کو درست قرار دینے میں استغناء کر لیتے تو پھر وہ ان سے پوچھتے کہ اس نئی رائے کے بارہ میں ان کے پاس کوئی اعتراض ہے تو پیش کریں تو جب وہ دیکھتے کہ ان کے پاس کچھ نہیں تو تیسری صورت پیش کر دیتے تو سارے کے سارے اس تیسری رائے کی طرف منتقل ہو جاتے اور پھر آخر میں ان تمام صورتوں میں سے ایک کے بارہ میں فیصلہ فرماتے کہ یہی صورت درست ہے۔ اور اس کو مضبوط دلائل کے ساتھ ثابت کرتے۔ اور یہ جلدوگر کے دھماکے کی قبیل سے نہیں ہے بلکہ یہ توفیقہ سیکنے سکھانے میں ایسا امتیازی طریق ہے جو اس نے اور اس کے اصحاب فقہاء نے اختیار کیا۔ اور ابن ابی العوام نے ابراہیم بن احمد بن حنبل۔ القاسم بن عثمان عن ابیہ۔ ابو سلیمان الجوزجانی۔ محمد بن الحسن کی سند نقل کر کے کہا کہ محمد بن الحسن نے کہا کہ ابو حنیفہؒ بغداد تشریف لاتے تھے تو ان کے تمام اصحاب جمع ہو جاتے اور ان میں ابو یوسف۔ زفر اور اسد بن عمرو اور اس کے اصحاب میں عام حنفی فقہاء ہوتے تھے۔ تو ایک دفعہ ان کو ایک ایسا مسئلہ معلوم ہو گیا جس کو دلائل کی تائید حاصل تھی اور انہوں نے اس کو مضبوط کرنے میں بڑی ترتیب سے کام لیا۔ اور کہنے لگے کہ جب ابو حنیفہؒ تشریف لائیں گے تو ہم پہلے یہی مسئلہ ان سے پوچھیں گے۔ تو جب ابو حنیفہؒ تشریف لائے تو اسی مسئلہ کے بارہ میں انہوں نے پہلے ان سے پوچھا تو جو جواب ان لوگوں نے تیار کر رکھا تھا ابو حنیفہؒ نے اس کے علاوہ جواب دیا تو وہ حلقہ کے کناروں سے زور زور سے بولنے لگے اے ابو حنیفہؒ تیرا شہر مسافری کا ہے (یعنی اس میں تیرا ساتھ دینے والا کوئی نہیں ہے) تو اس نے ان سے کہا نرمی کو نرمی کو۔ تم کیا کہتے ہو تو انہوں نے کہا کہ ہات اس طرح نہیں ہے جو تم نے کسی سے کہا کہ کیا بات دلیل سے ہوگی یا بغیر دلیل کے؟ تو انہوں نے کہا کہ دلیل سے ہوگی۔ تو انہوں نے کہا کہ لاؤ دلیل پیش کرو۔ پھر اس نے ان سے مناظرہ کیا تو دلائل کے ساتھ ان پر غالب آ گیا۔ یہاں تک کہ ان کو اپنے قول کی طرف پھیر دیا۔ اور انہوں نے یقین کر لیا کہ وہ غلطی پر تھے۔ تو اس نے کہا کہ کیا تم اب سمجھ چکے ہو تو انہوں نے کہا ہاں۔ تو اس نے کہا کہ تمہارا اس شخص کے بارہ میں کیا نظریہ ہے جو یہ کہتا ہے کہ یہ بات غلط ہے اور تمہاری ہی بات صحیح تھی۔ تو وہ کہنے لگے کہ ایسا نہیں ہو سکتا بے شک یہی بات صحیح ہے۔ تو ان سے مناظرہ کیا۔ یہاں تک کہ ان کو بات سے پھیر دیا۔ تو وہ کہنے لگے اے ابو حنیفہؒ پہلے تو نے ہمیں ہمارے قول سے پھیر کر ظلم کیا کیونکہ حق تو ہمارے ساتھ تھا۔ تو اس نے کہا کہ تمہارا اس شخص کے بارے

میں کیا نظریہ ہے جو یہ کہتا ہے کہ پہلی بات بھی غلط تھی اور یہ دوسری بات بھی غلط ہے اور درست تیسری بات ہے۔ تو وہ کہنے لگے کہ ایسا نہیں ہو سکتا تو اس نے کہا پس غور سے سنو اور اس نے تیسرا قول گھڑ لیا اور اس پر ان سے مناظرہ کیا یہاں تک کہ ان کو اپنے قول کی طرف پھیر دیا تو انہوں نے یقین کر لیا۔ اور وہ کہنے لگے اے ابو حنیفہ ہمیں بتاؤ کہ ان میں سے درست صورت کون سی ہے تو اس نے کہا کہ درست پہلی بات ہی تھی جو میں نے تمہیں جواب میں کہی تھی اور اس اس علت کی وجہ سے وہ درست ہے۔ اور یہ مسئلہ ان ہی تین صورتوں سے نہیں نکلتا (بلکہ اور صورت بھی بن سکتی ہے) اور ان میں سے ہر ایک پہلو کی فقہ میں دلیل موجود ہے۔ مگر یہ صورت درست ہے اس کو لے لو اور اس کے پاسوا کو چھوڑ دو۔ لے۔ اگر عیب لگانے والا اس کو جلد سمجھتا ہے تو یہ نعمانی جلد ہے جس نے قضا کی عقلوں پر جلد کیا یہاں تک کہ عیب لگانے والے پر بھی۔ یہ بابی جلد نہیں ہے جو غفلت میں پڑے ہوئے لوگوں کی آنکھوں پر جلد کرتا ہے۔ اور فقہ کی جماعت اسی طرح کی ہوتی ہے اور اسی وجہ سے تو اس کے اصحاب امتیازی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور ابن ابی العوام نے محمد بن احمد بن حنبل۔ محمد بن شجاع۔ الحسن بن ابی مالک۔ ابو یوسفؒ کی سند نقل کر کے کہا کہ ابو یوسفؒ نے کہا کہ جب ابو حنیفہؒ کے سامنے کوئی مسئلہ پیش ہوتا تھا تو وہ کہتے کہ تمہارے پاس اس کے بارہ میں کیا اقوال ہیں۔ تو جب ہم آثار روایت کرتے اور ذکر کرتے اور جو چیز ان کے پاس ہوتی وہ بھی اس کو ذکر کر دیتے تو پھر غور و فکر کرتے۔ پھر اگر دو مختلف اقوال میں سے ایک میں آثار زیادہ ہوتے تو اس کو لے لیتے۔ اگر دونوں قولوں میں (صحابہ و تابعین کے) اقوال قریب قریب اور برابر ہوتے تو نظر و فکر کے بعد ان میں سے ایک کو اختیار کر لیتے تھے۔ لے۔

اعتراض ۱۰۸: (کہ احمد بن حنبلؒ نے کہا کہ مسلمانوں کے خلاف عمرو بن عبید کی بہ نسبت ابو حنیفہؒ نے زیادہ سختی کی ہے کیونکہ اس کے اصحاب بھی تھے۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ روایت بالکل من گھڑت ہے۔ اس لیے کہ امام احمدؒ بن حنبلؒ یہ قطعاً نہیں کہہ سکتے کہ عمرو بن عبید کے اصحاب نہ تھے اس لیے کہ ان کے اصحاب سے تو شہروں کے شہر بھرے ہوئے تھے تو اتنے کھلے جھوٹ کی توقع امام احمدؒ بن حنبلؒ سے ہم نہیں کر سکتے۔ اور پھر یہ بھی کہ انہوں نے تو فقہ ہی امام ابو حنیفہؒ کے اصحاب سے حاصل کی تو ان سے توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ اس احسن کا بدلہ اس طرح چکائیں۔)

خطیبؒ نے طبع اولیٰ کے ص ۳۸ اور طبع ثانیہ کے ص ۳۳۷ میں البرقانی۔ محمد بن الحباس ابو عمر الخزاز۔ ابو الفضل جعفر بن محمد الصندی اور یہ راوی ایسا ہے کہ اس کی ابو عمر نے بہت تعریف کی ہے۔ المروزی ابو بکر احمد بن الحجاج کی سند نقل کر کے کہا کہ المروزی نے کہا کہ میں نے ابو عبد اللہ احمد بن حنبل سے ابو حنیفہؒ اور عمرو بن عبید کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ مسلمانوں کے خلاف عمرو بن عبید کی بہ نسبت ابو حنیفہؒ زیادہ سخت تھے اس لیے کہ بے شک اس کے اصحاب تھے۔

الجواب : میں کہتا ہوں کہ یہاں خطیبؒ نے امام احمدؒ سے چھ روایات بیان کی ہیں تو پہلی روایت میں ابو عمر محمد بن الحباس ہے جو ابن حیویہ الخزاز کے ساتھ مشہور ہے۔ جو اس الرزاز کی کتابوں کی سماعت کرنے والا ہے جس کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔ اور الصندی جس کی تعریف ابن حیویہ نے کی ہے وہ بھی اسی طرح کا ہے۔ اور ابو بکر احمد بن الحجاج المروزی جس کا یہ نظریہ ہے کہ مقام محمود سے مراد رسول اللہ ﷺ کا اللہ تعالیٰ کے پہلو میں عرش پر بیٹھنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات بہت ہی بلند ہے اس سے جو الجسمہ کہتے ہیں۔ اور الجسمہ فرقے کے البرہاری کا جو فتنہ بغداد میں اس افسانہ کے ارد گرد ہوا وہ تاریخ کی کتابوں میں مشہور ہے۔ تفصیل کے لیے ابن اثیرؒ کی الکامل ۳۱۷ھ اور ۳۲۳ھ کی اخبار میں دیکھیں۔ پس اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے۔ امام احمدؒ کس طرح یہ کہہ سکتے تھے کہ بے شک عمرو بن عبید کے اصحاب نہیں تھے۔ حالانکہ بصرہ اور بغداد میں اس کے اصحاب اور اصحاب کے اصحاب سے بھرے ہوئے تھے اور یہ سلسلہ چلا رہا یہاں تک کہ امام احمدؒ اس عظیم معصیت میں گرفتار ہوئے اور امام احمدؒ تو ابو حنیفہؒ کے لیے رحمت کی دعا کیا کرتے تھے اور اس کی تعریف کیا کرتے تھے جبکہ عمرو بن عبید کے اصحاب ان کو مارتے تھے اس آزمائش میں جو کہ معروف ہے جیسا کہ خود خطیبؒ نے ص ۳۲۷ میں پہلے بیان کیا ہے۔ اور انہوں نے سب سے پہلے فقہ ہی ابو یوسفؒ القاضی سے حاصل کی۔ اور ان سے اتنا علم حاصل کیا کہ اگر اس کو لکھا جائے تو ان لکھی ہوئی کتابوں سے تین صندوق بھر جاتے۔ جیسا کہ سیرت ابن سید الناس کی ابتداء میں اور تاریخ الخطیبؒ ص ۱۵ ج ۳ میں ہے اور وہ وقتی مسائل کے جوابات محمد بن الحسن کی کتابوں سے نکالتے تھے۔ جیسا کہ اس سے ابو ایہم الحمیری نے روایت کی ہے اور تاریخ الخطیبؒ ص ۷۷ ج ۲ میں مذکور ہے۔ پس اگر خطیبؒ پہلی روایت کی سند جیسی سند پر اعتماد کرتا تو اس کے لیے امکان تھا کہ وہ ابو الحسن بن ابی یعلیٰ حنبلؒ کی طبقات الخلفاء سے ابو حنیفہؒ کے بارہ میں جو چاہتا

نقل کرتے اس لیے کہ ہر کج رو ابو حنیفہؒ کے بارہ میں بہتان تراشی کر سکتا ہے۔
 اور البتہ تحقیق عبدالعزیز بن ابی رواد نے سچ کہا ہے جو اس نے کہا ہے کہ ابو حنیفہؒ
 آزمائش ہے جو اس سے محبت رکھتا ہے تو وہ سنی ہے اور جو اس سے بغض رکھتا ہے تو وہ
 بدعتی ہے۔ اور اس کا مصداق یہ ہے کہ بے شک جب آپ اس کے بارہ میں طعن کرنے
 والوں کے اعتقاد پڑھیں گے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ اعتقاد کھلی گمراہی پر مشتمل
 ہیں۔

اعتراض ۱۰۹: (کہ امام احمدؒ ابو حنیفہؒ اور اس کے مذہب پر عیب لگاتے تھے۔)

الجواب: اور بہر حال دوسری روایت جو یہ ہے کہ بے شک وہ (امام احمد) ابو حنیفہؒ اور اس
 کے مذہب پر عیب لگاتے تھے تو اس کی سند میں ابو الشیخ الامصطنی ہے اور بے شک الحاصل
 نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ اور الملک المعظمؒ نے کہا کہ میں اس کی تصدیق کرتا ہوں اس
 لیے کہ ابو حنیفہؒ کے اصحاب کی باقی کتابیں تو چھوڑ دیں، ہمارے اس زمانہ تک امام احمدؒ کے
 اصحاب میں سے کوئی ایک بھی (امام محمدؒ کی) الجامع الکبیر کو نہیں سمجھ سکا اور جو کچھ اس میں
 ہے اس کو نہیں جان سکا اور جب اس پر واقف ہی نہیں ہو سکا تو کوئی شک نہیں کہ وہ اس کا
 انکار کرے۔

اور الملک المعظمؒ لوگوں میں سب سے زیادہ الجامع الکبیر کو جاننے والوں اور اس کے
 اسرار پہنچانے والوں میں سے تھے۔ تب ہی تو اس نے اس کی شرح لکھی ہے۔ اور اس کے
 زمانہ میں دمشق میں اکابر حنبلہ موجود تھے تو وہ ان کے احوال نزدیک سے جانتا تھا اور جو آدمی
 کسی چیز کو نہیں جانتا تو وہ اس کا انکار کر دیتا ہے۔ اور اس کے بارہ میں اعتدال سے نکل جاتا
 ہے۔ اور فقہاء میں کوئی تھوڑی تعدلو نہیں ہے (بلکہ بہت بڑی تعدلو ہے) جو امام احمدؒ کے
 اقوال کو فقہاء کے اقوال کے زمرہ میں شمار کرنا بھی پسند نہیں کرتے۔ اس لحاظ سے کہ وہ
 محدث تو ہیں مگر فقیہ نہیں ہیں۔ اور غیر فقیہ کے لیے کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ فقہاء کی
 فقہ میں کوئی ذنی رائے ظاہر کر سکے؟

اعتراض ۱۱۰: (کہ امام ابو حنیفہؒ نے حقیقہ کو جاہلیت کا طریق کار کہا حالانکہ اس کے بارہ میں تو
 مسند احادیث ہیں۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ حقیقہ کو جاہلیت کا طریق کار کسی نے نہیں
 کہا بلکہ حقیقہ کے وجوب کے نظریہ کو جاہلیت کا طریق کار کہا گیا ہے۔ اور وہ جاہلیت کے دور

میں واجب سمجھا جاتا تھا جبکہ اسلام میں اس کا وجوب باقی نہیں رہا اور یہی نظریہ بڑے بڑے اکابر کا ہے۔)

اور تیسری روایت میں احمد بن جعفر بن حمدان القطیعی ہے جو اختلاط کا شکار بہت سی غلطیوں کرنے والا تھا جیسا کہ ہم نے تفصیل سے اس بارہ میں ابو موسیٰ المدینی کی کتاب خصائص مسند احمد کے حاشیہ اور مسند احمد کے آخر میں ابن الجزری کی المسند للاحمد میں لکھا ہے۔ اور محمد بن جعفر الراشدی۔ یہ نسبت ہے الراشدیہ کی طرف جو کہ بغداد کے قریب ہے۔ اور وہ الاثرم سے العلل کا راوی ہے۔ اور اس کے دو راوی القطیعی اور احمد بن نصر اللذرائع تو روایت کرنے کے قاتل ہی نہیں۔ اور روایت کا متن یہ ہے کہ عقیقہ کے بارہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسند احادیث ہیں اور صحابہ کرام اور تابعین سے بھی ہیں اور ابو حنیفہؒ نے کہا کہ یہ جاہلیت کا طریق کار ہے۔

الجواب : میں کہتا ہوں کہ اہل جاہلیت عقیقہ کو واجب سمجھتے تھے اور ابو حنیفہؒ اور اس کے اصحاب کی رائے میں اسلام کے اندر اس کا وجوب ختم کر کے اس کی صرف اباحت رکھی گئی ہے اور امام محمد بن الحسن الشیبلی نے الاثار میں ابو حنیفہؒ۔ حملو۔ ابراہیم کی سند نقل کر کے کہا کہ ابراہیم نے کہا کہ عقیقہ جاہلیت میں تھا تو جب اسلام آیا تو چھوڑ دیا گیا۔ (یعنی اس کی پہلے جیسی حالت باقی نہ رہی) اور امام محمد نے ابو حنیفہؒ عن رجل عن محمد بن الحنفیہ کی سند نقل کر کے کہا کہ بے شک عقیقہ جاہلیت میں تھا تو جب اسلام آیا تو اس کو چھوڑ دیا گیا۔ امام محمد نے کہا کہ اسی پر ہمارا عمل ہے اور یہی ابو حنیفہؒ کا قول ہے۔ الخ۔

اور اس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ یہ پہلے جاہلیت کے عمل سے تھا پھر اسلام میں اس پر عمل کیا گیا۔ ابو حنیفہؒ یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ بے شک جو عمل جاہلیت کے دور میں واجب تھا جب اسلام میں اس عمل کی اجازت دی گئی تو یہ عمل صرف اباحت پر ولایت کرتا ہے اس کا وہ وجوب باقی نہیں رہتا جو جاہلیت میں تھا۔ اور اس کے ساتھ اس نظریہ میں محمد بن حنفیہؒ بھی ہیں وہ اتنے بڑے فقیہ تھے کہ افتاء میں وہ فتاویٰ صحابہ کے برابر سمجھے جاتے تھے۔ اور اسی طرح اس کے ساتھ ابراہیم النخعیؒ ہیں۔ یہ جلیل القدر فقیہ جس کے بارہ میں شعبیؒ نے کہا کہ ابراہیم نے اپنے بعد کوئی ایسا آدمی نہیں چھوڑا جو اس سے زیادہ عالم ہو تو اس سے پوچھا گیا کہ الحسن اور ابن سیرین بھی نہیں تو اس نے کہا کہ نہ الحسن ہیں اور نہ ابن سیرین اور نہ ہی اہل بصرہ اور اہل کوفہ اور اہل حجاز میں سے کوئی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ

اس نے یہ بھی کہا کہ نہ ہی اہل شام میں سے کوئی ہے۔ اور اسی طرح اس کے ساتھ اس نظریہ میں محمد بن الحسن ہیں۔ یہ وہ عظمت و لافقیہ ہے جس نے ابو حنیفہ، ابو یوسف، لاؤزامی، ثوری اور مالک رضی اللہ عنہم کے علم کو اپنے اندر جمع کیا ہوا تھا۔ اور حقیقہ کے بارہ میں جو احادیث وارد ہیں، یہ حضرات ان سے حقیقہ کا وجوب نہیں سمجھتے۔ اگرچہ امام احمدؒ نے اس (کے وجوب) کا دعویٰ کیا ہے اور جماعت سے کٹ کر اکیلے رہ گئے۔ اور بہر حال اس حقیقہ کی لہجہ جو مذہب کو مشتمل ہے تو ابو حنیفہؒ کے اصحاب میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو اس کا انکار کرتا ہو۔ اور حقیقہ دلی احادیث میں کافی لمبی بحث ہے۔ اور ابو حنیفہؒ نے حقیقہ کو جو جاہلیت کے عمل سے کہا ہے تو اس کی مراد وہی ہے جو لوہر بیان ہو چکی ہے۔ علاوہ اس کے یہاں ایک روایت ایسی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ صرف لفظ حقیقہ کو اچھا نہ سمجھتے تھے۔ (اور اس نام کو حضور علیہ السلام نے بھی اچھا نہیں سمجھا جیسا کہ ابو داؤد ج ۲ ص ۳۶ وغیرہ کی روایت میں ہے)

اعتراض ۱۱۱: (کہ امام احمدؒ نے کہا کہ ابو حنیفہؒ کیسے جرات کرتا ہے کہ کتا ہے کہ نکاح سے پہلے طلاق ہو جاتی ہے۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ نکاح سے پہلے طلاق کا کوئی بھی قائل نہیں اور جس مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف ہے اس میں طلاق قبل النکاح پائی ہی نہیں جاتی اس لیے یہ تصور ہی نہیں کیا جاسکتا کہ امام احمدؒ نے ایسی کلام کی ہو۔)

بہر حال چونکہ روایت جس میں ہے کہ احمد بن حنبلؒ سے پوچھا گیا کہ ابو حنیفہؒ کا قول نکاح سے پہلے طلاق کے بارہ میں کیا ہے؟ تو اس نے کہا کہ ابو حنیفہؒ مسکین ہے گویا کہ وہ عراقی نہیں۔ گویا کہ وہ علم کے کسی درجہ پر نہیں۔ بے شک اس کے بارہ میں نبی کریم ﷺ اور صحابہ اور تابعین سے وارد ہے جن میں سعید بن جبیر اور سعید بن المسیب اور عطاء اور طاؤس اور عکرمہ جیسے حضرات ہیں تو وہ کیسے جرات کرتا ہے کہ کتا ہے کہ طلاق ہو جاتی ہے۔

الجواب: میں کتا ہوں کہ اس میں رلوی البیہندی کا قول منقطع ہے۔ (اس لیے کہ اس نے کہا ہے قبیل لاحمد تو مطوم نہیں کہ کہنے والا کون تھا) اور ہمیں اس کے رلوی القواس اور اس کے ساتھی پر اکتفا نہیں۔ اور خطیبؒ نے یہ روایت محمد بن عبد الملک القرظی۔ احمد بن محمد الحسین الرازی۔ محمود بن اسحاق بن محمود القواس۔ ابو عمرو حنیث بن عبد الرحمن۔ محمد

بن یوسف الیسکندی کی سند سے نقل کی ہے کہ الیسکندی نے کہا کہ لام احمد سے پوچھا گیا اور پھر آخر تک روایت بیان کی۔ علاوہ اس کے یہ بات بھی ہے کہ ابو حنیفہؒ کا نظریہ یہ ہے کہ عورت کو طلاق تب ہوتی ہے جبکہ وہ نکاح کی صورت میں آدمی کی ملک میں ہو یا یہ ہے کہ طلاق کو ملک کی طرف مضاف کیا جائے (یعنی یوں کہے کہ اگر میں نے فلاں عورت سے نکاح کیا تو اس کو طلاق۔ تو یہ طلاق ملک کی طرف مضاف ہے) یا یہ کہ ملک کی متعلقہ چیزوں میں سے کسی سے معلق کرے۔

لازمی بات ہے کہ لام احمدؒ باقی لوگوں کی بہ نسبت اس کو زیادہ جانتے ہوں گے اس لیے کہ بے شک وہ عراقی ہیں کیونکہ انہوں نے ابو حنیفہؒ کے اصحاب میں سے عراقی علماء سے فقہ سیکھی ہے اور بے شک امت کا اتفاق ہے کہ نکاح سے پہلے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”اے ایمان والو! جب تم مومنہ عورتوں سے نکاح کرو پھر ان کو طلاق دو ان کو چھوٹے سے پہلے تو ان عورتوں پر عدت نہیں ہے۔“ تو جس شخص نے طلاق کو نکاح کے ساتھ معلق کیا اور کہا کہ اگر میں نے فلاں عورت سے نکاح کیا تو اس کو طلاق تو اس معلق کو نکاح سے پہلے مطلقاً شمار نہیں کیا جاتا اور نہ ہی نکاح سے پہلے طلاق واقع ہوتی ہے۔ پختہ بات ہے کہ نکاح کے بعد ہی طلاق شمار کی جاتی ہے۔ کیونکہ یہ طلاق عقد نکاح کے بعد واقع ہوتی ہے تو یہ مسئلہ اس آیت کے مضمون سے خارج ہے۔ اور اس حدیث کے مضمون سے بھی خارج ہے جس میں آتا ہے لا طلاق قبل النکاح کہ ”نکاح سے پہلے طلاق نہیں ہے۔“ اس لیے کہ بے شک اس مسئلہ میں طلاق نکاح کے بعد ہے اس سے پہلے نہیں ہے۔ اور یہی نظریہ ابو حنیفہؒ اور اس کے اصحاب ثلاثہ (ابو یوسف۔ محمد بن الحسن اور زفر) اور عثمان البتی کا ہے اور یہی قول ہے ثوری۔ مالک۔ الثعلبی۔ مجاہد۔ الثعلبی۔ اور عمر بن عبد العزیز کا اس صورت میں جبکہ اس نے اس کو متعین کیا ہو۔ اور اس باب میں جو احادیث ہیں وہ اضطراب سے خالی نہیں ہیں۔ اور اختلاف سلف کے درمیان طویل ہے اس صورت میں جبکہ اس قائل نے عام کیا ہو یا خاص کیا ہو۔ (یعنی یہ کہا ہو کہ جس عورت سے بھی نکاح کروں اس کو طلاق یا کسی عورت کو متعین کر کے کہا ہو کہ اگر اس سے نکاح کروں تو اس کو طلاق) اور جو نظریہ ابو حنیفہؒ اور اس کے اصحاب نے اپنایا ہے اس میں عمر بن الخطاب کا قول وضاحت سے ملتا ہے۔ اور لام شافعیؒ اور ابن المسیب نے یہ نظریہ اپنایا ہے کہ طلاق واقع نہیں ہوتی خواہ اس نے عام کیا یا خاص کیا ہو۔ اور یہی نظریہ ہے لام احمدؒ کہ اور اس مسئلہ

میں کلام کی کافی گنجائش موجود ہے۔ تو کیسے تصور کیا جاسکتا ہے کہ امام احمدؒ نے وہ بات کی ہو جو اس چرخی روایت میں ان کی طرف منسوب کی گئی ہے حالانکہ ابو حنیفہؒ کے پاس اس بارہ میں واضح دلیل موجود ہے اور اس کے ساتھ سلف فقہاء میں سے اس قدر افراد ہیں کہ ان کو شمار نہیں کیا جاسکتا۔ تفصیل کے لیے ابو بکر الرازیؒ کی احکام القرآن ص ۳۷۷ ج ۳ دیکھیں۔

اعتراف ۳: (کہ امام احمدؒ نے کہا کہ میرے نزدیک ابو حنیفہؒ کا قول اور یحییٰؒ برابر ہیں۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ امام احمدؒ پر بستن ہے وہ اس قسم کے الفاظ نہیں کہہ سکتے اس لیے کہ ان کا معنی یہ بنتا ہے کہ ابو حنیفہؒ کی ہر بات یحییٰؒ برابر ہے ایسا تو کوئی مسلمان نہیں کہہ سکتا اور اگر کوئی مخصوص قول مراد ہے تو اس کی وضاحت نہیں اور یہ مبہم سی بات ہے جس کی توقع امام احمدؒ سے نہیں کی جاسکتی۔)

الجواب: بہر حال پانچویں روایت جس میں ہے کہ امام احمدؒ نے کہا کہ میرے نزدیک ابو حنیفہؒ کا قول اور یحییٰؒ برابر ہیں۔ تو اس کی سند میں ابن رزق کے علاوہ التجلو اور عبد اللہ بن احمد اور منہاء بن یحییٰ ہیں اور ابو الفتح لازدی نے کہا کہ یہ منہاء منکر الحدیث ہے اور خطیبؒ نے بھی اس کی بیرونی میں یہی کہا ہے تو کیسے تصور کیا جاسکتا ہے کہ امام احمدؒ نے اس جیسے قبیح الفاظ کا اپنی زبان سے تلفظ کیا ہوگا؟ جبکہ بہت سے بازاری لوگوں کی تہذیب بھی اس جیسے الفاظ بولنے سے انکار کرتی ہے۔ اور قہماء کے ہاں جب مصدر مضاف ہو تو وہ الفاظ عموم میں سے ہوتا ہے۔ (اور یہاں بھی قول مصدر مضاف ہے تو معنی یہ ہوا کہ ابو حنیفہؒ کی ہر بات یحییٰؒ کے برابر ہے۔) تو اس لفظ کا وہاں تو بہت ہوگا اس لیے کہا ابو حنیفہؒ اللہ تعالیٰ کے بارہ میں جو اعتقاد رکھتے ہیں اس کا خلاف کفر ہے یا بدترین قسم کی بدعت ہے ہر اس شخص کے ہاں جو دل کو حاضر کر کے کان لگاتا ہے اور فقہ میں اس کے مسائل کی اکثریت ائمہ متبوعین کے درمیان اتفاق ہے جن کی تدوین میں ابو حنیفہؒ ان سے سبقت لے گئے اور جن مسائل میں اختلاف ہے وہ تھوڑے سے ہیں تو اعتقادی مسائل اور ان اتفاق فقہی مسائل کی توہین تو خالص کفر ہے جن میں اس سے ائمہ مسلمین میں سے کسی نے اختلاف نہیں کیا اور ایسی بات کوئی دین دار آدمی نہیں کہہ سکتا۔ تو (اے خطیب) تو نے اپنی سند کے ساتھ بلال لا جریؒ سے خود ہمیں وہ روایت بتائی جو ابن الجوزیؒ نے مناقب احمد کے بارہ میں ص ۲۳۳ میں کی

جہاں اس نے امام کے صبر اور تکلیف برداشت کرنے کا ذکر کیا ہے کہ احمدؒ کے پاس ابو حنیفہؒ کا ذکر کیا گیا تو اس طرح اپنے ہاتھ سے کیا اور اس کو جھاڑ دیا۔ (یعنی یہ ظاہر کیا کہ وہ کچھ بھی نہیں) پھر بلال الاجری نے کہا کہ میں نے کہا کہ تیرے جیسے آدمیوں سے زمین بھر جائے تو اس سے بھی کہیں زیادہ ابو حنیفہؒ کا قول نفع دینے والا ہے۔ (علامہ کوثریؒ نے حاشیہ میں لکھا ہے کہ یہاں قول ابی حنیفہؒ اصل میں بول ابی حنیفہؒ ہے اور لکھنے میں قحیف ہوئی ہے اور مطلب یہ ہے کہ آجری نے کہا کہ تیرے جیسے آدمیوں سے زمین بھر جائے تو اس سے بھی کہیں زیادہ ابو حنیفہؒ کا پیشاب نفع والا ہے۔) اور ہوا میں کاشت کرنے والا اسی طرح کا طوفان کھاتا ہے۔

اعتراض ۳۳: (کہ امام احمدؒ نے کہا کہ اگر کوئی قاضی ابو حنیفہؒ کے نظریہ کے مطابق فیصلہ کرے تو میں اس کے فیصلہ کو رد کروں گا۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ امام احمدؒ تو بڑے بڑے اختلافی مسائل میں ابو حنیفہؒ کی پیروی کرتے تھے اور باریک مسائل میں امام محمد بن الحسن کی کتابوں سے جواب تلاش کرتے تھے تو کیسے ہو سکتا ہے کہ انہوں نے وہ الفاظ کہے ہوں جن کی خطیبؒ نے کمزور راویوں سے روایت کر کے ان کی طرف نسبت کی ہے۔)

الجواب: بہر حال چھٹی روایت جو امام احمدؒ کی طرف منسوب کر کے خطیبؒ نے بیان کی ہے جس میں ہے کہ امام احمدؒ نے کہا کہ اگر کسی کو قاضی مقرر کیا گیا پھر اس نے ابو حنیفہؒ کی رائے کے مطابق فیصلہ کیا۔ پھر مجھ سے اس کے بارہ میں پوچھا جائے تو میں ضرور اس کے احکام کو رد کروں گا۔ تو اس کی سند میں محمد بن احمد اللادی اور زکریا بن یحییٰ السلیجی ہیں اور ان کا حل پہلے کئی مرتبہ بیان ہو چکا ہے۔ اور اسی طرح اس میں محمد بن روح ہے جو کہ مجہول ہے اور ظاہر حال اس روایت کے جھوٹا ہونے کے شہد ہیں اس لیے کہ بے شک امام احمدؒ تو بڑے بڑے اختلافی مسائل میں ابو حنیفہؒ کی پیروی کرتے تھے۔ اور ابو المود الخوارزمی جامع المسانید ص ۶۷ ج ۱ میں کہتے ہیں کہ بے شک ابو حنیفہؒ کی کتابوں میں پائے جانے والے جن مسائل کی امام احمدؒ نے مخالفت کی ہے وہ تعداد اس سے بہت کم ہے جن میں امام شافعیؒ وغیرہ نے مخالفت کی ہے۔ اور بے شک میں نے اصولی مسائل میں سے ایک سو پچیس مسائل ایسے لکھے ہیں جن میں امام احمدؒ نے ابو حنیفہؒ کے ساتھ موافقت کی ہے اور امام شافعیؒ نے ان دونوں کی مخالفت کی ہے۔ لے

اور آپ کے لیے موفق الدین ابن قدامہ کی المعنی اس پر دلیل کافی ہے بلکہ ابن ہبیرہ الوزیری حنبلیؒ کی الافصح بلوچو یکہ وہ کتاب چھوٹی سی ہے وہ بھی اس پر کافی ہے۔
 اور بے شک سلیمان بن عبد القوی الطوفی حنبلیؒ نے شرح مختصر الروضہ میں ذکر کیا ہے اور یہ کتاب حنابلہ کے اصول میں سے ہے۔ اور بے شک اللہ کی قسم میں تو یہی دیکھتا ہوں کہ ابو حنیفہؒ اس سے محفوظ ہیں جو ان لوگوں نے کہا ہے۔ اور جو چیزیں ان کی طرف منسوب کی گئی ہیں۔ ان سے وہ منزه ہیں۔ اور اس قول کا خلاصہ یہ ہے کہ بے شک انہوں نے ضد اور مخالفت کی وجہ سے سنت کی مخالفت نہیں کی۔ اگر کسی جگہ مخالفت بظاہر نظر آتی ہے تو وہ اجتہاداً مخالفت ہے۔ واضح دلائل کے ساتھ ہے اور ایسے مناسب دلائل کے ساتھ ہے جو بالکل روشن ہیں اور ان کے دلائل لوگوں کے ہاتھ میں موجود ہیں۔ (اور ایسی صورت تو باقی ائمہ میں بھی موجود ہے) اور بہت کم ایسا ہوا کہ اس کے مخالفین نے ان دلائل کا جواب دے کر بدلہ چکایا ہو۔ اور اگر فرض کر لیا جائے کہ ان سے غلطی ہوئی ہے تو تب بھی ان کے لیے اجر ہے۔ اور درست ہونے کی صورت میں تو دو گنا اجر ہے۔ اور اس پر طعن کرنے والے یا تو حاسد ہیں یا اجتہاد کے مواقع سے نواقف ہیں۔ اور آخری وہ قول جو امام احمدؒ رضی اللہ عنہ سے ابو حنیفہؒ کے بارہ میں صحیح طور پر ثابت ہے تو وہ اسی کے بارہ میں اچھا نظریہ رکھتا اور اس کی تعریف کرتا ہی ہے۔ ہمارے اصحاب میں سے ابو الورد نے اپنی کتاب اصول الدین میں اس کا ذکر کیا ہے۔ الخ

اور بے شک میں نے بلوغ الامانی فی سیرۃ الامام محمد بن الحسن الشیبانیؒ میں اور ابن قتیبہؒ کی کتاب الاختلاف فی اللفظ کا جو حاشیہ لکھا ہے اس میں ان اسباب کی وضاحت کر دی ہے کہ امام احمدؒ سے اس باب میں روایات مختلف کیوں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں تعصب کی وجہ سے طعن و تشنیع سے بچائے اور محفوظ رکھے۔

اعتراض ۴۴۷: (کہ خالد بن یزید نے کہا کہ ابو حنیفہؒ نے زنا اور سود کو حلال کہا اور خون کو رائیگاں قرار دیا اور ابوالحسنؒ نے کہا کہ اس میں شریعت اور احکام کو باطل کرنا لازم آتا ہے۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ من گھڑت روایت امام ابو حنیفہؒ کے اس نظریہ کے خلاف ہے جو ان کے مذہب کی کتابوں میں مذکور ہے۔ لہذا اس کا کوئی اعتبار نہیں ہو سکتا۔)
 اور خطیبؒ نے طبع لوئی کے ص ۴۴ اور طبع ثانیہ کے ص ۴۳۹ میں الحسن بن ابی طالب۔ محمد بن نصر بن مالک۔ ابوالحسن علی بن ابراہیم النجاشی۔ محمد بن المسیب۔ ابو ہبیرہ

الدمشقی۔ ابو مسرور۔ خالد بن یزید بن ابی مالک کی سند نقل کر کے کہا کہ خالد بن یزید نے کہا کہ ابو حنیفہؒ نے زنا کو حلال قرار دیا۔ اور سود کو حلال کہا۔ اور خونوں کو رائیگیں قرار دیا تو ایک آدمی نے اس سے پوچھا کہ اس کی تفسیر کیا ہے؟ تو اس نے کہا بہر حال سود کو حلال کہنا تو اس نے کہا ہے کہ ایک درہم اور اخروٹ اگر دو درہموں کے بدلے میں لو حار بیجا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور رہا خون رائیگیں کرنے کا معاملہ تو اس نے کہا ہے کہ اگر بے شک کسی آدمی نے کسی آدمی کو بڑا پتھر مار کر قتل کر دیا تو (اس پر قصاص نہیں بلکہ) عاقلہ پر اس کی دیت ہوگی۔ پھر اس نے کلام کیا جو نحوی طور پر درست نہ تھا۔ اس نے کہا لَوْ خَسِرْتُمْ بِأَبْنَاءِ قَبِيلَيْسٍ كَانَ عَلَى الْعَاقِلَةِ کہ اگر وہ اس کو ابو قیس کے ساتھ مارے تو عاقلہ پر دیت ہوگی۔ اس نے کہا بہر حال زنا کو حلال کرنا تو اس نے کہا ہے کہ اگر ایک مرد اور عورت دونوں ایک مکان میں پائے گئے اور ان دونوں کے مابین باپ معروف ہوں تو عورت نے کہا کہ یہ میرا خلود ہے اور مرد نے کہا کہ یہ میری عورت ہے تو ابو حنیفہؒ نے کہا کہ میں ان دونوں کو برائی سے یاد نہ کروں گا۔ ابو الحسن النجاشی نے کہا اور اس میں تو شرائع اور احکام کو باطل کرنا لازم آتا ہے۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ مطبوعہ تینوں نسخوں میں نصر بن مالک ہے اور صحیح نصر بن مالک ہے جیسا کہ ہم نے لکھا ہے۔ اور اس نام مقول حکایت کی سند میں محمد بن نصر بن احمد بن نصر بن مالک القطیعی ہے جو کہ کذاب ہے۔ اور در ۲۵ خطیب کی تاریخ ص ۳۱۱ ج ۳ میں للازہری سے روایت ہے کہ اس نے ابو الحسن بن رزقویہ کو کہتے ہوئے سنا کہ کیا تو ابن مالک کی طرف نہیں دیکھتا یعنی اس القطیعی کی طرف۔ بے شک وہ میرے پاس ابن ابی الدنیا کی کتابوں میں سے کچھ لایا اور کہا کہ مجھ سے یہ خرید لو کیونکہ اس میں وہ روایات ہیں جو تو نے میرے ساتھ شریک ہو کر البرزخی سے سنی ہیں۔ تو میں نے اس کو کہا اے شخص! اللہ کی قسم میں نے تو البرزخی سے کچھ سنا ہی نہیں۔ للازہری نے کہا کہ پھر میں نے ان کتابوں کو دیکھا اور بے شک اس میں ابن مالک نے اپنے خط کے ساتھ ابن رزقویہ سے سننے کا لکھا تھا۔

(روایت کا حال تو یہ ہے مگر) اس جیسے آدمی کی روایت خطیب کے ہاں محفوظ کے زمرہ میں شمار کی جاتی ہے۔ اور رہا اس کا راوی خالد بن یزید بن ابی مالک الدمشقی تو اس سے بارہ میں ابن معین نے کہا کہ شام میں ایک کتاب اس لائق ہے کہ اس کو دفن کر دیا جائے اور وہ خالد بن یزید بن ابی مالک کی کتاب الدیات ہے۔ وہ صرف اپنے باپ پر ہی جموٹ بولنا پسند

نہیں کرتا بلکہ اس نے صحابہ پر جھوٹ لکھ دیا۔ ابن ابی الحواری نے کہا کہ میں نے یہ کتاب خالد سے سنی پھر میں نے وہ کتاب (روی میں) حطر فروش کو دے دی تو وہ اس میں لوگوں کو چیزیں لپیٹ کر دیتا تھا۔ امام نسائی نے کہا کہ خالد ثقہ نہیں ہے اور احمد نے کہا کہ وہ بیس بیشنی ہے۔ اور یہ سب کچھ امام ذہبی نے المیزان میں کہا ہے اور نہ جانے اس وقت خطیب کی محفل اور دین کمال تھا جب اس نے یہ افسانہ مدون کر کے اس کو ناقلین کے ہاں محفوظ کے زمرہ میں ظاہر کیا۔ ایسی سند کے ساتھ جس میں ان دونوں جیسے جھوٹے راوی ہیں۔ حالانکہ وہ باقی لوگوں کی بہ نسبت ان دونوں کے حال کو زیادہ جانتا ہے۔ پس شاید کہ غلط بات کہنے کی جرات کرنے اور افتراء پاندھنے میں خود خطیب کی حالت ان دونوں سے کم نہیں ہے۔ رہی بات مسائل کی تو ایک درہم اور ایک اخروٹ کو دو درہم کے بدلے لوہار بیچتا تو یہ بلا شک بہتان ہے اس لیے کہ یہ اس کے خلاف ہے جو اس کے مذہب کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے اور لوہار کے معاملہ میں تو ابو حنیفہ باقی فقہاء سے زیادہ سخت نظریہ رکھتے ہیں۔ اور خالد بن ابی مالک جس کا ذکر کیا گیا ہے اس سے اسی جیسے افتراء کی توقع ہی کی جاسکتی ہے۔ اور بہر حال کسی مثل (بھاری) چیز کے ساتھ قتل کرنا تو اس کا بیان پہلے تفصیل سے ہو چکا ہے، یہاں ہم اس کا احوال نہیں کرتے۔ اور اسی طرح نحوی غلطی کا دعویٰ کہ انہوں نے کہا ولو ضربه بابا قبیس تو اس کا بیان بھی پہلے گزر چکا ہے۔ اور رہا زنا کا مسئلہ تو الملک المعظم نے السم المصیب میں کہا ہے کہ جب ایک آدمی ایک عورت اور مرد کے پاس آیا تو ان دونوں نے اس کو کہا کہ ہم میاں بیوی ہیں تو یہ آدمی کس دلیل سے ان دونوں کے درمیان تفریق کرے گا یا ان کے خلاف کوئی کاروائی کرے گا۔ اس لیے کہ بے شک ان میں سے ہر ایک حلال چیز کا دعویٰ کر رہا ہے۔ اور اگر اس کاروائی کا دروازہ کھول دیا گیا تو ہر انسان ہر دن بلکہ ہر گھڑی اپنے آپ پر اور اپنی بیوی پر گواہی پیش کرتا رہے کہ بے شک وہ دونوں میاں بیوی ہیں اور یہ ایسی چیز ہے کہ اس کا ائمہ میں سے کوئی بھی قائل نہیں ہے اور اس میں تمام لوگوں کو مشقت میں ڈالنا بھی ہے جو کسی پر حلفی نہیں ہے۔ لہٰذا پس اسی طرح ابو حنیفہ کے مذہب میں عیب لگانے کے بارہ میں من گھڑت ہوائی روایات کو درج کرنے کے ساتھ خطیب کی کوشش ضائع ہو گئی۔

اعتراض ۱۵۵: (کہ ابو مسر نے کہا کہ اس منبر پر بیٹھ کر ائمہ ابو فلاں پر لعنت کرتے تھے اور الفرائینی نے کہا کہ وہ ابو حنیفہ تھا۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ الفرائینی نے ابو فلاں کی

تعبیر ابو حنیفہؒ سے جو کی ہے وہ اس کی خبیثت ہے۔ پھر یہ بھی کہ امام ابو حنیفہؒ کے دور میں تو دمشق دار الخلافہ قحای نہیں کہ تصور کیا جائے کہ دمشق میں منبر پر بیٹھ کر ائمہ ابو حنیفہؒ پر لعنت کرتے تھے۔ اور اگر بالفرض یہ روایت ثابت ہو جائے تو شریعت میں تو کسی معین شخص پر لعنت کی اجازت ہی نہیں ہے تو لعنت کرنے والا خود مجرم ہے اور کس قدر السوس کی بات ہے کہ خطیبؒ تعصب میں ایک مجرم کی بات کو دلیل کے طور پر پیش کر رہا ہے۔

اور خطیبؒ نے طبع لوئی کے ص ۴۳ اور طبع حانیہ کے ص ۴۴۰ میں البرقانی۔ بشر بن احمد الاسفرائینی۔ عبد اللہ بن محمد سیار الفرائینی۔ القاسم بن عبد الملک ابو عثمان کی سند نقل کر کے کہا کہ میں نے ابو مسر کو کہتے ہوئے سنا کہ اس منبر پر ائمہ ابو فلاں پر لعنت کرتے تھے اور دمشق کے منبر کی طرف اشارہ کیا۔ الفرائینی نے کہا کہ وہ ابو حنیفہؒ تھا۔

الجواب : میں کہتا ہوں کہ تینوں مطبوعہ نسخوں میں الفرائینی کی جگہ الفرہانی لکھا ہوا ہے اور یہ غلط ہے اور کسی معین شخص پر لعنت کرنے کی شریعت میں نص نہیں آئی۔ یہ اعتبار کر کے کہ بے شک وہ اہل نار میں سے ہے۔ بلکہ اس دین حنیف میں یہ گناہ عظیم شمار کیا جاتا ہے۔ اگرچہ وہ عام ظالم آدمی ہو تو کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ لعنت دین کے اماموں میں سے کسی پر کی جائے۔ اور صرف یہی جرم لعنت کرنے والے کے سقوط کے لیے کافی ہے۔ پس ہلاکت ہے ان لوگوں کے لیے جو مجرموں کے جرائم کو دلیل بنتے ہیں۔ علاوہ اس کے یہ بات بھی ہے کہ ابو مسر کی روایت میں دمشق کے منبر پر ابو حنیفہؒ پر لعنت کا ذکر نہیں ہے جیسا کہ آپ کے سامنے یہ واضح ہے بلکہ اس نے کہا کہ اس منبر پر ائمہ ابو فلاں پر لعنت کرتے تھے تو الفرائینی خبیث نے بغیر دلیل کے ابو فلاں کی جگہ ابو حنیفہؒ کر دیا اور ائمہ کے الفاظ سے جبکہ اس کو منبر کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے تو اس سے یہی معنی سمجھ آتا ہے کہ اس سے مراد خلفاء ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی امیہ کے خلفاء (حضرت امیر معلویہ کے دور کے بعد) حضرت علیؓ بن ابی طالب پر اس منبر پر بیٹھ کر لعنت کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کو رسوا کرے۔ یہاں تک کہ اس معاملہ کو عمر بن عبد العزیز نے ختم کیا اور ان کے بعد تو دمشق دار الخلافہ رہا ہی نہیں کہ تصور کیا جائے کہ بے شک وہ خلفاء اس منبر پر بیٹھ کر ابو حنیفہؒ پر لعنت کرتے تھے۔ اور اگر فرض کر لیا جائے کہ یہ کاروائی ان حکمرانوں یا ظالم حکمرانوں کی پناہ لینے والے خطیبوں کی طرف سے ہوتی رہی ہے تو ابو حنیفہؒ کے لیے حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کے طریقہ میں بہترین نمونہ ہے۔ اور الفرائینی جو کہ اعتقاد میں ابن عدی اور محمد بن الحسن

نفاش اور ان دونوں کے طریقہ پر چلنے والوں کے شیوخ میں سے ہے تو اس پر اعتقاد اسی جیسا آدمی ہی کر سکتا ہے۔ اور ابو مسرور اپنے مخالفین کے خلاف زبان درازی کرنے والا تھا۔ لیکن قرآن کریم کے مسئلہ کے بارہ میں جو آزمائش آئی اس میں جلد ہی حکومتی نظریہ کو اس نے قبول کر لیا۔ اللہ تعالیٰ اس سے درگزر فرمائے۔

اعتراض ۱۶: (کہ ایک آدمی نے خواب میں نبی کریم ﷺ اور حضرت ابو بکر و حضرت عمر اور بعض دیگر صحابہ کرام کو دیکھا اور اس جماعت میں ایک میلے کچیلے کپڑوں اور خستہ حالت والا آدمی تھا تو آپ ﷺ نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تو جانتا ہے کہ یہ کون ہے تو میں نے کہا کہ نہیں، میں نہیں جانتا۔ تو آپ نے فرمایا، یہ ابو حنیفہؒ ہے جو ان لوگوں میں سے ہے جو اپنی عقل کی وجہ سے گناہ گاروں پر سردار بنا ہے۔ تو اس کو سعید بن عبد العزیز نے کہا کہ میں کوئی دیتا ہوں کہ بے شک تو سچ کہتا ہے۔ اگر تو نے یہ خواب نہ دیکھی ہوتی تو یہ بات تو اچھے طریقہ سے نہ کر سکتا۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر یہ ثابت ہو جائے تو خواب دیکھنے والا مجہول ہے اور پھر یہ بھی کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ باقی لوگوں کی خواب حجت نہیں ہوتی اور پھر اس روایت سے تو ثابت ہوتا ہے کہ ابو حنیفہؒ صحابہ کی جماعت میں تھے اور یہ تو مقام کی بات ہے مگر خطیبؒ نے بے سوچے سمجھے اس کو مطاعن میں ذکر کر دیا۔) اور خطیبؒ نے طبع لولی کے ص ۴۳ اور طبع حانیہ کے ص ۴۴۰ میں الخلل۔ ابو الفضل عبد اللہ بن عبد الرحمن بن محمد الزہری۔ عبد اللہ بن عبد الرحمن ابو محمد السکری۔ العباس بن عبد اللہ الترقی۔ القریابی محمد بن یوسف کی سند نقل کر کے کہا کہ القریابی نے کہا کہ ہم دمشق میں سعید بن عبد العزیز کی مجلس میں تھے کہ ایک آدمی نے آکر کہا کہ اس نے خواب میں نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ وہ مسجد کے مشرقی دروازہ سے داخل ہوئے اور آپ کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اور دیگر بہت سے صحابہ کرام تھے اور اس جماعت میں ایک آدمی میلے کچیلے کپڑوں اور خستہ حالت والا تھا۔ تو آپ نے اس سے پوچھا کیا تو اس شخص کو جانتا ہے؟ تو میں نے کہا کہ نہیں۔ تو آپ نے فرمایا، یہ ابو حنیفہؒ ہے۔ یہ ان لوگوں میں سے ہے جو اپنی عقل کی وجہ سے گناہ گاروں پر سردار بن گیا ہے تو اس کو سعید بن عبد العزیز نے کہا میں کوئی دیتا ہوں کہ بے شک تو سچا ہے اگر تو نے یہ خواب نہ دیکھا ہوتا تو اچھے طریقہ سے تو یہ بات نہ کر سکتا۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ مطبوعہ تینوں نسخوں میں عبارت ہے لولا انک رأیت هذا

یکن الحسن بقول هذا اور اس کلام کا ماقبل سے کوئی ربط سمجھ نہیں آتا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ عبارت تبدیل ہو گئی ہو اور اصل یوں ہو لولا انک رأیت هذا لم تکن نحنن نقول هذا۔ (اسی لیے عبارت اسی طرح لی گئی ہے تا کہ اس کا مفہوم بن سکے۔) اور یہ خواب دیکھنے والے کی خواب میں تصدیق کرنے میں اٹوکھا استدلال ہے۔ جبکہ سعید بن عبد العزیز نے اپنے لیے مبالغہ سمجھا کہ اس مجہول کی گولہی دے کہ بے شک وہ اپنی خواب میں سچا ہے۔ گویا کہ وہ خواب دیکھنے میں اس کے ساتھ واقعہ میں حاضر تھا۔ اور یہ تو ہم نے ابو حنیفہ کے مخالفین کی سوچ کا تھوڑا سا نمونہ پیش کیا ہے۔ اور اس (سعید) سے جو روایت کرنے والا ہے وہ محمد بن یوسف القریابی ہے۔ یہ نیک آدمی تھا۔ عسقلان میں رہتا تھا۔ چوکیداروں کی جماعت کے ساتھ سرحد کا پہرہ دینے والا تھا اور سرحدی لوگوں کو ہر چیز میں استثناء (یعنی انشاء اللہ کہنے) کا حکم دیتا تھا اور دلیل یہ دیتا تھا کہ سلف میں سے بہت سے حضرات ایمان میں استثناء کرتے ہیں۔ (یعنی وہ انا مؤمن انشاء اللہ کہتے ہیں) اور مرحہ جو کہ ایمان میں استثناء نہ کرتے تھے ان کا یہ انتہائی دشمن تھا اور ابو حنیفہ کے ساتھ بغض میں بہت غلی تھا کیونکہ اس کے زمانہ میں جو لوگ یہ کہتے تھے انا مومن حقا اور استثناء نہ کرتے تھے تو ان کے پیٹھا ابو حنیفہ ہی تھے۔ اور اس قسم کے لوگ یہ خیال کر بیٹھے تھے کہ وہ مرحہ کے سردار ہیں حالانکہ ایمان میں استثناء صرف اُس اعتبار سے صحیح ہے کہ کسی کو اپنے خاتمہ کا علم نہیں ہے۔ اور اسی مفہوم کے مطابق سلف یہ کیا کرتے تھے (اور المرحہ کا نظریہ اس سے یکسر مختلف تھا) اور عسقلان میں اپنی جماعت کے ساتھ القریابی کا اس بارہ میں غلو اس حد تک پہنچا ہوا تھا کہ وہ ہر چیز میں ان شاء اللہ کہتے۔ حتیٰ کہ اگر آپ ان سے پوچھتے کہ کیا زمین ہمارے پاؤں کے نیچے ہے تو وہ کہتا انشاء اللہ اور اگر کسی نے نماز پڑھ لی ہوئی اور اس سے کوئی پوچھتا کہ آپ نے نماز پڑھ لی ہے تو وہ کہتا انشاء اللہ۔ اور اسی طرح اس مذہب کا طریق رائج ہو گیا اور محلہ وہاں تک جا پہنچا جو ابن رجبؒ نے طبقات الحنابلہ میں ابو عمرو سعد بن مرزوق حنبلی کے ترجمہ میں نقل کیا ہے جو کہ اس جماعت کا سردار تھا۔ جو یہ کہتے تھے کہ بے شک ایمان کے اقوال اور افضل مخلوق نہیں ہیں اور بے شک بندوں کی حرکت مخلوق ہیں لیکن ان میں قدیم ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ کلام قدیم ہے اور بندوں کے الفاظ میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور ان جیسے لوگوں کو چھوڑ دینا ضروری ہے اور ان کی طرف تو توجہ ہی نہیں کرنی چاہیے مگر ان لوگوں کی کاروائی میں عبرت اور تعجب کا مقام ہے کہ باقی وہ ہر چیز میں استثناء کرتے ہیں اور

فلک کرتے ہیں مگر جو واقعات ابو حنیفہؒ کے طعن والے نقل کر دیے گئے ہیں ان پر یقین کرتے ہیں خواہ وہ بیداری کی حالت کے ہوں یا خواب کی حالت کے۔ اور یہ پوچھنا بھی ضروری نہیں سمجھتے کہ یہ خواب دیکھنے والا کون ہے اور جو خواب بیان کی گئی اس کی تعبیر پوچھنا بھی ضروری نہیں سمجھتے۔ حالانکہ انبیاء کرام علیہم السلام کی بعض خوابیں بھی تعبیر کی محتاج ہوتی ہیں۔ جیسا کہ فتح الباری وغیرہ میں ہے۔ اور خوابوں کی تعبیر کا علم جاننے والے حضرات اکثر ریشہ کن خوابوں کی تعبیر خوشی اور خوش کن خوابوں کی تعبیر پریشانی سے بتاتے رہے ہیں۔ اور جن لوگوں کی ہم نے حالت بیان کی اس گروہ پر تعجب نہیں ہے۔ تعجب اس بات پر ہے کہ خطیبؒ ہر وہ چیز تلاش کرتا جاتا ہے جس کو وہ ابو حنیفہؒ کے مطاعن میں ذکر کر سکے اور اس کے درختوں سے پتے جھاڑ کر اس کو چھتا جاتا ہے گویا کہ وہ ابو حنیفہؒ کے خلاف بہت بڑی دلیل حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ (وہ ابو حنیفہؒ کے خلاف کوئی ٹھوس دلیل تو پیش نہ کر سکا مگر) ہاں صرف ایسی دلیل حاصل کر کے کامیاب ہوا ہے جو ابو حنیفہؒ کی دشمنی میں خطیبؒ کے اصحاب کی انتہائی کمزور عقلی پر ولالت کرتی ہے۔ اور شریعت میں خواب کا جو حکم ہے وہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ تو ہم اس کو دوبارہ نہیں ذکر کرتے۔ اور ان کی یہ خواب اگر ان کے نزدیک اسی طرح حقیقت ہے جس طرح بیداری میں واقعہ ہوتا ہے تو اس خواب میں تو ثابت ہے کہ ابو حنیفہؒ تو صحابہ کی جماعت میں سے تھے اور یہ مرتبہ کی بات ہے مگر حکایت نقل کرنے والے اس کو اس مقصد کے لیے بیان نہیں کرتے۔

اعتراض ۷۷: (کہ ایک آدمی نے خواب میں دیکھا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ ابو حنیفہؒ کو گلے میں کپڑا ڈال کر کھینچ رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اس نے محمد ﷺ کا دین بدل ڈالا ہے۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اس روایت کے رولوی اس قاتل ہی نہیں کہ ان کی طرف توجہ کی جائے۔)

الجواب: اور خواب والی اس خبر میں جو ابو حنیفہؒ کو گلے میں کپڑا ڈالنے سے متعلق ہے تو اس کی سند میں ابوالفتح محمد بن المنذر الجہلیؒ ہے جس کو خطیبؒ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا اور نہ ہی اس کے سوا کسی اور نے اس سے کوئی روایت کی ہے۔ اور اس کا شیخ (محمد بن علی بن حلیہ المکی) جس کی کتب قوت القلوب ہے، وہ ایسا آدمی ہے جس کے بارہ میں خود خطیبؒ نے کہا کہ صفات کے بارہ میں اس کی کئی باتیں منکر ہیں۔ اتنے اعتراف کے بعد بھی خطیبؒ

اس سے روایت کرتا ہے۔

اعتراض ۱۸: (کہ ابن ابی شیبہؒ نے کہا کہ میں ابو حنیفہؒ کو یہودی خیال کرتا ہوں۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی مسلمان کو یہودی کہنے کی وجہ سے تو تعزیر لگتی ہے اور یہ تو بہت بڑا جرم ہے مگر افسوس کہ خلیفہؒ مجرم پر ظن کرنے کے بجائے اس کی بات کو ابو حنیفہؒ کے مطابق میں ذکر کر کے خوش ہو رہا ہے۔)

اور خلیفہؒ نے طبع لوئی کے ص ۴۳۳ اور طبع ثانیہ کے ص ۴۴۱ میں القاضی ابو الطاء محمد بن علی الواسطی۔ عبد اللہ بن محمد بن عثمان الزنی۔ طریف بن عبید اللہ الموصلی کی سند نقل کر کے کہا کہ طریف نے کہا کہ میں نے ابن ابی شیبہؒ کو کہتے ہوئے سنا جبکہ ابو حنیفہؒ کا ذکر ہو رہا تھا تو اس نے کہا کہ میں اس کو یہودی خیال کرتا ہوں۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ یہ روایت بھی خلیفہؒ کی نظر میں ایسی ہے کہ اس کو ناقلین کے ہاں محفوظ کے زمرہ میں شمار کیا جائے حالانکہ خود اس نے ابو الطاء الواسطی کے بارہ میں کہا ہے کہ میں نے اس کے اصول متفقہ دیکھے ہیں۔ اور کچھ چیزیں ایسی ہیں جن میں اس کا سماع بہت ہے یا تو قلم سے اصلاح کے قتل ہے یا چھری کے ساتھ ان کو کھرج دینا چاہیے اور وہ ہاتھ پکڑنے والی مسلسل روایت کرنے میں منقوہ ہے۔ تفصیل کے لیے خلیفہؒ کی تاریخ ص ۶۱ ج ۳ دیکھیں اور اس کا شیخ عبد اللہ بن محمد الزنی جو کہ ابن القمام الحافظ الواسطی ہے جو کہ اسلامی کے ساتھیوں میں سے ہے اور مشہور ہے کہ جب اس نے حدیث الطیر روایت کی تو لیل واسطہ نے اس سے قطع تعلق کر لیا تھا۔ جیسا کہ امام ذہبیؒ کی طبقات الحفاظ ص ۲۵ ج ۳ میں ہے۔ اور اس حکایت کا ایک راوی طریف بن عبید اللہ الموصلی ضعیف ہے اس کی منکر روایات تھیں۔ امام دارقطنیؒ نے کہا کہ وہ ضعیف ہے۔ اور ابو زکریا یزید بن محمد بن لیاس نے اپنی تاریخ میں کہا کہ وہ محدثین کے زمرہ میں سے نہ تھا۔ اس کی وفات ۳۰۴ھ میں ہوئی۔ اور وہ ابن القمام کے شیوخ میں سے ہے۔ تفصیل کے لیے اللسان دیکھیں۔ اور ظاہر بات یہ ہے کہ بے شک ابن ابی شیبہؒ جو کہ طریف کا شیخ ہے وہ محمد بن عثمان ہے جو کہ رب تعالیٰ کے لیے جسم ماننے والا تھا اور کذاب تھا۔ اس کو بہت سے حضرات نے کذاب کہا ہے۔ تفصیل کے لیے الذہبیؒ کی میزان اور تکملة الرد علی نوینة ابن القيم دیکھیں۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ خلیفہؒ کو اگرچہ القاضی ابو العیوبؒ کی مجلس میں فقہ سمجھے

کا موقعہ کم ملا ہے مگر وہ اتنی بات احسن طریقہ سے جانتا ہوگا کہ جو شخص کسی مسلمان کو اسے
یہودی کہہ کر نکارتا ہے تو فقہ کی کتابوں کے باب التعزیر میں اس کا کیا حکم ہے؟ یہ تو عام
مسلمان کے بارہ میں ہے چہ جائیکہ مسلمانوں کے اماموں میں سے ایسے امام کو کہا جائے جس کو
نصف امت بلکہ امت کی دو تہائی اکثریت نے اپنے دین کے معاملہ میں اپنا امام بنایا ہے۔
اس لیے کہ ان کے نزدیک اس کا دین اور اس کا علم قتل اہل قتل اور خلاصہ یہ ہے کہ سند
کا حل بھی آپ نے دیکھ لیا اور متن کا بھی جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے مگر اس کے باوجود
خطیبؒ اس خبر کو لکھتا ہے اس لیے کہ اس نے شرم و حیا کو ہلائے طلق رکھ دیا ہے۔ ہم
اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتے ہیں کہ ایسی حالت سے بچائے اور محفوظ رکھے۔

اعتراض ۱۹: (کہ امام احمدؒ نے ابو حنیفہؒ کے کچھ مسائل سن کر تعجب کیا اور کہا کہ وہ تو نو
مسلم معلوم ہوتا ہے۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ راویوں کی حالت اس کے من گھڑت
ہونے کا واضح ثبوت دے رہی ہے۔)

اور خطیبؒ نے طبع لوئی کے ص ۴۳۳ اور طبع حانیہ کے ص ۴۳۱ میں ابراہیم بن عمر
البرکی۔ عبید اللہ بن محمد بن حمدان الکلبری۔ محمد بن ایوب بن المعلانی البرزازی کی سند نقل کر
کے کہا کہ محمد بن ایوب نے کہا کہ میں نے ابراہیم الحزلی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ابو حنیفہؒ نے
علم میں کچھ چیزیں ایجاب کی ہیں۔ ان سے بہتر ہے کہ پانی کو چیلایا جائے۔ اور میں نے ایک دن
اس کے مسائل میں سے کچھ احمد بن حنبلؒ کے سامنے پیش کیے تو وہ ان سے تعجب کرنے
لگے پھر کہا کہ گویا کہ وہ نو مسلم تھا۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ اس میں جو الکلبری ہے وہ ابن بطہ حنبلیؒ ہے جس کی کتاب الاہانہ
ہے۔ وہ حشیہ فرقہ کے راہنماؤں میں سے تھا اور ان کے ہاں اس کا مقام تھا مگر در حقیقت
وہ ایک پیسہ کے برابر بھی نہ تھا۔ اور یہ وہی ہے جس نے حضرت ابن مسعود کی یہ روایت
بیان کی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جس دن کلام کیا تھا تو اس دن حضرت
موسیٰ علیہ السلام نے اون کا جبہ اور لون کی چادر لوڑھ رکھی تھی اور ان کے جوتے غیر مذہب
گدھے کے چڑے کے بنے ہوئے تھے۔ تو اس نے اس روایت میں یوں اضافہ کر دیا کہ اس
وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ کون عبرانی زبان بولنے والا ہے جو درخت میں سے
میرے ساتھ کلام کر رہا ہے۔ تو آواز آئی کہ میں اللہ ہوں۔ اور اس اضافہ کی تصدیق اسی

پر ہے کیونکہ اس زیادتی کو روایت کرنے میں یہ مفروضہ ہے جیسا کہ لسان المیران وغیرہ میں حدیث کی اسلو سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور اس نے یہ کاروائی صرف اس لیے کی تا کہ سننے والوں کے دل میں یہ بات ڈال سکے کہ بے شک اللہ تعالیٰ کا کلام انسان کے کلام سے اس قدر مشابہ ہے کہ سننے والے پر اللہ تعالیٰ کا کلام غیر کے کلام کے ساتھ اشباع ڈالتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات المشبہ فرقہ کے نظریات سے بہت بلند ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے لیے حرف اور آواز کو حاجت کرتے ہیں۔ اور اس کی کتابیں شراغیز کہتیں ہیں۔ اور اس کی روایات آفت زدہ ہیں تو اس کی روایت پر ایسے مقام میں اعتبار نہیں ہو سکتا اور المحرر جیسا آدمی کیسے وہ الفاظ زبان سے نکل سکتا ہے جو اس کی طرف یہاں منسوب کیے گئے ہیں۔

اعتراض ۳۰: (کہ عبد اللہ بن المبارکؒ سے کہا گیا کہ تو ابو حنیفہؒ سے روایت کرتا ہے اسی درجہ سے لوگ ایک کافر کو لام بنائے بیٹھے ہیں تو اس نے کہا کہ میں ابو حنیفہؒ کی روایات سے توبہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا ہوں۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ مسانید میں ثوریؒ کا ابو حنیفہؒ سے روایات کا ہونا ہی اس روایت کے من گھڑت ہونے کے لیے کافی ہے۔)

اور خطیبؒ نے طبع لوئی کے ص ۴۳۳ اور طبع حانیہ کے ص ۴۴۱ میں ابن رزق۔ ابن سلم۔ ابابار۔ محمد بن المطلب الرضی۔ علی بن جریر کی سند نقل کر کے کہا کہ علی بن جریر نے کہا میں کوفہ میں تھا پھر میں مصر آیا تو وہاں ابن المبارکؒ تھے تو اس نے مجھ سے پوچھا کہ تم لوگوں کو کس حال میں چھوڑ کر آیا ہے تو میں نے کہا کہ میں کوفہ میں ایک ایسی جماعت کو چھوڑ کر آیا ہوں جو یہ خیال کرتی ہے کہ بے شک ابو حنیفہؒ رسول اللہ ﷺ سے بھی زیادہ عالم تھے تو اس نے کہا کہ یہ تو کفر ہے۔ میں نے کہا کہ انہوں نے کفر میں تجھے لام بنایا ہے۔ علی بن جریر نے کہا کہ پھر ابن المبارکؒ اتنا روئے کہ ان کی داڑھی تر ہو گئی۔ اور اس سے اس کی مرلویہ تھی کہ ابن المبارکؒ ابو حنیفہؒ سے روایت کرتے تھے۔ اور خطیبؒ نے دوسری روایت محمد بن علی المقرئ۔ محمد بن عبد اللہ نیسابوری الحاکم۔ ابو جعفر محمد بن صالح بن ہانی۔ مسدد بن قطن۔ محمد بن ابی عتبہ الامین۔ علی بن جریر اللیبوری۔ کی سند نقل کر کے بیان کی ہے کہ علی بن جریر نے کہا کہ میں ابن المبارکؒ کے پاس آیا تو اس کو ایک آدمی نے بتایا کہ بے شک دو آدمی آپس میں ایک مسئلہ میں جھگڑا کر رہے تھے تو ان میں سے ایک نے کہا کہ یہ ابو حنیفہؒ کا قول ہے اور دوسرے نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان اس طرح ہے تو

پہلے نے کہا کہ ابو حنیفہؒ قضاء کو زیادہ جانتے تھے۔ تو ابن المبارکؒ نے اس سے کہا کہ ان کلمات کو دوبارہ دہراؤ تو اس نے جب کلمات دوبارہ دہرائے تو وہ کہنے لگے کہ یہ کفر ہے کفر ہے۔ تو میں نے کہا کہ تیری وجہ سے ہی وہ کافر ہوئے ہیں اور تیری وجہ سے ہی انہوں نے کافر کو لام بنایا ہے تو اس نے کہا وہ کیسے؟ تو میں نے کہا اس وجہ سے کہ تو ابو حنیفہؒ سے روایت کرتا ہے تو اس نے کہا کہ ابو حنیفہؒ سے کی گئی اپنی روایات کی وجہ سے میں اللہ سے معافی مانگتا ہوں۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ پہلی خبر کی سند میں ابن رزق اور ابن سلم اور الابار ہیں اور علی بن جریر کی ابن المبارکؒ سے ان دو خبروں کے علاوہ کوئی روایت مطلقاً آپ نہ پائیں گے۔ اور یہ علی بن جریر البلوروی گمراہ ہے۔ اور ابن ابی حاتم پوری محنت کے باوجود نہ تو اس کا کوئی شیخ ذکر کر سکا اور نہ اس سے کوئی روایت کرنے والا۔ اور اس نے اس کو اس روایت کے مرتبہ کا قرار دیا جس کی حدیث لکھی جاسکتی ہے اور صرف اس روایت میں غور کیا جاتا ہے جو وہ اپنے باپ سے روایت کرے۔ اس کو ان لوگوں کے زمرہ میں شمار نہیں کیا جاسکتا جن سے دلیل پکڑی جاسکتی ہے۔ اور ہم جب اس میں غور کرتے ہیں تو اس کو بہت تن تراث پاتے ہیں۔ اس کا دل تعصب سے بھرا ہوا ہے اور اس کی گلے میں ایک جانے والی بے تکی بات اور چھپی ہوئی صحیبت پر کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں ہے، صرف یہی دلیل کے لیے کافی ہے جو یہاں ذکر کیا گیا ہے۔

اعتراض ۴۱: (کہ ایک آدمی نے کہا کہ امام ابو حنیفہؒ حضور علیہ السلام سے زیادہ عالم تھے۔ (نعوذ باللہ)۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر ایسا کوئی واقعہ ہوتا تو ایسا شخص کبھی سزا سے نہ بچ سکتا اور ایسے شخص کو بعد والوں کو کے لیے ضرور عبرت بنا دیا جاتا۔)

الجواب: اور دوسری خبر میں الحاکم ہے جو انتہائی متعصب ہے اور آخر میں اختلاط کا شکار بھی ہو گیا تھا۔ اور اس کے بارہ میں کہا جاتا ہے کہ وہ رافضی خبیث تھا۔ تفصیل کے لیے اللسان اور المیزان دیکھیں۔ اور مسدد بن قطن کا حل بھی اپنے باپ سے کوئی اچھا نہ تھا جس کا ذکر پہلے ہوا ہے۔ اور یقیناً دونوں حکایتیں من گھڑت ہیں۔ اور ابن المبارکؒ اس جیسی حماقت پر خاموش رہنے والے نہ تھے۔ اور حالات ہی پہلی خبر کے جھوٹ ہونے پر گواہ ہیں۔ پس کون تصور کر سکتا ہے کہ اس (خیر القرون کے) زمانہ میں کوئی آدمی کہے کہ فلاں آدمی رسول اللہ

ﷺ سے زیادہ عالم ہے اور اس کا معاملہ قاضی کی عدالت میں نہ پہنچتا ہوتا کہ اس پر شرعی حکم قائم کرے۔ اور زیادہ سے زیادہ یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ 'ہو سکتا ہے کہ واقعہ کوفہ میں پیش آیا ہو جہاں لوگ ابو حنیفہؒ کی فقہ کا اہتمام کرتے تھے اور کسی بہتان تراش اور مفہوم پر غور کیے بغیر الفاظ پر جم جانے والے رلوی کی حدیث کی پرواہ نہ کرتے ہوں اور وہ اس کو اللہ کے دین کے معاملہ میں امین نہ سمجھتے ہوئے اس کی جانب توجہ نہ کرتے ہوں۔ تو اس بہتان تراش نے ان کی جانب یہ نسبت کر دی ہو کہ انہوں نے اس کی حدیث سے اعراض کیا اور اس نے اس کاروائی کو یوں شمار کر لیا کہ وہ ابو حنیفہؒ کو سید الاولین والاخرین سے زیادہ عالم جانتے ہیں۔ اور اس نے یہ ظاہر کیا کہ اگر ان کا اعتقاد ابو حنیفہؒ کے بارے میں یہ نہ ہوتا تو اس فساد کی حدیث بیان کرنے سے وہ اعراض نہ کرتے۔ اور اس جیسے مطالب نکالنا تو بہتان تراشی اور کذب میں انتہا ہے (اور اس بہتان تراش سے کوئی پوچھے) اور باقی شہروں کے علماء میں سے کون ہے جس نے تیری توثیق کی ہو اور تیری حدیث کی طرف توجہ کی ہو؟ یہاں تک کہ تو اہل کوفہ کی طرف اس برے افتراء کی نسبت کرتا ہے۔ پھر اے کینے تو نے کیسے شمار کر لیا کہ ابو حنیفہؒ سے روایت کرنا کفر میں امام بنانا ہے؟ پھر آپ غور کریں کہ دوسری خبر میں یہ ابن المبارکؒ کے سامنے ایک اور مجہول آدمی کی بات کرتا ہے اور یہ بتاتا ہے کہ وہ شخص دعویٰ کرتا ہے کہ بے شک ابو حنیفہؒ قضاء کے معاملہ کو زیادہ جانتے ہیں اور یہ نہیں ذکر کیا کہ کس کی بہ نسبت زیادہ جانتے ہیں اور یہ کاروائی صرف اس لیے کی تا کہ وہم ڈال سکے کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے ابو حنیفہؒ کو قضاء کے معاملہ میں زیادہ جانتا تھا۔

اور حدیث کا سیاق دلالت کرتا کہ بے شک وہ شخصوں نے ایک فیصلہ کے قتل مسئلہ میں جھگڑا کیا تو ان میں سے ایک نے مسئلہ میں ابو حنیفہؒ کا قول ذکر کیا اور دوسرے نے رسول اللہ ﷺ کی حدیث ذکر کی تو پہلے نے دیکھا کہ یہ شخص جس نے حدیث پیش کی ہے یہ اجتہاد کے لائق نہیں ہے کیونکہ بعض دفعہ روایت منسوخ ہوتی ہے یا وہ ثابت نہیں ہوتی یا اس میں کوئی علت ہوتی ہے یا اس کے مفہوم میں کوئی خاص بات ہوتی ہے اور یہ ساری کی ساری باتیں صرف مجتہد کے سامنے ظاہر ہوتی ہیں۔ علم کے دعوے دار بے کلی کہنے والے اور ائمہ کے خلاف زبان درازی کرنے والے کے سامنے یہ چیزیں ظاہر نہیں ہوتیں تو اس نے کہہ دیا کہ قضاء کے معاملہ کو ابو حنیفہؒ زیادہ جانتے تھے یعنی تجھ سے زیادہ جانتے تھے۔ اور یہ تصور نہیں کیا جاسکتا کہ اس نے ابو حنیفہؒ کو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ عالم کہا ہو۔ اور ابن

الہبارکؑ بھی کسی کو کافر قرار دینے میں جلد بازی کا مظاہرہ کرنے والے نہ تھے اور نہ ہی ان لوگوں میں سے تھے جو اس بڑے اہتمام پر خاموشی اختیار کر لیتے۔ اور صحیح معنی میں کافروہی ہے جس نے مسلمانوں کے ایمان اور فقیہ الملت کو کافر کہا اس لیے کہ وہی یہ نظریہ رکھتا ہے کہ بے شک ایمان کفر ہے اور جو شخص یہ اعتقاد رکھے تو وہی کافر ہے۔ اور بدر الدین العینیؒ نے اپنی تالیف کبیر میں جہاں اس نے ابو حنیفہؒ کا ترجمہ کیا ہے وہاں ابو حنیفہؒ کے بارہ میں ابن الجارود کا قول نقل کیا ہے کہ اس نے کہا کہ ابو حنیفہؒ کے اسلام میں اختلاف کیا گیا ہے جو آدمی یہ کہتا ہے کہ ابو حنیفہؒ کے اسلام میں اختلاف کیا گیا ہے تو اس کے بارہ میں کہا جاسکتا ہے کہ اس کے اسلام نہ ہونے کے بارہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اور کیا جائز ہو سکتا ہے کسی ایسے آدمی کے لیے جس میں ذرا سا اسلام بھی پلایا جاتا ہو کہ اس قسم کی بات کہے۔ اور اسی طرح کی وہ روایت ہے جو حاکم نے معرفت علوم الحدیث میں و طبع عن اللہبار کی سند سے محمود بن غیلان کی نقل کی ہے کہ محمود بن غیلان نے کہا کہ میں نے یزید بن ہارون سے کہا کہ تو الحسن بن زیاد اللؤلؤی کے بارہ میں کیا کہتا ہے تو اس نے کہا او مسلم ہو ”کیا وہ مسلمان ہے؟“ اور آپ و طبع اور اللہبار کو خوب جانتے ہیں۔ اور قارئین سمجھ گئے ہوں گے کہ اس البہودہی خبیث نے لوگوں پر کیسا بہتان باندھا جو بات انہوں نے نہیں کہی وہ ان کی طرف منسوب کر دی۔ جبکہ اس نے ان کے سامنے حدیث بیان کرنا چاہی اور انہوں نے اس کی طرف توجہ نہ کی۔ اور اللہ تعالیٰ ہی اس جیسے لوگوں سے انتقام لے گا۔

اعتراض ۴۲: (کہ ابن المبارکؑ نے ابو حنیفہؒ کے پیچھے نماز پڑھنے کے بعد کہا کہ میرے دل میں اس نماز کے بارہ میں کھٹکا ہے اور کہا کہ میں نے ابو حنیفہؒ سے چار سو حدیثیں لکھی تھیں تو جب میں عراق واپس جاؤں گا تو ان کو مٹا دوں گا۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ ان احادیث کو نہ مٹایں اس روایت کے من گھڑت ہونے کا ثبوت ہے۔)

اور خلیفہؒ نے طبع لونی کے ص ۴۳ اور طبع غانیہ کے ص ۴۴ میں الحسن بن علی طالب۔ احمد بن محمد بن یوسف۔ محمد بن جعفر المظہری۔ عیسیٰ بن عبد اللہ الیاسی۔ الحمیدی کی سند نقل کر کے کہا کہ الحمیدی نے کہا کہ میں نے ابن المبارکؑ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے ابو حنیفہؒ کے پیچھے ایک نماز پڑھی اور میرے دل میں اس نماز کے بارہ میں کھٹکا رہا۔ الحمیدی نے کہا کہ میں نے ابن المبارکؑ کو یہ کہتے ہوئے بھی سنا کہ میں نے ابو حنیفہؒ سے چار سو حدیثیں لکھی تھیں تو جب واپس عراق جاؤں گا تو انشاء اللہ ان کو مٹا دوں گا۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ اس کی سند میں احمد بن محمد بن یوسف بن محمد بن دوست البراز ہے اس نے جو روایت المیڑی سے کی ہے اس پر محمد بن ابی الفوارس نے کلام کیا ہے اور اس کے بارہ میں طعن کیا ہے اور لاذہری نے کہا کہ ابن دوست ضعیف ہے۔ میں نے دیکھا کہ اس کی کتابیں ساری کی ساری نئی ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ جزئیں لکھتا اور ابن کی ترتیب ایسے رکھتا کہ گمان کیا جاتا کہ وہ پرانی ہے۔ اور اس کے بارہ میں بہت لمبا چوڑا کلام ہے۔ تفصیل کے لیے خطیبؒ کی تاریخ ص ۳۵ ج ۵ دیکھیں اور یہی ہمیں بے پرواہ کر دیتا ہے کہ ہم سند کے کسی اور راوی کے بارہ میں بحث کریں۔ اور الحمیری کی روایت ابن المبارکؒ سے غیر معروف ہے اور جو اس نے یہ نسبت ابن المبارکؒ کی طرف کی ہے کہ اس نے کہا کہ اگر میں والہاں لوٹا تو ضرور ضرور ابو حنیفہؒ کو اپنی کتابوں سے نکل دوں گا۔ تو اس کی سند میں اسماعیل بن محمد یہ مجھل ہے۔ اور الحمیری انتہائی متعصب ہے اور محمد بن عبد اللہ بن عبد الحکم نے اس کو جھوٹا کہا ہے اس روایت میں جو اس نے شافعیؒ سے کی ہے اس شخص کے بارہ میں جس کو وہ اپنے بعد خلیفہ بنائیں گے۔ جیسا کہ تاج الدین السبکیؒ کی الطبقات الکبریٰ ص ۲۲۳ ج ۱ میں ہے۔

اور ابراہیم بن شمس عبلوت گزار اور غازی تھا مگر ابو حنیفہؒ کے متعلق کچھ بھی نہ جانتا تھا۔ صرف دشمنی میں حد سے تجاوز کرنے والا تھا۔ اور وہ ان لوگوں میں سے نہ تھا جو فقہ میں قوت اور ضعف کے مقام کو جانتے ہیں وہ تو صرف اپنے چوکیدار بھائیوں سے سنتا پھر ان کو پھیلا دیتا۔ اور یہ چیز اس کے علی طبقہ ہونے پر دلالت نہیں کرتی۔ صحاح ستہ والوں میں سے کسی نے اس سے روایت نہیں لی۔ اور ابن کے علاوہ جن حضرات نے روایت لی ہے تو وہ زیادہ نہیں ہیں۔ وہ تو لوٹ مار کرنے والا فوجی عبلوت گزار متعصب تھا۔ اور ابن المبارکؒ کی عبلوت تھی کہ جب کوئی آدمی بہت زیادہ کسی چیز پر اصرار کرتا تو وہ اللہ تعالیٰ کی حیثیت پر متعلق کر کے اس سے وعدہ کر دیتے۔ (جیسا کہ یہاں بھی کہا کہ انشاء اللہ مٹا دوں گا)۔

پھر خطیبؒ نے ایک اور خبر پیش کی جس میں ابن المبارکؒ کا قول ہے کہ ابو حنیفہؒ کی حدیث کھرچ ڈالو۔ مگر اس کی سند میں التعمیلی ہے اور یہ نقصانی متعصب ہے۔ اور اس کا شیخ محمد بن ابراہیم بن جتو المنقری کو ابن خراش کے علاوہ کسی نے ثقہ نہیں کہا اور ہو سکتا ہے کہ وہ بھی اس کا ہم مذہب ہو۔ اور ابوبکر محمد بن ابی عتاب لاہین تو محدثین کے طبقہ کا تھا ہی نہیں۔ جیسا کہ ابن محین نے کہا ہے۔ اور ابراہیم بن شمس عبلوت گزار ہونے کے باوجود

اس کا چڑا تعصب سے بھرا ہوا تھا۔ اور ابو حنیفہؒ کا اس میں کیا نقصان ہے۔ جبکہ فرض کر لیا جائے کہ راولیوں میں سے کوئی اس کی احادیث میں سے کسی خاص حدیث کو کھرج دیتا ہے۔ اور یہ کبھی اس لیے ہوتا ہے کہ وہ روایت اس سے اس انداز کی ہوتی ہے کہ راولی کو ضبط نہ رہا ہو۔ اور اس بارہ میں مخالفین کی من گھڑت روایتوں کا فیصلہ اسی سے ہو جاتا ہے کہ ابو حنیفہؒ کی سترہ مسانید میں ابن المبارکؒ کی روایتیں بہت زیادہ ہیں۔ بے شک ابو حنیفہؒ سے انحراف کرنے والے جلد قسم کے راولیوں کی خواہشات خاک میں ملتی رہیں۔ تو کیسے یہ روایت صحیح ہو سکتی ہے کہ ابن المبارکؒ نے اپنی وفات سے چند دن پہلے ابو حنیفہؒ کی حدیث کو کھرج دیا تھا؟ اور ہم نے پہلے سیر حاصل بحث کر دی ہے جس سے یقینی طور پر معلوم کیا جاسکتا ہے کہ ابن المبارکؒ اپنی وفات تک مسلسل ابو حنیفہؒ کے ساتھ وابستہ رہے اور ان کی بزرگی کو تسلیم کرتے رہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

اور آخری روایت کی سند میں عبد اللہ بن سلیمان ہے اور وہ ابن ابی داؤد ہے جو کہ کذاب اور ساقط ہے اور عبد اللہ بن احمد جس کی کتاب السنہ ہے اور اس کتاب کے مضامین ہی اس آدمی کی پہچان کے لیے کافی ہیں اور ابو حنیفہؒ کے بارہ میں اس جیسے آدمی کی تصدیق نہیں کی جاسکتی۔ نیز اس کو جھوٹ میں آدھلایا گیا ہے اور بے شک علی بن حمشو نے روایت کی ہے اور علم میں اس کا مرتبہ آپ جانتے ہیں۔ بے شک اس نے احمد بن عبد اللہ الاصمغنی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں عبد اللہ بن احمد بن ضبل کے پاس آیا تو اس نے پوچھا تو کہاں تھا؟ تو میں نے کہا کہ الکدی کی مجلس میں تھا تو اس نے کہا کہ اس کے پاس نہ جایا کر کیونکہ وہ کذاب ہے پھر کسی دن میرا وہاں سے گزر ہوا تو دیکھا کہ وہاں خود عبد اللہ اس سے لکھ رہا تھا تو میں نے کہا اے ابو عبد الرحمن کیا تو نے مجھ سے نہیں کہا تھا کہ تو اس سے نہ لکھا کر کیونکہ یہ کذاب ہے تو اس نے اپنا ہاتھ اپنے منہ پر رکھ کر چپ رہنے کا اشارہ کیا تو جب فارغ ہوا اور اس کے پاس سے اٹھا تو میں نے کہا اے ابو عبد الرحمن کیا تو نے نہیں کہا تھا کہ اس سے نہ لکھا کر کیونکہ یہ کذاب ہے تو اس نے کہا کہ اس سے میرا مقصد یہ تھا کہ بچے نہ آنے لگ جائیں تاکہ وہ ایک سند میں ہمارے ساتھ شریک نہ ہو جائیں۔ الخ۔ اگرچہ خلیفہؒ نے ص ۳۳۹ ج ۳ میں اس واقعہ کی تحلیل کرنے کی کوشش کی ہے کہ بے شک احمد بن عبد اللہ الاصمغنی مجہول ہے۔ مگر یہ کیسے درست ہو سکتا ہے کیونکہ وہ تو ابن حمشو کے ثقہ شیوخ میں سے ہے۔ اور اس کا ترجمہ ابو نعیم کی تاریخ اصفہان میں موجود ہے۔ اور ابن

محمّد الحافظ اللّٰه ایسا آدمی نہیں ہے کہ مجہول راویوں سے روایت کرے۔ اور نہ ہی ایسا تھا کہ ایسے آدمی پر بھروسہ کرے جو اس پر بھروسہ نہیں کرتا۔ اگرچہ خطیبؒ نے نفسی ضرورت کی وجہ سے اس کو مجہول قرار دے دیا ہے تو یہ اس کو کوئی نقصان نہیں دیتا۔ اور الحسن بن الربیع کے بارہ میں ابن معین نے کہا کہ اگر یہ شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا تو مغازی میں وہ کچھ بیان نہ کرتا جس کو وہ اچھے طریقہ سے پڑھ بھی نہیں سکتا تھا۔ اور پھر اس تمام صورت حال کے ساتھ اس کی عبارت منقطع ہے۔ (اس لیے کہ اس نے کہا کہ ابن المبارکؒ نے اپنی وفات سے چند دن پہلے ابو حنیفہؒ کی حدیث کو کھرج دیا تھا تو اس نے نہیں بتایا کہ اس کے سامنے کھرجا تھا یا اس کو کسی نے بتایا تھا، اگر بتایا ہے تو کس نے بتایا۔ اس لحاظ سے اس کی عبارت منقطع ہے۔)

اعتراض ۳۳: (کہ ابن المبارکؒ نے کہا کہ زہریؒ کی ایک حدیث میرے نزدیک ابو حنیفہؒ کے سارے کلام سے زیادہ پسندیدہ ہے۔)

الجواب: اور اس کے بعد والی خبر کی سند میں ابن شفیقؒ ہے اور وہ لیس ہذاک ہے۔ (یعنی کسی شمار میں نہیں ہے) اور اس روایت کا متن یوں ہے لَحْدِيْثٌ وَاحِدٌ مِّنْ حَدِيْثِ الزَّهْرِيِّ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ جَمِيْعِ كَلَامِ اَبِيْ حَنِیْفَةَ کہ ”ابن المبارکؒ نے کہا کہ زہریؒ کی ایک حدیث میرے نزدیک ابو حنیفہؒ کی تمام کلام سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ اور اس کا ابو حنیفہؒ کو کیا نقصان ہے؟ اگر فرض کر لیا جائے کہ یہ خبر ثابت ہے تو ابن المبارکؒ نے زہریؒ کی اس ایک حدیث کو ابو حنیفہؒ کی تمام کلام پر فضیلت دی ہے جو وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ ابو حنیفہؒ نے کتب اللہ اور سنت رسول کے علاوہ اپنے قیاس سے جو روایات کی ہیں تو ان تمام سے نبی کریم ﷺ سے ایک مروی حدیث فضیلت رکھتی ہے۔

اعتراض ۳۴: (کہ ابن المبارکؒ نے کہا کہ ابو حنیفہؒ حدیث میں یتیم تھے اور ابو قطن نے کہا کہ حدیث میں لپاچ تھے۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر یہ روایت ثابت ہو جائے تو یتیم فی الحدیث اور لپاچ ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ ایک حدیث کی زیادہ اسناد تلاش کرنے کے درپے نہ ہوتے تھے۔ اگر ایک صحیح یا حسن درجہ کی سند مل جاتی تو اس روایت سے احکام استنباط کرتے تھے)

اور خطیبؒ نے طبع لوئی کے ص ۴۱۵ اور طبع حانیہ کے ص ۴۴۴ میں کہا کہ ابن المبارکؒ نے کہا کہ ابو حنیفہؒ حدیث میں یتیم تھے اور ابو قطن نے کہا کہ وہ حدیث میں پلج تھے۔

الجواب : میں کہتا ہوں کہ خطیبؒ نے پہلی خبر دو سندوں سے نقل کی ہے ان میں سے ایک سند میں ابن دوما ہے۔ اور جھوٹا آدمی کبھی سچ کہہ ہی دیتا ہے۔ اور یہ خبر ان میں سے ہے جن کو ابن عبد البرؒ نے الانقاء ص ۳۳۲ میں ذکر کیا ہے مگر اس میں ضعیف ہوئی ہے کہ یتیم کو یتیم لکھ دیا گیا ہے اور یہ واضح غلطی ہے اور ابن ابی حاتم کے ہاں کان مسکینا فی الحدیث کے الفاظ ہیں اور آخری سند میں عبد اللہ بن احمد ہے اور اگر فرض کر لیا جائے کہ یہ واقعہ ثابت ہے تو جس نے یتیم یا الزمانہ کی صفت کی نسبت ابو حنیفہؒ کی طرف کی ہے تو اس کی مراد یہ ہے کہ وہ حدیث کی روایت میں سندوں کی زیادتی تلاش کرنے کی پرواہ نہ کرتے تھے جیسا کہ ان لوگوں کی عادت تھی جو صرف روایت کی جانب ہی توجہ کرنے والے تھے بخلاف مجتہدین کے کہ اگر ان کو چند اسناد کے ساتھ یا ایک ہی صحیح یا حسن درجہ کی سند کے ساتھ روایت مل جائے تو وہ اس میں سے احکام استنباط کرنے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور کثرت طرق کے محتلاشی نہیں ہوتے اور ابراہیم بن سعید الجوهریؒ کہا کرتے تھے کہ ہر ایسی حدیث جو میرے پاس سو سندوں کے ساتھ نہ ہو تو میں اس حدیث میں یتیم ہوں۔

فقہی مسائل میں امام ابو حنیفہؒ کا امتیازی طریق کار

اور ہمیں اعتراف ہے کہ ابو حنیفہؒ اس انداز میں نہ تھے کہ وہ احادیث کے کثرت طرق ہی تلاش کرتے رہے ہوں اور نہ ہی وہ ان راویوں میں سے تھے جن کے پاس ایک ایک حدیث کے لاکھوں راوی ہوں۔ پختہ بات ہے کہ ان کے پاس حدیث کے کئی صندوق تھے ان میں سے چار ہزار کے قریب احادیث انہوں نے منتخب کیں۔ ان میں سے نصف تو وہ تھیں جو انہوں نے اپنے خاص شیخ حملو بن سلیمان سے لی تھیں اور باقی نصف ان کے باقی شیوخ سے تھیں۔ اور ان کے علاوہ باقی میں وہ اس لیے اکتفاء کرتے کہ ان کو مختلف علوم میں فوقیت والے ان کے اصحاب روایت کرتے ہیں جو اس فقہی مجلس کے ارکان تھے جس کے وہ سردار تھے۔ اور وہ ان ارکان سے مسائل کے ہر پہلو میں خوب بحث کرتے پھر اس کو رجسٹر میں درج کرتے۔ ابن ابی العوامؒ نے محمد بن احمد بن حملو۔ محمد بن شجاع۔ الحسن بن ابی مالک۔

ابو یوسف کی سند نقل کر کے کہا کہ ابو یوسفؒ نے کہا کہ جب کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو ابو حنیفہؒ کہا کرتے تھے کہ اس بارہ میں تمہارے پاس کیا آثار ہیں؟ تو جب ہم آثار روایت کرتے اور ذکر کر دیتے اور وہ بھی ان آثار کو ذکر کر دیتے جو ان کے پاس ہوتے تو پھر غور و فکر کرتے تو اگر کسی مسئلہ میں دو رائے ہوتیں اور ان میں سے ایک رائے پر آثار زیادہ ہوتے تو اس رائے کو اختیار کر لیتے۔ اور اگر دونوں میں آثار قریب قریب اور برابر ہوتے تو غور و فکر کے بعد ایک قول کو اختیار کر لیتے تھے۔ الخ۔

امام ابو حنیفہؒ کے بارہ میں وکیعؒ کا نظریہ

اور خطیبؒ نے ص ۲۳ ج ۱۳ میں الخلال۔ الحریری علی بن عمرو۔ علی بن محمد النخعی۔ یحییٰ یعنی ابراہیم۔ ابن کرامہ۔ کی سند نقل کر کے کہا کہ ابن کرامہ نے کہا کہ ہم وکیعؒ کے پاس تھے تو ایک آدمی نے کہا کہ ابو حنیفہؒ نے خطا کی ہے تو وکیعؒ نے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ابو حنیفہؒ خطا کرتے؟ اس لیے کہ ان کے ساتھ تو قیاس میں ابو یوسفؒ اور زقرحیہؒ اور حفاظ حدیث میں یحییٰ بن لہٰی زائدہؒ اور حفص بن غیاثؒ اور حبانؒ اور منہلؒ جیسے اور لغت اور عربیت میں القاسم بن معنؒ جیسے اور زہد و تقویٰ میں داؤد الطائیؒ اور فضیل بن عیاضؒ جیسے آدمی تھے۔ اور یہ لوگ جس کے ہم مجلس ہوں تو وہ غلطی نہیں کر سکتے۔ اس لیے کہ اگر وہ غلطی کرے گا تو یہ حضرات اس کو رد کر دیں گے۔ الخ۔ اور اس کے قریب ابو حنیفہؒ کا قول ہے کہ ہمارے یہ چھتیس اصحاب ہیں۔ اور میں نے نصب الرایۃ کے مقدمہ میں تفصیل کے ساتھ اس فقہی مجلس کے ہونے پر ان اخبار کو پیش کیا ہے جو اس پر وارد ہیں۔

مجتہد کے پاس کم از کم کتنی احادیث کا ہونا ضروری ہے

اور ابو حنیفہؒ کے پاس وہ احادیث تھیں جن میں احکامات کا ذکر ہے جو متن کے تکرار کے بغیر مسانید میں روایت کی گئی ہیں اور ایک ہی حدیث کے متعلق بہت بڑی تعداد میں کئی کئی اسناد بھی ذکر نہیں کی گئیں۔ اس کے باوجود ان احادیث کی تعداد اس تعداد سے کم نہیں جو احکام والی روایات امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے پاس معلوم کی جاسکی ہیں حالانکہ ان دونوں اماموں سے یہ بھی ثابت ہے کہ وہ اپنی ہی مروی کئی روایات پر عمل نہیں کرتے۔ اور جزء ابن عقیل میں ابن شکوہ کی روایت ہے کہ مجتہد کو کتنی احادیث کی جانب لازماً حاجت ہوتی ہے تو اس بارہ میں آراء مختلف ہیں اور ان کے نقل کرنے میں طوالت کا خوف بھی

ہے۔ اور تمام آراء کا انچوڑ یہ نکلا ہے کہ کم از کم پانچ سو احادیث کا ہونا ضروری ہے بلکہ متاخرین میں سے بعض حنابلہ نے صراحت کی ہے کہ مجتہد کے لیے پانچ سو احادیث کا ہونا ضروری ہے۔

اور جس آدمی کا یہ خیال ہے کہ ابو حنیفہؒ کے پاس کم حدیثیں تھیں یا وہ حدیث کی بکثرت مخالفت کرنے والے تھے یا بکثرت ضعیف احادیث کو لینے والے تھے تو وہ ان تمام باتوں سے ناواقف ہے۔ اور ائمہ کے ہاں اخبار قبول کرنے کی جو شرائط ہیں ایسا آدمی ان سے بھی ناواقف ہے اور وہ ائمہ مجتہدین کے علوم کا وزن اپنے اس ناقص ترازو پر کرنا چاہتا ہے جو بعض اوقات پرکھنے میں خلل ڈالتا ہے۔

احکام استنباط کرنے میں امام ابو حنیفہؒ کے بعض اصول

اور امام صاحب کے احکام استنباط کرنے کے باب میں اصول بنتے ہیں تو جو آدمی ان سے ناواقف ہے۔ وہ بعض دفعہ ان چیزوں کی نسبت ان کی طرف کر دیتا ہے جو پہلے بیان ہو چکی ہیں۔ (یعنی یہ کہ ابو حنیفہؒ قلیل الحدیث تھے یا اکثر حدیث کی مخالفت کرتے تھے۔ وغیرہ وغیرہ) اور امام ابو حنیفہؒ کے ان اصولوں میں یہ بھی ہے کہ ثقہ راویوں کی مراسلات بھی قبول کرتے ہیں جبکہ ان کے مقابل ان سے زیادہ قوی دلیل یا روایت موجود نہ ہو۔ اور مرسل کو دلیل بنانا تو ایسا طریق ہے جو شروع سے چلا آ رہا ہے کہ فضیلت والے زمانوں میں امت کا عمل اس پر جاری رہا ہے۔ یہاں تک کہ ابن جریر نے کہا کہ مطلقاً مرسل روایت کو رد کرنا ایسی بدعت ہے جو دوسری صدی کی ابتداء میں رائج ہوئی۔ لہٰذا جیسا کہ البانیؒ نے اپنے اصول میں اور ابن عبد البرؒ نے التمهید میں اور ابن رجبؒ نے شرح علل الترمذی میں اس کو ذکر کیا ہے۔ بلکہ آپ دیکھیں گے کہ امام بخاریؒ نے جیسے جزء القراءة خلف الامام وغیرہ میں ان مراسیل سے دلیل پکڑی ہے اسی طرح اپنی صحیح میں بھی مرسل روایات سے دلیل پکڑی ہے بلکہ مسلمؒ کے ہاں اپنی صحیح میں تو بہت سے مراسیل ہیں۔ جیسا کہ آپ اس کی وضاحت فتح الملم شرح صحیح مسلم میں دیکھ سکتے ہیں جو مولانا الحدیث شبیر احمد عثمانیؒ کی ہے۔ اور جو آدمی محض ارسال کی وجہ سے روایت کو کمزور قرار دیتا ہے تو اس نے سنت کے ایک بڑے ایسے حصہ کو پھینک دیا جس پر عمل کیا جاتا ہے۔ اور ابو حنیفہؒ کے اصول میں سے یہ بات بھی ہے کہ اگر خبر واحد ہو تو اس کو ایسے اصول پر پیش کیا جاتا ہے جن پر اتفاق ہے اور

یہ اس وقت ہوتا ہے جبکہ خوب اچھی طرح موارد الشرح کی چھان بین کر لی جاتی ہے۔ تو جب خبر واحد ان اصولوں کے خلاف ہو تو وہ اپنے اس قاعدہ پر عمل کرتے ہیں کہ دو دلیلوں میں سے جو زیادہ قوی ہو اس کو لیا جاتا ہے اور جو اس کے مخالف ہو اس کو شلہ خبر شمار کیا جاتا ہے اور اس کے بہت سے نمونے امام لعلویؒ کی معانی الآثار میں موجود ہیں اور اس میں خبر صحیح کی مخالفت نہیں ہوتی۔ پختہ بات ہے کہ اس میں اس خبر کی مخالفت ہوتی ہے جس میں مجتہد کے سامنے کوئی علت ظاہر ہو جاتی ہے۔ اور حدیث کا صحیح ہونا تو تب ثابت ہوتا ہے کہ مجتہد کے ہاں وہ حدیث عیب والی علتوں سے خالی ہو۔

اور ان کے اصول میں سے یہ بات بھی ہے کہ وہ خبر واحد کو کتب اللہ کے عموم اور اس کے ظاہر پر پیش کرتے ہیں تو جب یہ خبر اس کے عام یا ظاہر کے خلاف ہو جو کتب میں ہے تو کتب پر عمل کرتے ہیں اور خبر کو چھوڑ دیتے ہیں اور یہاں بھی دو دلیلوں میں سے اقویٰ کو لینے کے اصول پر عمل ہوتا ہے۔ اس لیے کہ کتب قطعی الثبوت ہے اور اس کا ظاہر اور اس کا عموم ان کے نزدیک قطعی الدلالت ہے اور اس پر ان کے پاس ولائیں قاطعہ ہیں جو اصول کی کتابوں جیسا کہ ابو بکر الرازیؒ کی الفصول اور الاقناع کی شامل میں تفصیل سے موجود ہیں۔ اور بہر حال جب خبر واحد کتب کے عام یا ظاہر کے خلاف نہ ہو بلکہ اس میں مجمل کا بیان ہو تو اس پر عمل کرتے ہیں کیونکہ بیان کے بغیر اس (کتب) میں کوئی ولایت ہی نہیں ہوتی۔ (جب ولایت نہیں ہوتی تو عمل بھی نہ ہو سکے گا اس لیے حدیث سے اس کا بیان لیا جاتا ہے تا کہ کتب پر عمل کیا جاسکے) اور اس کو اس باب میں شامل نہیں کیا جاسکتا کہ خبر واحد کے ساتھ کتب پر زیادتی کی گئی ہے۔ اگرچہ ان لوگوں نے یہ وہم کیا ہے جنہوں نے شور و غل کو علت بنا رکھا ہے۔

اور ابو حنیفہؒ کے اصول میں سے یہ بھی ہے کہ خبر واحد کو اس وقت لیا جاتا ہے جبکہ وہ سنت مشورہ کے خلاف نہ ہو خواہ وہ سنت فعلیہ ہو یا قولیہ ہو۔ اور یہاں بھی یہی اصول پیش نظر ہوتا ہے کہ دو دلیلوں میں سے زیادہ قوی پر عمل کرنا۔ اور اسی طرح اس کے اصول میں یہ بھی ہے کہ خبر واحد کو اس وقت لیا جائے گا جبکہ وہ اپنے جیسی خبر کے معارض نہ ہو اور تعارض کے وقت ترجیح کی جو وجوہات متعین کی گئی ہیں ان کو پیش نظر رکھ کر ان دو متعارض اخبار میں سے ایک کو دوسری پر ترجیح دی جاتی ہے۔ اور یہ وجوہ ترجیح مجتہدین کی نظروں میں مختلف ہیں۔ جیسا کہ ان دو اخبار میں سے ایک کا راوی فقیہ ہو اور دوسرے کا فقیہ نہ ہو یا

ایک روایت کا رلوی دوسری روایت کے رلوی سے زیادہ فقیہ ہو تو فقیہ کی روایت کو غیر فقیہ کی روایت پر اور افتہ کی روایت کو دوسری پر ترجیح دی جاتی ہے تو رلوی کا فقیہ یا افتہ ہونا بھی امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وجہ ترجیح میں سے ہے۔

اور اسی طرح اس کے اصول میں سے ہے کہ خبر کے رلوی کا عمل اپنی مروی روایت کے خلاف نہ ہو جیسا کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث کہ جب کتا برتن میں منہ ڈالے تو اس برتن کو سلت مرتبہ دھویا جائے جبکہ ان کا فتویٰ اس کے خلاف ہے کہ انہوں نے تین مرتبہ دھونے کا فتویٰ دیا تو ابو حنیفہؒ نے اس علت کی وجہ سے اس سلت مرتبہ دلی روایت پر عمل ترک کر دیا۔ اور ان اعلال میں امام ابو حنیفہؒ اکیلے نہیں ہیں بلکہ ان کے ساتھ سلف میں سے بہت سے حضرات ہیں جیسا کہ ابن رجبؒ کی شرح علل الترمذی میں اس کی مثالیں موجود ہیں۔ اگرچہ کچھ لوگوں نے اس کے خلاف رائے قائم کی ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جن کی فقہ الظاہریہ کے زیادہ قریب ہے۔ (ظاہر یہ وہ ہیں جو حدیث کے مفہوم پر توجہ کیے بغیر صرف الفاظ ہی کو پیش نظر رکھ کر عمل کرتے ہیں)

اور اس کے اصول میں سے یہ بھی ہے کہ اگر ایک روایت میں متن یا سند کے لحاظ سے زیادتی ہو اور دوسری روایت میں زیادتی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کے دین میں احتیاط کا پہلو پیش نظر رکھتے ہوئے زیادتی کو رد کر کے ناقص پر عمل کرتے ہیں جیسا کہ اس کا ذکر ابن رجبؒ نے کیا ہے اور مخالفین کے ساتھ بحث و مباحثہ کے دوران ہمارے بعض متاخرین اصحاب کا اس قلعہ سے غفلت برتنا جو پلایا جاتا ہے تو یہ الزام الخصم بما یراہو کے قبیل سے ہے (یعنی مخالف جس نظریہ کا قائل ہے اسی میں اس کو جواب دینا)

اور اس کے اصول میں سے یہ بھی ہے کہ جس معاملہ میں عموم بلوی ہو اس میں خبر واحد کو نہیں لیتے یعنی ایسی چیز ہو جس میں تمام لوگوں کو ضرورت ہو تو ایسے معاملہ میں کم از کم خبر مشہور یا متواتر ہونی چاہیے۔ خبر واحد کو نہیں لیا جاسکتا۔ اور اس میں حدود اور کفارات داخل ہیں جو شبہ کی وجہ سے ٹل جاتے ہیں۔ اور اس کے اصول میں سے یہ بھی ہے کہ جو روایت کسی صحابی نے کی تو اس کے حکم میں اختلاف کرنے والے صحابہ میں سے کسی نے اس حدیث سے احتجاج کو نہ چھوڑا ہو۔

اور اس کے اصول میں سے یہ بھی ہے کہ وہ خبر واحد ایسی ہو کہ اس میں سلف میں سے کسی نے طعن نہ کیا ہو۔ اور ان اصولوں میں سے یہ بھی ہے کہ حدود اور عقوبات میں

جب روایات مختلف ہوں تو جن روایات میں تخفیف ہو ان کو لیتے ہیں۔

اور ان اصولوں میں سے یہ بھی ہے کہ راوی نے جب روایت سنی اس وقت سے لے کر آگے دوسرے تک پہنچانے تک اس کو وہ روایت خوب یاد ہو۔ درمیان میں لسیان طاری نہ ہوا ہو۔ اور ان اصولوں میں سے یہ بھی ہے کہ راوی اس وقت تک اپنے خط پر اکتونہ کرے جب تک اپنی مروی روایت کو ذکر نہ کرے۔

اور ان اصولوں میں سے یہ بھی ہے کہ جو حدود شہادت کی وجہ سے ٹل جاتی ہیں ان میں روایات مختلف ہوں تو جس روایت میں سب سے زیادہ احتیاط ہو اس کو لیتے ہیں جیسا کہ چور کا ہاتھ کاٹنے کا معاملہ کہ ایک روایت میں ہے کہ مسروقہ چیز کی قیمت دس درہم ہو۔ دوسری میں ہے کہ ربع و سار یعنی تین درہم ہو تو دس درہم وائی روایت میں زیادہ احتیاط ہے اور اکتونہ کے زیادہ لائق ہے۔ اور یہ اس صورت میں ہوتا ہے جبکہ دونوں روایتوں کی تقدیم و تاخیر کا علم نہ ہو یہاں تک کہ ان میں سے کسی ایک پر منسوخ ہونے کا حکم نہ لگایا جاسکے۔ اور ان اصولوں میں سے یہ بھی ہے کہ اگر دو حدیثیں متعارض ہوں اور دونوں کے ساتھ صحابہ کے آثار پائے جاتے ہوں تو جس کے ساتھ آثار زیادہ ہوں اس کو لیا جائے گا۔ اور ان اصولوں میں سے یہ بھی ہے کہ وہ خبر واحد ایسی ہو کہ اس میں اس عمل کی مخالفت نہ پائی جاتی ہو۔ جو عمل صحابہ اور تابعین میں مسلسل پایا جاتا ہو اور یہ حضرات جس شہر میں بھی رہائش پذیر ہوں یہ حکم عام ہے اور یہ کسی شہر کے ساتھ مختص نہیں ہے۔ جیسا کہ اس کی طرف لیث بن سعد نے اپنے اس خط میں اشارہ کیا ہے جو امام مالک کی طرف لکھا تھا۔

اور امام صاحب کے جو اصول بیان ہو چکے ہیں ان جیسے اور اصول بھی ہیں جو اقویٰ پر عمل کرتے ہوئے بہت سی روایات سے اعراض کا باعث بنتے ہیں۔ (اور جو حدیث قواعد و اصول پر پوری نہ اترے اس سے اعراض کو حدیث کے انکار پر محمول کرنا یا مجتہد کو اس کی وجہ سے طعن و تشنیع کرنا سراسر جہالت ہے) اور بے شک السیرۃ الشامیۃ الکبریٰ والے الفاظ محمد بن یوسف الصالحی نے ان بعض اصول کی جانب اپنی اس بحث میں اشارہ کیا ہے جو اس نے ابن ابی شیبہؒ کے خلاف عقود الجمان فی مناقب ابی حنیفۃ النعمان میں کی ہے۔ پھر اس نے کہا کہ ان قواعد کی وجہ سے امام ابو حنیفہؒ نے بہت سی اخبار آحاد پر عمل کو چھوڑا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ ان باتوں سے محفوظ ہیں جو اس کے بارہ میں اس کے مخالف کہتے ہیں اور وہ بری الذمہ ہے ان چیزوں سے جو مخالفین اس کی طرف منسوب کرتے

ہیں اور حق بات یہ ہے کہ انہوں نے عتلاً کسی حدیث کی مخالفت نہیں کی بلکہ ان سے اعراض پر واضح دلائل کی وجہ سے اجتہاد ان کے خلاف کیا ہے۔ اور اگر فرض کر لیا جائے کہ اس معاملہ میں ان سے غلطی ہوئی ہے تب بھی ان کے لیے ایک اجر ہے اور اگر وہ درست ہے تو وہ ہر اجر ہے۔ اور اس پر طعن کرنے والے یا تو حاسد ہیں یا پھر اجتہاد کے مواقع سے ناواقف ہیں۔ لے۔

اور بہر حال اس کے بعض شیوخ یا شیوخ کے شیوخ کی وجہ سے اس کی بعض احادیث کو ضعیف قرار دینا تو اس کا دعوہ دار بعض متاخرین کے قول پر ہے تو یہ درست نہیں ہے کیونکہ ظاہر بات ہے کہ وہ یقیناً اپنے شیوخ اور شیوخ کے شیوخ کے احوال کو جانتے تھے اور ان کے اور صحابی کے درمیان اکثر روایات میں زیادہ سے زیادہ دو راوی ہیں۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ (تو ان کے احوال کا جاننا ان کے لیے کیسے دشوار ہو سکتا ہے؟)

اعتراض ۳۵: (کہ حسن بن صالح کو بتایا گیا کہ النخ قبیلہ کا ایک آدمی ابو حنیفہؒ کی مجلس میں جاتا ہے تو انہوں نے کہا کہ اگر یہ النخ قبیلہ کی فقہ حاصل کرے تو اس کے لیے بہتر ہو۔ جن سے تم علم حاصل کرتے ہو ان کو پرکھ لیا کرو۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ حسن بن صالح لہم ابو حنیفہؒ کے بہت مدح تھے اس لیے ان کا یہ کلام طعن نہیں بلکہ تعریف کے لیے ہو سکتا ہے کہ وہ آدمی جو لہم ابو حنیفہؒ کے پاس جاتا ہو وہ فقہ سیکھنے کے لیے نہیں بلکہ کسی اور مقصد کے لیے جاتا ہو تو انہوں نے کہا کہ اگر وہ النخ قبیلہ کی فقہ سیکھے تو اس کے لیے بہتر ہو اور ابو حنیفہؒ کی فقہ کو انہوں نے النخ کی فقہ قرار دیا ہو۔)

اور خطیبؒ نے طبع لوی کے ص ۳۱۵ اور طبع حامیہ کے ص ۳۳۴ میں کہا ہے کہ ابو حنیفہؒ نے کہا کہ میں نے حسن بن صالح کے سامنے ذکر کیا کہ ایک آدمی النخ قبیلہ کا ابو حنیفہؒ کی مجلس میں جاتا ہے تو اس نے کہا کہ اگر وہ النخ قبیلہ کی فقہ سیکھے تو وہ اس کے لیے بہتر ہوگی۔ جن سے تم دین حاصل کرتے ہو ان کی پرکھ کر لیا کرو۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ نسخوں میں اسی طرح ہے اور یہ کلام بالکل سمجھ سے باہر ہے اور الحسن بن صالح بن جی الہمدانی تو ابو حنیفہؒ کے بہت زیادہ مدح خوان تھے اور اس کے بارہ میں کہا کرتے تھے کہ نعمان بن ثابت ذہین عالم اور علم میں پختہ تھے جب اس کے پاس رسول اللہ ﷺ کی کوئی صحیح حدیث آجاتی تو کسی دوسری کی طرف توجہ نہ کرتے جیسا کہ الاثناء ص

۳۸ میں ہے۔ اور شاید کہ مذکورہ خبر میں اس کے قول کی مراد یہ ہو کہ بے شک وہ النخ قبیلہ کا آدمی جو ابو حنیفہؒ کی مجلس میں بیٹھتا تھا وہ فقہ سیکھنے کے لیے نہ بیٹھتا ہو۔ اور اگر وہ فقہ سیکھتا اور ان سے النخ قبیلہ کی فقہ سیکھتا تو اس کے لیے بہتر ہوتا۔ گویا کہ اس نے ابو حنیفہؒ کی فقہ کو النخ قبیلہ کی فقہ قرار کیا۔ اس لیے کہ کوفہ میں ابو حنیفہؒ کے شیوخ اور شیوخ کے شیوخ جو کہ حضرت ابن مسعود کے اصحاب اور ان کے اصحاب کے اصحاب تھے ان کی اکثریت النخ قبیلہ سے تعلق رکھتی تھی۔

اعتراض ۳۶: (کہ سفیان بن عیینہ نے کہا کہ میں نے ابو حنیفہؒ سے کچھ یاد نہیں کیا۔) اور خطیبؒ نے طبع اولیٰ کے ص ۴۱۵ اور طبع ثانیہ کے ص ۴۲۵ میں محمد بن یونس الکدی۔ مولیٰ بن اسماعیل ابو عبد الرحمن کی سند نقل کر کے کہا کہ مولیٰ نے کہا کہ میں نے سفیان بن عیینہ سے پوچھا کہ کیا تو نے ابو حنیفہؒ سے کوئی چیز یاد کی ہے تو اس نے کہا نہیں۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ اس کی سند میں الکدی اور مولیٰ ہیں۔ اور ابو حنیفہؒ کی مسانید میں جو ابن عیینہ کی روایات ہیں وہی تکذیب کرتی ہیں کہ انہوں نے ایسا کہا ہو۔ اور خصوصاً الحارثی کی روایت جو مسند ہے تفصیل کے لیے ابن العوام اور ابن عبد البر کی کتب کا مطالعہ کریں۔

اعتراض ۳۷: (کہ عبد اللہ بن نمیر نے کہا کہ میں نے لوگوں کو پایا کہ وہ ابو حنیفہؒ سے حدیث نہیں لکھتے تھے تو فقہ کیسے لکھتے ہوں گے؟)

اور خطیبؒ نے طبع اولیٰ کے ص ۴۱۵ اور طبع ثانیہ کے ص ۴۲۲ میں کہا کہ عبد اللہ بن نمیر نے کہا کہ میں نے لوگوں کو پایا کہ وہ ابو حنیفہؒ سے حدیث نہیں لکھتے تھے تو وہ اس کی فقہ کیسے لکھتے ہوں گے؟

الجواب: میں کہتا ہوں کہ راویوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جن کو فقہ سے ذرا بھی مس نہیں ہے اور نہ ہی ان کو یہ ملکہ حاصل ہے کہ وہ بری رائے اور صحیح رائے میں فرق کر سکیں۔ پھر وہ اہل الرائے فقہاء کی احادیث روایت کرنے میں اور فقہ کی روایت کرنے میں مطلقاً بے پرواہی کرتے ہیں۔ تو فقہ اور احادیث میں ان کا رغبت کرنا ان کے اندر کسی چیز کا اضافہ نہیں کرتا اور نہ ہی اس میں ان کا زہد ہے اور نہ ہی ان کی یہ کاروائی ان فقہاء میں کچھ نقص پیدا

کرتی ہے۔ تو ان رلوپوں کے عمل سے ابو حنیفہؒ پر کیا اعتراض ہے؟ اس کو تو وہی لوگ کافی ہیں جو اس سے فقہ اور حدیث کی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ اور انہوں نے دنیا کے کناروں کو علم سے بھر دیا۔ یہاں تک کہ ابن حجر المکیؒ نے مناقب ابی حنیفہؒ میں اس بات کا اقرار کیا ہے کہ ائمہ میں سے کسی کو اتفاق سے اتنے کثرت سے اصحاب نہیں ملے جتنے ابو حنیفہؒ کو ملے تھے اور انہوں نے دنیا کے کناروں میں علم پھیلا دیا۔ تفصیل کے لیے ابن الحجج المزنی کی تہذیب الکمال دیکھیں۔ تا کہ معلوم ہو سکے کہ اس سے روایت کرنے والے کون لوگ تھے۔ اور پھر ان کو اور اس واقعہ میں منسوب بات کے قائل کی بات کو ملا کر دیکھیں تا کہ آپ کے سامنے فرق روشن ہو جائے۔ علاوہ اس کے یہ بات بھی ہے کہ ابن نمیر تو خود ابو حنیفہؒ سے روایت کرنے والوں میں سے ہیں اور اس کے ناخوان ہیں۔ یہاں تک کہ ابن ابی شیبہؒ نے بھی لعن کے بارہ میں ایک حدیث ابن نمیر کی روایت کی ہے جو اس نے ابو حنیفہؒ سے روایت کی ہے۔ اور اس کے بارہ میں جو اس کی فقہ ہے اس کو بھی روایت کیا ہے۔ اور (اس کی) سند پہاڑ کی طرح (مضبوط) ہے۔

اعتراض ۳۸: (کہ حجاج بن ارطاةؒ نے کہا کہ ابو حنیفہؒ کون ہے اور کون اس سے علم حاصل کرتا ہے اور ابو حنیفہؒ کیا چیز ہے؟)

اور خطیبؒ نے طبع اولیٰ کے ص ۳۱۵ اور طبع ثانیہ کے ص ۳۳۵ میں کہا کہ حماد بن زید نے کہا کہ میں نے حجاج بن ارطاةؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ابو حنیفہؒ کون ہے اور کون ابو حنیفہؒ سے علم حاصل کرتا ہے اور ابو حنیفہؒ کیا چیز ہے؟

الجواب: میں کہتا ہوں کہ الحجاج بن ارطاةؒ کوفہ کے محدثین اور فقہاء میں سے ہے اور نقد و جرح والے حضرات نے اس کی حدیث میں کلام کیا ہے جیسا کہ ہم نے اس کی تفصیل اپنی کتاب الاشفاق علی احکام الطلاق میں بیان کر دی ہے۔ اور یہ عرب کے باشندوں میں سے تھا اور لوگوں کے سامنے ڈھینگیں مارنے والا تھا اور رقبہ بن معقلہ کے طریق پر لوگوں کی عزت و آبرو سے بہت کھیلتا تھا۔ فالورہ کا پچھاڑا ہوا تھا۔ اور جو شخص ان دونوں کا ذکر کرتا ہے اور ان کے کلام کو اہل فن کی جرح کے زمرہ میں قرار دیتا ہے تو اس نے اس علم الجرح والتعديل سے ذرا بھی ذائقہ نہیں چکھا جو فقہ کی کتابوں میں مدون ہے۔ اور اس کا کلام ذکر کرنے کا مقام کتب النوادر والمحاضرات میں ہے۔ اور کون ہے جو ابو حنیفہؒ کو نہیں

جانتا کہ ہم اس کو تعارف کرائیں؟ حالانکہ اس کے علم اور اس کے اصحاب کے علم سے تو دنیا بھری پڑی ہے۔ اور اس کے علوم کی بدولت ہی کے سامنے علماء جگمگے ہوئے ہیں۔ ذلیل ہو وہ آدمی جس نے اپنے آپ پر حماقت کو طاری کر رکھا ہے۔ اور بے شک الملک المعظم لاہوری نے اپنی کتب السہم المصیب میں اس شخص کو اس کی خوب پہچان کرائی ہے جو اس کو نہیں پہچانتا۔ پس اگر تو بھی ان لوگوں میں سے ہے جو ابو حنیفہؒ کو نہیں پہچانتے تو السہم المصیب کی طرف رجوع کر اور اس کا مطالعہ کر۔

اعتراض ۴۹: (کہ یحییٰ بن سعید نے کہا کہ ابو حنیفہؒ صاحب حدیث نہ تھے۔ اور ابن معینؒ نے کہا کہ ابو حنیفہؒ حدیث میں کیا چیز تھی کہ تو اس کے بارہ میں پوچھتا ہے؟) اور خطیبؒ نے طبع اولیٰ کے ص ۴۲۱ اور طبع ثانیہ کے ص ۴۲۵ میں کہا کہ یحییٰ بن سعید القطن سے پوچھا گیا کہ ابو حنیفہؒ کی حدیث کیسی ہوتی تھی تو اس نے کہا کہ وہ صاحب حدیث نہ تھا۔ اور ابن معینؒ نے کہا کہ ابو حنیفہؒ حدیث میں کیا چیز تھی کہ تو اس کے بارہ میں پوچھتا ہے؟

الجواب: میں کہتا ہوں کہ پہلی سند میں محمد بن العباس الحرانی اور دوسری سند میں علی بن محمد بن مهران السواق ہیں جو الدار قطنی کے ان شیوخ میں سے ہیں جو ضعیف ہیں۔ پھر اگر صاحب الحدیث سے قائل کی مراد یہ ہے کہ وہ ہر اثری اور پوشیدہ قسم کی لاکھوں حدیثیں روایت کرے اور ہر اس روایت کو بیان کرے جس کے گرد حائک۔ حلاق۔ حمل۔ فہام۔ بزار۔ برزہ اور باقی ہر قسم کے فتن کار لپٹے ہوئے ہوں تو ہم اعتراف کرتے ہیں کہ بے شک ابو حنیفہؒ ایسے نہ تھے۔ بلکہ ان کا طریق کار تو اللہ کے دین میں علم تلاش کرنے والوں کو فقہ سکھانا اور ان کو وہ حدیثیں بیان کرنا تھا جو ان کے پاس صحیح احادیث اور آثار ہوتے تھے جو احکام میں مناسب ہوتے تھے جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔

ابو حنیفہؒ بڑے حفاظ حدیث میں سے تھے

اور السیرۃ الکبریٰ الشامیہ کے مولف الحافظ محمد بن یوسف الصالحی الشافعیؒ نے حدود الجہان میں کہا ہے کہ ابو حنیفہؒ من کبار حفاظ الحديث واعيانہم ”بڑے حفاظ میں سے اور ان کے سردار تھے۔“ اور اگر حدیث میں ان کی گہری نظر نہ ہوتی تو وہ فقہ میں مسائل

استنبلا کرنے کے قتل نہ ہوتے۔ اور الذمہ صی نے طبقات الحفاظ میں اس کا ذکر کیا ہے اور بڑے اچھے انداز میں بیان کیا ہے۔ لہٰذا پھر اس نے عقود الجمان کے تیسویں باب میں کہا کہ امام صاحب اگرچہ وسیع حافظہ والے تھے اس کے باوجود ان سے روایات کم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ احکام استنبلا کرنے میں مشغول رہتے تھے اور اسی طرح امام مالکؒ اور امام شافعیؒ نے جس قدر روایات سنی ہوئی تھیں اتنی مقدار ان سے روایات نہیں کی گئیں۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کہ ان کو مطلوبت بہت تھیں مگر ان سے روایات کم ہیں حالانکہ ان سے کم درجہ لوگوں کی روایات ان کی بہ نسبت زیادہ ہیں۔ لہٰذا پھر اس نے وہ اخبار بیان کیے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ابو حنیفہؒ کے پاس احادیث بہت زیادہ تھیں۔ پھر اس نے لمبی بحث کی۔ ان اسانید کے ضمن میں جو سترہ مسانید لمبی حنیفہؒ کی روایت میں ہیں جن کو جمع کرنے والے حماد بن ابی حنیفہؒ۔ ابو یوسفؒ۔ محمد بن الحسنؒ۔ الحسن بن زیادؒ۔ ابو محمد الحارثیؒ۔ ابن ابی العوامؒ۔ طلحہ بن محمدؒ۔ ابن المنذرؒ۔ ابن عدیؒ۔ ابو نعیم الاصبہانیؒ۔ عمرو بن الحسن الاشعریؒ۔ ابو بکر الکلاعیؒ۔ ابو بکر بن المقرئؒ۔ ابن خضوہؒ۔ اور ابو علی البکریؒ ہیں۔ جو امام ابو حنیفہؒ کی کثرت احادیث پر دلالت کرتی ہیں۔ اور ہم ان مسانید کو الخیر الرطیؒ۔ محمد بن السراج عمر الجاویؒ۔ الشمس ابن طولونؒ۔ الحفاظ کی سند کے ساتھ اجازۃً روایت کرتے ہیں۔ ان سترہ مسانید کی سندیں الفہرست الادسط میں بھی بیان کی گئی ہیں۔ اور ہماری سند اس تک التحریر الوجیز میں مذکور ہے۔ بلکہ خو خطیبؒ جب دمشق کی طرف سفر کر کے گیا تو وہ اپنے ساتھ دار قطنی کی مسند لمبی حنیفہؒ اور ابن شاہین کی مسند لمبی حنیفہؒ لے کر گیا تھا۔ اور یہ ان سترہ مسانید کے علاوہ ہیں اور بدر الدین البیہقیؒ نے اپنی تاریخ کبیر میں ذکر کیا ہے کہ بے شک ابن عقدہ کی مسند لمبی حنیفہؒ ایک ہی ہزار احادیث سے زیادہ پر مشتمل ہے۔ یہ بھی ان مسانید کے علاوہ ہے۔ اور امام سیوطیؒ نے التعقبات میں کہا کہ ابن عقدہ بڑے حفاظ میں سے ہے۔ لوگوں نے اس کی توثیق کی ہے اور اس کی شک تضعیف متعصب کے علاوہ کسی نے نہیں کی۔ لہٰذا پھر اسی طرح زفر کی کتب الآثار بھی ہے جس میں اکثر روایات ابو حنیفہؒ سے ہیں اور حدیث میں امام زفر کی دو کتابیں ہیں جن کا ذکر امام حاکمؒ نے معرفت علوم الحدیث میں کیا ہے۔

اور یحییٰ بن سعید القطان جس کے بارہ میں اس روایت میں ہے کہ اس سے اس کے

بارہ میں پوچھا گیا تھا۔ اس کے متعلق تو یحییٰ بن معینؒ نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا جو لدوری کی روایت سے ہے اور مکتبہ الظاہریہ دمشق میں ہے کہ یہ ان لوگوں میں سے تھے جو وکیع بن الجراح کی طرح ابو حنیفہؒ کے فتویٰ کے مطابق عمل کرتے تھے۔ اور اس کا ذکر ابن عبد البرؒ نے بھی الاستقاء ص ۳۱ میں کیا ہے بلکہ خود خطیبؒ نے بھی ص ۳۳۵ و ۳۳۶ میں اس کا ذکر کیا ہے۔

اور ہو سکتا ہے کہ ابو حنیفہؒ کے پاس جو احادیث تھیں ان کو ابن معینؒ ان لوگوں کی روایات کے مقابلہ میں کم سمجھتے ہوں جو صرف راویوں سے محض روایت کو بکثرت بیان کرنے والے ہوں جیسا کہ خود ابن معینؒ۔ اور ابن معینؒ کا کثیر الحدیث ہونا ایسا تھا کہ کہا جاتا ہے کہ بے شک اس نے اپنے خط کے ساتھ چھ لاکھ احادیث لکھی تھیں۔ ابو حنیفہؒ تو ایسے لوگوں میں سے نہ تھے جو ہر اڑتی اور پوشیدہ روایت کو روایت کرتے بلکہ وہ صرف ان احادیث کو لیتے تھے جو احکام سے متعلق ہوتی تھیں اور ان آثار کو لیتے جو احکام کے بارہ میں مروی ہوتے تھے۔ اور پہلے یہ بات گزر چکی ہے کہ وہ حدیث لینے کے لیے ہر زیات، حاکم، لبان اور بیاض کے پاس نہیں بیٹھے رہتے تھے بلکہ اس کا حدیث بیان کرنا اس کی فقہ بیان کرنے کے دوران ہوتا تھا جو مناسبت کے ساتھ ان لوگوں کے سامنے ہوتا تھا جو اس سے فقہ حاصل کرنے والے تھے، اور اس جیسی احادیث مختلف قسم کے ان رفیق کار لوگوں کے ہاتھوں نہیں لگ سکتی تھیں جن کی روایتیں لاکھوں تک پہنچی ہوں۔ اور ابن معینؒ حنفی تھے۔ انہوں نے محمد بن الحسنؒ سے الجامع الصغیر پڑھی۔ بلکہ ان کو تو حنفیت میں تعصب کا طعن دیا جاتا ہے جبکہ وہ امام شافعیؒ کے بارہ میں کلام کرتے ہیں۔ پھر راوی جو اس کی طرف ابو حنیفہؒ اور اس کے اصحاب کے بارہ میں جو چاہیں جس طرح کے چاہیں اقوال منسوب کریں۔ حالانکہ وہ اس سے بری الذمہ ہیں اور یہ تعجب کی انتہاء ہے۔

اعتراض ۳۰: (کہ امام احمد بن حنبلؒ نے کہا کہ امام مالکؒ کی حدیث صحیح اور رائے کمزور ہے اور ابو حنیفہؒ کی نہ رائے ہے اور نہ حدیث اور امام شافعیؒ کی رائے بھی صحیح ہے اور حدیث بھی صحیح ہے۔)

اور خطیبؒ نے طبع اولیٰ کے ص ۴۱۶ اور طبع ثانیہ کے ص ۴۳۵ میں الحسن بن الحسن بن المنذر القاضی۔ الحسن بن ابی بکر البراز۔ محمد بن عبد اللہ الشافعی۔ ابراہیم بن اسحاق الحرلی

کی سند نقل کر کے کہا کہ ابراہیم نے کہا کہ میں نے احمد بن حنبلؒ کو کہتے ہوئے سنا جبکہ ان سے امام مالکؒ کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ ان کی حدیث صحیح اور رائے کمزور تھی اور امام لوزائیؒ کے متعلق پوچھا گیا تو کہا کہ ان کی حدیث بھی ضعیف اور رائے بھی ضعیف تھی اور ابو حنیفہؒ کے متعلق پوچھا گیا تو کہا ان کی نہ کوئی رائے تھی اور نہ حدیث تھی۔ اور امام شافعیؒ کے متعلق پوچھا گیا تو کہا کہ ان کی حدیث بھی صحیح اور رائے بھی صحیح تھی۔

الجواب : میں کہتا ہوں کہ آپ محمد بن عبد اللہ الشافعیؒ کا حل نہ بھولے ہوں گے جبکہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ وہ ایک ایسی خبر بیان کرنے میں مغرور ہے جو خبر امام شافعیؒ کے علاوہ باقی تمام ائمہ پر یا تو حدیث میں یا رائے میں یا دونوں چیزوں میں ضعف کا فیصلہ کر رہی ہے۔ اور یہ جواب مکمل نہیں ہو سکتے جب تک محدودیت کو مد نظر نہ رکھا جائے۔ پس اگر مراد یہ ہے کہ بے شک اس کی حدیث صحیح حدیث ہے اور اس کی کوئی معین رائے ضعیف ہے اور اس کو معصود مسئلہ میں قرار دیا جائے جو سائل اور مجیب کے درمیان جاری ہوا تھا تو پھر یہ ایسی کلام ہے کہ اس میں کوئی غبار نہیں ہے۔ اس لیے کہ بے شک کوئی عالم ایسا نہیں مگر اس کی روایات میں سے کوئی حدیث تو صحیح ہوگی اور اس کی آراء میں سے کوئی رائے تو ضعیف ہوگی۔ اور بہر حال جب ہم یہ اعتبار کریں کہ محدوف عام ہے اور کہیں کہ اس کی ہر حدیث صحیح ہے اور اس کی ہر رائے ضعیف ہے تو یہ کھلم کھلا جھوٹ ہوگا کیونکہ امام مالکؒ کی کتنی ہی حدیثیں ایسی ہیں جو صحیح نہیں ہیں جیسا کہ جزء الدار قطنی میں ہے اور اس کی کتنی ہی رائے ایسی ہیں جو صحیح اور بہت زیادہ مضبوط ہیں جیسا کہ المصلحة المرسلۃ ان مقالت میں جملہ نص موجود نہیں۔ اور اسی طرح باقی جواہر میں بھی کلام ہے۔ اور بہر حال اس کا قول ابو حنیفہؒ کے بارہ میں کہ بے شک نہ اس کی رائے ہے اور نہ حدیث ہے تو میں نہیں جان سکا کہ اس سے قائل کی مراد کیا ہے؟ کیا اس کی مراد اس سے رائے صحیح کی نفی کرنا ہے یا ضعیف رائے کی یا صحیح حدیث کی یا ضعیف کی نفی کرنا ہے؟ کیونکہ ہمارے پاس کوئی ایسا قرینہ نہیں ہے کہ ہم ان میں سے کسی کو متعین کریں۔ اور اگر وہ ارادہ کرتا ہے کہ اس کی بالکل کوئی رائے نہیں خواہ صحیح ہو یا ضعیف تو یہ کھلا جھوٹ ہے اور وہ راوی جو ابو حنیفہؒ کو لعل الرا۱ کا امام شمار کرتے ہیں تو ان کے لیے کیسے ممکن ہے کہ وہ اس کی یہاں کوئی رائے ہونے کی نفی کریں۔ بالخصوص جبکہ العقیلی عبد اللہ بن احمد سے اور وہ اپنے باپ سے روایت

کرتا ہے کہ ابو حنیفہؒ کی حدیث ضعیف اور اس کی رائے ضعیف ہے۔ (تو یہاں انہوں نے اس کی حدیث اور رائے دونوں کو تسلیم کیا ہے اگرچہ ان کو ضعیف کہا ہے) اور بے شک خطیبؒ بھی اس روایت کو العقلمی تک اپنی سند کے ساتھ روایت کرتا ہے جب کہ یہاں اسی کو رد کر رہا ہے۔ پس ابو حنیفہؒ کے بارہ میں العقلمی نے جو روایت کی ہے وہ بعینہ وہ روایت ہے جو خطیبؒ نے یہاں اوزاعیؒ کے بارہ میں کی ہے تو اسے شخص تو غور سے اس شخص کو دیکھ جو دو جگہوں میں دو مختلف کے ساتھ ماہتا ہے (اور یہ دیانت کے خلاف ہے)

اعتراض ۱۳۱: (کہ ابوبکر بن ابی داؤد نے کہا کہ ابو حنیفہؒ کی کل مروی حدیثیں ایک سو پچاس ہیں اور ان میں سے اس نے نصف میں غلطی کی ہے۔)

اور خطیبؒ نے طبع لوئی کے ص ۴۲۱ اور طبع ثانیہ کے ص ۴۴۶ میں کہا کہ میں نے احمد بن علی البلا کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ مجھ سے ابوبکر بن شاذان نے کہا وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے ابوبکر بن ابی داؤد نے کہا کہ ساری کی ساری حدیثیں جو ابو حنیفہؒ سے روایت کی گئی ہیں وہ ایک سو پچاس ہیں اس نے ان کے نصف میں خطا کی یا کہا کہ غلطی کی ہے۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ ابن ابی داؤد کا معاملہ واضح ہے اور بے شک اس کا حل پہلے بیان ہو چکا ہے پس ہم اس کے مرسل بے نکتے کلام کے رد میں مشغول نہیں ہوتے جبکہ اس نے یہ کوئی وضاحت نہیں کی کہ اس کی خطا کیا ہے۔ اور یہ خطا کس حدیث میں تھی۔ اور کیسے اس کی حدیث شمار کی گئی۔ اور ہر ایک کی جانب منسوب کر کے طعن کرنے والا اسی کے مثل بولتا ہے جبکہ وہ اہل علم کے بارہ میں طعن کرنے کے معاملہ میں اللہ کا خوف نہیں رکھتا۔ ہم اللہ سے سلامتی کی درخواست کرتے ہیں۔

اعتراض ۱۳۲: (کہ رقبہ بن معقلہ نے ایک آدمی سے پوچھا کہ تو کہاں سے آیا ہے تو اس نے کہا کہ میں ابو حنیفہؒ کے پاس سے آیا ہوں تو اس نے کہا کہ تو رائے چبانا رہے گا اور اپنے لہل کی طرف ایسی حالت میں لوٹے گا کہ ثقہ نہ ہوگا۔)

اور خطیبؒ نے طبع لوئی کے ص ۴۲۱ اور طبع ثانیہ کے ص ۴۴۶ میں ابن دوم۔ ابن سلم۔ الابار۔ ابراہیم بن سعید۔ ابو اسامہ کی سند نقل کر کے کہا کہ ابو اسامہ نے کہا کہ ایک آدمی رقبہ کے پاس سے گزرا تو اس نے پوچھا کہ تو کہاں سے آیا ہے تو اس نے کہا کہ

ابو حنیفہؒ کے پاس سے آیا ہوں تو اس نے کہا کہ تجھے طاقت ہے اس رائے کی جو تو چاہتا ہے
 اور تو اپنے لہل کی طرف بغیر ثقہ کے لوٹے گا۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ بعض روایات میں (بغیر ثقہ کی جگہ) بغیر ثقہ کے الفاظ ہیں پس
 شاید کہ یہی درست ہو اور بعض نسخوں میں یسکنک کی جگہ یکفیک کے الفاظ ہیں اور
 خطیبؒ نے یہاں رقبہ بن مقلہ سے دو روایتیں ذکر کی ہیں۔ اور اصل حکایت اس سے
 ثابت ہے اگرچہ یہاں اسانید ایسی ہیں کہ ان میں قتل گرفت راوی موجود ہیں مگر بے شک
 جھوٹا بھی کبھی سچ بول دیتا ہے۔

اور یہ رقبہ جرح و تعدیل کے رجل میں سے نہیں ہے۔ وہ تو عرب کے ان مردوں
 میں سے تھا جو نکتہ چینی اور لطیفوں کو پسند کرتے ہیں۔ اور یہ وہی شخص ہے جو مسجد میں
 پشت کے بل لیٹا ہوا کروٹیں بدل رہا تھا اور جو اس سے اس کی وجہ پوچھتا تو اس کو کہتا کہ بے
 شک میں فالودہ کا بچھاڑا ہوا ہوں یعنی وہ زیادہ کھا کر بد ہضمی کا شکار ہوں یا میں اس کے حقوق
 میں بچھاڑا ہوا ہوں۔ (کہ اس کا شوق مجھے چین نہیں لینے دیتا) اور اس جیسی کلام کا مقام تو
 نوادر اور محاضرات سے متعلق لکھی گئی کتابوں میں ہے یا ان کتابوں میں جو قصے کہانیوں اور
 مزاح پر لکھی گئی ہیں۔ ہاں بے شک خطیبؒ نے ابو حنیفہؒ کا تذکرہ کتاب التطفیل میں بھی
 نہیں چھوڑا۔ اور اللہ تعالیٰ ہی حساب لینے والا ہے۔

اعتراض ۳۳۳: (کہ شعبہ نے کہا کہ مٹھی بھر مٹی ابو حنیفہؒ سے بہتر ہے۔)

اور خطیبؒ نے طبع اولیٰ کے ص ۴۲۱ اور طبع ثانیہ کے ص ۴۴۶ میں العتقی۔ یوسف
 بن احمد۔ العقیلی۔ عبد اللہ بن الیث الروزی۔ محمد بن یونس الجمل۔ یحییٰ بن سعید کی سند
 نقل کر کے کہا کہ یحییٰ بن سعید نے کہا کہ میں نے شعبہ کو کہتے ہوئے سنا کہ مٹھی بھر مٹی
 ابو حنیفہؒ سے بہتر ہے۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ اس کی سند میں محمد بن یونس الجمل ہے جس کے بارہ میں محمد بن
 انجم نے کہا کہ وہ میرے نزدیک منہم ہے۔ راویوں نے کہا ہے کہ اس کا ایک بیٹا اس کی
 اجلت میں مزید باتیں شامل کر دیتا تھا اور ابن عدی نے کہا کہ یہ ان لوگوں میں سے تھا جو
 لوگوں کی حدیث چوری کرتے ہیں۔ ابن الجوزیؒ نے اس کا تذکرہ الضعفاء میں کیا ہے۔

تفصیل کے لیے المیزان اور تہذیب و تہذیب و یکمیں اور جس آدمی نے یہ خیال کیا ہے کہ
 حوہ مسلم کے راویوں میں سے ہے تو اس کو وہم ہوا ہے تو اس جیسی سند کے ساتھ یہ بات
 شعبہ سے کیسے ثابت ہو سکتی ہے اور خطیبؒ نے اپنے شیخ العتقی جو کہ یوسف بن احمد
 العبدلانی الہی سے العتقی کی روایت کرنے والا ہے۔ اس کی روایت تو بیان کر دی ہے لیکن
 میں نہیں جان سکا کہ خطیبؒ نے ابو حنیفہؒ کے بارہ میں شعبہ کا العتقی کی سند سے وہ قول
 کیوں نہیں نقل کیا جو اس نے اپنی سند کے ساتھ یوسف سے کیا ہے۔ جیسا کہ ابن عبد البرؒ
 نے حکم بن المنذر سے نقل کیا ہے جو اس کی اس کتاب میں ہے جو ابو حنیفہؒ کے فضائل پر
 لکھی گئی ہے۔ اور اسی سے شبابہ کا قول ہے کہ شعبہ ابو حنیفہؒ کے بارہ میں اچھی رائے رکھتے
 تھے اور مجھ سے مسور الوراق کے اشعار پڑھواتے تھے۔ اور عبد الصمد بن عبد الوارث کا
 قول ہے کہ ہم شعبہ بن الحجاج کے پاس تھے تو اس کو بتایا گیا کہ ابو حنیفہؒ وفات پا گئے ہیں تو
 شعبہ نے کہا البتہ تحقیق اس کے ساتھ کوفہ کی فتنہ بھی ختم ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ ہم پر اور اس پر
 اپنی رحمت کے ساتھ فضل فرمائے۔ اور ابن معینؒ کا قول ان کے بارہ میں ہے کہ وہ ثقہ
 ہے۔ میں نے کسی کو نہیں سنا کہ اس نے اس کی تضعیف کی ہو۔ اور شعبہ بن الحجاج تو
 اس کی طرف لکھتے تھے کہ حدیث لکھ کر بھیجے اور شعبہؒ تو شعبہ ہے۔ اس واقعہ کی اسناد
 الانتقاء ص ۱۶۱ میں ہیں اور ابن ابی العوامؒ وغیرہ کی کتاب میں ابو حنیفہؒ کی کس قدر تعریف
 شعبہؒ سے نقل کی گئی ہے۔ لیکن خطیبؒ کا مقصد باطل اور کمزور اسناد کے ساتھ صرف
 ابو حنیفہؒ کے بارہ میں طعن ہی نقل کرنا ہے۔ (روایت کا حل تو یہ ہے مگر خطیبؒ کے ہاں
 محفوظ روایت اسی طرح کی ہوتی ہے۔

اعتراض ۱۳۴: (کہ سفیان ثوریؒ نے کہا کہ مرتدہ کے بارہ میں عاصم کی حدیث کوئی ثقہ
 راوی تو روایت نہیں کرتا البتہ ابو حنیفہؒ اس کو روایت کرتے تھے۔ اور جواب کا خلاصہ یہ
 ہے کہ اس روایت کے من گھڑت ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ مرتدہ والی حدیث خود
 سفیان ثوریؒ امام ابو حنیفہؒ سے کرتے تھے۔)

اور خطیبؒ نے طبع لوئی کے ص ۳۱۷ اور طبع ثانیہ کے ص ۴۴۷ میں البرکی۔ محمد بن
 عبد اللہ بن خلف۔ عمر بن محمد الجوهری۔ ابو بکر الاثرم۔ ابو عبد اللہ۔ عبد الرحمن بن مہدی کی
 سند نقل کر کے کہا کہ عبد الرحمن نے کہا کہ میں نے سفیان سے مرتدہ کے متعلق عاصم سے

موی حدیث کے بارہ میں پوچھا تو اس نے کہا کہ بہر حال کوئی ثقہ تو نہیں البتہ ابو حنیفہؒ اس کو روایت کرتے تھے۔ ابو عبد اللہؒ نے کہا کہ ابو حنیفہؒ عاصم۔ ابی رزین کے واسطے سے عورت کے بارہ میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے تھے کہ جب وہ مرتد ہو جائے تو اس کو قید کیا جائے اور قتل نہ کیا جائے۔

الجواب : میں کہتا ہوں کہ اس کی سند میں عمر بن محمد الجوحری السدابی ہے جو کہ موضوع حدیث کی روایت میں منقوہ ہے اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ تو ایسی سند جس میں السدابی ہو اس کے ساتھ ثوریؒ سے یہ روایت ثابت نہیں ہو سکتی۔ اور جو روایت خلیبؒ نے ابوبکر بن عیاش کی طرف منسوب کی ہے کہ بے شک اس نے کہا کہ اللہ کی قسم ابو حنیفہؒ نے اس کو کبھی نہیں سنا۔ اگر فرض کر لیا جائے کہ ابوبکر بن عیاش سے یہ روایت ثابت ہے تو اس کی کلام نفی پر شہادت ہے جو کہ مردود ہے۔ اور جو آدمی یاد رکھتا ہے وہ اس کے خلاف حجت ہوتا ہے جس نے یاد نہیں رکھا۔ یا یہ کہ اس کی تکویل یہ ہوگی کہ اس کی کلام کا مطلب یہ ہے کہ میری معلومات کے مطابق اس نے اس کو نہیں سنا۔ اور ابن عدیؒ نے الکامل میں مرتد سے متعلق ابو حنیفہؒ کی روایت ذکر کی ہے جس کی سند یوں ہے۔ حدثنا احمد بن محمد بن سعید حدثنا احمد بن زھیر بن حرب قال سمعت یحییٰ بن معین یقول کان الثوری کہ یحییٰ بن معینؒ نے کہا کہ ثوریؒ ابو حنیفہؒ پر ایک حدیث کی وجہ سے عیب لگاتے تھے جو ابو حنیفہؒ کے علاوہ کوئی اور روایت نہیں کرتا اور وہ ابو حنیفہؒ۔ عاصم۔ ابو رزین عن ابن عباسؓ کی سند سے روایت کرتے ہیں۔ پھر جب یمن کی طرف گئے تو اس کو عاصم سے تدلیس کرتے تھے۔ پھر ابن عدیؒ نے احمد بن محمد بن سعید۔ علی بن الحسن بن سہل۔ محمد بن فضل البلخی۔ داؤد بن حملو بن فرائض۔ وکین۔ ابو حنیفہؒ۔ عاصم۔ ابو رزین عن ابن عباسؓ کی سند نقل کر کے کہا "عورتوں کے بارہ میں جبکہ وہ مرتد ہو جائیں کہ ان کو قید کیا جائے اور قتل نہ کیا جائے۔ وکیع نے کہا کہ شام میں اس حدیث کے متعلق سفیان سے پوچھا جاتا تو کبھی وہ نعمان عن عاصم کہتے اور کبھی کہتے کہ بعض اصحابنا کہ "ہمارے بعض اصحاب نے کہا ہے۔" الخ

اور ابن ابی العوام نے محمد بن احمد بن حملو۔ ابو یحییٰ محمد بن عبد اللہ بن یزید المقرئ۔ عبد اللہ بن الولید الحدادی۔ سفیان ثوریؒ عن رجل عن عاصم۔ اور دوسری سند ابو بشر الدولابی۔

صاحب لنا جس کی کنیت ابو بکر تھی۔ یعقوب بن اسحاق۔ ابو یوسف الطمار الفقیہ۔ عبد الرزاق۔ سفیان۔ ابو حنیفہ۔ مامم۔ ابو رزین عن ابن عباس۔ نقل کی کہ حضرت ابن عباس نے عورت کے بارہ میں کہا جو مرتد ہو جائے اس کو قید کیا جائے اور قتل نہ کیا جائے۔ الخ۔ اور اس کے ساتھ ظاہر ہو گیا کہ بے شک یہ روایت تو خود سفیان ابو حنیفہ سے کرتے تھے۔ خواہ ہر منکر ذلیل و خوار ہوتا رہے۔

اعتراض ۳۵: (کہ سفیان ثوری نے کہا کہ ابو حنیفہؒ نہ ثقہ ہیں اور نہ مامون ہیں۔) اور خطیبؒ نے طبع لوئی کے ص ۴۱۷ اور طبع ثانیہ کے ص ۴۲۷ میں علی بن احمد الرزاز۔ علی بن محمد بن سعید الموصلی۔ یاسین بن سہل۔ احمد بن حنبل۔ مول کی سند نقل کر کے کہا کہ مول نے کہا کہ سفیان ثوریؒ کے سامنے ابو حنیفہؒ کا تذکرہ لوگوں نے کیا تو اس نے دو مرتبہ کہا کہ وہ نہ ثقہ ہیں اور نہ مامون ہیں۔ اور دوسری سند محمد بن عمر بن بکیر المقرئ۔ عثمان بن احمد بن سمعان الرزاز۔ ہیشم بن خلف۔ محمود بن غیلان۔ مول کی سند نقل کر کے کہا کہ مول نے کہا کہ سفیان ثوریؒ کے پاس ابو حنیفہؒ کا ذکر کیا گیا جبکہ وہ مقام حجر میں تھے تو کہا وہ نہ ثقہ ہیں اور نہ مامون ہیں اور وہ یہ کلمات مسلسل کہتے رہے یہاں تک کہ طواف پورا کر لیا۔ اور تیسری سند ابو سعید بن حسنوب۔ عبد اللہ بن محمد بن عیسیٰ الخشاب۔ احمد بن محمد بن عہدی۔ ابراہیم بن ابی الیث کی سند نقل کر کے کہا کہ ابراہیم نے کہا کہ میں نے الا بنجی سے کئی بار سنا کہ اس نے کہا کہ ایک آدمی نے سفیان سے ابو حنیفہؒ کے متعلق پوچھا تو اس نے تین مرتبہ کہا کہ وہ نہ ثقہ ہیں اور نہ مامون ہیں۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ پہلی سند میں علی بن احمد الرزاز ہے یہ وہی ہے جس کی کتابوں میں اس کا بیانیہ سنی سنائی باتیں شامل کر دیتا تھا۔ اور الموصلی غیر ثقہ ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اور تینوں مطبوعہ نسخوں میں علی بن محمد بن سعید الموصلی ہے جو کہ سعید سے معبد کی طرف تصحیف ہے اور صحیح علی بن محمد بن سعید الموصلی ہے جیسا کہ بیان ہوا۔ اور مول متروک الحدیث ہے۔ اور دوسری سند میں ہیشم بن خلف کے ساتھ مول بھی ہے۔ اور تیسری سند میں ابراہیم بن ابی الیث نصر الترمذی ہے جس کے بارہ میں ابن معینؒ کہتے تھے کہ اگر منصور بن المعتمر جیسے آدمی بھی اس کے پاس آتے جاتے رہیں تب بھی وہ کذاب ہی تھا۔ اور اس کو کئی آدمیوں نے کذاب کہا ہے۔ مگر خطیبؒ کی نظر میں اس جیسی روایت

ناقلین کے ہاں محفوظ روایات کے زمرہ میں سے ہے۔ اور ثوریؒ اگرچہ ابو حنیفہؒ سے ملحق ہو چکے تھے لیکن وہ انحراف کی اس حد تک نہ پہنچے تھے کہ اس کے بارہ میں اس جیسی باطل کلام کہتے اور بے شک پہلے گزر چکا ہے کہ سفیان ثوریؒ ابو حنیفہؒ کے تعریف کیا کرتے تھے۔

اعتراف ۳۳۶: (کہ سفیان ثوریؒ کے سامنے ایک آدمی نے کہا کہ ابو حنیفہؒ نے اس طرح حدیث بیان نہیں کی جس طرح آپ نے بیان کی ہے تو اس نے کہا کہ تو نے مجھے ایسے آدمی کے حوالے کر دیا جو قرض ادا کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہے۔)

لوہر خطیبؒ نے طبع اولیٰ کے ص ۴۱۷ اور طبع ثانیہ کے ص ۴۲۷ میں البرقانی۔ محمد بن الحسن السراج۔ عبد الرحمن بن ابی حاتم۔ ابو حاتم۔ محمد بن کثیر العبدی کی سند نقل کر کے کہا کہ میں سفیان ثوریؒ کے پاس تھا تو انہوں نے ایک حدیث بیان کی تو ایک آدمی نے کہا کہ فلاں آدمی نے مجھے یہ حدیث اس کے خلاف بیان کی ہے تو اس نے کہا کہ وہ کون ہے تو اس آدمی نے کہا کہ وہ ابو حنیفہؒ ہے تو سفیان نے کہا کہ تو نے مجھے ایسے آدمی کے حوالے کیا جو قرض اتارنے کی پوزیشن میں نہیں ہے۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ اس کی سند میں محمد بن کثیر العبدی ہے اور اس کے بارہ میں ابن معینؒ کہتے تھے کہ اس سے نہ لکھو کیونکہ وہ ثقہ نہیں ہے جیسا کہ امام اللذہبی کی المیزان میں ہے۔ اور خطیبؒ نے دوسری سند کے ساتھ جو خبر نقل کی ہے تو اس میں بھی محمد بن کثیر العبدی ہے۔ اور الحسن بن الفضل البوصرائی ہے۔ ابن المنلوٰی نے کہا کہ لوگ اس سے کثرت سے روایت لیتے تھے پھر جب اس کا معاملہ واضح ہوا تو انہوں نے اس کو چھوڑ دیا اور اس سے مروی احادیث کو چھاڑ ڈالا۔ یہ ذہبیؒ نے کہا ہے اور اسی کے مثل خود خطیبؒ نے اپنی کتاب میں کہا ہے مگر پھر بھی یہ روایت اس کے ہاں محفوظ ہے۔

اعتراف ۳۳۷: (کہ عبد الرزاق نے کہا کہ میں ابو حنیفہؒ سے روایت صرف اس لیے لکھتا ہوں تا کہ میرے رجل زیادہ ہو جائیں اور وہ ان سے بیس سے کچھ لوہر روایات کیا کرتے تھے۔

لوہر خطیبؒ نے طبع اولیٰ کے ص ۴۱۸ اور طبع ثانیہ کے ص ۴۲۸ میں کہا کہ عبد الرزاق نے کہا کہ میں ابو حنیفہؒ سے صرف اس لیے لکھتا ہوں تا کہ اس کی وجہ سے میرے

رجل زیادہ ہو جائیں اور وہ ابو حنیفہؒ سے ہیں سے کچھ اوپر روایات کیا کرتے تھے۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ عبد الرزاق کا ابو حنیفہؒ سے اس لیے روایت کرنا کہ اس کے رجل اور شیوخ میں اضافہ ہو جائے اگرچہ وہ احادیث اس کے پاس دوسرے مشائخ سے بھی مروی ہوتی تھیں تو بے شک یہ محدثین کے ہاں انتہائی عظمت کی بات ہے تو اس خبر سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ بے شک ابو حنیفہؒ اسی روایت کو بیان کرتے تھے جس میں اور بھی ان کے ساتھ شریک ہوتے۔ اور غریب روایات بیان نہ کرتے تھے۔ اور یہ تو ان کی تعریف ہے۔ اور بے شک عبد الرزاق نے کئی مقلد میں ابو حنیفہؒ کی تعریف کی ہے۔ تفصیل کے لیے الانتقاء ص ۳۵ اور خطیبؒ کی تاریخ کی اسی جلد کا ص ۳۵۱ دیکھیں۔

اعتراض ۳۸: (کہ امام احمدؒ نے کہا کہ ضعیف حدیث بہتر ہے ابو حنیفہؒ کی رائے سے۔)

اور خطیبؒ نے طبع اولیٰ کے ص ۴۱۸ اور طبع ثانیہ کے ص ۴۳۸ میں علی بن احمد بن عمر المقرئ۔ اسماعیل بن علی الخطیب۔ عبد اللہ بن احمد بن حنبلؒ کی سند نقل کر کے کہا کہ عبد اللہ نے کہا کہ میں نے اپنے باپ سے ایسے آدمی کے بارہ میں پوچھا جو اپنے کسی دینی معاملہ میں پوچھنا چاہتا ہے یعنی وہ طلاق سے متعلق قسم اٹھانے یا اس کے علاوہ کسی اور معاملہ میں جٹلا ہو اور اس کے شہر میں اصحاب الرا۱ بھی ہوں اور ایسے اصحاب حدیث بھی ہوں جو ضعیف حدیث کی اور اسناد کے قوی ہونے کی پہچان نہیں رکھتے تو یہ آدمی ان دو طبقوں میں سے کس سے مسئلہ پوچھے۔ اصحاب الرا۱ سے یا ان محدثین سے جو معرفت میں کمزور ہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ وہ آدمی اصحاب الحدیث سے پوچھے اور اصحاب الرا۱ سے نہ پوچھے۔ ضعیف حدیث ابو حنیفہؒ کی رائے سے بہتر ہے۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ فقہاء عراق اس بات پر متفق ہیں کہ بے شک ضعیف حدیث قیاس پر رائج ہوتی ہے جیسا کہ ابن حزم نے ان سے روایت کی ہے۔ اور اس بارہ میں حنبلیہ ان فقہاء کے گردہ کے تابع ہیں۔ تو رائے کو ابو حنیفہؒ کی طرف اضافت کر کے رائے کو مقید کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے بلکہ حق کلام یہ ہے کہ کہا جائے کہ ضعیف حدیث رجل کی آراء سے بہتر ہے۔ اور رلوی کا کلام لعل الرا۱ کی جانب سے مجمل ہے اور مقصد کو چھپانے سے دوری اختیار کرنا رلوی پر واجب تھا اور اس بات کی صراحت کرنا ضروری تھا کہ

مراد یہ ہے کہ جس کو کتب وسنت کا علم نہیں تو اس کی رائے خواہش سے مدد طلب کرنے والی ہے نہ کہ کتب وسنت سے اور اسی طرح حدیث کی جانب میں قول بھی مجمل ہے۔ پس اگر ایسے محدثین کی حدیث مراد ہے جن کی جماعت اس حد تک ہے کہ وہ موضوع اور غیر موضوع میں فرق نہیں کر سکتے تو ان کو چھوڑ دینا ضروری ہے اور ان سے ایک مرتبہ بھی فتویٰ نہیں طلب کرنا چاہیے۔ اور بہت سے قدیم محدثین کے نزدیک ضعیف حدیث ایسے معنی میں استعمال کی جاتی ہے جو کہ موضوع کو بھی شامل ہے تو رائے اور اجتہاد پر ترجیح کے ضمن میں اس کا مراد لینا یہاں صحیح نہیں ہے۔ جیسا کہ اپنے مقام پر یہ بات واضح ہے۔ اور مسلمانوں پر واجب ہے کہ ایسے عالم سے شر والوں کو محروم نہ رکھیں جو ان کو درست فتویٰ دے سکے۔ تو تصور نہیں کیا جاسکتا کہ مسلمانوں کے شہروں میں سے کسی شہر میں ایسی گھٹا ٹوپ جماعت کی حالت اس وقت سے پہلے طاری ہو گئی ہو جبکہ ان کا معاملہ لاقانونیت سے دور تھا۔ اور میں خیال نہیں کرتا کہ عبد اللہ بن احمد نے اپنے باپ سے اس روایت کو ایسے انداز سے ضبط کیا ہو جیسا کہ اس کا ضبط کرنا ضروری ہے۔ ورنہ کلام میں ایسی گڑبڑ نہ ہوتی جس کی وضاحت کی گئی ہے۔

اعتراض ۳۹: (کہ امام احمدؒ نے کہا کہ ابو حنیفہؒ ضعیف ہے اور اس کی رائے ضعیف ہے۔) اور خطیبؒ نے طبع اولیٰ کے ص ۴۱۸ اور طبع ثانیہ کے ص ۴۳۸ میں العتقی۔ یوسف بن احمد الحیدرانی۔ محمد بن عمرو العتقی۔ عبد اللہ بن احمد کی سند نقل کر کے کہا کہ عبد اللہ نے کہا کہ میں نے اپنے باپ سے سنا وہ کہتے تھے کہ ابو حنیفہؒ ضعیف ہے اور اس کی رائے ضعیف ہے۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ یہ قول اس قول کے متنافی ہے جو پہلے گزرا ہے کہ ابو حنیفہؒ کی نہ رائے ہے اور نہ حدیث ہے۔ (اس لیے کہ ایک روایت میں ہے کہ اس کی رائے اور حدیث ہی کوئی نہیں اور دوسری روایت میں ہے کہ اس کی رائے اور حدیث ہے تو سہی مگر ضعیف ہے تو دونوں اقوال میں تضاد ہے) علاوہ اس کے کلام میں خفاء بھی ہے۔ پس اگر مراد یہ ہے کہ اس کی کوئی خاص حدیث یا کوئی خاص رائے ضعیف ہے تو ضروری تھا کہ اس کی صراحت کی جاتی۔ اور یہ ہو سکتا ہے کہ اس کی کوئی حدیث ضعیف ہو یا اس کی بعض آراء کمزور ہوں۔ اور اگر مراد یہ ہے کہ اس کی تمام احادیث ضعیف اور اس کی تمام آراء ضعیف

ہیں تو یہ جھوٹ ہے یہ بات صرف وہی کر سکتا ہے جس کی کلام کا کوئی میزان نہ ہو۔ اور اگر یہ مرلو ہے کہ اس کی اکثر احادیث اور اکثر آراء ضعیف ہیں تو یہ بھی بہت قبیح من گھڑت بات ہوگی جس کا تلفظ صرف وہی کر سکتا ہے جس نے کلام کو یوں کھلا چھوڑ رکھا ہو کہ جو کچھ منہ میں آئے کتا جائے۔

اعتراض ۱۳۰: (کہ احمد بن حنبلؒ نے کہا کہ ابو حنیفہؒ جھوٹ بولتے تھے۔)
 اور خطیبؒ نے طبع اولیٰ کے ص ۴۱۸ اور طبع ثانیہ کے ص ۴۳۸ میں الحقیقی۔
 یوسف۔ العقیل۔ سلیمان بن داؤد العقیل۔ احمد بن الحسن الترمذی اور دوسری سند عبید اللہ بن عمر الواعظ۔ عمر الواعظ۔ عثمان بن جعفر بن محمد السیسی الصوفی۔ الفریابی جعفر بن محمد۔ احمد بن الحسن الترمذی۔ کی سند نقل کر کے کہا کہ احمد بن الحسن نے کہا کہ میں نے احمد بن حنبلؒ کو کہتے ہوئے سنا کہ ابو حنیفہؒ جھوٹ بولتے تھے۔ اور الحقیقی جب روایت کرتا ہے تو کان ابو حنیفہؒ بکذب نہیں بلکہ ابو حنیفہؒ بکذب کہتا ہے۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ خطیبؒ کی تدقیق کی انتہاء کو دیکھیں کہ روایت میں کئی کثبات اور اسقاط بھی اس کی نظر سے فوت نہیں ہوتا لیکن یہ اس کو نظر نہیں آتا کہ بکذب مصحف ہے بکذب ہے۔ اس میں لکھنے میں باء کو تھوڑا سا جدا کر دیا اور وہ بغیر کسی خوف کے فقیہ الملت کی طرف کذب کی نسبت کرتا ہے۔ اور وہ امت کو اس زمرہ میں شمار کرنے سے نہیں بچتا کہ اس نے ایک جھوٹے کو امام بنا لیا ہے۔ اور اس خطیبؒ کے امام، امام شافعیؒ نے اس (ابو حنیفہؒ جس کو خطیبؒ جھوٹا ثابت کر رہا ہے) جھوٹے سے المسند اور الام میں دلیل پکڑی ہے۔ (تو جھوٹے سے دلیل پکڑنے والے کا کیا مقام ہوگا؟) اور پہلے ابن عبد البرؒ کی روایت میں ابن معینؒ کا قول نقل کیا جا چکا ہے کہ ابو حنیفہؒ ثقہ ہیں۔ میں نے کسی کو نہیں سنا کہ اس نے اس کو ضعیف کہا ہو۔ چہ جائیکہ کسی نے اس کی تکذیب کی ہو۔ پس اگر امام احمدؒ نے یہ کہا ہوتا تو وہ ابن معینؒ کے ساتھ تو کثرت سے مجلس کرتے تھے تو اس کا کلام اس کو پہنچا ہوتا۔ پس یا تو اصل میں مصحف ہے یا زرا جھوٹ ہے۔ اور سلف میں سے بہت سے حضرات حدیث کی کتب سے بچتے تھے اور ان میں سے ابراہیم النخعی بھی ہیں۔ تو اس کے قول کان بکذب کا معنی یہ ہوگا کہ وہ کتب حدیث سے نہیں بچتے تھے۔ ہاں واقع کے خلاف خبر دینا کذب ہی ہے اور اس معنی میں کذب کا اطلاق غلطی کرنے والے اور دہم

کرنے والے پر بھی کیا جاسکتا ہے۔ پس جس نے غلطی کی یا کسی بات میں وہم کیا تو اس رائے کے مطابق اس کو کذب شمار کیا جاسکتا ہے۔ لیکن غلطی کرنے والے کو اکثر غلط اور وہم کرنے والے کو وہم کا حکم لگایا جاتا ہے۔ تو جس آدمی نے کسی کے بارہ میں کہا کہ فلان بکذب تو اس کے قول کو اس وقت تک شمار میں نہ لایا جائے گا جب تک وہ کذب کی وجہ بیان نہ کرے۔ اور اسی لیے بہت سے اہل نقد کذب فلان کے قول کو جرح غیر مفسر شمار کرتے ہیں۔ اور بے شک پہلے تاریخ الخلیفہ ص ۳۸۳-۳۹۳ میں گزر چکا ہے کہ بعض حضرات نے ابوحنیفہؒ کے نظریہ کی تردید کرتے ہوئے کہا ہے کذاب من یقول ان الایمان لا یزید ولا ینقص وہ آدمی کذاب ہے جو کہتا ہے کہ ایمان میں کمی بیشی نہیں ہوتی اور ہو سکتا ہے کہ یہی کذب سے مراد بھی اسی انداز کا کذب ہو اور بے شک ہم نے وہیں (ایمان کی کمی بیشی کے تحت) شافی کافی بحث کی ہے تو وہیں ہی دیکھ لیں۔ اور پختہ بات ہے کہ لال جرح کے ہل وہ کذب جو جرح بنتا ہے وہ ہوتا ہے جو جان بوجھ کر ہو۔ اور بہر حال راوی کا غلطی کرنا یا اس کو وہم ہو جانا تو اس کے احکام اپنے مقام میں واضح ہیں۔ تو جب غلط اور وہم کو ہم نے کذب اعتبار کر لیا تو امت کے تمام طبقات میں ساری امت کو کذب کا عیب لگانا لازم آتا ہے اور یہ تو بہت قبیح فعل میں پڑتا ہے۔

اور بہت دفعہ ضدی لوگ سچے لوگوں کی طرف کذب کی نسبت کرتے ہیں اس معنی میں کہ ان کی کسی کلام میں غلطی یا وہم واقع ہوا۔ اور یہ قبیح تصرف ہے جو طعن کرنے والے کے اندرونی خبیث کی خبر دیتا ہے۔ علاوہ اس کے یہ بات بھی ہے کہ ہم نہ تو خطیب جیسے آدمی پر اور نہ ہی العقیل جیسے آدمی پر اعتماد کر سکتے ہیں۔ بعد اس کے کہ ہم نے ان دونوں کے بارہ میں شولہ پیش کر دیے ہیں۔ پھر رہا معاملہ عبد اللہ بن احمد کا تو اس کے تصرفات اور اس کے حل کی وضاحت بھی پہلے ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور احمد بن الحسن الترمذیؒ جو امام احمدؒ کے اصحاب میں سے ہیں وہ بھی تصعب میں عبد اللہ سے کوئی کم نہ تھا۔ اور بے شک بخاری نے صرف ایک حدیث اس سے المعاذی میں روایت کی ہے۔ اور بخاری کے رجال میں کتنے ہی ایسے پائے جاتے ہیں جن سے کوئی چیز لی جاتی ہے اور کوئی چیز نہیں لی جاتی۔ واللہ سبحانہ اعلم۔ اور جعفر بن محمد القریابیؒ ایسا آدمی تھا کہ اس کے حدیث بیان کرنے کی مجلس میں تیس ہزار آدمی جمع ہوتے تھے۔ ان میں دس ہزار کے قریب بڑے بڑے ماہر علماء ہوتے تھے۔ پس

جب اس جیسا آدمی کوئی چیز روایت کرے تو سوار اس کو لے دوڑتے ہیں۔ اور یہ وہی شخص ہے جس نے لوگوں کے سامنے جنونی دورے والے آدمی کے کلن کے پاس لڑان کھی تو جن دوڑتا ہوا پکارتا ہوا چلا گیا کہ آگے مجھ کا تلفظ نہ کر میں جا رہا ہوں اور اس کی بات کو لوگوں نے سنائیں میں جا رہا ہوں، تو مھرا نہ کہہ۔ جیسا کہ تاریخ الخلیب میں ہے اور اس جیسے راوی کے متعلق کچھ کہنے کی ہم ہمت نہیں رکھتے۔ اللہ تعالیٰ ہی ان کا احاطہ کرنے والا ہے۔ علاوہ اس کے یہ بات بھی ہے کہ جب منصور نے ابو حنیفہؒ کو قضاء قبول کرنے پر مجبور کیا تو انہوں نے ان الفاظ سے اس کو جواب دیا کہ میں تو قضاء کے لائق نہیں ہوں۔ تو منصور نے کہا کہ آپ جھوٹ بولتے ہیں۔ تو ابو حنیفہؒ نے کہا، بے شک امیر المؤمنین نے خود فیصلہ کر دیا ہے کہ میں قضاء کے لائق نہیں ہوں۔ اس لیے کہ اس نے میری طرف جھوٹ کی نسبت کی ہے۔ تو اگر میں جھوٹا ہوں تو قضاء کے لائق نہیں ہوں تو اگر سچا ہوں تو یقیناً میں نے امیر المؤمنین کو بتا دیا ہے کہ میں اس لائق نہیں ہوں۔ جیسا کہ تاریخ الخلیب ص ۳۳۸ میں ہے۔

تو ہم اعتراف کرتے ہیں کہ اس قسم کا جھوٹ اس میں پایا جاتا تھا۔

اعتراض ۱۴۱: (کہ یحییٰ بن معینؒ نے کہا کہ ابو حنیفہؒ جھوٹ بولنے سے بہت شریف النسب تھے۔ وہ صدوق تھے مگر بے شک ان کی حدیث میں وہ کچھ ہوتا تھا جو شیوخ کی حدیث میں نہیں ہوتا۔)

اور خلیبؒ نے طبع اولیٰ کے ص ۳۱۸ اور طبع ثانیہ کے ص ۳۳۹ میں القاضی ابو الخلیب طاہر بن عبد اللہ الطبری۔ علی بن ابراہیم السیوطی۔ احمد بن عبد الرحمن بن الجارود الرقی۔ عباس بن محمد الدوری کی سند نقل کر کے کہا کہ عباس بن محمد نے کہا کہ میں نے یحییٰ بن معینؒ کو کہتے ہوئے سنا کہ ایک آدمی نے اس کو کہا کہ کیا ابو حنیفہؒ کذاب ہے؟ تو اس نے کہا کہ وہ جھوٹ بولنے سے بہت علی نسب تھے۔ وہ صدوق تھے مگر بے شک اس کی حدیث میں وہ چیز ہے جو شیوخ کی حدیث میں نہیں۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ خلیبؒ کی علوت ہے کہ ابو حنیفہؒ کے مناقب میں ان ہی راویوں سے روایت لیتے ہیں جن پر خود اس نے اپنی کتاب میں طعن کیا ہے حالانکہ وہ خبر ایسے راویوں سے بھی ثابت ہوتی ہے جن پر کوئی طعن نہیں اور یہ صرف اس لیے کرتا ہے تاکہ

وہم ڈالے کہ یہ واقعہ جھوٹ ہے۔ اور ابو حنیفہؒ کو ایسی روایت کی کوئی ضرورت نہیں جس کی سند میں ابن الجارود الرقی اور ابن درستیہ اور محمد بن العباس الخزاعی وغیرہ جیسے آدمی ہوں اور اس روایت سے اس کا صدق اور امانت ثابت کی جائے۔ تو اس لحاظ سے اس کے بعد دلی روایات کے بارے میں ہم کچھ نہیں کہتے۔ اور تینوں مطبوعہ نسخوں میں المطیری ہے حالانکہ یہ قلم ہے اور اصل انصاری ہے۔

اعتراض ۴۴: (کہ یحییٰ بن معینؒ نے کہا کہ محمد بن الحسن کذاب اور جہمی تھے اور ابو حنیفہؒ بھی تھے کذاب نہ تھے۔)

اور خطیبؒ نے طبع لوئی کے ص ۴۸ اور طبع ہانیہ کے ص ۴۴۹ میں العسقی۔ تمام بن محمد بن عبد اللہ الرازی۔ ابوالیمون عبد الرحمن بن عبد اللہ البجلی الدمشقی۔ نصر بن محمد البغدادی کی سند نقل کر کے کہا کہ نصر بن محمد نے کہا کہ میں نے یحییٰ بن معینؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ محمد بن الحسن کذاب اور جہمی تھے اور ابو حنیفہؒ بھی تھے کذاب نہ تھے۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ اللہ کی قسم وہ دونوں کذاب اور بھیمیت سے بری الذمہ تھے اور لام شافعیؒ جو کہ خطیبؒ کے لام ہیں انہوں نے محمد بن الحسن سے دلیل پکڑی ہے اور علی بن الدینؒ نے بھی اس کی توثیق کی ہے جیسا کہ ابن الجوزیؒ نے اپنی کتاب المنظم میں اور ابن حجرؒ نے تعجیل المنفعة میں نقل کیا ہے۔ حالانکہ بے شک ابن معینؒ کی نسبت ابن الدینؒ ابو حنیفہؒ کے اصحاب کو برا بھلا کہنے کی طرف زیادہ قریب تھے۔ اور الدار قطنیؒ تو اپنے انتہائی تعصب کے بلوجود غرائب مالکؒ میں کہتے ہیں جبکہ انہوں نے الرفع فی الركوع والی حدیث کے راویوں کا ذکر کیا کہ اس کو میں ثقہ حفاظ حضرات بیان کرتے ہیں۔ ان میں سے محمد بن الحسنؒ اشبیلی بھی ہیں۔ جیسا کہ نصب الراية ص ۴۰۸ ج ۱ میں ہے اور یہ بالکل ظاہر توثیق ہے۔ اور ابن معینؒ دیگر لوگوں کی بہ نسبت زیادہ بری الذمہ ہیں اس سے کہ وہ ان دونوں کو جھوٹا کہیں۔ اور ابن معینؒ وہی ہے جس نے کہا کہ میں نے الجامع الصغیر محمد بن الحسن سے سنی ہے اور وہ ان لوگوں میں سے نہ تھا کہ ایسے لوگوں سے فقہ سیکھتا جو اس کی نظر میں کذاب تھے۔ اور اس کا تفصیل سے ترجمہ بلوغ اللہی میں ہے۔ اور آگے اس سے بعض احادیث خاتمہ میں آرہی ہیں اور جس نے ان دونوں کی طرف یا کسی ایک کی طرف کذاب یا جہمی ہونے کی نسبت کی ہے تو وہ جھوٹ اور بہتان تراشی میں بہت دور نکل گیا

ہے۔ ہاں اگر وہ آدمی یہ کہتا ہے کہ وہ کذاب ہے جو کہتا ہے کہ ایمان نہ بڑھتا ہے اور نہ گھٹتا ہے اس معنی میں جو ابو حنیفہؒ کہتا ہے۔ جیسا کہ ان میں سے بعض سے گزر چکا ہے یا ہر ایسی چیز جس سے اللہ تعالیٰ کی ذات منزہ ہے، مخلوق کے مشابہ ہوئے اور حوادث کا اس میں حلول کرنا یا اس کا حوادث میں حلول کرنا اور ایسے شخص کو وہ بھی کہتا ہے جیسا کہ خشویہ کی اصطلاح ہے تو بے شک ہر وہ شخص کذاب اور بھی ہے جو اللہ تعالیٰ کو جمیست کے لوازم سے منزہ سمجھتا ہے۔

اِنْ كَانَ تَنْزِيْهِهٖ اِلَالِهٖ تَجَهُّمًا فَالْمُؤْمِنُوْنَ جَمِيْعُهُمْ جَهْمِيٌّ

”اگر اللہ تعالیٰ کو منزہ ماننا بھی جہم بنا ہے۔ تو مومن سارے کے سارے بھی ہیں۔“
 ورنہ نہ تو ابو حنیفہؒ اور نہ ہی محمد بن الحسن ان لوگوں میں سے ہیں جو جبر کے قائل ہیں اور نہ ہی وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کی نفی کرتے ہیں جیسا کہ اس کا قائل جہم بن صفوان ہے۔ اور ان دونوں کے قول سے تو صدق ہی نمایاں تھا ورنہ امت محمدیہ کا نصف بلکہ دو تہائی اکثریت زمانہ در زمانہ ان دونوں کی اتباع نہ کرتی۔ اور رہا کسی چیز میں غلطی کرنا تو اس سے سوائے معصوم شخصیتوں (انبیاء کرام علیہم السلام) کے اور کوئی منزہ نہیں ہے۔ پس یہ خبر ابن معینؒ پر جھوٹ ہی باندھا گیا ہے۔ اگرچہ اس کو نصر بن محمد البغدادی جیسے ہزار شخص روایت کرتے رہیں۔ اور عجیب بات ہے کہ جب ہزارہا راوی ابن معینؒ سے یہ روایت کرتے ہیں کہ بے شک الشافعی ثقہ نہیں ہیں تو اس روایت کو اس سے جھوٹی خبر شمار کیا جاتا ہے بخلاف اس کے جب اس سے ایک ہی روایت ابو حنیفہؒ کے بارہ میں یا اس کے کسی ایک ساتھی کے بارہ میں ہو تو وہ روایت صحیح قرار دی جاتی ہے۔ اگرچہ انتہائی کمزور سند سے روایت کی گئی ہو۔ ہاں یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ ابو یوسفؒ نے محمد کی بعض ایسے مسائل میں تکذیب کی جو اس کی طرف منسوب تھے اور جب امام محمدؒ کو خبر پہنچی تو کہا ہرگز ایسا نہیں ہے۔ لیکن شیخ کو بھول ہوئی ہے پھر ظاہر ہو گیا کہ بے شک امام محمدؒ کی بات ہی درست تھی۔ اور یہ تکذیب کا انداز ایسا ہے جو استلو اور شاگرد کے درمیان بھی ہو سکتا ہے بغیر اس کے کہ ان میں سے کسی کو عیب لگایا جائے۔ تو اس قسم کی تکذیب سے عقلمند مخالفین خوش نہیں ہوتے۔ اور نہ ہی اس جیسی تکذیب سے خوش ہوتے ہیں جو منصور نے ابو حنیفہؒ کی اس بات کے جواب میں کہی کہ میں قضاء کے لائق نہیں ہوں اور اس کے باوجود اس (ابو حنیفہؒ) کو اور اس (امام محمدؒ)

کو کذب سے منسوب کرنے والے پائے جاتے ہیں۔ حالانکہ یہ کذب تو ان ہی دو اسباب کی وجہ سے تھا (جن کی وضاحت پہلے ہو چکی ہے)

اللہ تعالیٰ تعصب کا ستیا نہیں کرے۔ یہ اپنے صاحب کو کس قدر رسوا کر دیتا ہے۔

اعتراض ۱۴۳: (کہ سفیان نے ابو حنیفہؒ کو جو حدیث میں ثقہ اور صدوق اور فقہ میں مامون کہا ہے تو اس روایت کی سند کمزور ہے کیونکہ اس میں احمد بن حنبلہ ہے۔)

اور خطیبؒ نے طبع لوئی کے ص ۲۱۹ اور طبع ثانیہ کے ص ۲۵۰ میں الصیمری۔ عمر بن ابراہیم المقرئ۔ کرم بن احمد۔ احمد بن حنبلہ کی سند نقل کر کے کہا کہ احمد بن حنبلہ نے کہا کہ یحییٰ بن مہین سے پوچھا گیا کہ سفیان نے ابو حنیفہؒ سے حدیث بیان کی ہے تو اس نے کہا ہاں۔ ابو حنیفہؒ حدیث میں ثقہ صدوق تھے اور فقہ میں مامون اور اللہ کے دین پر قائم تھے۔ میں (خطیب) کہتا ہوں کہ احمد بن حنبلہ جو ہے وہ احمد بن الصلت ہے اور یہ ثقہ نہیں تھا۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ میں نے تاریخ الخطیب کے مطبوعہ دونوں مصری نسخوں میں ۳۵۳ کے حاشیہ میں احمد بن الصلت کے بارہ میں بیان کر دیا ہے۔ اور وہ ابو العباس احمد بن محمد بن المغلس الحملمی ہے جو کہ اس جبارۃ بن المغلس کا بھتیجا ہے جو ابن ماجہ کا شیخ ہے۔ اس کا ذکر کبھی احمد بن محمد الحملمی کے نام سے اور کبھی احمد بن الصلت کے نام سے اور کبھی احمد بن حنبلہ کے نام سے کیا جاتا ہے۔ اور یہ شکم فیہ راوی ہے۔ اور ہمیں ابو حنیفہؒ کے مناقب میں اس کی روایات کی طرف توجہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ہمارے پاس ایسی سندیں ہیں جن کے راویوں پر کوئی کلام نہیں ہے جو بہت سی روایات اس معنی میں ہیں جو الحملمی نے روایت کی ہے۔ لیکن ضروری ہے کہ مخالف سے اس کی کاروائی میں اس کے درجہ کی بحث کریں اور احمد بن محمد الحملمی پر ذہبی نے ناراضگی کا اظہار کیا ہے۔ اس کی اس حدیث میں جو اس نے ابو حنیفہؒ کے طریق سے ابن جزء کی بیان کی ہے۔ اس اعتبار سے کہ بے شک ابن جزء نے مصر میں ۸۶۱ء میں وفات پائی۔ لہٰذا تو اس کو ابو حنیفہؒ نے نہیں پایا۔ اور ذہبی نے غفلت سے کام لیا اس لیے کہ پہلے زمانہ کے رجل کی پیدائش اور وفات کی تاریخوں میں بہت اختلاف پایا جاتا ہے۔ کیونکہ ان کا دور اس سے بہت پہلے کا ہے جب سے وفات کے متعلق کتابیں لکھی جانے لگی ہیں۔ تو ناقلین میں سے کسی ایک کی روایت پر بہت سے لوگوں کی وفات کے بارہ میں قطعیت سے کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ اور حضرت ابی بن کعب

رضی اللہ عنہ جو مشہور صحابی ہیں ان کی وفات کے بارہ میں بھی اختلاف ہے۔ ۱۸ھ سے لے کر ۳۲ھ تک کے اقوال پائے جاتے ہیں اور ذہبی مصر ہیں کہ بے شک اس کی وفات ۳۲ھ میں ہے۔ جو اس کی تمام کتابوں میں ہے حالانکہ بے شک وہ تو ۳۲ھ تک زندہ رہے ہیں اور وہ حضرت عثمان کے زمانہ میں قرآن کریم جمع کرنے والے تھے جیسا کہ طبقات ابن سعد کی روایات سے ظاہر ہے۔ اور کہاں مقام حضرت ابی رضی اللہ عنہ کا اور کہاں ابن جزء کا کہ جب ان کے بارہ میں قطعیت سے روایت ثابت نہیں تو ابن جزء کے بارہ میں کیسے ثابت ہو سکتی ہے۔ یہاں تک کہ قطعیت کے ساتھ وفات مان لی جائے اس روایت کی وجہ سے جو اس نے صرف ابن یونس سے کی ہے۔ اور بے شک الحسن بن علی الغزنوی نے کہا کہ اس کی وفات ۹۹ھ ہے جیسا کہ ملا علی قاری کی شرح المسند میں ہے۔ اور شاید اس کی وفات کے بارہ میں یہ بات درست ہو۔ علاوہ اس کے یہ بات بھی ہے کہ بے شک نبی کریم ﷺ نے وفات پائی جبکہ ایک لاکھ سے زیادہ صحابہ کرام کی تعداد موجود تھی حالانکہ جو کتابیں صحابہ کرام کے بارہ میں لکھی گئی ہیں ان میں اس تعداد کا عشر عشیر بھی نہیں ہے۔

اور یہ ہو سکتا ہے کہ ان میں سے بہت سے لوگ ایسے ہوں کہ اتفاق سے ان کے نام اور ان کے راویوں کے نام اور نسب ایک جیسے ہوں۔ خصوصاً ایسے لوگ جو روایت کم کرنے والے ہیں تو اعتماد روایت پر ہوگا۔ علاوہ اس کے یہ بات بھی ہے کہ بے شک ابن الصلت اس حدیث کو ابو حنیفہؒ کے طریق سے روایت کرنے میں منفرد نہیں ہے بلکہ اس کو ابن عبد البرؒ نے جامع بیان العلم ص ۴۵ ج ۱ میں ایسی سند سے نقل کیا ہے جس میں ابن الصلت نہیں ہے تو اس سے ثابت ہو گیا کہ ابن الصلت اس روایت میں منفرد نہیں ہے۔ تو ضروری ہے کہ ذہبی کے غصہ کا جب سبب بقی نہیں رہا تو اس کا غصہ بھی باقی نہ رہے۔ لیکن ان سے ممکن نہیں کہ وہ مسامحت برتیں اس لیے کہ جو حدیث ابو حنیفہؒ کے طریق سے ذکر کی گئی ہے اس روایت کی وجہ سے ثابت ہوتا ہے کہ بے شک ابو حنیفہؒ تابعین میں سے ہیں۔ یہاں تک کہ جن لوگوں کے نزدیک محض ہم زمانہ ہونا یا صحابی کو دیکھ لینا کافی ہوتا ہے کہ اس کی کافی نہیں تو ان کو بھی اس روایت کی وجہ سے ابو حنیفہؒ کو تابعی ماننا پڑتا ہے کیونکہ ان کی صحابی سے براہ راست روایت بھی ثابت ہو گئی۔ اور یہ ایسی چیز ہے جس میں مسامحت برتنا ان مخالفین کے لیے ممکن نہیں ہے۔ اس صورت میں تو ابن عبد البرؒ سے بھی درگزر کا

محلہ نہ ہو سکے گا اس لیے کہ بے شک اس نے اپنی سند کے ساتھ روایت پیش کی ہے کہ ابو حنیفہؒ کا ابن جزء سے سماع ثابت ہے۔ اپنی اس کتاب میں جس کا ذکر ابھی ہوا اور وہ روایت ابن الصلت کے طریق سے بھی نہیں ہے۔ اور اس نے صراحت کی ہے کہ ابو حنیفہؒ نے حضرت انسؓ اور حضرت عبد اللہ بن جزء الزبیدی کو دیکھا ہے اور یہ روایت ابن سعد سے اس نے لی ہے۔ پھر بے شک خطیبؒ نے ۲۰۸ ج ۴ میں ابن الصلت کو کمزور ثابت کرنے کی لمبی چوڑی بحث کی ہے کہ بے شک وہ حضرت انسؓ سے ابو حنیفہؒ کی روایت میں منفرد ہے حالانکہ حضرت انسؓ کی وفات کے بارہ میں جو اکثر روایات ہیں اس وقت ابو حنیفہؒ کی عمر محدثین کی نقل حدیث کے لیے مقرر کی گئی عمر سے کہیں زیادہ تھی اور یہ بھی کہ حضرت انسؓ بلا اتفاق اپنی وفات سے پہلے کوفہ آگئے تھے۔ اور اس وجہ سے بھی کہ روایت کی گئی ہے کہ محمد بن المنشی نے ابن عبینہؒ سے روایت کی ہے کہ علماء چار ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ اپنے زمانہ میں۔ اور اشعثیؒ اپنے زمانہ میں۔ اور ابو حنیفہؒ اپنے زمانہ میں۔ اور ثوریؒ اپنے زمانہ میں۔

اور خطیبؒ نے اس بات کو مناسب ہی نہ سمجھا کہ ابن عبینہؒ نے ابو حنیفہؒ کی جو تعریف کی ہے اس کا ذکر کرے بلکہ اس نے تو مشہور کیا ہے کہ ابن عبینہؒ نے ابو حنیفہؒ کے خلاف اقدام کیا ہے اور وہ خطیبؒ کی نظر میں اس کی محفوظ روایت ہے کہ بے شک اس نے کہا کہ اسلام میں کوئی بچہ ایسا پیدا نہیں ہوا جو ابو حنیفہؒ سے زیادہ اسلام کے لیے نقصان دہ ہو۔ اور اس کو احمد بن محمد المنکدری۔ محمد بن ابی عمر۔ سفیان کی سند سے پھر ابن درستیہ سے محمد بن ابی عمر عن سفیان کی سند سے نقل کیا۔ پھر اس کو محفوظ روایت شمار کیا۔ حالانکہ بے شک محمد بن ابی عمر جو ہے وہ اعدی ہے اور اس کے بارہ میں ابوحاتم نے کہا کہ اس پر غفلت طاری تھی۔ وہ ابن عبینہؒ سے موضوع حدیث بیان کرتا ہے۔ اور رہا المنکدری تو اس کی بہت سی روایات غریب اور منفرد ہوتی ہیں۔ الاورسی نے کہا کہ اس کی حدیث میں منایر اور عجائب اور افولوت واقع ہیں۔ اور ابن درستیہ کا حال تو معلوم ہی ہے۔ تو کیا اس جیسی دو سندوں کے ساتھ خبر محفوظ ہو سکتی ہے؟ اور پہلے ہم نے بیان کر دیا کہ ابن عبینہؒ تو ابو حنیفہؒ کی تعریف کرنے والے حضرات میں شامل ہیں اور وہ ایسی تعریف کرتے ہیں جو خوشبو پھیلانے والی ہے۔ حالانکہ اس کے خلاف جو روایات مخالفین کرتے ہیں وہ انتہائی درجہ کی

کنور ہیں۔ پس گویا کہ ابن الصلت نے خطیب کی نظر میں کفر کا ارتکاب کر دیا کہ اس نے اپنی روایت میں ابو حنیفہ کا ذکر ان تین علماء کے ساتھ کر دیا اور ان کے ساتھ اس کو شامل کر دیا اور یہ تو محض طرفداری ہے۔ ابو حنیفہ کی شخصیت تو وہ ہے کہ دنیا کے کفاروں میں اس کا علم بھرا ہوا ہے جس کے مطابق امت محمدیہ کا کم از کم نصف طبقہ عمل کرتا ہے جیسا کہ ابن الاثیر نے جامع الاصول میں کہا ہے۔ اگر اس کے علم کے مطابق عمل کرنے والے امت کے دو تہائی لوگ نہ ہوتے جیسا کہ ملا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں کہا ہے۔ اول زمانہ سے لے کر ہمارے اس زمانہ تک تو اس صورت میں تو اس صورت میں جب اس کا ذکر ان تین علماء کے ساتھ کیا جاتا تو یہ احمد بن الصلت کے کذب پر سب سے زیادہ واضح حجت ہوتی۔ اور یہ ایسی بات ہے کہ اس کا تکلم صرف وہی کر سکتا ہے جس کا دل ایسی مرض میں مبتلا ہو جس کا کوئی علاج نہیں۔ تو ہو سکتا ہے کہ ان حضرات کے نزدیک یحییٰ بن معینؒ بھی کلاہن میں سے ہو کیونکہ اس نے ابو حنیفہ کا ذکر فقہاء اربعہ میں کیا ہے۔ جیسا کہ یہ روایت الصیمری نے کی ہے۔ اور وہ خطیب کے ہاں ثقہ ہے۔ اور اس نے ایسی سند سے روایت کی ہے جس میں احمد بن محمد المملانی ہے۔ اس نے عمر بن ابراہیم۔ کریم۔ محمد بن علی۔ قاسم بن المقرئ۔ الحسن بن فہم وغیرہا کی سند نقل کر کے کہا کہ ان حضرات نے کہا کہ ہم نے یحییٰ بن معینؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ فقہاء چار ہیں۔ ابو حنیفہ۔ سفیان۔ مالک اور اللوزائی۔ لیکن بلکہ زمانہ در زمانہ گزرنے کے باوجود ساری کی ساری امت ابو حنیفہ کو ائمہ مقبولین میں سے پہلے نمبر پر اعتبار کرتی ہے اور اس نے اس کو امام اعظم کا لقب دیا ہے جبکہ خطیب کا سینہ اس سے تنگ ہے۔ تو کیا خطیبؒ اور اس کے دم چٹوں کے علاوہ باقی ساری کی ساری امت جھوٹی اور خطا کار ہے۔ بلکہ خود خطیبؒ بھی اسی کی زد میں آتا ہے اس لیے کہ اس نے ائمہ سے کٹتی ہی روایات جید اسناد سے نقل کی ہیں اپنی اس کتاب کے ص ۳۴۲ اور ص ۳۴۵ میں کہ بے شک ابو حنیفہؒ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے عالم تھے۔ اور ان اسناد کے رلوپوں میں ابن الصلت نہیں ہے تو اگر وہ ابو حنیفہؒ کی حضرت انس سے حدیث میں مفرد ہے تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے جبکہ محمد بن سعد الکاتب وغیرہ حفاظ سے ثابت ہو چکا کہ ابو حنیفہؒ نے حضرت انسؓ کو دیکھا ہے۔ اور ان حفاظ کا ذکر کتاب کی ابتداء میں پہلے ہو چکا ہے۔ یہاں تک کہ یہ روایت ملنے والوں میں اللہ راہ ظنی بھی ہیں۔ حالانکہ وہ ایسا شخص ہے جو یہ کہنا جائز سمجھتا

ہے کہ اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ ثلاثہم ضعفاء کہ ”بیٹا باپ اور دوا تینوں ضعیف ہیں۔“ اور وہ محمد بن عبد اللہ الانصاری کا قول کہل لے جائے گا جو اس نے اسماعیل کے بارہ میں کہا ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ کے زمانہ سے لے کر اس زمانہ تک کوئی ایسا قاضی نہیں بنا جو اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہؒ سے زیادہ عالم ہو۔ یعنی بصرہ میں۔ اور وہ محمد بن مخلد العطار الحافظ کو کہل لے جائے گا جس نے حماد بن ابی حنیفہؒ کو ان اکابرین میں شمار کیا ہے جو امام مالکؒ سے روایت کرتے ہیں۔ اور وہ ان لوگوں کے بارہ میں کیا کہیں گے جنہوں نے ابو حنیفہؒ کی تعریف کی ہے جو ابن الدخیلؒ اور ابن ابی العوامؒ کی کتابوں اور ابن عبد البرؒ کی الاشقاء میں مذکور ہیں۔ اور الدار قطنیؒ تو وہ شخص ہے جس نے ابو یوسفؒ کے بارہ میں ناممقول بہت کی ہے۔ اس نے کہا کہ وہ اندھوں میں کاناراجہ کا مصداق تھا حالانکہ وہ خود مسکین اندھا کاٹوں کے درمیان ہے۔ کیونکہ اس نے اعتقادی مسائل میں کج روی اختیار کی اور احادیث پر کلام کرنے میں خواہش کے پیچھے چلا اور اضطراب کیا جیسا کہ آگے اس کی بحث آئے گی جہاں ابو یوسفؒ کے بارہ میں کلام ہوا ہے۔ اگر خطیبؒ نے ابن عدیؒ پر اعتقاد کرتے ہوئے ابن الصلت کے خلاف اس کی انصاف سے ہٹی ہوئی بات کو لیا ہے جو اس نے اپنی کتاب کامل میں کی ہے تو خطیبؒ کو چاہیے کہ وہ اس کی انصاف سے ہٹی ہوئی ان باتوں کو بھی لے جو اس نے بہت سے صحابہ اور تابعین اور ان ائمہ کے خلاف کی ہیں جو اس فن والوں کے ہاں ثقہ ہیں۔ مگر میں خیال نہیں کرتا کہ وہ ایسا کر سکے۔ (تو جب یہاں ان باتوں کو نہیں لیتا تو امام ابو حنیفہؒ کے بارہ میں اس پر اعتقاد کر کے طعن کیوں نقل کرتا ہے؟)

اور احمد بن الصلت تو وہ ہے کہ اس کے بارہ میں ابن ابی خنیسمہ نے اپنے بیٹے عبد اللہ سے کہا کہ اے بیٹا! اس شیخ سے لکھا کر کیونکہ یہ ہمارے ساتھ مجلس میں ستر سال تک لکھا کرتا تھا۔ اور یہ ایسی چیز ہے جو خطیبؒ کو بہت زیادہ غصہ دلاتی ہے اور یہ چیز اس کو اس سے خلاصی حاصل کرنے کے لیے بلا فائدہ ہر سواری پر سوار ہو جانے پر ابھارتی ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اور اس کی سند علی تھی اور اس کے شیوخ میں کثرت ہے۔ اور بے شک اس نے اس قدر لوگوں سے علم حاصل کیا کہ ان کی کثرت شمار نہیں کی جاسکتی اور ان میں بڑے بڑے جلیل القدر حضرات بھی ہیں لیکن اس آدمی (احمد بن الصلت) کا گناہ یہ ہے کہ اس نے ابو حنیفہؒ کے مناقب میں کتاب لکھی ہے۔ اس وقت سے ابو حنیفہؒ کے مخالفین

یہی خواہش کر رہے ہیں کہ الہام کے لیے فضاء صاف کر دیں جس کو انہوں نے ابو حنیفہؒ کے ملاحین پر جھوٹ اور بہتان تراشی پر مشتمل کتابیں لکھنے پر ابھارا۔ تو انہوں نے الجملانی پر یہ تا افضائی کی تا کہ اس کی روایات ساقط ہو جائیں۔ بلکہ آپ خطیبؒ کو پائیں گے کہ اس نے خود احمد بن حنبلہ کے بارہ میں اپنی کتاب میں کئی جگہ طعن کیا ہے۔ پھر ابو حنیفہؒ کے مناقب میں اسی کے طریق سے روایات بیان کیں حالانکہ وہ دوسرے طریقوں سے بھی مروی ہیں اور یہ کاروائی صرف اس لیے کی تا کہ پڑھنے والوں کے دلوں میں یہ شک ڈال دے کہ یہ روایات جھوٹی ہیں اور یہ انتہائی درجہ کی خباثت ہے۔

اور عجیب بات یہ ہے کہ جب کوئی طعن کرنے والا کسی آدمی کے بارہ میں طعن کرتا ہے تو آپ ایسے راویوں کے گروہ پائیں گے جو اس کے پیچھے دوڑتے جاتے ہیں طعن کرنے والے کی آواز ہرگز نہ کوڑھاتے۔ باتیں خواتم اس کے طعن کی ذرا بھی قیمت نہ ہو۔ اور ان کے لیے قیامت کے دن ایسا خوفناک مقام ہوگا کہ اس پر رشک نہ کیے جائیں گے۔ (یعنی کوئی بھی اس مقام میں ٹھہرنے کی خواہش نہ کرے گا۔)

اعتراض ۱۳۴: (کہ یحییٰ بن معینؒ نے کہا کہ ابو حنیفہؒ حدیث میں ضعیف تھے۔)

اور خطیبؒ نے طبع اولیٰ کے ص ۴۲۰ اور طبع ثانیہ کے ص ۴۵۰ میں ابن رزق۔ ہتہ اللہ بن محمد بن حبش الفراء۔ محمد بن عثمان بن ابی شیبہ کی سند نقل کر کے کہا کہ محمد بن عثمان نے کہا کہ میں نے یحییٰ بن معینؒ سے سنا جبکہ ان سے ابو حنیفہؒ کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ وہ حدیث میں ضعیف کی طرف منسوب کیے جاتے تھے۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ روایت خطیبؒ کے ہاں بھی اس روایت کے خلاف ہے جو کئی سندوں کے ساتھ ابن معینؒ سے صحیح طور پر ثابت ہے اور اس کے باوجود وہ اس روایت کو نقل کرتا ہے اور اس پر خاموشی اختیار کرتا ہے حالانکہ اس کی سند میں محمد بن عثمان بن ابی شیبہ ہے اور وہ کذاب ہے اور اس کا معاملہ بالکل واضح ہے۔ اور خود خطیبؒ نے ایک جماعت سے اس کی تکذیب ص ۴۳ ج ۳ میں نقل کی ہے تم خطیبؒ کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ احمد بن حنبلہ پر تو کلام کرتا ہے اس روایت میں جو پہلے گزری اور یہاں محمد بن ابی شیبہ کذاب کے بارہ میں خاموشی اختیار کر لی ہے۔ اسی طرح خواہش آدمی کو اندھا اور ہرا کر دیتی ہے۔

اعتراض ۳۵: (کہ یحییٰ بن معینؒ نے کہا کہ ابو حنیفہؒ سے حدیث نہ لکھی جائے۔)
 اور خلیفہؒ نے طبع اولیٰ کے ص ۴۲۰ اور طبع ثانیہ کے ص ۴۵۰ میں اپنی سند کے
 ساتھ احمد بن سعد بن ابی مریم سے نقل کیا اس نے کہا کہ میں نے اس سے یعنی یحییٰ بن
 معینؒ سے ابو حنیفہؒ کے بارہ میں پوچھا تو اس نے کہا کہ اس کی حدیث نہ لکھا کر۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ احمد بن سعد بن ابی مریم المصریٰ اپنے مسائل میں کثیر الوعم اور
 کثیر الاضطراب تھا۔ اور اس کے ساتھ یہ بات بھی ہے کہ اس کی یہ روایت اس روایت کے
 خلاف ہے جو ابن معینؒ سے ثقہ حضرات کرتے ہیں۔ بلکہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ثقہ ہی نہیں
 ہے کیونکہ ابو حنیفہؒ اور اس کے اصحاب کے بارہ میں جو روایت ابن معینؒ کے اصحاب میں
 سے ثقہ کرتے ہیں یہ ان کی مخالفت کرتا ہے۔

اعتراض ۳۶: (کہ علی بن عبد اللہ المدینیؒ نے ابو حنیفہؒ کو بہت زیادہ ضعیف قرار دیا اور کہا
 کہ اگر وہ میرے سامنے ہوتا تو میں اس سے کچھ بھی نہ پوچھتا۔ اس نے پچاس حدیثیں بیان
 کیں تو ان میں غلطی کی۔)

اور خلیفہؒ نے طبع اولیٰ کے ص ۴۲۰ اور طبع ثانیہ کے ص ۴۵۰ میں اپنی سند کے
 ساتھ عبد اللہ بن علی بن عبد اللہ المدینیؒ سے نقل کیا کہ اس نے کہا کہ میں نے اپنے باپ
 علی سے ابو حنیفہؒ کے متعلق پوچھا جو کہ صاحب الرا۱ ہے تو اس نے اس کو بہت ضعیف کہا
 اور کہا کہ اگر وہ میرے سامنے ہوتا تو میں اس سے کوئی چیز نہ پوچھتا نیز کہا کہ اس نے پچاس
 حدیثیں بیان کیں تو ان میں غلطی کی۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ بے شک ابن المدینیؒ کی عزت کو جس طرح خلیفہؒ نے ص ۴۵۹
 ج ۱ میں اور ابن الجوزیؒ نے مناقب احمد میں نوحا ہے اس کا اعتبار کریں تو اس کی کلام کی
 کوئی قیمت نہیں ہے۔ اور خصوصاً جبکہ اس سے راوی اس کا بیٹا عبد اللہ ہے۔ حالانکہ اس
 نے اپنے باپ سے کچھ سنا ہی نہیں جیسا کہ کہا گیا ہے۔ ورنہ جیسے اس نے بعض لوگوں کا
 دامن ظلم اور زیادتی سے کھینچا ہے تو بدلے میں اس کا دامن کھینچا جاسکتا ہے۔

پھر جب اس نے حدیث میں غلطی کی وجہ بیان نہیں کی تا کہ جواب دیا جاسکتا اور وہ
 ہر حال میں جرح غیر مفسر ہے جس کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔ علاوہ اس کے یہ بات بھی ہے یہاں

خطیبؒ نے ابن المدینیؒ سے جو روایت کی ہے وہ منافی ہے اس روایت کے جو ابوالفتح الازدیؒ نے کتاب الفعفاء میں ذکر کی ہے۔ کیونکہ اس نے کہا ہے کہ علی بن المدینیؒ نے کہا کہ ابو حنیفہؒ سے ثوریؒ اور ابن المبارکؒ اور حماد بن زید۔ اور ہشام اور وکیع بن الجراحؒ اور حماد بن العوامؒ اور جعفر بن عونؒ نے روایت کی ہے اور وہ ثقہ ہے۔ لا باس بہ کے وجہ کا ہے۔ الخ۔ اور اس کے مثل ابن عبد البرؒ کی جامع بیان فضل العلم ص ۱۳۹ ج ۲ میں ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سلامتی کی درخواست کرتے ہیں۔

اعتراض ۱۳۷: (کہ ابن الغلابیؒ نے کہا کہ ابو حنیفہؒ ضعیف ہے۔)

اور خطیبؒ نے طبع اولیٰ کے ص ۳۲۰ اور طبع ثانیہ کے ص ۳۵۰ میں اپنی سند کے ساتھ جعفر بن محمد بن للازم کے واسطہ سے ابن الغلابیؒ کا قول نقل کیا ہے کہ اس نے کہا کہ ابو حنیفہؒ ضعیف ہے۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ یہ جرح غیر مفسر ہے اور ابن الغلابیؒ المفضل بن عسان البصریؒ ان لوگوں میں سے ہے جو عمرو بن علی الفلاس البصریؒ اور ابراہیم بن یعقوب الجوزجانیؒ انصاریؒ کی طرح کل کوفہ سے منحرف ہو گئے تھے۔ اور ان کی حالت باقی اسانید میں کچھ کہنے سے بے پرواہ کر دیتی ہے۔ علاوہ اس کے یہ جرح غیر مفسر ہے جو کسی راوی میں موثر نہیں چہ جائیکہ اس کی تاثیر اس شخصیت میں ثابت ہو جس کی لامت ثابت ہو چکی ہے۔ اور اس کی لامت تواتر سے ثابت ہے۔ پھر بعض راویوں سے خود خطیبؒ نے ابو حنیفہؒ کی وفات کے متعلق روایات نقل کی ہیں کہ ان کی وفات ۱۵۱ھ یا ۱۵۳ھ میں ہے۔ پس یہ دونوں ایک روایت کی طرح نہیں لکھی جاسکتیں بلکہ یہ دونوں روایتیں کھلی غلطی کا نتیجہ ہیں جو اس کے راویوں کے عدم ضبط کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔ اور خطیبؒ دونوں روایتوں کی سند لگاتار ذکر کرنے سے اس بات سے غفلت میں پڑ گیا کہ وہ مورخین جن کی کلام پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ یہ روایت ان سب کے مقابلہ میں ہے اور ان کی روایت یہ ہے کہ بے شک ابو حنیفہؒ کا سن وفات ۱۵۵ھ ہے۔ نصف شعبان کی رات تھی رضی اللہ عنہ ونفعنا بعلومہ "اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو اور ہمیں اس کے علوم سے نفع اٹھانے کی توفیق بخشے۔"

اعتراض ۱۳۸: (کہ سفیان ثوریؒ نے ابو حنیفہؒ کی وفات کی خبر سن کر کہا کہ اللہ کا شکر ہے

کہ اس نے ہمیں اس مصیبت سے بچالیا جس میں بہت سے لوگ جلا ہیں۔
 اور خطیبؒ نے طبع لوئی کے ص ۴۲۳ اور طبع ثانیہ کے ص ۴۵۳ میں ابو قلابہ
 راہ قاشی۔ ابو عاصم کی سند نقل کر کے کہا کہ ابو عاصم نے کہا کہ میں نے مکہ میں سفیان ثوریؒ
 سے سنا جبکہ ان سے کہا گیا کہ ابو حنیفہؒ وفات پا گئے ہیں تو اس نے کہا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ
 اس نے ہمیں اس مصیبت سے بچالیا جس میں بہت سے لوگ جلا ہیں۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ اس کی سند میں ابو قلابہ راہ قاشی ہے جو سندوں اور متن میں بہت
 زیادہ غلطی کرنے والا تھا۔ جیسا کہ خود خطیبؒ نے دار قطنی سے نقل کیا ہے اور اس کے
 بعد دلی خبر کے الفاظ یہ ہیں۔ الحمد للہ الذی عافنا ممّا ابتلاہ بہ کہ ”اللہ تعالیٰ کا شکر
 ہے کہ اس نے ہمیں اس مصیبت سے بچالیا جس میں وہ جلا ہوا یعنی ایسی قید جس نے
 موت تک پہنچا دیا۔ اس لیے کہ بے شک اس سے ثوریؒ کے لیے بھاگنا آسان تھا جبکہ
 ابو حنیفہؒ کے لیے آسان نہ تھا۔ اور علاوہ اس کے یہ بات بھی ہے کہ ان دونوں کے درمیان
 کچھ شکر رنجی بھی تھی جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اور ابن عدی فقہ اور فخر اور علوم عربیہ
 سے دور ہونے کی وجہ سے ابو حنیفہؒ اور اس کے اصحاب کے بارہ میں طویل اللسان تھا۔ پھر
 جب وہ ابو جعفر الطحاویؒ کو ملا اور اس سے علم حاصل کیا تو اس کی حالت کچھ اچھی ہو گئی یہاں
 تک کہ اس نے ابو حنیفہؒ کی احادیث میں مسند لکھی اور اس نے اپنی مسند کی ابتداء میں لکھا
 ہے کہ بے شک ابو حنیفہؒ اور ثوریؒ کے درمیان کچھ رنجش تھی اور ان دونوں میں سے
 ابو حنیفہؒ اپنی زبان پر زیادہ کنٹرول کرنے والے تھے۔ اور ہمیں کوئی ضرورت نہیں ہے کہ ابن
 عدی جیسے آدمی سے ابو حنیفہؒ کی احادیث نقل کریں۔ اور بعض دفعہ دونوں سندوں میں ابو
 عاصم آتا ہے اور وہ العبدانی ہے اور اس کا حل معلوم ہے۔

اعتراض ۱۴۹: (کہ ابو حنیفہؒ کی وفات پر سفیان ثوریؒ نے ابراہیم بن عثمان کی طرف آدمی
 بھیجا کہ اس کو جا کر خوش خبری دے کہ اس امت کا فتنہ باز مر گیا ہے۔)

اور خطیبؒ نے طبع لوئی کے ص ۴۲۳ اور طبع ثانیہ کے ص ۴۵۳ میں محمد بن عمر بن
 بکیر المقرئ۔ الحسین بن احمد المروئی الصفار۔ احمد بن محمد بن یاسر۔ محمد بن عبد الوہاب بن
 یعلی المروئی۔ عبد اللہ بن مسیح المروئی کی سند نقل کر کے کہا کہ عبد اللہ بن مسیح نے کہا
 کہ میں نے عبد الصمد بن حسان کو کہتے ہوئے سنا کہ جب ابو حنیفہؒ کی وفات ہوئی تو مجھے

سفیان ثوریؒ نے کہا کہ ابراہیم بن لھان کے پاس جا کر اس کو خوش خبری دے کہ بے شک اس امت کا قتلہ باز فوت ہو گیا ہے جب میں اس کی طرف گیا تو معلوم ہوا کہ وہ قیلولہ کر رہے تھے تو میں نے سفیان کے پاس واپس آکر کہا کہ وہ قیلولہ کر رہا ہے تو اس نے کہا کہ جا کر زور سے اس کو آواز دے کر سنا کہ بے شک اس امت کا قتلہ باز مر گیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ثوریؒ کا ارادہ یہ تھا کہ ابو حنیفہؒ کی وفات پر ابراہیم سے تعزیت کرے۔ اس لیے کہ بے شک وہ ارجاء میں اس کا ہم مذہب تھا۔

الجواب : میں کہتا ہوں کہ البرقانی نے الحسن بن احمد الحروری الصفار کے بارہ میں کہا ہے کہ میں اس سے ناراض ہوں اور میں نے اس سے اصحیح میں ایک حرف بھی نقل نہیں کیا۔ اس نے ابوالقاسم البغوی سے صرف تین یا چار حدیثیں سنیں مگر پھر اس کے واسطے سے بہت زیادہ حدیثیں بیان کرنے لگا۔ میں نے پہلے اس سے حدیثیں لکھیں پھر اس کی حالت میرے سامنے ظاہر ہو گئی کہ بے شک وہ حجت نہیں ہے۔ اور الحاکم نے کہا کہ وہ کذاب ہے اس کے ساتھ شغل نہیں رکھنا چاہیے۔ تو اس جیسا گھٹیا کلام کہنے سے ثوریؒ بری الذمہ ہے۔ اور یہ سارا بوجہ خطیبؒ کے کندھے پر سوار ہو جاتا ہے جو اس ساری صورت حل کو جانتا ہے۔ اور ابو حنیفہؒ کی طرف جس ارجاء کی نسبت کی جاتی ہے وہ تو خالص سنت ہے جیسا کہ ہم نے پہلے اس کی وضاحت سے تحقیق کر دی ہے اور اس کے خلاف نظریہ اپنا کر خوارج یا معتزلہ کی جانب میلان رہتا ہے یا پھر آپ نظریہ میں خطا میں مبتلا رہیں گے۔ تو جب کسی مسئلہ میں ابو حنیفہؒ کی مخالفت کسی کے دل میں کھٹکے تو ان تین صورتوں میں سے جو صورت کوئی چاہے اختیار کرے۔

اعتراض ۱۵۰ : (کہ بشر بن ابی الازھر النیسابوری نے خواب میں ایک جنازہ دیکھا جس پر میاں کپڑا تھا اور اس کے ارد گرد پادری تھے تو اس نے پوچھا کہ یہ جنازہ کس کا ہے تو اس کو بتایا گیا کہ ابو حنیفہؒ کا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے یہ خواب ابویوسف کے سامنے بیان کی تو اس نے کہا کہ یہ کسی اور کے سامنے نہ بیان کرنا)

اور خطیبؒ نے طبع لوئی کے ص ۴۲۳ اور طبع عانیہ کے ص ۴۵۳ میں ابن المنفل۔ عبد اللہ بن جعفر۔ یعقوب بن سفیان۔ عبد الرحمن۔ علی بن المدینیؒ کی سند نقل کر کے کہا کہ علی بن المدینیؒ نے کہا کہ مجھے بشر بن ابی الازھر نیسابوری نے بتایا کہ میں نے خواب میں

ایک جنازہ دیکھا جس پر سیاہ کپڑا تھا اور اس کے ارد گرد پادری تھے تو میں نے پوچھا کہ یہ جنازہ کس کا ہے تو انہوں نے مجھے بتایا کہ یہ جنازہ ابو حنیفہؒ کا ہے۔ میں نے یہ خواب ابو یوسف کے سامنے بیان کی تو اس نے کہا کہ یہ کسی اور کے سامنے بیان نہ کرنا۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ خطیبؒ اپنے خاتمہ کا خوف پیش نظر رکھے بغیر ابو حنیفہؒ کے حالات کا اختتام اس خواب کو بیان کر کے کر رہا ہے۔ اور عبد اللہ بن جعفر جو اس کی سند میں ہے وہ ابن درستیہ ہے جس کو البرقانی اور اللؤلؤی نے ضعیف قرار دیا ہے اور وہ منہم ہے کہ جب اس کو ایک درہم دیا جاتا تو وہ ایسی روایت بھی کر دیتا جو اس نے نہ سنی ہوتی تھی اور خطیبؒ پسند کرتا ہے کہ اس کی زبانی لوگوں کو گالیاں دے اور اس سے پہلے اس نے اس کو ان باتوں سے بری الذمہ ثابت کرنے کی پوری کوشش کی ہے جو اس کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔ لیکن تحت لگانے کی جو بالکل ثابت شدہ باتیں اس کی طرف منسوب کی جاتی ہیں خطیبؒ کے کندھے اس کو اٹھانے سے کمزور ہیں۔

اور خطیبؒ نے اپنی تاریخ میں ابن المدینیؒ کے بارہ میں جو ذکر کیا ہے وہ کچھ کم نہیں ہے۔ اور اسی میں سے اس کا احمد بن ابی داؤد کو اپنا عمد و بیان پہنچاتا ہے۔ اس دور میں جو محدثین پر آزمائش کا دور تھا۔ اور اس میں سے وہ بھی ہے جو اس کے بارہ میں کہا گیا ہے۔ اے ابن المدینیؒ جس کے سامنے دنیا ظاہر ہوئی تو اس نے اپنا دین قربان کر دیا تا کہ اس دنیا کو حاصل کرے۔ کس چیز نے تجھے ایسی بات پر اعتقاد رکھنے کی دعوت دی ہے کہ جس کا قائل تیرے نزدیک کافر ہوتا تھا۔ اور آخر تک وہ اشعار نقل کیے جو ص ۴۶۹ ج ۱۱ میں ذکر کیے گئے ہیں۔ اور بے شک آزمائشی دور کے بعد ابو زرہ اور احمد نے اس سے روایت لینا چھوڑ دیا تھا۔ اور بشر بن ابی الاضرہؒ تو ابو یوسفؒ کے خاص ساتھیوں میں سے تھا اور اپنے زمانہ میں نیساپور میں حنفی فقہاء کا امام تھا۔ اور لیل علم میں سے ابو حنیفہؒ کی بہت زیادہ پیروی کرنے والوں میں سے اور دوسروں کی بہ نسبت اس کی زیادہ طرف داری کرنے والا تھا پس اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ خواب بشر بن ابی الاضرہؒ کی زبان پر گھڑی گئی ہے جیسا کہ انہوں نے براہ راست ابو حنیفہؒ کے دیگر ساتھیوں کی زبان پر بہت سی اشیاء گھڑی ہیں۔ پس ہم سند کے رلوپوں کے بارہ میں اس سے زیادہ کلام میں مشغول نہیں ہوتے۔

بعض نیک لوگوں کا امام محمدؒ کو خواب میں دیکھنا

اور میں ہمیں جان سکا کہ حطیب بن زہان یہی ہے اس افسانہ کے ساتھ بول پڑی۔ اور کیسے اس کا قلم اس باطل خیال کو لکھنے کے لیے جاری ہو گیا۔ حالانکہ یہ وہی ہے جس نے محمد بن الحسنؒ کے ترجمہ میں ص ۱۸۲ ج ۲ میں علی بن ابی علی۔ طلحہ بن محمد۔ مکرم بن احمد القاضی۔ احمد بن محمد بن المظن۔ سلیمان بن ابی شیحہ۔ ابن ابی رجاہ القاضی۔ محمویہ کی سند نقل کر کے کہا، اور محمد ایسا آدمی تھا کہ ہم اس کو لبدال شمار کرتے تھے۔ محمویہ نے کہا کہ میں نے خواب میں محمد بن الحسنؒ کو دیکھا تو میں نے پوچھا اے ابو عبد اللہ تو کس حالت کی طرف منتقل ہوا ہے؟ اس نے کہا کہ اس نے (رب تعالیٰ نے یا اس کے بھیجے ہوئے فرشتہ نے قبر میں) مجھے کہا کہ بے شک میں نے تجھ کو علم کا یار بن اس لیے نہیں بنایا تھا کہ تجھ کو عذاب میں مبتلا کروں۔ میں نے کہا کہ ابویوسفؒ کے ساتھ کیا کاروائی ہوئی۔ تو اس نے کہا کہ وہ میرے اوپر والے درجہ میں ہے۔ میں نے کہا کہ ابو حنیفہؒ کے ساتھ کیا کاروائی ہوئی تو اس نے کہا وہ تو ابویوسفؒ سے بھی کئی درجہ بلند ہے۔ لعل اور اگر خطیبؒ فقیہ الملت کے بارہ میں بدنیت نہ ہوتا تو اگر کسی خواب کا تذکرہ ضروری تھا تو یہاں ضرور اس خواب کو دوبارہ ذکر کرتا۔ نیز بے شک اس سند کے ساتھ اس خواب کا ذکر کرنے میں خطیبؒ کی چال ہے اس لیے کہ بے شک اس کی سند میں احمد بن المظن ہے۔

اور بے شک اس نے اس کو ساقط کرنے میں پورا زور صرف کیا ہے تاکہ اس سے جان چمڑا لے جو اس نے ابو حنیفہؒ کے مناقب میں روایت کی ہے۔ حالانکہ اس کا معاملہ ایسا ہے جس کی ہم نے پہلے وضاحت کر دی ہے۔ اور یہ خواب احمد بن المظن کی سند کے بغیر بھی مروی ہے اور خطیبؒ نے اس سے اعراض کیا اور صرف اسی کی روایت پر اکتفاء کیا تاکہ واقعہ کے بطلان کا وہم ڈال سکے۔ لیکن اس کی آرزو خاک میں مل گئی اور حقیقت واضح ہو کر رہی۔ ابن عبد البرؒ نے الاستقاء ص ۳۵ میں حکم بن المنذر۔ ابو یعقوب یوسف بن احمد الصیدلانی الکلبی۔ محمد بن علی السمنانی۔ احمد بن حنبل بن العباس۔ القاسم بن عجلو۔ محمد بن شجاع۔ ابو رجاہ کی سند نقل کر کے کہا کہ ابو رجاہ عجلو گزار لوگوں میں سے تھا۔ ابو رجاہ نے کہا کہ میں نے محمد بن الحسنؒ کو خواب میں دیکھا تو میں نے اس سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ فرمایا۔ اس نے کہا کہ اس نے مجھے بخش دیا۔ میں نے پوچھا کہ اور ابویوسفؒ تو اس نے کہا کہ وہ تو مجھ سے اعلیٰ درجہ میں ہے۔ میں نے کہا کہ ابو حنیفہؒ سے کیا

کاروائی ہوئی تو اس نے کہا وہ بہت دور اعلیٰ علیین میں ہے۔ لٰخ۔ اور خطیبؒ کے لیے ممکن تھا کہ یہ روایت ضرور ذکر کرتا اس لیے کہ یہ اس کے شیخ العتیقی کی مرویات میں سے ہے جو اسی الصیدلانی سے اس نے ذکر کی ہیں جس کا ذکر کیا گیا ہے۔

اور ابو عبد اللہ الصیمری نے اخبار ابی حنیفہؒ و اصحابہ میں عمر بن ابراہیم۔ مکرم۔ محمد بن عبد السلام۔ سلیمان بن داؤد بن کثیر الباہلی۔ عبد الوہاب عیسیٰ۔ محمد بن ابی رجاہ کی سند نقل کر کے کہا کہ محمد بن ابی رجاہ نے کہا کہ میں نے اپنے باپ ابو رجاہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے خواب میں محمد بن الحسنؒ کو دیکھا تو میں نے اس سے پوچھا کہ تیرے رب نے تیرے ساتھ کیا کاروائی کی تو اس نے کہا کہ اس نے مجھے جنت میں داخل فرما دیا اور مجھے کہا کہ میں نے تجھے علم کا برتن اس لیے نہیں بنایا تھا کہ تجھے عذاب میں مبتلا کرتا۔ ابو رجاہ نے کہا کہ میں نے پھر پوچھا کہ ابو یوسفؒ کا کیا بنا۔ تو اس نے کہا کہ وہ مجھ سے یا کہا کہ ہم سے ایک درجہ لو پر ہے۔ ابو رجاہ نے کہا کہ میں نے پوچھا کہ ابو حنیفہؒ کا کیا بنا تو اس نے کہا کہ وہ تو اعلیٰ علیین میں ہیں۔ لٰخ۔ اور خطیبؒ کے لیے ممکن تھا کہ اس سند کے ساتھ بھی روایت کرتا اس لیے کہ یہ اس کے شیخ الصیمری کی روایت ہے اور خطیبؒ نے اس کی توثیق کی ہے اور اس کی بہت تعریف کی ہے۔

اور الحافظ ابو القاسم بن ابی العوام نے محمد بن احمد بن حنبلہ۔ احمد بن القاسم البرقی۔ ابو علی احمد۔ محمد بن ابی رجاہ۔ ابو رجاہ کی سند نقل کر کے کہا کہ ابو رجاہ نے کہا کہ میں نے خواب میں محمد بن الحسنؒ کو دیکھا تو میں نے پوچھا کہ تو کس حالت کی طرف منتقل ہوا ہے۔ اس نے کہا کہ رب تعالیٰ نے مجھے بخش دیا ہے۔ میں نے پوچھا کہ کس وجہ سے؟ تو اس نے کہا کہ مجھے کہا گیا کہ ہم نے جب تجھ میں علم ڈالا تھا تو اسی وقت تجھے بخش دیا تھا۔ ابو رجاہ نے کہا کہ میں نے پوچھا کہ ابو حنیفہؒ کا کیا بنا تو اس نے کہا وہ تو اعلیٰ علیین میں ہیں۔ لٰخ۔ اور ابن ابی العوام نے ابراہیم بن احمد بن سہل۔ القاسم بن غسان القاضی۔ غسان القاضی۔ ابو نعیم الفضل بن دکین کی سند نقل کر کے کہا کہ ابو نعیم نے کہا کہ میں الحسن بن صالح کے پاس گیا۔ اس دن کے آخر میں جس دن اس کے بھائی علی بن صالح کو دفن کیا گیا تو اس نے سچی خوابوں کا ذکر کیا۔ پھر ابو نعیم نے کہا کہ میں پھر چند دنوں کے بعد الحسن بن صالح کے پاس گیا تو اس نے مجھے دیکھ کر کہا۔ اے ابو نعیم! کیا تو جانتا ہے کہ بے شک میں نے گزشتہ رات اپنے

بھائی کو خواب میں دیکھ لیا کہ وہ میرے پاس پہنچا اور اس پر سبز رنگ کے کپڑے تھے۔ تو میں نے اس سے پوچھا اے میرے بھائی کیا تو فوت نہیں ہو گیا تھا تو اس نے کہا ہاں۔ تو میں نے کہا کہ یہ تجھ پر کپڑے کیسے ہیں تو اس نے کہا یہ سندس (باریک ریشم) لوز استبرق (موٹا ریشم) کے کپڑے ہیں۔ اور اس نے کہا کہ اے میرے بھائی تیرے لیے بھی ایسے ہی ہیں۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تیرے رب نے تیرے ساتھ کیا سلوک کیا تو اس نے کہا کہ مجھے اس نے بخش دیا اور میری وجہ سے اور ابو حنیفہؒ کی وجہ سے اس نے فرشتوں پر فخر کا اظہار کیا۔ میں نے پوچھا کہ ابو حنیفہؒ جو نعمان بن ثابت ہے؟ تو اس نے کہا ہاں۔ میں نے کہا کہ اس کا نمکانہ کہاں ہے تو اس نے کہا کہ اعلیٰ علیین کے جوار میں۔

القاسم نے کہا کہ میرے باپ نے کہا کہ ابو نعیم جب ابو حنیفہؒ کا تذکرہ کرتے تھے یا اس کے سامنے تذکرہ ہوتا تو وہ کہتے آفرین آفرین اعلیٰ علیین میں ہے۔ پھر یہ واقعہ بیان کرتے۔ الخ۔ لیکن خطیبؒ کو صرف یہی پسند ہے کہ وہ فقہ الملت کا حشر پلاریوں کے ساتھ ہی دکھائے۔ اگرچہ اس خواب میں جو اس نے بیان کی ہے اس میں عبد اللہ بن جعفر الدرامی جیسا راوی ہے۔ اور میں اس مقام میں خوابوں کے سلسلہ میں کوئی زیادہ بات نہیں کرنا چاہتا۔ اگر خطیبؒ نے مجھے اس پر برا کیغبت نہ کیا ہوتا تو یہ بھی ذکر نہ کرتا۔

اور جیسا کہ آپ نے دیکھ لیا کہ وہ اپنے شیوخ سے خوابیں روایت کرتا ہے اور خوابوں کے بعد ان کی تفسیر اور تعبیر بتانے کو بھی ضروری نہیں سمجھتا حالانکہ انبیاء کرام علیہم السلام کی بھی بہت سی خوابوں میں اس کی طرف حاجت ہوتی ہے جیسا کہ اہل علم نے کہا ہے۔ اور ابو حنیفہؒ کے حالات میں خطیبؒ نے جو کچھ نقل کیا ہے اس پر ہماری بحث مکمل ہوئی۔

خاتمہ

لام اعظم اور درجہ اول کے مجتہد کے خلاف خطیب کا عمل اسی میں منحصر نہیں ہے بلکہ اس نے اپنی تاریخ کے بہت سے مقالات میں جہاں بھی طعن کرنا ممکن ہوا تو اس نے فقیہ الملت پر طعن کر کے اپنا غصہ ٹھنڈا کیا ہے حالانکہ وہ تو اس کے لام (شافعی) کو فقہ سکھانے والے (لام محمد) کے استلو ہیں۔ اور یہ کاروائی اس کی طرف سے صرف حسد کی وجہ سے ہی ہے جبکہ لام صاحب کے اصحاب مسلمانوں کے شہروں میں زمانہ در زمانہ گزرنے کے باوجود قضاء کے منصب پر فائز ہوتے رہے اور اس کی وجہ یہی تھی جو ان کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی تھی یعنی فقہ میں گہری بصیرت۔ اور اسی لیے خطیب نے اس کے اصحاب میں سے جن کے حالات ذکر کیے ہیں ان کو بھی طعن کیے بغیر نہیں چھوڑا اور اس میں بھی اس کا انداز رسوا کن ہے۔

اس نے مختلف مقالات میں ابو حنیفہ کے بارہ میں طعن کیا ہے۔ اس کو تلاش کرنے میں بحث طویل ہو جائے گی اور ان کی سندوں میں جو خرابیاں ہیں ان کے پچھاننے میں قارئین کرام کو کسی اور چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ راویوں کے بارہ میں وہی بحث کافی ہے جو ہم نے پہلے کر دی ہے۔ اس لیے کہ مختلف مقالات پر جن راویوں سے طعن اس نے نقل کیا ہے ان میں اکثر وہی ہیں جن کے حالات ہم نے تفصیل سے ذکر کر دیے ہیں۔

اور اسی طرح خطیب نے ابو حنیفہ کے اصحاب میں سے ابو یوسف اور محمد بن الحسن اور الحسن بن زیاد اور دحیم بن الجراح اور نوح بن دراج اور الفضل بن دین اور حفص بن غیاث اور عافیہ بن زید اور اسد بن عمرو اور یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ اور منہل بن علی اور اس کے بھائی حبان العنزی اور القاسم بن معن المسعودی وغیرہم جیسے جن حضرات کے تراجم بیان کیے ہیں تو ان کے تراجم میں ان کا حق ادا نہیں کیا بلکہ اس کا جہاں تک بس چلا اس نے ابو حنیفہ کے اصحاب میں سے اکثر کے مطاعن نقل کرنے میں وہی حشر کیا ہے جو اس نے ابو حنیفہ کے مطاعن ذکر کرنے میں کیا ہے۔ پس کوئی حرج نہیں کہ ہم کچھ نمونہ اس کا ذکر کریں تا کہ قارئین کرام کو خطیب کے ہیر پھیر کا پتہ لگ جائے۔ پس ہم ابو یوسف اور محمد

بن الحسنؒ اور الحسن بن زیادؒ کے متعلق اس بحث کا ہی ذکر کرنے میں اکتفا کرتے ہیں اس چیز کو دیکھتے ہوئے کہ ان کا ذکر مذہب کی کتابوں میں بکثرت پایا جاتا ہے۔ اور ہم امام زفر بن اللہیلؒ الراءنی کا ذکر نہیں کر رہے اس لیے کہ خطیبؒ کی تاریخ کے مطبوعہ نسخہ میں اس کا ترجمہ نامکمل چھوڑ دیا گیا ہے۔

ابو یوسفؒ یعقوب (الموتی ۱۸۲ھ) بن ابراہیم الانصاری

اور وہ مجتہد امام ہیں جو اجتہاد مطلق کے درجہ کو پہنچے ہوئے ہیں۔ بڑے بڑے مجتہدین میں سے بہت سے حضرات کے شیخ ہیں۔ اور ابن حبان کو حنفیت سے انتہائی درجہ کی نفرت ہے اس کے باوجود وہ ابو یوسفؒ کے بارہ میں کہتا ہے کہ بیشک وہ حافظ متقن تھا اور بے شک وہ نیک آدمی تھا اور وہ مسلسل روزے رکھتا تھا۔ لے۔ اور امام ذہبیؒ نے کہا کہ وہ قضاء کے عہدہ پر فائز ہونے کے بعد ہر رات دو سو رکعت ادا کرتے تھے۔ لے۔ اور احمد بن کامل الشجری جو ابن جریر کا ساتھی ہے اس نے کہا کہ یحییٰ بن معینؒ اور احمد بن حنبلؒ اور علی بن المدینیؒ نے نقل میں اس کی شہادت کے بارہ میں اختلاف نہیں کیا۔ لے۔ (یعنی اس کی شہادت پر ان حضرات کا اتفاق ہے)

اور الحافظ طحطاوی بن محمد بن جعفر المحمل نے کہا کہ ابو یوسفؒ کا معاملہ مشہور اور فضیلت ظاہر ہے۔ اور وہ ابو حنیفہؒ کا ساتھی ہے اور اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ فقیہ تھا اور اس کے زمانہ میں اس سے بڑھ کر کوئی نہ تھا۔ اور علم و حکمت و ریاست اور مرتبہ میں انتہائی درجہ کو پہنچا ہوا تھا۔ اور یہی پہلا شخص ہے کہ جس نے ابو حنیفہؒ کے مذہب کے مطابق اصول فقہ میں کتابیں لکھیں۔ اور مسائل لکھوائے اور ان کو پھیلایا اور زمین کے کناروں میں ابو حنیفہؒ کا علم بکھیر دیا۔ لے۔ اور ہلال بن یحییٰ البصریؒ نے کہا کہ ابو یوسفؒ تفسیر اور المغازی اور تاریخ عرب کا حافظ تھا اور اس کے علوم میں کم درجہ کا علم فقہ ہے۔ لے۔ یعنی اس کا فقہ میں وہ مقام ہے جو شری دہاتی سب جانتے ہیں۔ جب فقہ میں یہ حل ہے (حالانکہ یہ اس کے علوم میں سے کم درجہ علم ہے) تو باقی علوم کا کیا اندازہ ہوگا۔ اور امام ذہبیؒ کی روایت میں یحییٰ بن خالد نے کہا کہ ابو یوسفؒ ہمارے ہاں آئے اور ان کے علوم میں کم درجہ کا علم فقہ تھا اور بے شک اس کی فقہ کے ساتھ دنیا ساری بھری ہوئی ہے۔ لے۔ (جب فقہ میں اس کا یہ حل ہے تو باقی علوم کا کیا حال ہوگا)۔ اور للدوریؒ کی روایت میں یحییٰ بن معینؒ نے کہا کہ ابو یوسفؒ

صاحب حدیث اور صاحب سنت تھے۔ لہٰذا۔ اور ابن جریر نے اپنی کتب ذیل المذیل میں کہا کہ وہ کسی محدث کے پاس حاضر ہوتا اور اس سے پچاس یا ساٹھ حدیثیں سنتا پھر وہیں سے لکھتا تو اس کو اس طرح یاد ہوتی تھیں کہ ان کو بیان کرتا۔ لہٰذا۔ اور اسی لیے ابن الجوزی نے اس سے اختلاف کے باوجود اپنی کتب اخبار الحفاظ میں اس کا ذکر اس امت کی ان سو یکتا شخصیتوں میں کیا ہے جن کے انتہائی قوی حافظہ کی مثل بیان کی جاتی ہے۔ اور ابن الجوزی کی یہ کتب دمشق کے مکتبہ ظاہریہ میں موجود ہے اور اس کی ابتداء سے ایک ورق پٹا ہوا ہے۔ (ابو یوسف کی شخصیت تو علوم میں نمایاں ہے مگر اس کے باوجود خطیبؒ نے اس کی طرف اس مرض کی نسبت کی ہے جس مرض میں خود خطیبؒ مبتلا ہے۔

لام ابو یوسفؒ پر خطیبؒ بخدادی کا پہلا اعتراض کہ وہ تصحیف کرتے تھے

خطیبؒ نے لام ابو یوسفؒ کے بارہ میں کہا کہ السیر اور المغازی میں جو مشہور الفاظ مستعمل ہیں ابو یوسفؒ ان میں تصحیف کرتے تھے۔ خطیبؒ نے اپنے زعم کے مطابق لکھا کہ بے شک اس نے رشید کی مجلس میں الغلبہ اور ثنیہ کے الفاظ کا صحیح تلفظ کرنے کی بجائے اس میں تصحیف کی یعنی غلطی کر کے ان کو بدل ڈالا۔ اور یہ الفاظ اس حدیث میں ہے جس میں ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے الغابة سے ثنیۃ الوداع تک سواری دوڑائی تو ابو یوسفؒ نے الغابة کو الغایۃ سے ثنیۃ الوداع کو بنبیۃ الوداع سے بدل ڈالا۔ اور یہ ذکر کرنے سے خطیبؒ کا مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ گویا ابو یوسف اتنی بات بھی نہ جانتے تھے کہ من بعدہ کے لیے ہوتا ہے اور وہ غایت پر داخل نہیں ہو سکتا اور وہ اتنا بھی نہ جانتے تھے کہ الغابة یا الحقیاء مدینہ منورہ کے اُس پاس کی بستیاں تھیں اور ثنیۃ الوداع تین نقطوں والی عام کے ساتھ ہے۔ اور بے شک یہ مقام مدینہ منورہ سے تقریباً چھ میل دور تھا۔ لیکن کیسے تصور کیا جاسکتا ہے کہ ابو یوسفؒ جیسے آدمی سے اس جیسی باتیں غلطی ہوں جبکہ ان کا علم حدیث اور مغازی اور سیر اور فقہ میں انتہائی وسیع تھا۔ اور ان تعلقات کو تو کنواری لڑکیاں اپنے پروں میں رہنے کے باوجود جانتی تھیں اور وہ گاتی تھیں۔ طلوع البدر علیہا۔ من ثنیۃ الوداع۔ ثنیۃ الوداع کی جانب سے ہم پر چودھویں کا چاند طلوع ہوا۔ اور یہ اشعار ان عورتوں نے حضور ﷺ کی مدینہ منورہ تشریف آوری پر کہے۔ اور ابو یوسفؒ جو اہل علم کے ہاں حافظہ کی قوت اور علم کی وسعت میں بلند مقام پر تھے اور المغازی اور

السیر کے علم میں بہت وسیع تھے۔ اس وجہ سے کہ وہ صاحب المغازی محمد بن اسحاق کے ساتھ رہے۔ بلوچو دیکھ ابو حنیفہؒ نے اس کے ساتھ لٹنے بیٹھنے سے منع کیا تھا۔ اور وہ اس کے ساتھ اس وقت تک رہے کہ جو کچھ اس کے پاس تھا وہ حاصل کر لیا۔ اور السیر میں ایک کتاب لکھی جس میں اللادزائی جیسے آدمی کا کامیاب ہو گیا۔ اور کئی مرتبہ حج کیا اور ہر مرتبہ مدینہ منورہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

خطیبؒ بغدادی خود تصنیف میں مشہور ہے

اور خطیبؒ جس کی صرف باتوں میں ہی نہیں بلکہ اس کی کتابوں میں تصنیف مشہور ہے جب رشید جیسے آدمی کی مجلس میں بالکل ظاہر اشیاء میں ابو یوسفؒ کی جانب تصنیف کی نسبت خطیب نے کی تو وہ اس کے اپنے سرلی پوٹی پر گزری۔ کیونکہ عادت اس کے جوت ہونے کے گواہ ہیں۔ اور یہ ظاہرات ہے کہ رشید جیسے آدمی سے یہ توقع نہیں ہو سکتی کہ وہ ایک جلیل اور الفاظ میں تصنیف کرنے والے کو اپنے اتنا قریب کر لے۔ (جتنا اس نے ابو یوسفؒ کو کر لیا تھا۔)

اور ہر حال یہ بہتان جو اس نے ص ۲۵۵ ج ۱۳ میں نقل کیا ہے، اس کی سند میں محمد بن العباس الخزاز ہے اور اس کا نہ سنی ہوئی روایات کو بیان کرنا مشہور ہے اور یہ چیز لال نقد کے ہاں راوی کو ساقط کر دینے والی ہے۔ پھر اس کی سند میں سلیمان بن فلج ہے جس کے بارہ میں الزین العرقی نے میزان الاعتدال کے حاشیہ میں کہا ہے کہ یہ مجہول راوی ہے۔ بلکہ ابو زرہ نے کہا کہ میں اس کو نہیں پہچانتا اور نہ ہی محمد اور یحییٰ کے علاوہ فلج کے کسی بیٹے کو جانتا ہوں۔ الخ۔ میں کہتا ہوں کہ اس کا بیٹا موسیٰ بھی ہے مگر مجہول راویوں کے زموں میں ہے۔ اور ہر حال جو ابن حجر نے اللسان میں کہا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ فلج بن سلیمان سے منقول ہو تو یہ بات قبول کرنے کے لائق نہیں۔ کیونکہ خطیبؒ کی تاریخ ص ۳۸۹ ج ۱۳ اور ص ۲۵۵ ج ۱۳ میں کئی جگہ صراحت موجود ہے کہ بے شک سلیمان محمد کا بھائی ہے۔ اگرچہ یہ صراحت اس سے جہالت کو دور نہیں کرتی نہ ذات کے لحاظ سے اور نہ صفات کے لحاظ سے۔ پس ہر حال میں سلیمان بن فلج مجہول ہے۔ پس ایک ایسے شخص کا تصور کرنا جو رشید کی مجلس میں آتا ہے اور ابو یوسفؒ جیسے آدمی کا رد کرتا ہے حالانکہ سلف و خلف میں اہل علم کے ہاں اس کی شخصیت معلوم ہی نہیں ہے۔ تو بیشک اس خبر کا من گھڑت ہونا پہچاننے کے لیے

اتنی بحث ہی کافی ہے اور اس روایت کی سند مرکب ہے۔
 اور ابو یوسفؒ جیسا آدمی اگر کوئی معمولی غلطی بھی کرتا تو اس کی غلطی تو ہر جانب
 اڑتی۔ ایک مجہول شخص کی روایت میں منحصر نہ ہوتی جس کی سند میں ساقط رلوی ہیں۔ اور
 خطیبؒ نے ابو یوسفؒ کی کتابیں جو مشہور ہیں ان میں سے کسی کتاب سے اس کی تصحیف نقل
 نہیں کی۔ بلکہ بعض مجہول رلوپوں نے یہ بیہودہ کلام کیا ہے۔

اور ہر حال خطیبؒ کی تصحیفات تو کتابوں میں خصوصاً ابن الماکولہ کی کتاب مستر
 اللہام میں ہمیشہ کے لیے ثبت ہو چکی ہیں۔ اور وہ باقی لوگوں کی بہ نسبت اس کے غلط پہلو
 زیادہ پہچانتا ہے اور باقی لوگوں کی بہ نسبت اس کے عیوب چھپانے میں زیادہ کوشش کرنے
 والا ہے۔ جس تک اس کے لیے چھپانا ممکن تھا اس نے چھپانے کی کوشش کی ہے مگر بے
 شک اس کی تصحیفات جب چھپانے کی حد سے زیادہ تھیں تو وہ ان کو لکھنے اور اپنی مذکورہ
 کتاب میں ثبت کرنے پر مجبور ہوا۔

اور خطیبؒ کی وہ تصحیفات جو الملک المعظم عیسیٰ بن ابی بکر اللایونی نے اپنی اس
 کتاب میں لکھی ہیں جو اس نے خطیبؒ کے رد میں لکھی ہے۔ اس میں ابوالحسن الکندی۔
 ابوالفضل بن ناصر۔ الحافظ ابوالغنائم التری کی سند نقل کر کے کہا کہ ابوالغنائم نے کہا کہ میں
 نے خطیبؒ کو سند وہ ابو محمد الجوهری کے سامنے واقفی کی کتاب المغازی پڑھ رہا تھا تو جب
 غزوہ احد کے واقعہ تک پہنچا اور نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کا ذکر کیا یا لبتنی عذرت
 یوم احد مع اصحاب نحض الجبل ”اے کاش! میں احد کے دن پہاڑ کے دامن پر
 ٹھہرائے گئے ساتھیوں کے ساتھ چھوڑ دیا جاتا۔“ اس جملہ میں نحض الجبل میں نحض کو
 نقطے والی صلا سے پڑھا تو مجھے یہ اچھا نہ لگا تو میں ابوالقاسم ابن برہان النحوی سے ملا تو اس
 سے پوچھا تو اس نے کہا کہ خطیبؒ نے اس لفظ میں تصحیف کی ہے اور یہ لفظ نحض نہیں
 بلکہ النحض صلا کے ساتھ ہے اور یہ پہاڑ کے دامن کو کہتے ہیں۔ الخ۔

اور خطیبؒ تو ایسا آدمی ہے جس کی تصحیف معروف ہے اور اس کی تصحیفات پر
 مشتمل مستقل کتاب لکھی گئی ہے تو جب آدمی میں شرم نہ رہے تو وہ اس جیسی سند کے
 ساتھ اسی بیماری کی نسبت دوسروں کی طرف کرتا ہے جو اس کو خود لگی ہوتی ہے۔ اور
 اللہ تعالیٰ کے اپنی مخلوق میں مختلف احوال ہیں۔

دوسرا اعتراض

کہ امام ابو یوسفؒ نے ایک آدمی کو مسئلہ بتایا کہ عرفہ کی مسجد میں وقوف کرنے والے کا وقوف ہو جاتا ہے۔ حالانکہ عرفہ کی مسجد تو بطنِ عرفہ میں ہے اور اس میں وقوف درست نہیں۔

الجواب : پھر خطیبؒ نے ص ۲۵۶ ج ۴ میں ایک آدمی کی روایت نقل کی کہ اس نے ابو یوسفؒ سے مسئلہ پوچھا کہ ایک شخص نے عرفہ کی مسجد میں امام کے ساتھ نماز پڑھی پھر وقوف کیا یہاں تک کہ امام کے جانے کے ساتھ وہ چلا گیا تو اس کا کیا حکم ہے؟ تو ابو یوسفؒ نے کہا کہ اس پر کوئی حرج نہیں تو اس آدمی نے کہا سبحان اللہ! حالانکہ حضرت ابن عباسؓ نے تو فرمایا ہے کہ جو شخص وادیِ عرفہ سے لوٹ آیا تو اس کا حج نہیں ہے۔ اور عرفہ کی مسجد بطنِ عرفہ میں ہے۔ اور اس روایت کی سند میں عبد اللہ بن جعفر بن درستویہ ہے اور یہ منہم ہے اس بات کے ساتھ کہ یہ چند دراهم کی خاطر نہ سنی ہوئی روایت بھی کر دیتا تھا۔ جیسا کہ پہلے اس کے بارہ میں گزر چکا ہے۔ اور اس کی سند میں سعید بن منصور ہے اس نے ابو یوسفؒ کے ساتھ مجلس ہی نہیں کی نیز اس کی عبارت منقطع ہے جس آدمی سے اس نے سنا اس کا ذکر نہیں ہے۔ اور جس سے سعید بن منصورؒ روایت کر رہا ہے وہ مجہول العین ہے۔ تو اس جیسی سند کے ساتھ اس گفتگو کا ابو یوسفؒ سے ذرا بھی تعلق نہیں نظر آتا۔ اور ابو حنیفہؒ اور اس کے اصحاب کا مذہب یہ ہے کہ بطنِ عرفہ میں وقوف صحیح نہیں ہے۔ لیکن مسجدِ عرفہ، عرفہ میں نہیں بلکہ عرفہ میں ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ مسجد کی اضافت عرفہ کی طرف ہے۔ اور لفظ کو ظاہر سے کسی دلیل کے ساتھ ہی پھیرا جاسکتا ہے۔ ورنہ ظاہر پر ہی رکھا جاتا ہے اور یہاں کوئی دلیل نہیں ہے۔ اگرچہ امام شافعیؒ نے کتاب الام میں یہ خیال لیا ہے کہ بے شک مسجدِ عرفہ میں ہے۔ اس بارہ میں زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ مسئلہ اختلافی ہے اور اختلافی مسائل کو طعن و تشنیع کا ذریعہ بنانا صحیح نہیں ہے اور عرفہ کی مسجد کی قبلہ جانب والی دیوار عرفہ کی حد پر ہے اور مسجدِ عرفہ کی مکہ کی جانب عرفہ ہے تو مسجد میں وقوف کرنے والا عرفات میں وقوف کرنے والا ہو گا نہ کہ عرفہ میں۔ امام مالکؒ نے الموازیہ میں فرمایا بطنِ عرفہ، عرفہ میں ایک وادی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ بے شک مسجدِ عرفہ کی قبلہ

جانب والی دیوار اس کی حد پر ہے۔ اس انداز کی کہ اگر وہ گرے تو اسی میں گرے گی۔ اور اسی طرح الموازیہ میں کہا کہ جو شخص مسجد میں وقوف کرتا ہے تو بے شک وہ بطن عرنہ سے نکل گیا۔ لیکن فضیلت، امام کے قریب وقوف کرنے میں ہے۔ جیسا کہ ابن البہانی کی المنقذی ص ۳۷۱ میں اور ابن المواز کی کتاب میں ہے۔ امام مالکؒ کے مذہب پر بعض اصولی کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں القابسی اسی ابن المواز کی کتاب کو فضیلت دیتا ہے۔ اور ابن المواز محمد بن عبد الحکم کے جلیل القدر اصحاب میں سے ہے۔ علاوہ اس کے یہ بات بھی ہے کہ عرنہ کے موقف سے خارج ہونے پر کوئی مرفوع صحیح حدیث نہیں ہے۔ اور حدیث ارفعوا عن بطن عرنہ جو الموطا میں ہے وہ موصول سند کے ساتھ نہیں بلکہ بلاغات میں سے ہے۔ اور جس نے اس کو مسند کہا ہے تو وہ مسند صحیح کے ساتھ مسند نہیں ہے۔ اس کے ساتھ یہ بات بھی ہے کہ حدیث کے یہ الفاظ المسجد کو شامل نہیں ہیں۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی ہے کہ ارفعوا عن بطن عرنہ میں بطن عرنہ سے ارتفاع کا جو معنی امام طحاویؒ نے مشکل الآثار میں ذکر کیا ہے اس معنی کے پیش نظر یہاں اس کا کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ پس تفصیل کے لیے اسی کی طرف مراجعت کریں۔

اور پختہ بات ہے کہ جن ائمہ نے بطن عرنہ کو الموقف سے خارج قرار دیا ہے تو ان آثار کی وجہ سے قرار دیا ہے جو اس بارہ میں حضرت ابن عباس اور حضرت ابن الزبیر پر موقوف ہیں۔ اور جو حضرات موقف کو دلیل مانتے ہی نہیں تو ان کے لیے مسئلہ میں کوئی دلیل ہی نہیں ہے۔ تو جو روایت اس سند کے ساتھ خطیبؒ نے کی ہے تو یہ مسئلہ میں جمالت میں دور نکل جاتا ہے۔ اور فقہ کی مبسوط کتابیں اس مسئلہ میں اس سے زیادہ بحث کرنے سے بے پرواہ کر دیتی ہیں۔ (یعنی ان میں تفصیل موجود ہے)

تیسرا اعتراض کہ امام ابو یوسفؒ نے رشید کو حیلہ سمجھایا

اور وہ افسانہ بھی عجیب ہے جو خطیبؒ نے ص ۲۳۹ ج ۳ میں نقل کیا ہے کہ ابو یوسفؒ نے رشید کو حیلہ سمجھایا اور واقعہ یہ ہوا کہ ایک آدمی نے قسم اٹھائی کہ جس چیز کا میں مالک ہوں نہ اس کو بیچوں گا اور نہ کسی کو ہبہ کروں گا۔ اور اس کی ایک لونڈی بھی تھی جس کا وہ مالک تھا تو رشید نے اس لونڈی کو خریدنا چاہا تو مالکؒ نے اپنی قسم کی وجہ سے انکار کر دیا تو رشید نے قسم اٹھائی کہ اگر اس نے یہ لونڈی مجھ کو نہ دی تو میں اس کو قتل کر دوں

گاہ تو ابو یوسف نے اس کو فتویٰ دیا کہ اس لوٹڑی کا نصف بیچ دے اور نصف بہہ کر دے تاکہ دونوں کی قسمیں نہ ٹوٹیں اور ابو یوسفؒ نے اس کی وجہ سے کافی دنیا حاصل کی۔ اور آخر تک اس افسانہ کو بیان کیا۔ اور خطیبؒ نے یہ افسانہ صرف اس لیے نقل کیا ہے تاکہ ظاہر کرے کہ ابو یوسفؒ مفاد پرست قسم کے مفتیوں میں سے تھے جن کے دلوں سے اللہ کے واعظ نے اثر نکال دیا تھا۔ اور یہ خطیبؒ کا اس پر بدترین بہتان ہے۔

اور ابو یوسفؒ کی کتاب الخراج جو کہ مشہور ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ حق کے بیان میں کسی کی طرف داری کرنے والے نہ تھے۔ اور بے شک خطیبؒ نے اس افسانہ کو بڑی کھینچا تائی کر کے بیان کیا ہے۔ یہاں تک کہ اپنی تاریخ میں اس سے دو صفحات بھر دیے۔ اور اس بہتان کی سند خطیبؒ کے چہرے سے تعصب کا پردہ چاک کرتی ہے۔ پس بے شک اس میں محمد بن لازہ مرزید ہے جس کے بارہ میں خود خطیبؒ نے ص ۲۸۸ ج ۳ میں کہا کہ یہ کذاب تھا۔ اس کا قبیح کذب ظاہر ہے۔ لہٰذا۔ تو ظاہر ہو گیا کہ بے شک خطیبؒ نے ابو یوسفؒ کی طرف جو حیلہ بتانے کی نسبت کی ہے یہ بہت بڑا بہتان ہے جس کا قبیح بہتان ہونا ظاہر ہے۔ اور ابن ابی اللہ مرز کا استدلال جو بن اسحاق الموصلی ہے جو خطیبؒ کی سند میں اپنے باپ سے افسانے نقل کرنے کا راوی ہے اور یہ باپ بیٹا دونوں گویے تھے جو الاعلیٰ کے رجال میں سے مشہور ہیں۔ تو وہ بھی نور اس کا باپ بھی دونوں قصہ گو راویوں میں سے ہیں۔ جلیل القدر ائمہ کے تراجم میں ان کے ساتھ دلیل نہیں پکڑی جاسکتی۔

چوتھا اعتراض کہ ایک شاعر نے امام ابو یوسفؒ

کی وفات پر مرثیہ پڑھ کر اس کی مذمت کی

الجواب: پھر خطیبؒ نے ابن درید۔ النکن بن سعید عن ابیہ۔ حشام بن محمد الکلبی کی سند نقل کر کے کہا کہ حشام نے کہا کہ ابن ابی کثیر جو کہ نبی الحارث بن کعب کا آزاد کردہ غلام تھا اور اہل بصرہ میں سے تھا اس نے ابو یوسفؒ کی وفات پر یہ مرثیہ پڑھا۔

اس نے قبر پر پانی چھڑکا تو اس کے ساتھ یعقوب ایسی مصیبتوں میں مرہون ہو کر رہ گیا جو رعد کی آواز والی ڈھیر لگی ہوئی ہیں۔ اس نے قیاس کے ساتھ ہمارے لیے نرمی پیدا کی تو اپنے ہمیشہ کے قبیح ہونے کے بعد وہ (نیبذ) حلال ہو گئی۔ پس اگر یہ بات نہ ہوتی کہ بے شک

موتوں نے اس کا ارادہ کیا ہے اور مزید قیاس کرنے سے پہلے موت نے اس کو جلدی آن لیا ہے۔ تو ضرور وہ رائے کے ساتھ قیاس میں ایسا عمل کرنا کہ شک کرنے والوں پر حرام ٹھپدی ہو جائے۔

اور یہ اشعار نقل کر کے خطیبؒ نے ابو یوسفؒ کا ترجمہ ختم کیا ہے۔ حالانکہ وہ خوب جانتا ہے کہ ابو یوسفؒ نے شراب کو حلال نہیں کہا اور المدام سے یہی مراد ہے۔ بلکہ شراب کی حرمت کے بارہ میں اس کا اعتقاد وہی ہے جو باقی تمام مسلمانوں کا ہے۔ اور بہر حال شراب کے علاوہ نیز کے بارہ میں اس کی رائے علماء عراق کی طرح ہے جیسا کہ اپنے مقام میں وضاحت سے مذکور ہے۔ اور اس جیسا آدمی اگر ہزار سال بھی زندہ رہے تو رائی کے ساتھ محرمات کو حلال کرنے کی کوشش نہ کرتا اور وہ تو باقی لیل علم کی بہ نسبت آثار کو زیادہ سختی سے دلیل بنانے والے تھے۔ اور جہاں نص موجود ہو وہاں قیاس سے دور رہنے والے تھے جیسا کہ اس کی تمام لیل علم گواہی دیتے ہیں۔ اور اس کے بارہ میں المزنی نے کہا کہ وہ حدیث کی بہت زیادہ پیروی کرنے والے تھے جیسا کہ خود خطیبؒ نے ص ۲۳۶ ج ۳ میں ذکر کیا ہے۔ اور ابن معینؒ نے کہا کہ وہ حدیث والوں کو پسند کرتے تھے اور ان کی جانب مائل تھے جیسا کہ خطیبؒ نے ص ۲۵۵ ج ۳ میں نقل کیا ہے۔ اور پہلے یہ بات گزر چکی ہے کہ بے شک وہ اس کے بارہ میں کہتے تھے کہ وہ صاحب حدیث اور صاحب سنت ہیں اور امام احمد کہتے تھے کہ وہ حدیث میں انصاف کرنے والے تھے۔ جیسا کہ خطیبؒ نے ص ۲۶۰ ج ۴ میں ذکر کیا ہے اور اس کے علاوہ دوسرے حضرات اس کی بہ نسبت قیاس میں زیادہ وسعت رکھتے تھے جیسا کہ اس بات کی گواہی اصول کی کتابیں دیتی ہیں۔ پس اسی لیے واجب ہے کہ اس مجہول شاعر کو ان لوگوں میں شمار کیا جائے جو بہتان اور یادہ گوئی کی دلوئی میں حیران و سرگردان پھرتا ہے۔ بشرطیکہ خطیبؒ کی سند اس شاعر تک پہنچ جائے۔ لیکن اس کی سند میں ابن ورید ہے اور وہ شراب کا رسیا تھا اور غیر ثقہ تھا۔ پس ہو سکتا ہے کہ یہ اشعار اسی نے نشہ کی حالت میں گھڑ لیے ہوں۔ اور اس کا شراب کا رسیا ہونا اور جعلی عربی بنانا اور الفاظ نئے پیدا کرنا اور لغت کو تبدیل کرنا اور ان کو اپنے مذہب کے مطابق بنانا بہت سے حضرات نے ذکر کیا ہے۔ تفصیل کے لیے ابو الحسنین القدوری کی کلام التجرید میں اور ابو منصور کی کلام التہذیب میں اور نفطوہ اور الدار قطنیؒ اور ابن شاپینؒ اور ابو بکر الابہریؒ کا اس کے بارہ میں

قول المیرمن اور اللسان اور بخیه الوعاة وغیرہ میں دیکھیں۔ اور ابن درید کا شیخ النکن بن سعید اور اس کا باپ الاغانی کے رجال میں سے ہیں اور حشام الکلی کے بارہ میں ابن عساکر نے کہا کہ وہ رافضی تھا ثقہ نہ تھا۔ اور الدار قطنی نے کہا کہ وہ متروک ہے اور احمد اور ابن السمعانی اور ابوالفرج الاصفہانی وغیرہ کا اس کے بارہ میں قول بہت مشہور ہے اس کو نقل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تو کیا اس جیسی سند کے ساتھ خلیفہؒ جائز سمجھتا ہے کہ ایک مجہول شاعر کی زہنی بہت بڑے لام کے بارہ میں اس قدر توہین آمیز کلمات نقل کرے۔ اور اس سے بھی بڑھ کر تعجب اس پر ہے جو ابن حجر نے ابویوسفؒ کے ترجمہ میں ابوبکر احمد بن عبد الرحمن اشیرازی کی کتاب الالقاب سے اللسان میں نقل کیا ہے۔ بے شک اس نے کہا کہ میں نے عبد الملک بن محمد اخروشی سے سنا وہ کہتا تھا کہ جب ابویوسفؒ کو دفن کیا گیا تو النظام نے اٹھ کر یہ اشعار پڑھے۔

”اس نے قبر پر پانی چھڑکا تو اس کے ساتھ یعقوب اس بادل کی طرح ہو گیا جو تہ بہ تہ لگا ہوتا ہے اور اس سے موٹی موٹی بارش برتی ہے۔

اس نے ہمارے لیے قیاس میں نرمی کی تو شراب حرام ہونے کے بعد حلال ہو گئی اور اگر اس کی میعاد پوری نہ ہو جاتی اور اس کو موت جلدی نہ آ جاتی تو وہ قیاس فکری میں ایسا عمل کرتا کہ کنواری لڑکیوں اور لڑکے بھی ہمارے لیے حلال ہو جاتے۔“

اللہ تعالیٰ اس بے حیا شاعر کا ستیاناس کرے اور اس کا بھی جس نے اس بڑے انداز میں اس میں تبدیلی کی ہے جو اس بات کی اطلاع دے رہی ہے کہ اس کا تبدیل کرنے والا انتہائی گھنیا آدمی ہے۔ اور اس نے ان اشعار کو ذکر کر کے ایسی چیز (حسد اور کینہ) کے ذریعہ سے شفا حاصل کرنے کی کوشش کی ہے جس کی وجہ سے تندرست آدمی مرض سے تکلیف پانے لگا ہے۔

اور اس افسانہ میں النظام شاعر کے معنی میں ہے اور اس سے ابراہیم بن سیار النظام مراد نہیں ہے۔ اس لیے کہ وہ بعد زمانہ کا ہے۔ اس نے ابویوسفؒ کی وفات کا زمانہ نہیں پایا۔ اور اشیرازی اور اس کا شیخ دونوں ۷۳۰ھ میں فوت ہوئے ہیں۔ تو ان دونوں اور ابویوسفؒ کی وفات کے درمیان ایسے بیابان ہیں کہ ان میں سواریوں کی گردنیں ہلاک ہو جاتی

ہیں۔

لور میں نہیں جان سکا کہ ابن حجر نے ان یقینی مقلوع توہین امیر اشعار کو جن کا سقوط ظاہر ہے کیسے مسلمانوں کے اماموں میں سے ایک امام کے ترجمہ میں نقل کرنا گوارا کر لیا۔ لور اس کے ساتھ بہت ہی زیادہ تبدیلی کی تا کہ بہت زیادہ برائی میں اضافہ کرے۔ لور اس کے ساتھ معمولی بھلائی کا معاملہ کیے بغیر اس کے حالات لکھے۔ متعصب کی حالت اسی طرح کی ہوتی ہے۔ متعصب آدمی جب کسی شخص کو ذلیل کرنا چاہتا ہے تو پھر وہ ذلت اسی کی طرف لوٹ آتی ہے پھر وہی ذلیل ہوتا ہے اور وہ ذلیل نہیں ہوتا جس کو ذلیل کرنے کا یہ ارادہ کرتا ہے۔

پانچواں اعتراض کہ ابن المبارک نے امام ابو یوسفؒ کی وفات پر بد بخت یعقوب اور مسکین یعقوب کہا

الجواب: اور یہ بھی عجیب ہے جو خطیبؒ نے ص ۲۵۶ ج ۱۳ لور ص ۲۵۷ میں عبد اللہ ابن المبارکؒ کی طرف منسوب کر کے بات کہی ہے کہ جب ابو یوسف کی وفات ہوئی تو اس نے کہا یعقوب بد بخت۔ اور مسکین یعقوب۔ اس کو اس چیز نے کوئی فائدہ نہ دیا جو اس میں تھی۔ لور یہ عجیب اس لیے ہے کہ اس پر اتفاق ہے کہ ابن المبارکؒ تو ابو یوسفؒ کی وفات سے پورا ایک سال پہلے فوت ہو گئے تھے تو کیسے تصور کیا جاسکتا ہے کہ سال بعد وہ قبر سے اٹھ کر یہ کلام کریں اس شخص کے بارہ میں جس کی وفات بعد میں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ بہتان تراشوں کو اسی طرح رسوا کرتا ہے بلکہ ابو یوسف کے ترجمہ میں خطیبؒ کے پاس ایک کلمہ ایسا نہیں جو ابن المبارکؒ کی طرف منسوب کر سکے اور جو باتیں اس نے نقل کی ہیں ان کی سند میں ایسے راوی ہیں جن کو دلیل نہیں بتایا جاسکتا۔ بلکہ وہ غیر ثقہ ہیں جیسا کہ سلم بن سالم اور علی بن محران۔ وعبیدۃ الخراسانی اور عبد الرزاق بن عمر۔ اور جو ان کے قائم مقام ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی لڑائی اپنے ذمہ لے لی ہے۔ (کہ وہ دشمنوں سے ان کا دفاع کرتا ہے)

چھٹا اعتراض کہ الدار قطنیؒ نے کہا کہ ابو یوسف اندھوں میں کانٹا تھا

الجواب: اور خطیبؒ کی عجیب باتوں میں سے یہ ہے کہ اس نے الدار قطنیؒ سے روایت کی

کہ اس نے ابویوسفؒ کے بارہ میں کہا کہ وہ اندھوں میں کانا تھا۔ بعد اس کے کہ اس نے البرقلیؒ کی روایت سے اس سے ذکر کیا کہ بے شک وہ محمد بن الحسنؒ سے اقویٰ ہیں۔ اور الدار قطنیؒ تو وہ ہے جس نے محمد بن الحسنؒ کو ثقہ حافظ میں شمار کیا ہے کیونکہ اس نے غرائب مالکؒ میں عند الركوع رفع یدین کی حدیث کے بارہ میں کہا کہ اس حدیث کو میں ثقہ حافظ نے بیان کیا ہے۔ ان میں محمد بن الحسنؒ اشیبانی ہیں۔ جیسا کہ آپ اس نقل کی صراحت نصب الرایہ ص ۴۰۸ ج ۱ میں پائیں گے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ اور بے شک الدار قطنیؒ نے البرقلیؒ کی روایت میں اعتراف کیا ہے کہ ابویوسفؒ محمد بن الحسنؒ سے اقویٰ ہیں۔ تو ابویوسفؒ اس کے نزدیک حافظ اور ثقہ بلکہ ثقہ سے بھی لوہر ہیں۔ پس جب اس نے کسی مجلس میں اس کے بارہ میں کہا ہو کہ وہ اندھوں میں کانا ہے جیسا کہ خطیبؒ نے نقل کیا ہے تو اس کا قول بالکل بے ہودہ اور بدترین بے وقوفی ہوگی۔ تو اگر ہمارا کوئی ساتھی اس کو مقابلہ میں یوں کہہ دے کہ وہ کالوں میں اندھا ہے تو یہ بات غلط نہ ہوگی۔ اس لیے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے اس کی بصیرت کو اندھا کر دیا جیسا کہ اس کے ساتھیوں کی بصیرت اندھی ہو گئی کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی صفات کے بارہ میں انتہائی اعتقاد نظریہ اپنایا یہاں تک کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی صفات کے بارہ میں وہ کچھ لکھ دیا جو صرف وہی لکھ سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے لیے جسم مانتا ہے۔ اور فروع میں وہ بھی ان کے ساتھ ہے تو طبیعت ہو گیا کہ وہ اعتقاد میں بصیرت سے عاری ہے جیسا کہ وہ فروع میں بصیرت سے عاری ہے۔ اور جو آدمی دونوں میں بصیرت سے خالی ہو تو وہی اندھا ہے ان لوگوں کے درمیان جو کانے ہیں کہ انہوں نے صرف ایک میں بصیرت کو ہم پایا ہے کیونکہ وہ صرف فروع میں بصیرت سے خالی ہیں۔ تفصیل کے لیے وہ بحث دیکھیں جو الحدیث البارع الشیخ عبد العزیز بنخلی البندی (خطیب جامع مسجد شیرانوالہ بلخ گوجرانوالہ) نے نصب الرایہ ص ۸ ج ۲ کے حاشیہ میں لکھی ہے اور یہ شیخ نیراس الساری علی اطراف البخاری کے مولف ہیں۔ یہ بحث آپ دیکھیں تا کہ آپ کے سامنے نقاہت اور لہانت میں الدار قطنیؒ کا معاملہ منکشف ہو جائے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سلامتی کی دعا کرتے ہیں۔ اور بہر حال اگر الدار قطنیؒ کی مراد اس لفظ سے یہ ہے کہ وہ اپنے اہل زمانہ میں زیادہ ممتاز تھے جیسا کہ الفاظ اس معنی میں بعض اہل علم سے ثابت ہیں جیسا کہ ابوالولید بن الفرغنی الحافظ کی تاریخ ص ۱۳۲ میں ہے تو اس وقت واجب تھا کہ وہ ایسا کلمہ بولتا کہ اس میں اس کے

زمانہ والوں پر چیخنے والے کی زیادتی نہ ہوتی۔

لور ناقلین کا ابو حنیفہؒ اور اس کے اصحاب کے بارہ میں زبان درازی کرنا بھی عجیب بات ہے۔ لور ہو سکتا ہے کہ یہ ہمارے اصحاب کے بلند مرتبہ ہونے کی وجہ سے ہو (یعنی تعصب کی وجہ سے ہو)

امام ابو یوسفؒ کے بارہ میں حملو بن زید کا طرز عمل

لور عجیب باتوں میں سے وہ بھی ہے جو اس بارہ میں حکایت کی گئی ہے جس کو ابو القاسم بن العوامؒ نے طحاویؒ سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا کہ ہمیں عبدہ بن سلیمان بن بکر نے ابراہیم بن الجراح سے بیان کیا کہ اس نے کہا کہ جب میں نے بصرہ کی جانب نکلنے کا ارادہ کیا تو میں نے ابو یوسفؒ سے پوچھا کہ میں وہاں کس کو لازم پکڑوں تو اس نے مجھ سے کہا حملو بن زید کو۔ لور وہ عظیم مرتبہ ہے۔ اس نے کہا کہ جب میں بصرہ آیا تو میں نے وہاں حملو کو لازم پکڑ لیا۔ پس اللہ کی قسم وہ جب ابو یوسفؒ کا ذکر کرتا یا اس کے پاس اس کا ذکر ہوتا تو وہ اس کی شان میں گستاخی کرتا تو ایک دفعہ میں اس کے پاس تھا کہ ایک عورت آئی۔ اس سے درخواست کر رہی تھی کہ اس کو عہد نامہ لکھ دے تو اس کو جواب دینا مشکل ہو گیا۔ لور یہ بھی دشوار ہوا کہ حدیث والوں کو چھوڑ کر اس عورت کا مسئلہ حل کرے لور اس کے دل میں یہ معاملہ گراں گزرا۔ تو میں نے اس کو کہا اے ابو اسماعیل اس عورت کو حکم دیں کہ وہ اپنے کھنڈ مجھے دے دے تاکہ میں اس کے لیے لکھ دوں تو اس نے ایسا ہی کیا اور اتنی دیر حدیث بیان کرنے سے رکا رہا یہاں تک کہ میں لکھنے سے فارغ ہو گیا۔ تو میں نے کہا آپ حدیث بیان کریں آپ کو اس کی ضرورت نہیں ہے تو اس نے ایسا ہی کیا تو جب میں لکھنے سے فارغ ہوا تو میں نے اس کو وہ کھنڈ دیا۔ تو اس نے وہ کھنڈ لے کر پڑھا تو تعجب کیا۔ پھر اس نے پوچھا کہ تم نے یہ کس سے سیکھا ہے؟ میں نے کہا کہ ایسی شخصیت سے جس کا ذکر آپ گستاخی کے بغیر نہیں کرتے لور اس نے مجھے تلقین کی تھی کہ مجھ سے جدا ہونے کے بعد آپ کے سوا کسی کو لازم نہ پکڑوں تو اس نے پوچھا کہ وہ کون ہے؟ تو میں نے کہا وہ ابو یوسفؒ ہے تو وہ شرمندہ ہوا اور اس کے بعد وہ اس کا ذکر خیر سے ہی کرتا رہا۔ لور یہ حل تو حملو بن زید جیسے آدمی کا تھا تو ناقلین میں سے لاپرواہی کرنے والوں کا کیا حال ہوگا؟

(امام) محمد بن الحسن الشیبلی

اور یہ بھی مجتہد مطلق اور بہت بڑے امام تھے۔ بڑے بڑے حضرات نے ان سے علم حاصل کیا اور مذاہب میں جو فقہی کتابیں لکھی گئی ہیں، ان کا مدار انہی کی کتابوں پر ہے۔ اور امام احمد بن حنبلؒ نے پیچیدہ مسائل کے جوابات دیے تو ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے یہ جوابات کہاں سے لیے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ محمد بن الحسنؒ کی کتابوں سے۔ اور اس محمد بن الحسنؒ سے خطیبؒ کے امام، امام شافعیؒ نے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ اور امام ابو عبیدہ قاسم بن سلامؒ نے اور امام اسد بن فراتؒ نے جو کہ امام مالکؒ کے مذہب کو مدون کرنے والا ہے اور ان کے علاوہ دیگر علم کے بادشاہوں نے بھی اسی سے علم حاصل کیا۔ اور الدار قطنیؒ نے غرائب مالکؒ میں کہا کہ بے شک وہ ثقہ حفاظ میں سے تھے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ اور ابن محینؒ نے کہا کہ میں نے الہامع الصغیر امام محمدؒ سے سنی اور ابن المدینیؒ نے کہا کہ بے شک وہ صدوق تھے اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ فقہ کے بارہ میں محمد بن الحسنؒ کا احسان ہستی تمام لوگوں سے بڑھ کر ہے۔ اور میں نے ان کے مناقب کا کچھ حصہ بلوغ اللامنی فی سیرۃ الامام محمد بن الحسنؒ الشیبلی میں ذکر کیا ہے۔ اور اس جیسا امام جس نے علم سے جہل کو بھر دیا اس کے بارہ میں خطیبؒ نے جائز سمجھ لیا کہ ہر کمزور گنہگار کی زبانی اس کی شان میں گستاخی کرے۔ حالانکہ خطیبؒ کے امام کی شان اس وقت بلند ہوئی جبکہ اس نے اس سے ایک سختی لونٹ پر لاوے جانے والے بوجھ جتنی کتابوں کا علم حاصل کیا۔ اور اس کا اجتہاد کا دعویٰ تو محمد بن الحسنؒ کی وفات کے چھ سال بعد ہوا۔ جیسا کہ خود اس کی اپنی تاریخ اس پر گواہ ہے۔ تو خطیبؒ کا اس پر طعن تو لاشعوری طور پر اپنے امام پر طعن کرنا ہے۔ تو کوئی حرج نہیں کہ میں یہاں بعض ان باتوں کا تذکرہ کروں جو اس عظیم امام کے متعلق خطیبؒ نے ذکر کی ہیں۔ بعد اس کے کہ اس نے پہلے اس کے بعض مناقب کا ذکر کیا ہے۔

امام محمدؒ پر خطیبؒ بغدادی کا اعتراض کہ مناظرہ
میں ان کی رگیں غصہ کی وجہ سے پھول جاتی تھیں

پس اس پر اعتراضات میں سے وہ ہے جو اس نے ص ۷۷ ج ۲ میں مطلع الابرار۔ یونس بن عبد الاطی کی سند سے ذکر کیا ہے کہ وہ مناظرہ میں زور زور سے بولتے تھے اور ان کی رگیں پھول جاتی تھیں اور ایسی حالت طاری ہو جاتی تھی کہ اس کے سارے بدن ٹوٹ

جالتے۔ اور خطیبؒ کی یہ روایت اس کے خلاف ہے جو صحیح سند کے ساتھ اس کے بارہ میں ابن عبد البرؒ نے الانتظام ص ۲۴ میں نقل کی ہے۔ اور یہ روایت اس کے بھی خلاف ہے جو اس کے بارہ میں امام شافعیؒ سے ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے اس کے سوا کسی اور کو نہیں دیکھا جس کی حالت مناظرہ میں تبدیل نہ ہوتی ہو۔ (یعنی وہ اپنی طبعی حالت پر ہی رہتے تھے) اور بے شک پہلے کئی مرتبہ دہلیج اور الاہار کا حال گزر چکا ہے، یہاں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے اور ہم نے بلوغ اللیل ص ۲۶ اور ص ۲۷ میں خطیبؒ کی اس روایت کی کمزوری پر تفصیلی بحث کی ہے۔

امام محمدؒ اور امام شافعیؒ کے درمیان امام مالکؒ
اور امام ابو حنیفہؒ کے بارہ میں بحث کی روایت)

اور بے شک خطیبؒ نے اسی سند کے ساتھ ص ۱۷۸ ج ۲ میں یونس بن عبد الاعلیٰ کی روایت بھی نقل کی ہے جو کہ امام شافعیؒ کی محمد بن الحسنؒ کے ساتھ ابو حنیفہؒ اور مالکؒ کی شان کے بارہ میں ہے۔ اس میں ہے کہ محمد بن الحسنؒ نے کہا کہ تمہارا ساتھی مباحثہ کے دوران کلام کرنے کی اور ہمارا ساتھی خاموش ہونے کی ہمت نہ رکھتا تھا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے کہا میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ سچ بتا کہ کیا تو جانتا ہے کہ بے شک میرا صاحب اللہ کی کتاب کا زیادہ عالم تھا۔ تو اس نے کہا ہاں۔ کہتے ہیں کہ میں نے کہا تو کیا وہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث کو جاننے والا تھا؟ تو اس نے کہا ہاں۔ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کیا وہ عقل مند تھا؟ تو اس نے کہا ہاں۔ کیوں نہیں۔ میں نے کہا کہ کیا حیرا ساتھی کتاب اللہ سے ثوابت تھا؟ تو اس نے کہا ہاں۔ میں نے کہا اور اس سے بھی ثوابت تھا جو رسول اللہ ﷺ لے کر آئے؟ تو اس نے کہا ہاں۔ میں نے کہا کیا وہ عقل مند تھا؟ تو اس نے کہا ہاں۔ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ میرے ساتھی میں تین عادتیں ایسی ہیں کہ ان کے بغیر کسی کے لیے قاضی بننا درست نہیں ہو سکتا یا اس کے ہم معنی کلام کیا۔

یہ روایت خطیبؒ کی یونس بن عبد الاعلیٰ کے طریق سے نص ہے اور میں نہیں جانتا کہ کب ابو حنیفہؒ یا مالکؒ قاضی بنے تھے یہاں تک کہ قضاء کی شروط کے بارہ میں امام شافعیؒ اور محمد بن الحسنؒ کے درمیان گفتگو ہوئی ہو اور یہ عبارت کسی اور روایت میں بالکل وارد

نہیں ہوئی۔ بلکہ یہ یقیناً خطیبؒ کی طرف سے ہیر پھیر ہے۔ اور بے شک اس نے آخر میں کہا کہ یا اس کے ہم معنی کلام کیا اور اس آخر جملہ کا اضافہ خطیبؒ نے اس لیے کیا کہ اگر کوئی اس بدترین تحریف پر اس کا پیچھا کرے تو اس کے لیے پھسلنے کی گنجائش باقی رہے۔ جبکہ اس کے چہرہ سے پردہ ہٹ جائے۔ بایں طور کہ اس کو کہا جائے کہ ہم نے یونس بن عبد الاعلیٰ کے طریق سے اس حکایت کے جتنے طریق ہیں، ان سب کی چھان بین کی ہے اور ایسی چھان بین کی ہے کہ اس سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔ مگر یہ عبارت ان میں سے کسی میں نہیں پائی جاتی تو لازماً تو نے ہی یہ عبارت تبدیل کی ہے اور عبارت کو بدلا ہے تو خطیبؒ یہ کہتے ہوئے جواب دے سکے کہ بے شک میں نے جو روایت پہلے ذکر کی ہے اس میں دعویٰ نہیں کیا کہ روایت کی عبارت نص ہے بلکہ یہ اس کے ہم معنی ہے اور ایسے تحریف کرنے والے خوفزدہ کو یہی کہنا کافی ہے کہ کیا تیری روایت میں یہ الفاظ نہیں ہیں کہ تیرا ساتھی کلام نہ کر سکتا تھا اور میرا ساتھی خاموش نہ ہوتا تھا۔ تو کیسے تصور کیا جاسکتا ہے کہ محمد بن الحسنؒ اس آدمی کے مطابق کلام اور افتاء کو لازم پکڑ لیں جو کتب اللہ اور سنت رسول اللہ سے تلاوت فرماتا ہو۔ حالانکہ یہ کاروائی عالم پر حرام قرار دی گئی ہے۔ تو اس خبر کو باطل قرار دینے والی باتیں موجود ہیں۔ علاوہ اس کے یہ بات بھی ہے کہ جس نے محمد بن الحسنؒ کی کتابوں میں سے الحجۃ اور الاثار وغیرہ کتابوں کا مطالعہ کیا ہے تو وہ یقینی طور پر جانتا ہے کہ اس (امام محمدؒ) کا صاحب (ابو حنیفہؒ) اس کے نزدیک کتب و سنت کو کس قدر جاننے والا تھا تو یہاں ہم اس کا اعلاہ نہیں کرتے جو کہ ہم نے بلوغ اللہ ص ۳۴ میں تفصیل سے ذکر کر دیا ہے۔

اور الانتقاء ص ۲۴ میں ابن عبد البرؒ کی عبارت ہے اس نے خلف بن قاسم۔ الحسن بن رشیق۔ محمد بن الریح بن سلیمان۔ محمد بن سفیان بن سعید۔ یونس بن عبد الاعلیٰ کی سند نقل کر کے کہا کہ یونس بن عبد الاعلیٰ نے کہا کہ مجھ سے امام شافعیؒ نے کہا کہ میں نے ایک دن محمد بن الحسنؒ سے گفتگو کی تو میرے اور اس کے درمیان اختلاف چل نکلا۔ یہاں تک کہ میں نے اس کی رگوں کو دیکھا کہ وہ پھول گئی ہیں اور اس کے ہٹن ٹوٹ گئے تو اس دن میں نے اس کو جو کہا تھا وہ یہ بات تھی کہ میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ کیا تو ہمارے صاحب یعنی مالکؒ کو جانتا ہے کہ وہ کتب اللہ کے عالم تھے؟ تو اس نے کہا اللہ گواہ ہے کہ ہاں۔ میں نے کہا کہ کیا وہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کے درمیان اختلاف کو بھی جانتے تھے؟ تو اس نے کہا

اللہ کواد ہے کہ ہاں۔ لے۔ اس عبارت کا خلیب کی ذکر کردہ عبارت سے کتنا فرق ہے؟
 حالانکہ یہ دونوں روایتیں یونس بن عبد الاعلیٰ کے طریق سے ہی نقل کی گئی ہیں اور ابن عبد
 البر کی عبارت میں تو ابو حنیفہ کے بارہ میں کتب و سنت سے ثبوت ہونے کا بالکل ذکر نہیں
 ہے تو اس کے بارہ میں کما کہ وہ تو ان دونوں چیزوں سے ثبوت تھے یہ خود خلیب کی
 ہوشیاری کا نتیجہ ہے۔ اور ابن عبد البر کے ہاں ایک اور روایت ص ۲۳ میں جو امام شافعیؒ
 سے ابن عبد الحکم کے طریق سے ہے اور اس کی سند یہ ہے۔ قاسم بن عمر۔ خالد بن سعد۔
 عثمان بن عبد الرحمن۔ ابراہیم بن نصر۔ محمد بن عبد اللہ ابن عبد الحکم۔ یہ سند نقل کر کے کہا
 کہ محمد بن عبد اللہ نے کہا کہ میں نے امام شافعیؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ مجھے محمد بن الحسن
 نے کہا کہ ہمارا استاد تمہارے استاد سے زیادہ عالم تھا۔ یعنی یہ کتب ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کے
 بارہ میں تھی۔ اور تمہارے اصحاب میں تو بولنے کی ہمت نہ تھی اور ہمارا صاحب خاموش ہی
 نہ ہوتا تھا۔ امام شافعیؒ نے کہا کہ مجھے غصہ آیا اور میں نے کہا کہ میں تجھے اللہ کی قسم دے کر
 پوچھتا ہوں کہ مالکؒ اور ابو حنیفہؒ میں سے رسول اللہ ﷺ کی سنت کو زیادہ جاننے والے کون
 تھے؟ تو اس نے کہا کہ مالکؒ تھے لیکن ہمارے صاحب زیادہ قیاس کرنے والے تھے تو میں نے
 کہا ہاں یہی بات ہے۔ اور مالکؒ کتب اللہ کے تابع اور منسوخ کو اور رسول اللہ ﷺ کی سنت
 کو ابو حنیفہؒ سے زیادہ جاننے والے تھے تو جو کتب اللہ اور سنت رسول اللہ کو زیادہ جاننے والا
 ہو وہ کلام کے زیادہ لائق ہے۔ لے۔ اور اس میں آپ دیکھ رہے ہیں کہ محمد بن الحسنؒ نے
 ابو حنیفہؒ کے بارہ میں قطعاً یہ بات نہیں کہی جو خلیب کی روایت میں اس کی طرف منسوب
 کی گئی ہے۔ اور یہ خلیب کے جموٹ پر دوسری دلیل ہے۔ اور بہر حال الحودی کی ذم الکلام
 میں جو خبر ذکر کی گئی ہے تو وہ القاسم۔ محمد بن الحسن بن حاتم۔ یعقوب بن اسحاق۔ صالح بن
 محمد البغدادی الحنفی۔ الریح بن سلیمان کی سند کے ساتھ ہے کہ الریح بن سلیمان نے کہا کہ
 میں نے امام شافعیؒ کو کہتے ہوئے سنا کہ میں محمد بن الحسنؒ کے پاس تھا تو ہم نے مالک بن انس
 کا ذکر کیا تو میں نے اس کی حد درجہ تعریف کی تو محمد بن الحسنؒ نے کہا کہ بے شک میں نے
 مالکؒ کو دیکھا اور ان سے چند چیزیں پوچھیں تو ان کے لیے جانتی نہ تھا کہ وہ فتویٰ دیتے تو
 میں نے اس کو کہا کہ میں تجھ سے خدا کے واسطے سے پوچھتا ہوں کہ اگر میں تجھ سے پوچھوں
 تو توجہ مجھے گا۔ تو اس نے کہا ہاں ایسا ہی ہوگا۔ میں نے کہا کہ مالکؒ اور ابو حنیفہؒ میں سے

کتاب اللہ کا زیادہ عالم کون تھا؟ تو اس نے کہا "مالک" تھے۔ تو میں نے کہا کتاب اللہ کی تفسیر کون زیادہ جانتا تھا؟ تو اس نے کہا "مالک" تھے۔ تو میں نے کہا کہ لغت کو کون زیادہ جانتا تھا؟ تو اس نے کہا کہ "مالک" تو میں نے کہا کہ کس کی روایت زیادہ صحیح ہوتی تھی؟ تو اس نے کہا کہ "مالک" کی۔ میں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے مغازی کو کون زیادہ جانتا تھا؟ تو اس نے کہا کہ "مالک" میں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کو کون زیادہ جانتا تھا؟ تو اس نے کہا کہ "مالک"۔ تو میں نے کہا کہ اس کے باوجود ابو حنیفہؒ کے لیے فتویٰ دینا جائز تھا اور مالکؒ کے لیے فتویٰ دینا جائز نہ تھا؟ الخ۔

اور مناقب احمد ص ۴۹۸ میں ابن الجوزی کا قول الحمد ان بن ناصر۔ ابن عبد الباقی۔ حم بن احمد۔ ابو نعیم الحافظ۔ محمد بن عبد الرحمن بن سل۔ محمد بن یحییٰ بن آدم الجوهری۔ محمد بن عبد اللہ بن عبد الحکم کی سند کے ساتھ ہے کہ محمد بن عبد اللہ نے کہا کہ میں نے امام شافعیؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے محمد بن الحسنؒ سے سنا وہ کہتے تھے کہ ہمارا صاحب زیادہ عالم ہے یا تمہارا صاحب۔ تو میں نے کہا کہ تو سینہ زوری کرنا چاہتا ہے یا انصاف؟ تو اس نے کہا کہ انصاف۔ امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ تمہارے پاس کیا دلیل ہے؟ تو اس نے کہا "کتاب اور اجماع اور سنت اور قیاس۔ امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ میں تجھے قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا ہمارا صاحب کتاب اللہ کا زیادہ عالم ہے یا تمہارا صاحب؟ تو اس نے کہا کہ جب تو نے مجھے قسم دی ہے تو میں کہتا ہوں کہ ہمارا صاحب زیادہ عالم تھا۔ میں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کو ہمارا صاحب زیادہ جانتا تھا یا تمہارا صاحب؟ تو اس نے کہا کہ ہمارا صاحب۔ میں نے کہا کہ قیاس کے علاوہ کوئی اور چیز باقی رہ گئی ہے؟ تو اس نے کہا نہیں۔ تو میں نے کہا کہ قیاس کا جتنا دعویٰ تم کرتے ہو ہم اس سے زیادہ دعویٰ کرتے ہیں اس لیے کہ قیاس اصول پر کیا جاتا ہے جو اصول زیادہ جانتا ہے تو وہ قیاس کو بھی اتنا ہی جانتا ہے۔ اس نے کہا کہ امام شافعیؒ کے صاحب سے مراد امام مالکؒ بن انس تھے۔ الخ۔

اور طبقات الفقہاء ص ۴۳ میں ابو اسحاق اشیرازی کی عبارت سند کے بغیر ہے کہ امام شافعیؒ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مجھے محمد بن الحسنؒ نے کہا کہ ہمارا صاحب زیادہ عالم تھا یا تمہارا یعنی یہ مہنگو ابو حنیفہؒ اور مالکؒ کے بارے میں تھی (رضی اللہ عنہما) امام شافعیؒ نے کہا کہ میں نے کہا کہ انصاف ہے؟ تو اس نے کہا "ہاں"۔ میں نے کہا کہ میں تجھے اللہ کی قسم دے کر

پوچھتا ہوں کہ ہمارے اور تمہارے صاحب میں سے قرآن کا کون زیادہ عالم تھا تو اس نے کہا "اللہ گواہ ہے کہ تمہارا صاحب میں نے کہا کہ میں تجھے قسم دیتا ہوں ہمارے اور تمہارے صاحب میں سے سنت کو زیادہ جسنے والا کون تھا تو اس نے کہا کہ تمہارا صاحب میں نے کہا کہ میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کے حقیقین صحابہ کے اقوال کو کون زیادہ جانتا تھا؟ تو اس نے کہا تمہارا صاحب امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھر قیاس کے علاوہ اور کوئی چیز باقی نہ رہی تو قیاس بھی صرف وہی معتبر ہوتا ہے جو انہی اشیاء پر ہو تو آپ کس چیز پر قیاس کہتے ہیں؟ الخ۔ پس اے محض اللہ تعالیٰ تیری رعایت کرے تو غور کر کہ ایک ہی حکایت میں راویوں کا کس قدر اختلاف ہے تو کیا تصور کیا جاسکتا ہے کہ ایک شخص دو آدمیوں میں سے ایک کو زیادہ عالم جانتا ہو مگر اس کے مطابق فتویٰ دینا مناسب نہ سمجھتا ہو۔ اور یہاں ان حکایات کے راویوں پر کلام کرنے کی گنجائش نہیں۔ پھر یہ بات بھی ہے کہ امام مالک کی وفات تک امام شافعی کا ان کو لازم پکڑنا تو صرف منکر روایت سے ثابت ہے۔ اس کا ذکر ہم نے احقاق الحق میں کیا ہے۔ اور مشہور روایت یہ ہے کہ انہوں نے صرف اسی وقت تک ان کی صحبت اختیار کی جتنا عرصہ ان سے الموطا کی سماعت کی اور وہ اشعارہ ما کے قریب زمانہ ہے۔ اور بہر حال محمد بن الحسن تو امام مالک کے ساتھ تین سال سے زائد عرصہ رہے۔ تو تصور ہی نہیں کیا جاسکتا کہ محمد بن الحسن امام شافعی سے ابو حنیفہ اور مالک کے علم کے متعلق پوچھیں۔ جیسا کہ اشیرازی کی حکایت میں واقع ہے۔ اس لیے کہ ابو حنیفہ کو تو امام شافعی نے پلایا ہی نہیں یہاں تک کہ وہ اس کے علم کے بارے میں اس کے خلاف کوئی فیصلہ کر سکتے۔ اور اسی طرح امام شافعی نے امام محمد بن الحسن کی بہ نسبت امام مالک کے ساتھ کوئی زیادہ عرصہ نہیں گزارا۔ تو صاحبنا و صاحبکم کے میٹروں سے دو اماموں کے درمیان برتری ظاہر کرنا تو یہ حالت اس کی گنجائش نہیں دیکھتی۔ اور ہو سکتا ہے کہ درست بات وہ ہو جو قاضی ابو عاصم محمد بن احمد العامری نے اپنی مبسوط سے نقل کی ہے۔ اس نے اپنی اس مذکور کتاب میں کہا کہ بے شک امام شافعی نے امام محمد سے پوچھا کہ مالک زیادہ عالم تھے یا ابو حنیفہ؟ تو محمد نے کہا کہ کس چیز میں؟ اس نے کہا کہ کتاب اللہ میں۔ تو اس نے کہا کہ ابو حنیفہ زیادہ عالم تھے۔ پھر انہوں نے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت؟ تو اس نے کہا ابو حنیفہ زیادہ عالم تھے معانی کے اور مالک الفاظ کو زیادہ جانتے تھے۔ اور محمد

بن الحسنؑ کی پہلی یہی مناسب معلوم ہوتا ہے، اس لیے کہ بے شک وہ ایسا آدمی نہ تھا کہ جس سے فقہ سیکھی ہے اور جس سے روایات لی ہیں ان میں سے کسی کی ہشکر گزاری کرے۔ اور نہ ہی ان میں سے کسی کے حق میں کسی کرنے والا تھا۔ اور یہ مقام اس سے زیادہ تفصیل کی محتاج نہیں رکھتا۔

امام محمد اور امام شافعیؒ کے درمیان رشید کی مجلس میں بحث کی روایت

پھر خطیبؒ نے ص ۸۷ ج ۲ میں ابن رزق۔ ابو عمرو بن السماک۔ التمار۔ احمد بن خالد الکرمانی۔ المقدی کی سند نقل کر کے کہا کہ المقدی نے کہا کہ امام شافعیؒ نے کہا کہ میرے نزدیک محمد بن الحسنؒ ہمیشہ قتل قدر تھے۔ میں نے اس کی کتابوں پر ساتھ دستار خرچ کیے۔ یہاں تک کہ الرشید کی مجلس میں، میں اور وہ جمع ہوئے۔ (اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ امام شافعیؒ کی نظر میں پہلے محمد بن الحسنؒ قتل قدر تھے اور اس مجلس کے بعد امام شافعیؒ کا نظریہ ان کے بارہ میں تبدیل ہو گیا) پس خطیبؒ نے ابن رزق کی مجلس اس وقت اختیار کی جبکہ وہ بوڑھا اور اندھا ہو چکا تھا۔ اور ابو عمرو بن السماک تو امام ذہبیؒ کے نزدیک من گھڑت خبروں کی روایت کرنے میں مطعون ہے۔ اور محمد بن اسماعیل التمار بھی ثقہ نہیں اور الکرمانی تو مجہول ہے اور المقدیؒ کی عبارت منقطع ہے (اس لیے کہ المقدی نے یہ نہیں کہا کہ میں نے امام شافعیؒ سے سنا ہے) اور متن میں بھی ایسی کمزوری ہے کہ امام شافعیؒ جیسی جلیل القدر شخصیت وہ بات نہیں کہہ سکتی۔ اس لیے کہ اس روایت کی ابتداء میں ہے کہ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ الرشید کی مجلس میں محمد بن الحسنؒ نے بات کرنے میں پھل کرتے ہوئے کہا کہ اے امیر المومنین بے شک لیل مدینہ نے کتب اللہ کی نص اور رسول اللہ ﷺ کے احکام اور مسلمانوں کے احکام کی مخالفت کی ہے اور وہ ایک گواہ اور قسم پر فیصلہ کرتے ہیں۔ تو مجھے قریب دور دور نے پکڑ لیا۔ (یعنی انتہائی غصہ آیا) تو میں نے کہا کہ بے شک میں تجھے دیکھتا ہوں کہ تو نے نبوت کے گھرانے کی توہین کی ہے۔ اور ایک عبارت میں لبیب النبوة کے الفاظ ہیں۔ اور ان لوگوں کی توہین کی ہے جن کے اندر قرآن نازل ہوا اور ان میں احکام پہنچے کیے گئے اور ایک عبارت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی وجہ سے اپنے دین کو مضبوط کیا اور ان میں رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف ہے اور تو نے ان کی توہین کا ارادہ کیا ہے۔ تو انتہائی ظاہر بات ہے کہ محمد بن الحسنؒ کی مراد لیل مدینہ سے صرف امام مالکؒ اور ان کے

اصحاب جو ایک گواہ اور قسم کے ساتھ فیصلہ کرنے والے ہیں اور یہ بھی اس صورت میں جبکہ یہ حکایت محمد بن الحسن سے ثابت ہو جائے جیسا کہ ابو نعیم کی روایت میں تصریح کی گئی ہے۔ تو یہ اضافت یقیناً معهود پر محمول ہے۔ اور امام شافعیؒ اس سے بے خبر رہے اور اس کی کلام کو نبوت کے گھرانے اور مدینہ منورہ اور اس کے رہنے والوں کی توہین پر محمول کرنے کا ارادہ کر لیا۔ حالانکہ محمد بن الحسنؒ سے اہل بیت کی محبت اور ان کی جانب سے دفاع کرنے اور ان کا اس راستہ میں تکلیف اور پریشانی اٹھانا وہ خوب جانتے تھے جیسا کہ ان کی اس دن کی ثابت قدمی سے ظاہر ہے۔ جس دن اٹھالی کو لٹان دلائے میں زبانیں گونگی ہو گئی تھیں جس کی خون ریزی کا الرشید نے ارادہ کر لیا تھا۔ تو اس کی کلام کو اہل بیت وغیرہ کی توہین پر محمول کرنا تو صرف فساد پھیلانا اور غلط بات منسوب کرنا اور کلام کو ایسی حالت پر محمول کرنا ہو گا جس کا وہ احتمال نہیں رکھتی۔ تو امام شافعیؒ جیسا آدمی جواب دینے کی قوت رکھتا تھا اس حال میں کہ وہ اپنے استدلال کے بارہ میں انتہائی ادب و احترام سے پیش آتے اور اپنی گفتگو میں ایسی بات سے پرہیز کرتے جو بات اس کو حجت ظاہر کرنے سے عاجز کر دے تو یہ ایسی چیزیں ہیں جو اس پر ولایت کرتی ہیں کہ امام شافعیؒ اس جیسے کلام سے بالکل بری الذمہ ہیں۔ اور خصوصاً ابو نعیم کی روایت میں ہے کہ بے شک امام شافعیؒ کی محمد بن الحسنؒ کے ساتھ القضاء بشہد و بیعت کے بارہ میں گفتگو رقد کے مقام میں ہوئی تھی۔ پھر معاملہ الرشید کی طرف پہنچ گیا۔ یہ نہیں ہے کہ الرشید کی مجلس میں ان کی آپس میں گفتگو ہوئی تھی۔ تفصیل کے لیے تالیفات میں ص ۶۹ دیکھیں۔ اور ابو نعیم کی سند میں ابو الشیخ ہے جس کو الحاصل نے ضعیف کہا ہے۔ اور عبد الرحمن بن داؤد مجہول ہے۔ اور عبید بن خلف کا شیخ اسحاق بن عبد الرحمن مجہول ہے اور الکراچی حکم فیہ رلوی ہے۔ تو التاج ابن السبکی کا سند کو مضبوط کرنے میں خلف کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ تو اس روایت کا حال بھی خطیبؒ کی روایت سے کوئی زیادہ اچھا نہیں ہے لیکن ابو نعیم کی روایت میں ہے کہ امام شافعیؒ کی گفتگو محمد بن الحسنؒ کے ساتھ اکیلا ہوئی تھی۔ پھر معاملہ الرشید کی جانب پہنچا اور یہ روایت اس کے موافق ہے جو ابن ابی حاتم کی روایت محمد بن لویس و راق الحمیدی۔ الحمیدی۔ کی سند سے ہے کہ الحمیدی امام شافعیؒ سے نقل کرتا ہے کہ انہوں نے کہا "یہاں تک کہ میں عراق گیا تو وہاں خلیفہ کے ہاں محمد بن الحسنؒ بہت قتل قدر تھے تو میں نے ان کے پاس آمد و رفت رکھی اور میں نے کہا کہ وہ فقہ کے لحاظ سے بہت

بہتر ہے تو میں نے اس کی صحبت اختیار کر لی اور اس سے لکھا اور ان کے اقوال معلوم کیے۔ اور جب وہ مجلس سے اٹھ جاتے تو میں اس کے اصحاب سے مناظرہ کیا کرتا تو اس نے مجھ سے کہا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ بے شک تو مناظرہ کرتا ہے تو مجھ سے الشہد والیمین کے مسئلہ پر مناظرہ کر۔ تو میں اس سے باز رہا تو اس نے مجھ پر اصرار کیا تو میں نے اس سے گفتگو کی تو یہ بات الرشید تک پہنچی تو اس کو یہ بات بھلی معلوم ہوئی اور اس نے مجھ سے تعلق قائم کر لیا۔ جیسا کہ قوالی النہایت ص ۶۹ میں ہے تو اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بے شک جو کتب لام میں ہے کہ امام شافعیؒ بعض لوگوں سے مسائل میں گفتگو کیا کرتے تھے تو اس سے امام شافعیؒ کا محمد بن الحسنؒ سے مناظرہ نہیں بلکہ اس کے بعض اصحاب کے ساتھ مناظرہ مراد ہے۔ اور یہ بالکل اس کے خلاف ہے جس کا بعض لوگوں نے وہم کیا ہے۔ اور اس سے امام شافعیؒ کا محمد بن الحسنؒ کے ساتھ انتہائی لوب و احترام سے پیش آنا بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کے اصحاب سے تو مناظرہ کرتے تھے مگر ان سے مناظرہ کرنے سے انکار کرتے تھے اور یہ ان کے ادب و احترام کی وجہ سے تھا۔ پھر جب محمد بن الحسنؒ نے اصرار کیا کہ اس سے مناظرہ کرے تو جو ان کے پاس دلائل تھے ان کو ظاہر کیا۔ اور اس حکایت میں کہا فنکلمت معہ پھر میں نے اس سے گفتگو کی۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بے شک محمد بن الحسنؒ نے جب امام شافعیؒ کو تعلیم حاصل کرنے اور دلیل کا جواب دینے میں آزما لیا تو ان کی بات الرشید کی طرف پہنچی اور یہ آزمائش کے دوران اس کے حق میں سفارش کرتے ہوئے بری قرار دینا تھا۔ پھر الرشید نے ان کو ملا لیا۔ اور ایسا معاملہ استلو کی جانب سے اپنے شاگرد پر انتہائی فضل سمجھا جاتا ہے بعد اس کے کہ اس نے اس پر ہر جانب سے بہت سی خیر برسانی جیسا کہ معروف ہے۔ پس جس نے ان روایات کا مجموعہ پیش نظر رکھا تو وہ دونوں محلول روایتوں میں کمی بیشی کے مقلات کو جان لے گا۔ اور آخری روایت کے راوی ان کے نزدیک پسندیدہ ہیں اور ان میں کوئی ایسا نہیں جو اس جیسی روایت میں ہمارے نزدیک مستم ہو۔ تو حق ظاہر ہو گیا اور بہتان تراشوں کا بہتان باطل ہو گیا۔

پھر خطیبؒ اپنی روایت میں امام شافعیؒ کی زبانی کہتا ہے کہ آپ کس وجہ سے ایک دلیہ عورت کی شہادت پر فیصلہ کر دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ خلیفہ ثابت ہو کر دنیا کا پادشاہ اور بہت سارے مل کا وارث بن جاتا ہے۔ تو اس نے کہا کہ میری دلیل حضرت علی بن ابی

طالب ہیں تو میں نے کہا کہ حضرت علیؑ سے تو ایک مجہول راوی یہ روایت کرتا ہے جس کو عبد اللہ بن نجیؒ کہا جاتا ہے اور اس سے جابر الجعفی روایت کرتا ہے اور وہ رجعت کا عقیدہ رکھتا تھا۔ یہ کلام جو امام شافعیؒ کی طرف منسوب کی گئی ہے۔

تو امام شافعیؒ کا مرتبہ اس سے بہت بلند ہے کہ ایسی (بے جوڑ) کلام کریں اس لیے کہ دایہ والی حدیث کو لینے سے القضاء بشاہد و یحییٰ والی حدیث کا لینا بالکل لازم نہیں آتا اس لیے کہ دوسری حدیث یعنی القضاء بشاہد و یحییٰ تو اللہ تعالیٰ کی کتاب کے متعلق ہے جبکہ اس کو اصول کے معاملہ میں لیں بخلاف پہلی حدیث کے۔ اس لیے کہ بے شک اللہ تعالیٰ کی کتاب میں جو شہادت ذکر کی گئی ہیں وہ دینی معاملات اور سفر میں وصیت اور رجوع کرنا یا جدائی ڈالنا اور صرف زنا سے متعلق ہیں۔ اور بہر حال بچے کا آواز کا ٹکانا تا کہ اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے یا نہ پڑھی جائے تو اس کا کوئی ذکر نہیں تو دونوں خبروں کے درمیان فرق واضح ہے۔ پھر عبد اللہ بن نجیؒ الحضری کی امام نسائیؒ اور ابن حبیبؒ نے توثیق کی ہے اور اس کا باپ حضرت علیؑ کے طہارت خانہ پر مقرر تھا اور ہزار نے کہا کہ اس نے بھی اور اس کے باپ نے بھی حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ سے سماعت کی ہے۔ اور اس سے کئی آدمیوں نے روایت کی ہے۔ تو وہ بالکل مجہول نہیں ہے نہ ذات کے لحاظ سے اور نہ وصف کے لحاظ سے بلکہ جب بحث کرنے والا اس کے بارہ میں بحث کرے گا تو اس کو مجہول نہیں پائے گا سوائے اس روایت کے جو امام شافعیؒ کی طرف منسوب ہے۔ اور اس روایت کی تفصیل آپ نے معلوم کر لی ہے اور اگر امام شافعیؒ نے ان کے بارہ میں کوئی کلام کیا بھی ہے تو وہ کلام ایسا ہی ہوگا جیسا کہ لیل علم رجال کے بارہ میں کرتے ہیں اور وہ نہیں کہتے کہ بے شک وہ مجہول ہے۔ پھر جابر الجعفی سے شعبہ نے اپنے تشدد کے باوجود روایت لی ہے اور ثوریؒ نے اس کی توثیق کی ہے تو کوئی ملامت نہیں ہے۔ محمد بن الحسنؒ پر کہ اس کے نزدیک اس کا ثقہ ہونا رائج ہے۔ اور اس پر لازم نہیں ہے کہ اس بارہ میں امام ابو حنیفہؒ کے قول کو ہی ضروری سمجھیں جو علل الترمذیؒ میں منقول ہے اس لیے کہ محمد بن الحسنؒ بھی اس کی طرح مجتہد ہیں جو توثیق یا تضعیف کر سکتے ہیں۔ ان دلائل کی وجہ سے جو ان کے سامنے ہوں۔ اور جو حدیث عبد الرزاقؒ نے ثوریؒ۔ جابر۔ ابن نجیؒ کی سند سے نقل کی ہے کہ بے شک حضرت علیؑ نے بچے کی پیدائش کے وقت آواز نکالنے کے متعلق ایک دایہ کی شہادت کو جائز قرار دیا ہے اور اس

کی متابعت کی ہے۔ عطاء بن ابی موان نے اور وہ اپنے باپ سے اور وہ حضرت علیؑ سے روایت کرتے ہیں، سوید بن عبد العزیز کی روایت میں جو بیہقی میں ہے۔ تو اس روایت کا صرف ابن نجی پر بند کرنا باطل ہو گیا۔ اور سوید اعتبار کے لائق ہے۔ اور حضرت عمرؓ کا ولیہ کی شہادت کو جائز قرار دینے والی روایت عبد الرزاق نے اپنی مصنف میں نقل کی ہے اور اس کی سند میں الاسلمی امام شافعیؒ کے نزدیک پسندیدہ راوی ہے۔ اور اس مسئلہ میں محمد بن الحسنؒ نے امام ابو حنیفہؒ سے اختلاف کیا ہے اور ابراہیم النخعی کی اتباع کی ہے جیسا کہ الاثار سے ظاہر ہوتا ہے۔ تو اس روایت میں اس پر وہ اعتراض وارد نہیں ہوگا اور اس کی دلیل وہ ہے جو پہلے بیان ہو چکی۔ اور اس لیے کہ بے شک محمد بن الحسنؒ نے ان معاملات میں جن میں علم صرف اسی عورت کے ذریعہ سے ہی ہو سکتا ہے۔ ان میں عورت کا قول قبول کرنے کے مسئلہ میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے استنباط کیا ہے۔ ولا یحل لہن ان یتکمنن ما خلق اللہ فی ارحامہن کہ عورتوں کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اس چیز کو چھپائیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے رحموں میں پیدا کی ہے۔ اور اس سے دلیل کا طریقہ یہ ہے کہ بچے کا پیدائش کے وقت آواز نکالنا بھی ان چیزوں میں سے ہے جن میں علوتاً عورت حاضر ہوتی ہے، مرد حاضر نہیں ہوتے۔ تو اس کی شہادت کو باطل کرنا متنافی ہوگا ان معاملات میں عورت کا قول قبول کرنے میں جن کی پہچان صرف عورت کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔ جیسا کہ آیت سے یہ مفہوم مستفاد ہے۔ اور بہر حال القضاء بشہد و یحین والی حدیث کوئی ایسی وارد نہیں ہوئی جو لعل نقد کے ہاں مطل نہ ہو اور مسلم کی حدیث میں انقطاع ہے۔ اور اس کے ساتھ یہ بات بھی ہے کہ جس مسئلہ میں اختلاف ہے اس میں اس کی ولایت ظاہر نہیں ہے جیسا کہ اپنے مقام میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ اور اللیث بن سعد نے اپنے رسالہ میں اس بارہ میں امام مالکؒ کی تردید کی ہے۔ جو ابن معین کی تاریخ میں اس سے الدوری کی روایت اس کے جواب سمیت لکھی گئی ہے۔ یہاں تک کہ بے شک یحییٰ الیثی جو کہ الموطا کے راویوں میں سے ہے اور ابو طاہر الذہلیؒ اور اسماعیل القاضیؒ اور ابو بکر اللہیریؒ وغیرہ بڑے بڑے مالکیہ نے اس مسئلہ میں امام مالکؒ سے اختلاف کیا ہے اور کتنے ہی شوافع میں لیے پائے جاتے ہیں جو مسئلہ میں امام شافعیؒ سے اختلاف کرتے ہیں۔ پس آپ دور حاضر کے قاضیوں سے ہی پوچھ لیں کہ حقوق میں اگر وہ لوگوں کے لیے اسی کے مطابق فیصلہ کریں جس کا وہ مطالبہ کرتے

ہیں جبکہ شہادت کا نصاب مکمل نہ ہو تو اس کا کیا نتیجہ نکلے گا؟ قطع نظر اس واضح ضعف کے جو اس روایت میں ہے جس کے ساتھ وہ شہاد اور یحییٰ کے ساتھ عمل کرنے میں دلیل پکڑتے ہیں۔

پھر خطیبؒ نے باقی وہ باتیں ذکر کیں جو امام شافعیؒ کی طرف منسوب ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں نے اس سے کہا کہ تو قسامت کے بارہ میں کیا کہتا ہے تو اس نے کہا کہ وہ استفہام ہے۔ میں نے کہا سبحان اللہ۔ وہ استفہام ہے تو کیا اس کے ساتھ فیصلہ نہ کیا جائے گا۔

پھر اس نے کہا کہ پھر رشیدؒ نے کہا یہ کیا ہے؟ مجھے تلوار اور چٹائی دو۔ (تا کہ میں اس محمد کو قتل کر دوں) کیا رشیدؒ کا معاملہ اس کے ساتھ اس طرح کا تھا۔ اور اس کلام میں کوئی ایسی بات تھی کہ وہ اس کے لیے تلوار مانگتا ہے اور امام محمد بن الحسنؒ نے تو امام شافعیؒ کو رشیدؒ کی تلوار سے چھڑایا تھا جیسا کہ ابن عبد البرؒ کی روایت میں ہے اور یہاں خطیبؒ کی روایت یہ بتا رہی ہے کہ امام محمدؒ کو امام شافعیؒ نے قتل کے لیے پیش کر دیا تھا۔ کیا یہ اس پر کیے گئے احسان کا بدلہ تھا؟ اور امام شافعیؒ سے کہاں یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ اس قسم کی نازبنا کاروائی کریں۔ بلکہ خبر ساری کی ساری بار بار جھوٹ ہے۔ اور من گھڑت قصہ ہے۔ اور محمد بن الحسنؒ کی رائے قسامت کے معاملہ میں وہی ہے جو اس کے اصحاب کی ہے اور یہ مقام ان کے دلائل کی وضاحت کرنے کی گنجائش نہیں رکھتا۔ اور خلاصہ یہ ہے کہ جس نے اس طریقہ کے ساتھ یہ مناظرہ گھڑا ہے تو اس نے اپنی نادانی سے امام شافعیؒ کو ہی نقصان پہنچایا ہے جبکہ اس کا ارادہ اس کو نفع دینے کا ہو گا۔ اس لیے کہ بے شک اس نے اپنے تیر کا نشانہ جہالت کی وجہ سے اسی کو بنا لیا۔ (کیونکہ اس واقعہ میں امام شافعیؒ کی احسان فراموشی کا کھلا مظاہرہ ہے)

اور خطیبؒ نے کتنی ہی روایات ایسی نقل کی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ بے شک محمد بن الحسنؒ مرجئہ یا جمیہ یا لوگوں کی زبان پر کذاب تھے اور یہ اس نے ایسی سندوں سے نقل کیا ہے جن میں ایسے جہل کن راوی ہیں جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ تو ہمیں ان روایات کی تفصیل سے رد کرنے کی ضرورت نہیں۔ اور اس اعتراف کے بعد کہ بے شک عبد الرحمن بن رستہؒ حکم فیہ راوی ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ اس کے باوجود آپ اس کی روایات زفرؒ اور محمد بن الحسنؒ وغیرہا کے بارہ میں ابن عساکرؒ سے کرتے ہیں۔

اسامیل بن عیاش سے کہا گیا کہ یحییٰ بن صلیح نے محمد بن الحسنؒ کو سفر میں ساتھی بنایا ہے تو اس نے کہا کہ اگر وہ خنزیر کو ساتھی بنا لیتا تو یہ اس کے لیے بہتر ہوتا۔

اور خطیبؒ کی روایات میں عجائبات میں سے وہ ہے جو اس نے بقیہ تک اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ بے شک اس نے کہا کہ اسامیل بن عیاش سے کہا گیا اے ابو قتیبہ بے شک کوفہ سے مکہ تک سفر کے لیے یحییٰ بن صلیح نے محمد بن الحسنؒ کو ساتھی بنایا ہے۔ تو اس نے کہا کہ اگر وہ خنزیر کو ساتھی بنا لیتا تو اس کی بہ نسبت یہ اس کے لیے بہتر ہوتا۔ تو بقیہ کی عبارت منقطع ہے اور اس کا حل یہ ہے کہ جب وہ سمعت نہیں کہتا تو اس کی روایت سب کے نزدیک رد کی جاتی ہے۔ اس لیے کہ بے شک بقیہ کی روایات صاف ستھری نہیں ہیں۔

اور لوگ ان سے بچتے ہی ہیں۔ اور سند میں جو عبد السلام بن محمد ہے اس کے بارہ میں ابو حاتم نے کہا کہ محدوق ہے مگر یہ لفظ اس کے نزدیک خاص اصطلاح اس راوی کے بارہ میں ہے جس کے معاملہ میں نظر ہو۔ تو وہ مردود الروایہ ہے جبکہ اس کا متعلق نہ ہو۔ اور یہاں اس کا کوئی متعلق نہیں ہے۔ پھر سلیمان بن عبد الحمید البرلمانی مختلف فیہ راوی ہے۔ امام نسائی نے اس کے بارہ میں کہا ہے کہ وہ کذاب ہے ثقہ نہیں ہے۔ اور اسامیل بن عیاش تو امام محمد بن الحسنؒ کے شیوخ میں سے ہیں وہ پرہیزگار تھے۔ ان سے قصور نہیں کیا جاسکتا کہ وہ اس جیسی بیہودہ بری بات زبان سے نکالیں۔ خواہ اس نے اپنی کلام میں محمد بن الحسنؒ کو مراد لیا ہو یا یحییٰ بن صلیح کو۔ علاوہ اس کے یہ بات بھی ہے کہ یحییٰ بن صلیح الوضاعی تو بخاری کے شیوخ میں سے ہیں اور اسامیل سے تو یحییٰ بن عیینہ نے روایت نہیں لی۔ اور شاید خطیبؒ نے یہ کلام محمد بن الحسنؒ کے مطاعن میں شمار کر کے اس کو یہاں ذکر کر دیا۔ حالانکہ ظاہر یہ ہوتا ہے کہ یہ یحییٰ بن صلیح الوضاعی کے بارہ میں ہے جو بخاری کے شیخ ہیں اور یہ سند اسامیل بن عیاش اشمس کے دامن کو اس بیہودہ گوئی سے بری کرتی ہے جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں۔

الحسن بن زیاد اللؤلؤی الانصاری

یہ جلیل القدر اور عظیم الشان محدث تھے۔ ان کی الجرد اور اللالی اور المقالات اور الآثار کتابیں ہیں۔ اس سے ابو حاتم یعقوب بن اسحاق الاسفرائینی نے اپنی صحیح المسند میں روایات لی ہیں جس کی تخریج صحیح مسلم کی شرط پر کی گئی ہے۔ اور یہ اس کی توثیق کی دلیل ہے اور الحاکم نے بھی اپنی مستدرک میں روایات لی ہیں جو کہ یحییٰ بن عیینہ کی شرط کے مطابق

ہے۔ اور یہ بھی اس کی توثیق ہے۔ اور مسلمہ بن قاسم الاندلسی نے الصلہ میں اس کی توثیق کی ہے۔ اور یحییٰ بن آدمؒ نے کہا کہ میں نے حفص بن غیاثؒ کے بعد اس سے بڑھ کر کوئی فقیہ نہیں دیکھا۔ اس نے ابن جریج سے ایسی بارہ ہزار حدیثیں روایت کی ہیں جن کی فقہاء کو ضرورت پیش آتی ہے۔ اور احمد بن عبد الحمید المارستانی نے کہا کہ میں نے الحسن بن زیاد سے زیادہ اچھے اخلاق والا تعلیم دینے میں زیادہ قریب کرنے والا اور پہلو کے لحاظ سے انتہائی نرم کوئی نہیں دیکھا۔ اس نے کہا کہ وہ اپنے غلاموں کو بھی وہی لباس پہناتے تھے جو خود پہنتے تھے۔ اور عبد القادر المرعشیؒ نے کہا کہ وہ سخت سے محبت کرتے تھے اور اس کی پیروی کرنے والا تھا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے غلاموں کو بھی وہی لباس پہناتا جو خود پہنتا تھا۔ اور اس کی وجہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان مبارک کی اتباع تھی کہ تم ان غلاموں کو بھی اپنے جیسا لباس پہناؤ۔ اور جملہ نص موجود ہوتی تو وہاں قیاس میں غور و فکر کرنے سے انکار کرتے تھے جیسا کہ نماز میں آواز کے ساتھ ہنسنے والے کے مسئلہ میں بعض فسادیوں کا طریق کار ہے۔ اور جو شخص مرسل روایت کو حجت مانتا ہو وہ تو الفقہاء دلی حدیث کو رد کر ہی نہیں سکتا۔ جیسا کہ اس کا ذکر ابن حزم نے کیا ہے۔

اور ابن جریرؒ نے اپنی کتب اختلاف الفقہاء میں فقہ میں اس کی آراء کا ذکر ائمہ فقہاء کی آراء کے زمرہ میں کیا ہے حالانکہ اس نے امام احمد بن حنبلؒ کی آراء کا ذکر ایک عام فقیہ کے ذکر کی طرح چھوڑ دیا ہے۔ اور اس سے محمد بن شجاع الثلمیؒ نے فقہ حاصل کی اور اس کو امام ذہبیؒ نے سیر اعلام النبلاء میں علم کے سمندروں میں شمار کیا ہے۔ اور اسی طرح اس سے اسحاق بن ابیسلول تنوخی نے فقہ حاصل کی اور وہ ایما الملائکۃ اللہ ہے جس نے چالیس ہزار احادیث سے زائد زہنی بیان کیں جیسا کہ اس کا ذکر خطیبؒ نے ص ۳۶ ج ۶ میں کیا ہے۔ اور ابن شجاع اور ابن ابیسلول کے علاوہ شعیب بن ایوب اور محمد بن سلیمہ اور اسماعیل بن الفرغری اور علی الرازی اور عمرو بن عمیر جو کہ الحنفیہ کا والد ہے اور الفتح بن عمرو وغیرہم نے اس سے علم حاصل کیا مگر اس کے بلوغ آپ دیکھیں گے کہ خطیبؒ نے اس کا ترجمہ بدترین انداز میں کیا ہے۔ ایسی سند کے ساتھ جو وکیع بن الجراح سے ہے اور جس کی سند مرکب ہے۔ بے شک اس نے کہا کہ سنت پر عیب کیوں نہ لگے گا جبکہ الحسن البیہقی اور حلا بن ابی حنیفہؒ جیسے لوگ قاضی ہیں اور اس خبر کا آدھا حصہ دوسرے آدمی کے

جھوٹے ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ اس لیے کہ بے شک حماد بن ابی حنیفہؒ کی وفات ۷۶ھ میں ہوئی اور اللولوی اس کے کئی سال بعد ۹۴ھ میں قاضی بنے۔ تو ان دونوں کی قضاء ایک زمانہ میں نہ تھی بلکہ یہ معلوم ہی نہیں ہو سکا کہ حماد بن ابی حنیفہؒ قاضی بنے تھے۔ یہاں تک کہ یہ بات کہی جاسکتی، بلکہ الحسن بن زیادؒ بھی قضاء پر صرف تھوڑی ہی مدت رہے کہ اس کے ساتھ ایک سال کی برکت بھی برہو نہیں ہوتی کیونکہ جلد ہی اس نے قضاء سے استعفا دے دیا تھا۔ پھر اس کا استعفا قبول کر لیا گیا۔

اور اسی طرح خطیبؒ نے عبد المومن بن خلف النسفی عن صلح جزہ کی سند سے روایت کی ہے کہ بے شک وہ لبس بشتی تھا۔ وہ ہمارے اصحاب کے ہاں لور لن کے ہاں کوئی قابل تعریف نہ تھا۔ وہ بری عادت کے ساتھ متم تھا اور وہ حدیث میں لبس بشتی تھا۔

اور عبد المومن ایسا آدمی ہے کہ اس کے بارہ میں اس کی تصدیق نہیں کی جاسکتی اس لیے کہ بے شک وہ ظاہری تھا اور اہل قیاس کے خلاف زبان دراز تھا۔ لور جزہ حدیث میں وسعت علمی کے بلوجود بدترین قسم کے ہنسی مذاق میں بد زبان تھا۔ لور ایک آدمی نے دیکھا کہ اس کا ستر کھلا ہوا ہے اس نے جب اس کو توجہ دلائی تو یہ بجائے شرمندہ ہونے لور ستر ڈھانپنے کے اس کو کہتا ہے کہ تیری آنکھیں کبھی خراب نہ ہوں گی۔ اور ایک آدمی نے ایک مرتبہ اس سے ٹوری کے بارہ میں پوچھا تو اس نے کہا کہ وہ کذاب ہے تو پوچھنے والے نے اس کی بات لکھ لی تو اس کے ہم مجلس لوگوں میں سے کسی نے اس کی یہ کاروائی ناپسند کرتے ہوئے کہا کہ حیرے لیے یہ جائز نہیں ہے کیونکہ آدمی اس کو حقیقت سمجھ کر آگے اس کو تیری طرف سے بیان کر دے گا۔ تو اس نے کہا کہ کیا تجھے اس پر تعجب نہیں ہوا کہ وہ میرے جیسے آدمی سے سفیان ثوریؒ جیسے آدمی کے بارہ میں پوچھتا ہے وہ خود اس میں فکر کرے کہ اس کو آگے نقل کرتا ہے یا نہیں۔ جیسا کہ خطیبؒ کی تاریخ ص ۳۲۶ لور ص ۳۲۷ ج ۹ میں ہے۔ تو اس کے جواب سے یہ معلوم ہوا کہ بے شک اس کی بات ائمہ کے بارہ میں قبول نہیں کیونکہ اس کی کلام حقیقت لور مذاق میں رنگی ہوئی ہوتی تھی۔ لور تعجب ان پاک صوفیاء پر ہے جو اس طرح کے بدترین قسم کے قذف والے معاملہ کو معمولی سمجھتے ہیں کہ جس میں حجت کے قائم ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ حالانکہ ان کو علم ہے کہ قذف

کے بارہ میں اللہ تعالیٰ کا حکم کیا ہے۔ اور ایسا صرف دین کی کمی اور عقل میں فتور کی وجہ سے ہی ہے۔

امام الحسنؑ پر خطیبؒ کا طعن کہ وہ امام سے پہلے سر اٹھاتے اور سجدے میں جاتے تھے

اور اسی طرح خطیبؒ نے ابن رزق۔ و طح۔ لابار کی سند سے روایت کی ہے کہ بے شک وہ امام سے پہلے سر اٹھاتے اور اس سے پہلے سجدہ میں جاتے تھے۔ اور بے شک ان رلوپوں کے حالات پہلے بیان ہو چکے ہیں۔

دوسرا طعن کہ ان کو ایک آدمی نے دیکھا کہ وہ جماعت

میں سجدہ کی حالت میں ایک لڑکے کو بوسے دے رہے تھے

اور اسی طرح اس نے محمد بن العباس الخزاز۔ ابو بکر بن ابی داؤد۔ الحلوانی کی سند سے روایت نقل کی کہ الحلوانی نے کہا کہ میں نے الحسن بن زیاد اللؤلؤی کو دیکھا کہ وہ ایک لڑکے کو سجدہ کی حالت میں بوسہ دے رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ اس کو برباد کرے جس نے مسلمانوں کے اماموں میں سے ایک امام کے بارہ میں یہ افسانہ گھڑا اور یہ صراحت کی کہ بے شک وہ جماعت کے صفوں میں تھا جیسا کہ الرحلوی کی عبارت ہے۔ اور افسانہ گھڑنے والے نے اس بہتان تراشی کے ساتھ اس کے جھوٹ ہونے کی دلیل بھی فراہم کر دی۔ پس شر اور علاقہ کے بدترین فاسقوں میں سے کون سا قاضی ایسا ہو سکتا ہے جو جامع مسجد میں جماعت کی صفوں میں اس قسم کی کاروائی کرے بغیر اس کے کہ اس کے پاس ہر جانب سے موت آجائے اور جماعت سے ہٹ کر جس نے اس کاروائی کو دیکھ لیا تو وہ اس کا معاملہ قاضی کے حضور پیش کیوں نہیں کرتا؟ اور ایسا کرنے کی بجائے وہ اس طرح غیبت کر کے اس کے خون اور عزت و آہود میں کتے کی طرح منہ ڈالتا ہے۔

اور محمد بن العباس الخزاز کا ذکر پہلے کئی مرتبہ ہو چکا ہے اور ابن ابی داؤد النسلق (دیوار پچاندہ) کا افسانہ گھڑنے والا ہے۔

ان افسانوں کا الحسن حسن بن زیادؑ پر کوئی اثر نہیں پڑتا جبکہ بہتان تراشی حضرت علی

ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ جیسے آدمی پر بھی کی گئی ہے۔

اور بے شک محمد بن العباس کے باپ نے اور ابن صاعد اور ابن جریر نے اس کی تکذیب کی ہے۔ اور ان تینوں حفاظ کا ذکر پہلے ہو چکا ہے جہاں ہم نے اس کی وضاحت تفصیل سے کی ہے جس کے گرد خیانت جمع ہوتی ہے۔ تو اس کی توثیق صرف وہی کر سکتا ہے جو اس کے حال سے بلاوقف ہو یا گمراہی میں گمراہ ہوا ہو۔ اور الحلوانی مختلف فیہ راوی ہے اور الخلیب نے تو حیاء کو خیر باد کہہ دیا تھا جب اس نے اپنی کتاب میں اس قسم کی بدترین جھوٹی روایات نقل کیں۔

اور بے شک اس نے اپنی کتاب میں الساجی اور ابن معین اور ابن المہدی اور یعقوب بن سفیان وغیرہم سے بھی الحسن بن زیاد کو ضعیف قرار دینے یا اس کی تکذیب کی روایات کی ہیں۔ مگر ان روایات میں محمد بن ابی شیبہ اور محمد بن سعد العونی اور الادوی اور عبد اللہ البغوی اور عبد اللہ بن جعفر الدرامی اور دحلج اور الاجری اور العقیلی اور ابن جیسے راوی ہیں اور ان کا معاملہ ان صفات کے درمیان گھومتا ہے کہ وہ کذاب اور ضعیف اور مردود القول متعصب اور غفلت کا شکار اور مجسم ایسا متعصب کہ اہل السنہ کے بارہ میں اس کی بات قبول نہیں کی جاسکتی۔ اور جن لوگوں نے الحسن بن زیاد کی توثیق کی ہے جس کا ذکر ترجمہ کی ابتداء میں ہوا وہ اس کی توثیق میں ناپسندیدہ نہیں ہیں۔ اور ابن شہل تو وہ آدمی ہے جس نے ابو حنیفہ کی کتابوں کو دھو ڈالا تو الحسن بن زیاد کی کتابوں میں اس کا شیطان جو چاہے دیکھے۔

تنبیہ: خطیب کی کتاب میں الحسن بن زیاد کے ترجمہ کے دوران حاشیہ میں کسی نے لکھا ہے: جہاں اس کی روایت عام۔ زر۔ عن عمر کی سند سے ہے بہشتم تطلیقہ جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ حاشیہ لکھنے والا فارسی تحت سے کس قدر بلاوقف ہے۔

حالانکہ صحیح بات یہ ہے کہ بہشتم میں تاء کا فتح اور باء زائدہ ہے اور اس کا معنی سرحت ہے۔ تو یہاں اسم عدد کا کوئی تعلق ہی نہیں جو کہ ہشتم ہے جو کہ تاء کے ضمہ کے ساتھ ہے جیسا کہ حاشیہ لکھنے والے کو وہم ہوا ہے۔ اور حشرں پہلے دو حروف کے فتح اور پھر تیسرے حرف کے سکون کے ساتھ ہے جس کا معنی لا نخف ہے کہ خوف نہ کھا تو وہ لان ہوگا۔ اور اگر ہم اس انداز میں ابو حنیفہ کے باقی اصحاب کے بارہ میں لکھتے جائیں جن کے بارہ میں خطیب نے لکھا ہے تو ہماری گفتگو طویل ہو جائے گی تو ہم نے بطور نمونہ جو ذکر کر دیا

ہے وہی کلفتی ہے۔

اور یقیناً قارئین کرام کو اس کتاب کے مندرجات کا علم ہو جانے کے بعد اس بات کا یقین ہو جائے گا کہ بے شک خطیبؒ خواہشات نفسانیہ میں گمراہ ہوا ہے۔ ان روایات کو نقل کرنے میں جو اس کے دائیں ہاتھ نے اپنی تاریخ میں لکھی ہیں۔ اور وہ اپنے مخالفین کے بارہ میں اپنے اقوال میں احمقوں کے درجہ سے گمراہ ہوا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ ان ائمہ کی قبروں پر جو اس امت کے چراغ ہیں اپنی رحمت اور رضامندی کی بارشیں برسائے اور جس نے علم اور اخلاق اور دینی خدمت میں ان کے مرتبہ کو نہ جانتے ہوئے ٹولائی میں ان کے بارہ میں کلام کیا ہے ان سے درگزر کا معاملہ فرمائے۔ اور ان میں سے جس نے خیانت اور فساد نیت کی وجہ سے ان کے بارہ میں طعن کیا ہے تو ان کو ایسا بدلے دے جو بدلہ خبیث مفسدین کے لیے ہو سکتا ہے۔ اور ہمیں اور تمام مسلمانوں کو بخشنے اور ہم سے ان کلمات کو قبول فرمائے جو ابو حنیفہؒ اور اس کے اصحاب کے بارہ میں حق کو اس کے نصاب کی طرف لوٹاتے ہیں۔ اور اس کتاب جس کا نام تانیب الخطیبؒ علی ماہ افہ فی ترجمۃ ابی حنیفۃ من الاکاذیب ہے کی تحریر سے فراغت اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ساتھ گیارہ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ عصر کے وقت ہوئی۔ پھر میں نے اپنی تحریر پر نظر ثانی کی اور اس میں کچھ کمی بیشی کی۔ پھر اس کے ساتھ خاتمہ لکھایا اور اس تمام کام سے فراغت اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ساتھ ۷ شعبان المعظم ۱۳۶۰ھ میں قاہرہ شہر میں العباسیہ محلہ میں اپنے گھر میں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اس کو فتنوں سے بچائے اور تمام آزمائشوں سے محفوظ رکھے اور میں بارگاہ الہی کا فقیر محمد زہد بن الحسن بن علی الکوثری امسول میں علم کا سابق خلام ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سے اور ہمارے آہل و عیال سے اور ہماری ماؤں اور ہمارے مشائخ اور تمام مسلمانوں سے درگزر کا معاملہ فرمائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی سید الخلق محمد و آلہ وصحبہ اجمعین و آخر

دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

تانیب الخطیبؒ کے ترجمہ سے فراغت محمد اللہ تعالیٰ

۲۱ محرم الحرام ۱۳۶۹ھ بروز پیر بعد از نماز عصر ہوئی

احقر عبد القدوس قادری

میرے اساتذہ کرام ادام اللہ فیوضہم

احقر نے اس کتاب کا انتخاب اپنے تمام اساتذہ کرام کی طرف کیا ہے، تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اساتذہ کرام کے نام اور ان سے حاصل کیے گئے علوم کا ذکر کر دیا جائے۔ ابتدائی دور میں گھڑ خانا و ناظرہ کے شعبہ میں وقتاً فوقتاً اساتذہ بدلتے رہے ان میں سے جو احقر کو یاد ہیں۔ ان کا ذکر کیا گیا ہے، نیز بعض کتابیں حضرت والد صاحب دام مجدہم کے حکم کیطابق دو دو بار پڑھی ہیں ماسی لیے وہ دو دو بار ہی لکھی گئی ہیں۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد کسفر از خان صفدر دام مجدہم

ترجمہ و تفسیر قرآن کریم مکمل، بخاری شریف مکمل، ترمذی شریف، از ازل تا کتاب الیوم، شرح جنتہ النکاح، شرح عقائد بخاری، ہدایۃ الخوا، شرح تہذیب، اصول ان شئی، لغت العرب، نور الایضاح، علم الصیغہ، میزان الصرف، تعریف الاشیاء، دستور المعنی، مسند قرآن، حضرت مولانا صفوی عبدالحکیم دام مجدہم

مسلم شریف مکمل، ترمذی شریف، از کتاب الیوم تا آخر، شامل ترمذی، فضائل بخاری، ابن ماجہ، حجة اللہ الباقیہ، دیوان حاتم مقامات حمیری، مقامات جہانی، کلیلہ و منہ، القراءۃ الرشیدہ، مشکل چار حصے، مبادئ القراءۃ الرشیدہ، کلمات، ایضاً جامع العقول و المنقول حضرت مولانا عبد القیوم ہزاروی دام مجدہم

ابوداؤد و شریف مکمل، طحاوی شریف، مولانا امام مالک، مولانا امام محمد، مشکوٰۃ شریف، اول، ہدایۃ مکمل چار حصے، بیضاوی شریف، مطول، مختصر المعانی، حسامی، سلم الثبوت، توحید و تلوین، رشیدیہ، قاضی مبارک، اور فاضل عربی امتحان کے لیے کچھ حصہ دار شمس الباز غمہ اور الحیط الدائرہ۔

ماہر علوم عقلیہ و نقلیہ حضرت مولانا عزیز الرحمن دام مجدہم

ہدایۃ اول، قطبی، طحاوی، بیضاوی، شرح مائتہ عامل، نظم مائتہ عامل، کافیہ، شرح طحاوی، دیوان متنبی، زرادی، سراج الاولاد صفری و کبری، مرقیات، بوستان۔

حضرت مولانا مفتی جمال احمد رحمہ اللہ

نقشۃ العرب، شرح تہذیب، قدوری

حضرت مولانا مفتی محمد عیسیٰ رحمہ اللہ

مشکوٰۃ شریف ثانی، مختصر المعانی، شافعیہ

حضرت مولانا محمد یوسف کشمیری رحمہ اللہ

جلدین شریف مکمل، کنز الدقائق، فصول الکبریٰ، فقہ الامین، سبزوعلی

حضرت مولانا محمد العزیز رحمہ اللہ (فاضل دیوبند)

شرح وقایہ اولین، اصول الشاشی، نور الانوار، قانونچہ کامری

حضرت مولانا غلام علی رحمہ اللہ

ترجمہ قرآن کریم، ریاض الصالحین، نجومیہ، قانونچہ کیسولی، کریما، نام حق، فارسی کائنات قاعدہ، مالاہر منہ، بغیر الطالبین

حضرت مولانا قاری عبدالحکیم رحمہ اللہ

الفتاویٰ الجوزیہ، فائدہ نمیک، ہدیۃ الوجد جمال القرآن، علم التوحید، حدیث قرآن کریم اور مشق مختلف کلمات بروایت حضرت

حضرت قاری محمد نور رحمہ اللہ

قرآن کریم حفظ مکمل، حضرت قاری صاحب کے لکھ کر تشریف لانے سے پہلے چند پارے یاد کیے ہوئے تھے، مگر حضرت نے

دوبارہ ابتداء سے شروع کر لیا۔

حضرت قاری اعزاز الحق رحمہ اللہ

آمنہ دی دوبارے حفظ

حضرت قاری محمد اشرف لائل پوری

ماظرہ مشن آن مجید، قاعدہ مکمل

حضرت قاری غلام مصطفیٰ خطیر امین آبادی (مرحوم)

قاعدہ چند تمنیایاں

میاں محمد اسلم (مرحوم) یسنا القرآن مکمل

حضرت مولانا محمد یحییٰ محسن زید مجہدہ (مال خلیب نارووال)

قائدہ کی پہلی تختی۔ یہ گھڑ حضرت والد صاحب دہم مجہدہ سے پڑتے تھے تو اس دوران انہوں نے مجھے قائدہ کی پہلی تختی پر دعائی

محترمہ والدہ (مرحومہ)

ناظرہ قرآن کی کئی دفعہ دہرائی اور حضرت قاری محمد انور صاحب کے گھڑ تشریف لانے سے پہلے سورتہ ق آنور محترمہ والدہ
مرحومہ سے حفظ کر چکا تھا۔ پھر حفظ کے بعد اور حفظ کے دوران کئی دفعہ مکمل منزل بھی سنائی

سکول کی تعلیم

محترم جناب ماسٹر عبدالکریم صاحب مرحوم، ماسٹر بشیر احمد صاحب مرحوم، ماسٹر محمد عالم صاحب آف کونٹ عذایت ہا
ماسٹر محمد حسین صاحب، ماسٹر احمد دین صاحب مرحوم سے حاصل کی اور پیشک کے امتحان کے لیے چند اسباق انگریزی کے
جناب ماسٹر منصور احمد صاحب مال مدرس تعلیم الاطفال بشوڈل مدرسہ نصرۃ العلوم گورنر ازلہ سے پڑے۔

پھر ایف اے کی تیاری کی اور محکمہ نہر کے ایک آفیسر (نام اس وقت ذہن میں نہیں) جو کہ
انگلش میں کافی مہارت رکھتے تھے، اُن سے انگلش کی تیاری کی، ایف اے کا امتحان شروع ہوا اس
دوران محترمہ والدہ صاحبہ تشریف لائیں تو مجھے فرمائے لگیں، قارئین قومی حافظ محمود اور حافظ محمد شریف کی طرح

کلج اور یونیورسٹی کی طرف دھیان کرنے لگا ہے (یہ دونوں میرے حفظ کے ساتھی ہیں اور

بچپن میں ہمارے گھر آتے جاتے تھے۔ ان دونوں حضرات نے کلج اور یونیورسٹی کی تعلیم میں
میں ماشاء اللہ اپنی صلاحیتوں کا بھرپور مظاہرہ کیا۔ اللہ تعالیٰ مزید ترقی عطا فرمائے) میں تو مجھے مسجد اور مدرسہ

کے ماحول میں ہی دیکھنا چاہتی ہوں۔ میں نے کہا اسی دعا کریں میں ایف اے میں کامیاب ہو جاؤں تو کہنے

لگیں، میں تو کہتی ہوں کہ تو نہ ہی کامیاب ہو، تاکہ تیری توجہ دوسری طرف نہ ہو جائے، میں امتحان میں کامیاب

تیاری سے شریک ہوا۔ اتفاق کی بات کہ ایک دن کسی ضروری کام سے لاہور گیا، خیال تھا کہ پرچہ شروع

ہونے سے پہلے واپس پہنچ جاؤں گا۔ مگر واپسی پر گاڑی ایسی جگہ پر خراب ہو گئی کہ متبادل سوار کا ملنا بھی مشکل

ہو گیا۔ اس طرح وہ پرچہ نہ لے سکا۔ اور مزید ایک پرچہ میں کپارٹ اگنی بعد میں عمر حیات زیادہ ہونے کی وجہ

سے امتحان نہ لے سکا۔ میرے یقین ہے کہ اس ناکامی کے اسباب محترمہ والدہ صاحبہ کے اس بات

کو پسند نہ کرنے کی وجہ سے پیدا ہوئے۔ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ نے رحمت فرمائی اور اُسی سال سے مجھے حدیث کے اسباق پڑھانے کا موقع مل گیا۔ اور مقررہ والدہ صاحبہ نے اس پر خوش ہو کر نہ جانے کس قدر دعاؤں سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے آمین۔

قلبی صفائی کے لیے

مانٹین شیخ التقیہ حضرت مولانا حمید الرحمن نور محمد اشجیہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان سے اسباق لیتا رہا۔ حضرت کی وفات کے بعد کئی دفعہ استغاثے کرنے کے بعد منامی اشتکات کے پیش نظر حضرت والدہ صاحبہ دم مجہم کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور ان ہی کے ہاتھ سے وہ ظائف پڑھے کہ سنے کی کوشش ہوتی ہے۔

یہ اساتذہ کرام تو مجھے یاد ہیں ان کے علاوہ بھی جس سے ایک جملہ بھی پڑھا ہے، وہ میرے اساتذہ میں شامل ہے اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر عطا فرمائے جو رفت ہو چکے ہیں، ان کے درجات بلند فرمائے اور جو زندہ ہیں ان کا سایہ صحت و عافیت کے ساتھ آذیر سلامت باکرامت فرمائے۔ آمین ۱۱۱ اللہ العالیٰ

احقر عبد القادر قلی

مشہور غیر متقدم مولانا ارشاد الحق اثری مدظلہ

مزو بانہ واویلا

جواب

مولانا فرار صفدر اپنی تصانیف کے آئینہ میں

از قلم: حافظ عبد القدوس قاری، مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

کہ عموماً سے بعض حضرات بے جا گمراہ کن پروپیگنڈہ میں مصروف ہیں کہ مولانا صفدر صاحب کی کتابوں میں تعارض ہے، مولانا صفدر صاحب نے اصولی حدیث کی اصطلاحات غلط بیان کی ہیں۔ مولانا صفدر صاحب کسی جگہ ایک راوی کو ضعیف کہتے ہیں اور دوسری جگہ اس سے استدلال کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ ان ہی حضرات کی نمائندگی کرتے ہوئے مولانا ارشاد الحق اثری صاحب نے ایک کتاب لکھی جس کا نام انہوں نے "مولانا صفدر فرار صفدر اپنی تصانیف کے آئینہ میں" رکھا ہے۔ اثری صاحب کی کتاب میں مندرجہ اعتراضات کا مدلل جواب اس کتاب میں دیا گیا ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ یہ پروپیگنڈہ مخالف طبقہ کی برکھلاہٹ اور فتنہ حدیث سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے حقیقت کا جس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ قیمت: ساٹھ روپے

ناشر: مکتبہ صفدریہ نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گھنٹہ دھڑ گوجرانوالہ

درس نظامی میں شامل فن مناظرہ کی مشہور کتاب "رشیدیہ" کا اردو ترجمہ و تفسیری تشریح

== "حمیدیہ" ==

از قلم: حافظ عبد القدوس قاری، ناظم مکتبہ صفدریہ نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

بخاری شریف

غیر مقلدین کی نظر میں

قیمت ۱۸۰۰

علامہ ابن اہم ابو ذی الشہداء
حاوی الارواح الی بلاد الافراح

جنت کے نظارے

مترجمہ حافظ عبدالعزیز دوس غلام قادر
مدیر مدرسہ اسلامیہ لاہور

- یہ کتاب ہے جس میں علامہ ابن اہم نے جنت کے اس کی تفصیل کردہ میر تقی آیات اور شہداء و حبیبہ پر شمس علی نبی و محمد علیہ السلام ہے
- اس کتاب کے اقتضا میں علامہ نے بیخ سے دھڑ دھڑات گزرتی گزرتی کہتے ہیں جن سے جنت کے نظارے دکھائی دیتا ہے
- اس کتاب کے نظارے جنت کے مال کے کاغذ کاغذ سے بچے کاغذی شہداء گزرتی ہیں
- یہ کتاب دنیا کی مادی دنیا کی تفصیل میں مہک لوگوں کو اس دنیا کی دنیا کی دنیا کی یاد دہانی کا بہترین ذریعہ ہے
- قرآن آیات اور گزشتہ احادیث کا اس میں تمام غلطیاں ترمیم اور وضاحت طلب عبارات کی پرکھت ہے
- اس کتاب کی عبارت کی پیشین نظر رکھنے سے ترجمہ کی عبارت میں تسلسل
- اس کتاب میں پیشین نظر رکھنے سے حدیث کی کتابوں کے گزشتہ صفات و حقائق

۱۸۰

حسن الکلام

— فتنہ —

تسرك القراءۃ خلف الامام

مكتبة دار الحديث بنو مؤمنين دار الحديث بنو مؤمنين

اسی کتاب

میں قرآن کریم میں صحاح حدیث، آثار صحابہ و اقوال اہل سنت
صحابین ثابت کیا گیا ہے کہ مقتدی کیلئے قرآن کریم کے کسی حصہ (فاتحہ وغیرہ) کی
قرأت کرنے کی اجازت نہیں ہے اور مخالفین کے اعتراضات کے جواب میں لکھا
سکائی عرصہ کے بعد دوبارہ شائع ہو کر نظر آ رہی ہے

مکتبہ صفدیہ نزد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ کی مطبوعات

طرائف اسن تقریر ترمذی بیع سوم - ۵۰/- روپے	احسن الکلام مسلک فاطمہ علیہ السلام کی مجلس بحث بیع پنجم - ۱۵۰/- روپے	تسکین الصدور مسلک حیات النبی پر مدلل بحث بیع ششم - ۱۱۰/- روپے	الکلام المفید مسلک تعلید پر مدلل بحث بیع چہارم - ۹۵/- روپے	ازالۃ الہیب مسلک علم غیب پر مدلل بحث بیع ہفتم - ۱۲۵/- روپے
راہ سنت مسلک بدعات پر مدلل جواب کتاب ۸۰/- روپے	مقام الی حنیفہ بیع پنجم - ۷۰/- روپے	سماح الموتی بیع پنجم - ۵۵/- روپے	طائفہ منصورہ نجات پانچویں گروہ کی مکتبہ ۳۸/- روپے	ارشاد الشیعہ شیعہ نظریات کا مدلل جواب ۳۸/- روپے
آنکھوں کی گھنٹہ مسلک حاضر و ناظر پر مدلل بحث ۵۸/- روپے	عبارت اکابر اکابر علماء دیوبند کی کتاب پر مستندہ کے جوابات ۳۸/- روپے	صرف ایک اسلام ۳۰/- روپے	گلہ رستہ توحید مسلک توحید کی وضاحت ۳۰/- روپے	دل کا سرور مسلک فقہاء مکمل کی مدلل بحث ۳۲/- روپے
درود و شریف پڑھنے کا شرعی طریقہ ۱۲/- روپے	آئینہ محمدی سیرت پر مختصر رسالہ ۸/- روپے	تبلیغ اسلام مذہب یاروں کی مختصر بحث ۱۹/- روپے	ہجرات کی روشنی معراج النبی کے بارے میں قرآنی و غیر قرآنی اعتراضات پر مدلل جواب ۱۵/- روپے	مسلک قربانی قربانی کی فضیلت اور ایسا قرآنی پر مدلل بحث - ۱۵/- روپے
عیسائیت کا پرستار عیسائیوں کے عقائد کا رد ۱۲/- روپے	مقالہ حق نبوت قرآن و سنت کی روشنی میں ۱۲/- روپے	بانی دارالعلوم دیوبند مولانا محمد قاسم دیوبندی کے حالات زندگی اور ان پر حضرت مولانا ۱۲/- روپے	راہ ہدایت کونسا معجزات کے بارے میں میں عجزہ کی بحث - ۳۰/- روپے	تفہیم متین بر تفسیر تفسیر الدین ۳۰/- روپے
احسان الہاری بنی شریف کی بنیادی ۳۰/- روپے	تفہیم الخواطر بجواب تنویر الخواطر ۳۰/- روپے	امام البرطان رد توحید الیہ ۱۲/- روپے	حلیۃ المسلمین داڑھی کا مسئلہ ۱۲/- روپے	شوق جہاد ۸/- روپے
تباہ غیر متعلقہ عالم مولانا غلام رسول کے رسالہ توحید کا اردو ترجمہ ۳۰/- روپے	الکلام المحادی سارات کیلئے ذکوة وغیرہ لئے کی مدلل بحث - ۳۰/- روپے	ملا علی قاری اور مسلک غیب ماضی و مستقبل ۸/- روپے	المسک المنصور ۱۰/- روپے	الشباب المبین بجواب الشباب الناقب ۱۸/- روپے
شوق حدیث حجیت حدیث پر مدلل بحث ۳۰/- روپے	انکار حدیث کے نتائج مکرمین حدیث کا رد ۸/- روپے	مردی حبیب کا غلافی ۸/- روپے	چالیس دعائیں ۱۰/- روپے	اختصار الذکر ذکر آیت کریمہ کرنا چاہیے ۱۸/- روپے
حکم الذکر بالجہر ۳۸/- روپے	باب جنت بجواب راہ جنت ۳۸/- روپے	الطہار العیوب بجواب اثبات علم الغیب ۱۵/- روپے	اطیب الکلام مختص احسن الکلام ۱۵/- روپے	چمل مسئلہ حضرات بریلویہ ۸/- روپے
حمید من ناغہ کی کتاب رشیدیہ کا اردو ترجمہ - ۳۸/- روپے	توحید المرام فی نزول سیح علیہ السلام ۲۰/- روپے	مرزائی کا جنازہ اور مسلمان ۵/- روپے	مولانا ارشاد احمدی کا مجذوبانہ وادلا ۲۰/- روپے	جنت کے حقائق علامہ ابن القیم کی کتاب حادی الارواح کا اردو ترجمہ